فیضانِ صوفیاء

ترتیب وتحقیق
علامہ مفتی محمد وسیم اکرم القادری

ترجمہ
فاضلہ مصباح اکرم

فیضانِ صوفیاء

صوفیا کرام واولیاء اللہ کے حالات زندگی، کرامات، حکایات اور دینی خدمات جیسے سینکڑوں موضوعات پر مشتمل شامی عالم محمد خیر طعمہ حلبی البختری کی مشہور و معروف کتاب "حزب الرحمٰن" کا بامحاورہ اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

مصنف

شیخ محمد خیر طعمہ حلبی البختری الشامی

ترجمہ

مصباح اکرم

ترتیب و تحقیق

مفتی محمد وسیم اکرم القادری

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

ہماری کتابیں معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ناشر: مشتاق احمد
اہتمام: سلمان منیر

نام کتاب	—	فیضانِ صوفیاء
مصنف	—	شیخ محمد خیر طعمہ حلبی البختری الشامی
ترجمہ	—	مصباح اکرم
ترتیب جدید	—	علامہ مفتی محمد وسیم اکرم القادری
اشاعت	—	2010ء
مطبع	—	اسد نیئر پرنٹرز، لاہور
ڈیزائن	—	عاطف بٹ
کمپوزنگ	—	گُل گرافکس
قیمت	—	300 روپے

استدعا

پروردگارِ عالم کے فضل، کرم اور مہربانی سے، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہِ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔ شکریہ۔ (ناشر)

فہرست

☆ تصوف وصوفی......تاریخ واہمیت---------- 21
☆ **باب نمبر1** 36
☆ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم ---------- 36
☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ---------- 37
☆ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ---------- 48
☆ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ---------- 56
☆ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ---------- 60
☆ **باب نمبر2** 64
☆ اصحابِ نبی رضی اللہ عنہم ---------- 64
☆ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ---------- 65
☆ حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ ---------- 67
☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ---------- 68
☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ---------- 70
☆ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ ---------- 71
☆ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ---------- 72
☆ سیدالشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ---------- 73
☆ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ ---------- 74

Marfat.com

☆ حضرت الحافظ ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ ---------- 74
☆ حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ ---------- 74
☆ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ---------- 75
☆ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ---------- 75
☆ حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ ---------- 76
☆ حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ ---------- 77
☆ حضرت اہبان بن صیفی غفاری ---------- 77
☆ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ ---------- 78
☆ حضرت زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ ---------- 79
☆ حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ ---------- 79
☆ حضرت عمرو بن طفیل دوسی رضی اللہ عنہ ---------- 80
☆ حضرت بابغہ رضی اللہ عنہ ---------- 80
☆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ---------- 81
☆ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ---------- 81
☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ---------- 82
☆ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ ---------- 82
☆ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ ---------- 84
☆ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ ---------- 84
☆ حضرت عروۃ بن ابی الجعد بارقی رضی اللہ عنہ ---------- 85
☆ حضرت مقداد بن الاسود کندی رضی اللہ عنہ ---------- 85
☆ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ ---------- 86
☆ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ ---------- 87
☆ حضرت سائب بن اقرع رضی اللہ عنہ ---------- 87
☆ حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ ---------- 87

☆ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ ---------- 88
☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ---------- 88
☆ حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ ---------- 89
☆ حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ ---------- 89
☆ حضرت حنظلہ بن حزیم رضی اللہ عنہ ---------- 90
☆ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ---------- 90
☆ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ---------- 90
☆ حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ ---------- 91
☆ حضرت سویبط رضی اللہ عنہ ---------- 95
☆ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ---------- 96
☆ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ---------- 98
☆ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ---------- 100
☆ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی ---------- 101
☆ حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ ---------- 102
☆ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ ---------- 106
☆ حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ ---------- 106
☆ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ ---------- 106
☆ حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ ---------- 107
☆ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ ---------- 107
☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ---------- 108
☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ---------- 108
☆ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ---------- 109
☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ---------- 110
☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ---------- 111

Marfat.com

☆ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ	111
☆ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ	112
☆ حضرت عباس رضی اللہ عنہ	112
☆ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ	114
☆ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	115
☆ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ	115
☆ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ	116
☆ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ	117
☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ	118
☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	119
☆ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ	120
☆ حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ	120
☆ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ	121
☆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	121
☆ حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ	122
☆ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ	123
☆ حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ	124
☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	124
☆ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ	125
☆ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ	126
☆ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	126
☆ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ	127
☆ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ	128
☆ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ	129

Marfat.com

☆ حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ ---------- 130
☆ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ---------- 130
☆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ---------- 131
☆ **باب نمبر3** 132
☆ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ---------- 132
☆ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ---------- 133
☆ حضرت امام حسین گلگوں قبا رضی اللہ عنہ ---------- 137
☆ حضرت سجاد زین العابدین رضی اللہ عنہ ---------- 140
☆ حضرت امام ابو جعفر محمد باقر صادق رضی اللہ عنہ ---------- 147
☆ امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہما ---------- 151
☆ **باب نمبر4** 155
☆ اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم ---------- 155
☆ فضائل اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم ---------- 156
☆ بعض اصحابِ صفہ کا تذکرہ ---------- 157
☆ سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ ---------- 161
☆ **باب نمبر5** 216
☆ تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم ---------- 216
☆ حضرت اویس قرنی التابعی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 217
☆ حضرت ہرم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ ---------- 220
☆ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ ---------- 222
☆ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ---------- 236
☆ حضرت سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ ---------- 238
☆ حضرت حبیب بن اسلم راعی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 240

Marfat.com

☆ باب نمبر6 243

☆ تبع تابعین ومتقدمین صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم ---------------- 243
☆ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 244
☆ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 246
☆ حضرت ابوحازم مدنی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 248
☆ حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 249
☆ حضرت عبداللہ بن مبارک مروزی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 250
☆ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 253
☆ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 263
☆ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 269
☆ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 272
☆ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 274
☆ حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 277
☆ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 279
☆ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 281
☆ حضرت شقیق بن ابراہیم ازدی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 283
☆ حضرت عبدالرحمن عطیہ درانی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 285
☆ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 287
☆ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 289
☆ حضرت امام محمد ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 291
☆ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 293
☆ حضرت احمد بن ابی الجواری رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 296
☆ حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم حضرمی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 298
☆ حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 299

Marfat.com

☆ حضرت احمد بن خضرویہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 302
☆ حضرت عسکر بن حسین نخشبی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 305
☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 306
☆ حضرت عمر بن سالم حدادی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 308
☆ حضرت حمدون بن احمد بن قصار رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 312
☆ حضرت منصور عمار رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 313
☆ حضرت احمد بن عاصم انطاکی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 315
☆ حضرت ابو عبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 316
☆ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 317
☆ حضرت ابوالحسن احمد بن محمد نوری رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 322
☆ حضرت سید بن اسمٰعیل حیری رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 325
☆ حضرت احمد بن یحییٰ بن جلال رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 328
☆ حضرت رویم بن احمد رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 329
☆ حضرت یوسف بن حسین رازی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 331
☆ حضرت ابوالحسن سمنون بن عبداللہ خواص رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 332
☆ حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 334
☆ حضرت معرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 335
☆ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 336
☆ شیخ محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 338
☆ حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 339
☆ حضرت ابوبکر محمد بن عمر وراق رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 341
☆ حضرت ابوسعید احمد بن عیسیٰ خرازی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 343
☆ حضرت علیبن محمد اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 344
☆ حضرت ابوالحسن محمد بن اسمٰعیل خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 345

Marfat.com

☆ حضرت ابوحمزہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 348
☆ حضرت ابوحمزہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 349
☆ حضرت ابوالعباس احمد بن مسروق رحمۃ اللہ علیہ ---------------------- 350
☆ حضرت ابوالعباس احمد بن مسروق رحمۃ اللہ علیہ ---------------------- 351
☆ حضرت ابوعلی بن الحسن بن علی جورجانی رحمۃ اللہ علیہ ------------------ 352
☆ حضرت ابومحمد بن احمد حسین حریری رحمۃ اللہ علیہ -------------------- 354
☆ حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن سہل آملی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 355
☆ حضرت ابوالمغیث حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ ------------------ 360
☆ حضرت ابواسحٰق ابراہیم بن احمد خواص رحمۃ اللہ علیہ ------------------ 361
☆ حضرت ابوحمزہ بغدادی بزاز رحمۃ اللہ علیہ ------------------------ 362
☆ حضرت ابوبکر محمد بن موسیٰ واسطی رحمۃ اللہ علیہ -------------------- 363
☆ حضرت ابوبکر بن دلف بن خجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ --------------------- 366
☆ حضرت ابومحمد جعفری بن نصیر خالدی رحمۃ اللہ علیہ ------------------- 367
☆ حضرت ابوعلی محمد بن قاسم رودباری رحمۃ اللہ علیہ -------------------- 368
☆ حضرت ابوالعباس قاسم بن مہدی سیاری رحمۃ اللہ علیہ ------------------ 369
☆ حضرت ابوعبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ ------------------------- 369
☆ حضرت ابوعثمان سعید بن سلام مغربی رحمۃ اللہ علیہ ------------------- 370
☆ حضرت ابوالقاسم ابراہیم بن محمد محمود نصرآبادی رحمۃ اللہ علیہ ------------ 370
☆ **باب نمبر 7** 373
☆ متاخرین آئمہ و مشائخ رحمۃ اللہ علیہم ---------------------------- 373
☆ محدث امام ابن جوزی ----------------------------------- 374
☆ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ --------------------------------- 403
☆ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ ----------------------------------- 404
☆ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 408

Marfat.com

☆ حضرت ابوالعباس احمد بن محمد قصاب رحمۃ اللہ علیہ ---------- 412
☆ حضرت ابوعلی بن حسین بن محمد دقاق رحمۃ اللہ علیہ ---------- 413
☆ حضرت ابوحسن علی بن احمد خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 414
☆ حضرت محمد بن علی المعروف بہ داستانی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 416
☆ حضرت فضل اللہ بن محمد مہینی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 417
☆ حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 419
☆ حضرت ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازی قشیری رحمۃ اللہ علیہ ---------- 421
☆ حضرت ابوالعباس احمد بن محمد اشقانی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 422
☆ حضرت ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ گرگانی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 423
☆ حضرت ابواحمد المظفر رحمۃ اللہ علیہ ---------- 424
☆ **باب نمبر 8** 427
☆ حکایاتِ اہلِ تصوف حکمت و موعظت ---------- 427
☆ شیخ سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ ---------- 427
☆ شامی ابدال رحمۃ اللہ علیہم ---------- 429
☆ ابوہذیل کا جواب ---------- 435
☆ اہل تصوف کا جواب ---------- 437
☆ واصل فی النار ---------- 437
☆ مروان کا باپ ---------- 438
☆ اہل تصوف کا مکالمہ ---------- 439
☆ مفتی ابراہیم بن طہمان ---------- 440
☆ قریش کی عظمت واپس دلانے والا ---------- 440
☆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ---------- 441
☆ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما ---------- 442
☆ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ ---------- 442

Marfat.com

☆ سخاوت و بخل ---------------------------- 444
☆ حلال ترین کھانا ---------------------------- 444
☆ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما ---------------------------- 447
☆ گری کھجوریں ---------------------------- 448
☆ والد کے جود و سخا کی وجہ سے ---------------------------- 448
☆ **باب نمبر 9** 450
☆ متقدمین و متاخرین اہل تصوف تعارف اور کرامات ---------------------------- 450
☆ شیخ محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ ---------------------------- 451
☆ شیخ محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 451
☆ شیخ ابوعبداللہ محمد بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 453
☆ شیخ محمد منصور طوسی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 454
☆ شیخ محمد بن یوسف البناء رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 454
☆ شیخ محمد بن مسلم بن عبدالرحمٰن قنطری رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 455
☆ شیخ معلم ابوبکر تیمی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 456
☆ شیخ محمد بن یعقوب عرجی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 458
☆ شیخ محمد بن السماک رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 459
☆ شیخ محمد بن یوسف البولاقی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 460
☆ شیخ محمد بن محمد الادفوی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 461
☆ شیخ ابوبکر محمد المالکی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 462
☆ شیخ محمد بن موسیٰ ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 462
☆ شیخ محمد بن محمد سلامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 463
☆ شیخ ابوبکر محمد بن الولید الفہری طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 465
☆ شیخ محمد بن علی بن جعفر ابوبکر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 465
☆ شیخ ابوبکر محمد بن سعدون التیمی رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- 467

Marfat.com

☆ شیخ ابوعبداللہ محمد بن خفیف الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 467
☆ شیخ محمد بن محمد بن اسمٰعیل صوفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 469
☆ شیخ محمد بن فتوح بن عبداللہ الازدی الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 471
☆ شیخ محمد بن محمد طوسیٰ امام ابوحامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 472
☆ شیخ ابوعبداللہ محمد بن الحسین بن عبدویہ رحمۃ اللہ علیہ ---------- 473
☆ شیخ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ ---------- 475
☆ حضرت ابوعبداللہ محمد البصری رحمۃ اللہ علیہ ---------- 475
☆ حضرت محمد بن الموفق الجوشانی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 476
☆ حضرت ابوعبداللہ محمد بن اشرف الرندی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 476
☆ شیخ ابوعبداللہ محمد زنہار عجمی فارسی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 477
☆ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ارسلان مصری رحمۃ اللہ علیہ ---------- 478
☆ شیخ محمد بن احمد بن ابراہیم القرشی الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 478
☆ شیخ ابوعبداللہ محمد بن یوسف یمنی ضجاعی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 489
☆ شیخ ابومدین شعیب رحمۃ اللہ علیہ ---------- 490
☆ شیخ محمد بن ابی بکر الحکمی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 491
☆ شیخ محمد بن حسین الخیر الجبلی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 494
☆ شیخ محمد بن علی بن محمد الجاتی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 495
☆ شیخ محمد الازہری العجمی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 499
☆ شیخ نورالدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالحیی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 496
☆ شیخ جمال المسلمین محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 497
☆ شیخ محمد بن عمر ابوبکر بن قوام رحمۃ اللہ علیہ ---------- 499
☆ شیخ محمد بن عبداللہ بن الاستاذ الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ---------- 513
☆ شیخ ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ ابی شعبۃ الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 513
☆ شیخ محمد بن ابی المجد الحرانی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 514

Marfat.com

☆ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عباس الشعی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 516

☆ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن الحسین بن ابی السعود ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 516

☆ شیخ طریق محمد رحمۃ اللہ علیہ ---------- 517

☆ شیخ محمد بن اسعد بن علی بن فضل الصعی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 517

☆ شیخ محمد بن ابی حمرہ رحمۃ اللہ علیہ ---------- 519

☆ شیخ محمد ابن الشیخ ابی بکر العرودک رحمۃ اللہ علیہ ---------- 519

☆ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن احمد بن خشیر رحمۃ اللہ علیہ ---------- 520

☆ شیخ محمد بن محمد بن معبد رحمۃ اللہ علیہ ---------- 521

☆ شیخ ابی حربحمد بن یعقوب بن الکمیت رحمۃ اللہ علیہ ---------- 521

☆ شیخ محمد بن عبد اللہ بن ابی المجد المرشدی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 523

☆ شیخ محمد بن عبد اللہ بن علوی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 528

☆ شیخ محمد بن موسیٰ النہاری رحمۃ اللہ علیہ ---------- 529

☆ شیخ محمد بن محمد وفا السکندری رحمۃ اللہ علیہ ---------- 530

☆ شیخ امام محمد بن موسیٰ بن عجیل رحمۃ اللہ علیہ ---------- 531

☆ شیخ محمد الشثینی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 532

☆ شیخ محمد بن علوی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ ---------- 532

☆ شیخ محمد بن ابراہیم بن دحمان رحمۃ اللہ علیہ ---------- 533

☆ شیخ محمد بن عبد اللہ الصوفی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 534

☆ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن محمد الزکوی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 535

☆ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 536

☆ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن سعید بن معن القرضی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 537

☆ شیخ محمد بن عمر بن محمد بن عبد الرحمٰن عباد حضری رحمۃ اللہ علیہ ---------- 538

Marfat.com

☆ شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المنسکی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 538
☆ شیخ ابوعبداللہ محمد بن مبارک برکانی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 540
☆ شیخ محمد بن عبداللہ الطواسی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 541
☆ شیخ ابوعبداللہ محمد بن عمر النہاری الیمنی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 541
☆ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ظفر شمیری رحمۃ اللہ علیہ ---------- 542
☆ شیخ محمد ابوالمواہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 544
☆ شیخ محمد الخضرمی مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ---------- 545
☆ شیخ محمد بن داؤد منزلاوی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 546
☆ شیخ محمد الجلجول ابوالعون الغزی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 546
☆ شیخ محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 550
☆ شیخ محمد بن زرعہ مصری رحمۃ اللہ علیہ ---------- 550
☆ شیخ محمد بن عبدالرحمٰن الاسقع باعلوی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 551
☆ شیخ محمد صدرالدین البکری رحمۃ اللہ علیہ ---------- 552
☆ شیخ محمد ابوفاطمہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 552
☆ شیخ محمد شمس الدین ویروطی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 553
☆ شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ ---------- 554
☆ شیخ محمد بہاؤالدین مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ---------- 560
☆ شیخ محمد روتجل رحمۃ اللہ علیہ ---------- 560
☆ شیخ محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 561
☆ شیخ محمد فرفور رحمۃ اللہ علیہ ---------- 563
☆ شیخ محمد الخراسانی النجم رحمۃ اللہ علیہ ---------- 563
☆ شیخ محمد الشربینی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 565

Marfat.com

☆ شیخ محمد بن عبدالرحیم المنیر البعلی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 568
☆ شیخ محمد السروری رحمۃ اللہ علیہ ---------- 570
☆ شیخ محمد الشناوی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 572
☆ شیخ محمد بہاؤ الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ---------- 574
☆ شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل المکدش رحمۃ اللہ علیہ ---------- 586
☆ شیخ محمد بن ابراہیم الکروی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 588
☆ شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ یحییٰ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 588
☆ شیخ ابوعبداللہ محمد بن عثمان زیلی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 589
☆ شیخ محمد بن عبداللہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 590
☆ شیخ محمد بن علی بن یوسف الاشکل یمنی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 591
☆ شیخ محمد بن عمر مشہور بہ صاحب المصحف رحمۃ اللہ علیہ ---------- 592
☆ شیخ محمد بن علی بن محمد دویمہ رحمۃ اللہ علیہ ---------- 594
☆ شیخ محمد بن عبداللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ---------- 594
☆ شیخ محمد بن عبدالرحمٰن اسقاف رحمۃ اللہ علیہ ---------- 596
☆ شیخ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ---------- 597
☆ شیخ محمد بن حسن باعلوی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 597
☆ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ ---------- 589
☆ شیخ شمس الدین محمد بن علی الحسینی البخاری رحمۃ اللہ علیہ ---------- 589
☆ شیخ محمد بن حسن المعلم باعلوی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 599
☆ شیخ محمد شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 600
☆ شیخ محمد بن حسن الجیمی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 614
☆ شیخ محمد بن عیسیٰ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ ---------- 615

☆ شیخ محمد بن عمر بن احمد شیخ شمس الدین الواسطی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 615
☆ شیخ محمد بن صدقہ رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 618
☆ شیخ محمد بن احمد فرغل رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 619
☆ شیخ محمد بن علی باعلوی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 622
☆ شیخ محمد بن سلیمان الجزوی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 623
☆ شیخ محمد بن احمد بن عبد الدائم الاشمونی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 624
☆ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عباس شعمی یمنی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 625
☆ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المقری الیمنی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 626
☆ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن مہنا القرشی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 628
☆ شیخ محمد السماسی رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 629
☆ شیخ محمد الجواد بن علی الرضا رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 630
☆ شیخ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ ---------------- 631

☆☆☆

Marfat.com

انتساب

صوفی باصفا حضرت سیدنا

شیخ سید عبدالقادر الجیلانی

الحسنی الحسینی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

Marfat.com

حرفِ اوّل

واضح رہنا چاہئے کہ ہمارے زمانہ میں ایک گروہ ایسا ہے جو ریاضت کا بوجھ برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور بے ریاضت مرتبہ کا خواہاں ہے۔ وہ تمام صوفیاء کرام کو اپنا ہی جیسا کامل خیال کرتا ہے۔ جب وہ ان صوفیاء کی باتیں سنتے ہیں، ان کے عزت و مرتبہ کو دیکھتے ہیں، ان کے معاملات کو پڑھتے ہیں اور پھر اپنے آپ پر نظر ڈالتے ہیں تو خود کو ان سے بہت دور پاتے ہیں۔ اس وقت تصوف کو چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں:

''ہم ایسے باہمت لوگ نہیں ہیں اور نہ ہمارے زمانہ میں ایسے حضرات نظر آتے ہیں۔''

حالانکہ ان کا یہ کہنا باطل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ زمین کو ہرگز بے حجت نہیں چھوڑتا اور اس امت کو بغیر ولی کے کبھی نہیں رکھتا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''لایزال طائفة من امتی علی الخیر والحق حتی تقوم الساعة''

''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ خیر وحق پر تا قیامت قائم رہے گی۔''

نیز فرمایا:

''لا یزال فی امتی اربعون علی خلق ابراھیم''

''میری امت کے چالیس افراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلق پر ہمیشہ موجود رہیں گے۔''

میں ان میں کچھ افراد کے تذکرہ میں اپنی یہ تصنیف پیش کر رہا ہوں۔

☆☆☆

Marfat.com

مقدمۃ الکتاب

Marfat.com

تصوف و صوفی...... تاریخ و اہمیت

تصوف کا معنی:

کلمہ تصوف باب تفعل سے ہے جس کا خاصہ تکلف فعل کا مقاضی ہے اور یہ اصل کی فرع ہے۔ لغوی حکم اور ظاہری معنی میں اس لفظ کی تعریف کا فرق موجود ہے:

"الصفا ولایة ولھا آیة وروایة والتصوف حکایة للصفا بلاشکایة"

"صفا ولایت کی منزل ہے اور اس کی نشانیاں روایات ہیں اور تصوف صفا کی ایسی حکایت و تعبیر ہے جس میں شکوہ شکایت نہ ہو۔"

صفا کے ظاہری معنی تاباں ہیں اور تصوف اس معنی مفہوم کی تعبیر حکایت ہے۔

عباد الرحمٰن:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَعِبَادُالرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یمشون عَلَی الْاَرْض ھوْنا وَّاِذَاخَاطَبَھُمُ الْجَاھلُوْن قالُوْاسلاما"

"رحمٰن کے وہی بندے ہیں جو زمین پر اخلاق وانکسار سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ انہیں پکارتے ہیں تو وہ سلام کرتے ہیں۔"

اہل صفا کی دعا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مَنْ سَمع صوْت اھْل التَّصوَّفْ فَلَایومَنْ علی دُعائھمْ کُتِبُ عِنْدَالله مِنَ الْغافلین"

Marfat.com

''جو صوفیا کی آواز سنے اور ان کی دعا پر آمین نہ کہے تو وہ اللہ کے نزدیک غافلوں میں شمار ہوگا۔''

صوفی کی وجہ تسمیہ:

اہل علم حضرات نے اسم تصوف کے تحقیق میں بہت کچھ کہا ہے اور کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ چنانچہ اہل علم کی ایک جماعت کہتی ہے:

''صوفی کو اس لئے صوفی کہا جاتا ہے کہ وہ صوف (پشمینہ) کے کپڑے پہنتے ہیں۔''

بعض کہتے ہیں:

''وہ اول صف میں ہوتے ہیں اس لیے صوفی کہلاتے ہیں۔''

ایک اور جماعت کہتی ہے:

''یہ اصحاب صفہ کی نیابت کرتے ہیں۔''

بعض نے کہا کہ یہ نام صفا سے ماخوذ ہے۔ غرضیکہ وجہ تسمیہ میں طریقت کے بکثرت لطائف ہیں، لیکن اگر لغوی معنی کا اعتبار کیا جائے تو معنی بعید از مفہوم ہو جاتا ہے۔ چونکہ ہر حالت میں ظاہر و باطن کی صفائی محمود و پسندیدہ ہے اور اس کی ضد کدورت سے اجتناب کرنا مقصود ہے جیسا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''ذهب الدُنیا وَبَقی کَدِرُھا''

''دنیا کی پاکیزگی جاتی رہی اور اس کی کدروت باقی رہ گئی۔''

گویا صوفی میں لطیف و پاکیزگی سے اس کی صفائی مراد ہے۔ چونکہ صوفیاء کرام اپنے اخلاق و معاملات کو مہذب و پاکیزہ بنا کر طبعی آفتوں سے نفرت کرتے ہیں اس بناء پر انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔

صوفیاء کی جماعت کے لئے یہ نام اسماء اعلام مخصوص و معین ناموں میں سے ہے۔ اس لئے کہ وہ خطرات ان معاملات کے مقابلہ میں جسے وہ مخفی رکھتے ہیں بہت بڑے ہیں، تا کہ ان کا نام اسی سے ماخوذ سمجھا جائے۔

Marfat.com

عصرِ حاضر اور صوفیاء کرام:

موجودہ زمانے میں اللہ تعالیٰ نے تصوف اور صوفیاء کرام کی مقدس ہستیوں کو اکثر پردے میں رکھا ہے اور تصوف کے لطائف کو ان کے دلوں سے پوشیدہ کیا ہے تاکہ کوئی تو یہ سمجھے کہ یہ لوگ ظاہری اصلاح کے لئے ریاضتیں کرتے ہیں اور باطنی مشاہدات سے خالی ہیں۔ کوئی یہ سمجھے کہ اصل و حقیقت کے بغیر یہ ایک رسم ہے حتیٰ کہ وہ اس کے انکار پر اتر آتے ہیں۔ چنانچہ مسخرے اور ظاہر میں علماء جو کلی طور پر اس کے منکر ہوں تصوف کے حجاب میں خوش رہتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی عوام بھی ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے ہیں۔ انہوں نے باطن کی صفائی کی جستجو و طلب کو دل سے محو کر کے سلف صالحین کرام رضی اللہ عنہم کے مسلک و مذہب کو بھلا دیا ہے:

"ان الصفا صفة الصديق

ان ان اردت صوفيا على التحقيق"

"حق و صداقت کی راہ میں اگر تم صوفی بننا چاہو تو جان لو کہ صوفی ہونا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفت ہے۔"

گروہِ باصفا کا اسم:

اولیاء کاملین اور عرفاء محققین کا نام صوفی ہے۔ یہ گروہ باصفا اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے:

"من صفا الحب فهو صاقب ومن صفا الحبيب فهو صوفي"

"جس کی محبت پاک و صاف ہے وہ صافی ہے اور جو دوست میں مستغرق ہو کر اس کے غیر سے بری ہو وہ صوفی ہے۔"

لہٰذا باعتبار لفظ اس کے معانی مشتقات کسی چیز کے ساتھ صحیح نہیں بنتے، کیونکہ اس لفظ کے یہ معنی لغوی تعریف سے بہت ارفع ہیں۔ اس معنی کی کوئی جنس نہیں ہے جس سے اس کو ماخوذ قرار دے دیا جائے۔ اس لئے کہ کسی چیز کا کسی سے ماخوذ و مشتق ہونا جنسیت کا متقاضی ہوتا ہے۔ جس میں کدورت ہو وہ صاف و شفاف کی ضد ہوتی ہے اور کسی چیز کو ضد

Marfat.com

سے مشتق نہیں کرتے۔ لہٰذا عرفاء کے نزدیک یہ معنی اظہر من الشمس ہیں، اس لئے نہ کسی تعبیر کی ضرورت ہے نہ کسی اشارہ کی:

"لان الصوفی ممنوع عن العبارۃ والاشارۃ"

"اس لئے کہ صوفی کے معنی کے لئے عبارت واشارہ کی ممانعت ہے۔"

محققین کے نزدیک جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ صوفی کی تعریف عبارات سے کرنا ممنوع ہے اور عالم کی ہر شئے اس کی تعبیرات ہیں، خواہ انہیں اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا حصول معنی کے لئے اس نام کی لفظوں میں تعریف کی مطلق حاجت نہیں ہے۔ فہم وادراک کے لئے اتنا جان لو کہ مشائخ طریقت اور عارفان حقیقت کو صوفی کہتے ہیں اور مریدین و متعلقین اور سالکین معرفت کو متصوف۔

اقسام تصوف:

تصوف کے ماننے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک کو صوفی، دوسرے کو متصوف اور تیسرے کو مستوف کہتے ہیں۔

1: صوفی وہ ہے جو خود کو فنا کر دے اور خواہشات نفسانیہ کو مار کر حقیقت سے پیوستہ ہو جائے۔

2: متصوف وہ ہے جو ریاضت ومجاہدے کے ذریعہ اس مقام کو طلب کرے اور وہ اس مقام کی طلب وحصول میں صادق وراست باز ہو۔

3: مستوف وہ ہے جو دنیاوی عزت ومنزلت اور مال ودولت کی خاطر خود کو ایسا بنالے اور اسے مذکورہ منازل ومقامات کی کچھ خبر نہ ہو۔ ایسے نقلی صوفیوں کے لئے عرفاء کا مقولہ ہے:

"المستوف عند الصوفیۃ کالذباب وعندغیرھم کا لذباب"

"صوفیا کرام کے نزدیک نقلی صوفی مکھی کی مانند ہے۔ جس طرح بھیڑیا اپنی تمام قوت وطاقت مردار کو حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے یہی حال اس نقلی صوفی کا ہے۔"

Marfat.com

گویا صوفی صاحبِ وصول ہے، متصوف صاحبِ اصول اور مستوف صاحبِ نقول وفضول۔

حقیقی، اصولی اور فضولی صوفی:

جسے وصل نصیب ہو گیا وہ مقصود کو پانے اور مراد کو حاصل کرنے میں اپنے نفسانی قصد وارادہ سے بے نیاز ہو گیا، جسے منزل اصول نصیب ہو گئی وہ احوال طریقت اور لطائف معرفت پر مستحکم ہو گیا اور جس کے نصیب میں فضول ہے وہ نقلی صوفی ہے، وہ حقیقت ومعرفت کی منزل سے محروم رہ کر محض رسم ورواج کی چوکھٹ پر بیٹھ گیا ہے۔ اس کے لئے یہی ظاہری رسم ورواج اور طور وطریق محبوب ومستور بن گیا ہے، کیونکہ وصل واصل سے حجاب میں رہنا معیوب ہے۔ اس سلسلے میں مشائخ طریقت کی بہت رمز ورموز ہیں۔

اوصافِ صوفیاء:

1: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الصوفی اذا بطق بان نطوہ عن الحقائق وان سکت نطقت عنه الجوارح بقطع العلائق"

"صوفی وہ ہے کہ جب بات کرے تو اس کا بیان اپنے حال کے حقائق کے اظہار میں ہو۔"

مطلب یہ کہ وہ کوئی ایسی بات نہیں کہتا جو خود اس میں موجود نہ ہو اور جب خاموش رہے تو اس کا معاملہ اور سلوک اس کے حال کو ظاہر کرے۔

خلائق سے کنارہ کشی اس کے حال پر ناطق ہو یعنی اس کا بولنا، وقتِ کلام اور اصول طریقت کے لحاظ سے صحیح ہو اور اس کا کردار بوقت سکوت مجرد محض ہو۔ یہ دونوں حالتیں درست ہوں۔ جب بولے تو اس کی ہر بات حق ہو اور جب خاموش رہے تو اس کا ہر فعل فقر ہو۔

2: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"التصوف نعت اقیم العبدفیة قیل نعت للعبدام للحق قال نعت الحق حقیقت ونعت العبد رسم"

"تصوف ایسی خوبی ہے جس میں بندے کو قائم کیا گیا ہے۔" کسی نے پوچھا: "یہ حق

Marfat.com

کی صفت ہے یا بندے کی۔؟" آپ نے فرمایا:"اس کی حقیقت حق کی صفت ہے اور اس کی ظاہری رسم وحالت بندے کی صفت ہے۔"

مطلب یہ کہ اس کی حقیقت بندگی کی صفت کی فنا چاہتی ہے اور صفت بندگی کی فنا حق کے ساتھ بقا کی صفت ہے۔ دائمی مجاہدہ یہ بندے کی صفت ہے اور جب دوسرے معنی میں دیکھنا چاہو تو یوں سمجھو کہ توحید کی حقیقت کسی بندے کی صفت میں صحیح نہیں ہو سکتی اس لئے کہ بندے کی صفات میں دوام نہیں اور خلق کی صفت بجز رسم وظاہر کے کچھ نہیں، کیونکہ خلق کی صفت میں بقا نہیں ہے، بلکہ وہ حقیقتاً حق کا فعل ہے، لہٰذا ان صفات کی حقیقت حق کے ساتھ ہوگی۔ اس مفہوم کو یوں سمجھو کہ حق تعالیٰ نے بندے کو روزہ رکھنے کو فرمایا۔ روزہ رکھنے کی وجہ سے بندہ روزہ دار کہلایا۔ یہ روزہ از روئے رسم ظاہری بندہ کی صفت ہوگی، لیکن از روئے حقیقت روزے کی حقیقت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں خبر دی:

"الصوم لی وانا اجزی بہ"

"روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔"

مطلب یہ ہے کہ روزہ میری وجہ سے ہے اور جو کچھ ان کے مفعولات سے ہے وہ سب اس کی ملکیت ہے، لیکن تمام عبادتوں اور چیزوں کی نسبت بندے کی نسبت بطریق رسم ومجاز ہوگی نہ کہ حقیقت۔!

3: حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"التصوف ترك كل حظ للنفس"

"تصوف تمام نفسانی لذت سے ہاتھ کھینچنے کا نام ہے۔"

تصوف کی دو قسمیں ہیں:

ایک رسم یعنی مجاز۔

دوسری حقیقت۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اگر نفسانی لذتوں کو چھوڑ چکا ہے تو ترک لذت بھی تو ایک لذت ہے، اسی کو رسم ومجاز کہا جاتا ہے اور اگر وہ اس کا بھی تارک ہے تو یہ فنائے لذت وحظ

Marfat.com

کہلاتی ہے۔اس کا معنی کا تعلق حقیقت ومشاہدے سے ہے۔لہٰذا ترک حظ ولذت بندہ کا فعل ہے اور فنائے حظ ولذت حق کا فعل ہے، لہٰذا بندے کے فعل کو رسم ومجاز اور حق کے فعل کو حقیقت کہا جائے گا۔اس قول سے وہ پہلا قول جو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے خوب واضح ہوجاتا ہے۔

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”الصوفية هم الذين صفت ارواحهم فصاروا في الصف الاول بين يدي الحق“

”صوفیائے کرام کا گروہ وہ ہے کہ جنکی زندگیاں کدورت بشری سے آزاد اور آفت نفسانیہ سے پاک وصاف ہو کر آرزو اور تمناؤں سے بے نیاز ہوں۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حضور بلند درجے اور صف اول میں آرام گستر ہیں اور ماسویٰ اللہ کے سب سے قطعاً کنارہ کش ہوچکے ہیں۔“

وہ یہ بھی فرماتے ہیں:

”الصوفي لايملك ولايملك“

”صوفی وہ ہے جس کے قبضہ میں کچھ نہ ہو اور نہ خود کسی کے قبضہ میں ہو۔“

یہ عبارت عین فنا کی ہے کہ فانی الصفت نہ مالک ہوتا ہے نہ مملوک، کیونکہ صحت ملک موجودات پر درست آتی ہے۔اس قول شریف کا مطلب یہ ہے کہ صوفی دنیاوی سازوساماں اور اخروی زیب وزینت میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا، کیونکہ وہ خود بھی تو کسی کی ملکیت میں ہے۔وہ اپنے نفس کے حکم کا پابند نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ غیر کی خواہش وارادہ کے غلبہ سے وہ خود کو گھلا چکا ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ غیر کو بھی بندگی کی طمع سے فنا کرچکا ہوتا ہے۔یہ قول مبارک، دقیق اور لطیف ہے۔اس منزل کو گروہِ صوفیاء ”فنائے کل“ سے تعبیر کرتے ہیں۔

4: حضرت ابوعمر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ليس التصوف رؤية الكون بعين النقص بل غض الطرف عن الكون“

”تصوف جہان کو نقص، وعیب کی آنکھ سے دیکھنے کا نام نہیں بلکہ دنیا سے منہ

Marfat.com

پھیر لینے کا نام تصوف ہے۔"

مطلب یہ کہ جہان کو عیب و نقص سے بھرپور دیکھو کیونکہ یہ دلیل بقائے صفت کی ہے ، بلکہ جہان سے آنکھوں بند کر لو کیونکہ وہ دلیل فنائے صفت کی ہے۔ اس لئے کہ جب کائنات پر نظر ہوگی تو حد نظر کے بعد نظر کی منزل بھی ختم ہو جائے گی اور دنیا سے آنکھیں بند کر لینے میں ربانی بصیرت کی بقا ہے یعنی جو شخص اپنے سے نابینا ہوگا وہ حق کو دیکھ سکے گا کیونکہ ہستی کا طالب بھی طالب ہی ہوتا ہے اور اس کا کام اس سے اس کی طرف ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنی ہستی سے باہر نکلنے کی اسے کوئی راہ نہیں ملتی۔ الغرض ایک وہ ہوتا ہے جو خود کو تو دیکھتا ہے، لیکن اسے ناقص نظر آتا ہے اور دوسرا وہ ہے جو اپنی طرف سے نظر کو بند کر لیتا ہے اسے نہیں دیکھتا۔ تو وہ شخص جو خود کو دیکھ لیتا ہے اگرچہ خود میں اسے نقص و عیب نظر آتے ہیں، مگر یہی نظارہ ایک حجاب ہے اور جو دیکھتا ہے وہ نظر میں در پردہ رہتا ہے۔ جو اپنی ہستی کو دیکھتا ہی نہیں وہ نابینائی میں محجوب نہیں ہوتا۔ اہل معانی اور عرفاء کے نزدیک یہ مفہوم و مراد اصل قوی ہے۔

5: حضرت ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"التصوف شرك لا نه صيانة القلب عن روية الغير و لا غير"

"تصوف میں شرک ہے، اس لئے کہ دل کو غیر کی روایت سے بچاتا ہے حالانکہ غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔"

مطلب یہ کہ اثبات توحید میں غیر کی رویت شرک ہے۔ جب دل میں غیر کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے تو غیر کے ذکر سے بچانا محال ہے۔

6: حضرت حضرمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"التصوف صفاء السر من كدورة المخالفة"

"دل کو مخالفت کی کدورت سے پاک و صاف رکھنے کا نام تصوف ہے۔"

مطلب یہ کہ باطن کو حق تعالیٰ کی مخالفت سے محفوظ رکھو کیونکہ دوستی موافقت کا نام ہے اور موافقت مخالفت کی ضد ہے۔ دوست کو لازم ہے کہ سارے جہان میں دوست کے احکام

Marfat.com

کی حفاظت کرے اور جب مطلوب ومراد ایک ہو تو مخالفت کی گنجائش نہیں ہے۔

7: حضرت محمد بن علی بن امام حسین بن علی مرتضیٰ سلام اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں:

''التصوف خلق فمن زاد عَلَيْكَ في الخلق زاد عليك في التصوف''

''پاکیزہ اخلاق کا نام تصوف ہے۔ جس کے جتنے پاکیزہ اخلاق ہوں گے اتنا ہی زیادہ وہ صوفی ہوگا۔''

پاکیزہ اخلاق کی دو قسمیں ہیں:

ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک خوئی کہ اس کی قضاء قدر پر راضی رہے۔

دوسرا خلق کے ساتھ نیک خوئی کہ حق تعالیٰ کی رضا کی خاطر مخلوق کی صحبت کا بار برداشت کرے۔

یہ دونوں قسمیں طالب ہی کی طرف راجع ہوتی ہیں، کیونکہ حق کی صفت استغناء یعنی وہ طالب کی ناراضگی ورضا دونوں سے بے نیاز ہے۔ یہ دونوں وصف نظارۂ توحید سے وابستہ ہیں۔

8: حضرت ابو محمد مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''الصوفی لا یسبق همة خطوته''

''صوفی وہ ہے کہ اس کا باطن اس کے قدم کے ساتھ برابر ہو۔''

دل وہاں ہو جہاں قدم ہو۔ یہ حضوری کی علامت بغیر غیوبت کے ہے۔ اس کے برخلاف کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ خودی سے غائب ہو کر حق کے ساتھ ظاہر ہو، حالانکہ یہ کہنا چاہئے تھا کہ حق تعالیٰ کے ساتھ ظاہر ہو کر خودی سے حاضر ہو۔ یہ جمع الجمع کی قبیل کی عبارت ہے کیونکہ جس وقت خود بخود رویت ہوگی تو خودی سے غیبت نہ رہے گی۔ جب رویت اٹھ جائے گی تو حضوری بے غیبت کے ہوگی۔ اس معنی کا تعلق حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کے اس قول سے ہے:

''الصوفی لایری فی الدارین مع اللّٰہ غیر اللّٰہ''

''صوفی وہ ہے جو دونوں جہاں میں بجز ذات الٰہی کے کچھ نہ دیکھے۔''

Marfat.com

کیونکہ بندے کی پوری ہستی غیر ہے اور جب وہ غیر کو نہ دیکھے گا تو خود کو بھی نہ دیکھے گا اور اپنی نفی اور اثبات کے وقت وہ خود سے مکمل طور پر فارغ ہوگا۔

9: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد ان آٹھ خصلتوں پر ہے: سخاوت، رضا، صبر، اشارہ، غربت، غدڑی، سیاحت اور فقر۔ یہ آٹھ خصلتیں آٹھ نبیوں کی اقتدا میں ہیں۔

سخاوت حضرت خلیل علیہ السلام سے، کیونکہ آپ نے فرزند کو فدا کیا۔

رضا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے، کیونکہ آپ نے وقتِ ذبح رضا کا اظہار اور اپنی جان عزیز کو بارگاہ خداوندی میں پیش کر دیا۔

صبر حضرت ایوب علیہ السلام سے کہ آپ نے بے حد غایت مصائب پر صبر فرمایا اور خدا کی ابتلا و آزمائش پر ثابت قدم رہے۔

اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''لاتکلم الناس ثلثة ایام الا رمزا''

''آپ نے تین دن لوگوں سے اشارہ کے سوا کلام نہ فرمایا۔''

اور اسی سلسلہ میں ارشاد ہے:

''اذنادی ربه نداء خفیا''

''انہوں نے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔''

غربت حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہ وہ اپنے وطن میں مسافروں کے مانند رہے اور خاندان میں رہتے ہوئے اپنوں سے بیگانہ رہے۔

سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہ آپ نے یکہ و تنہا مجرد زندگی گزاری اور بجز ایک پیالہ و کنگھی کے کچھ پاس نہ رکھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ کسی نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر پانی پیا ہے تو انہوں نے پیالہ بھی توڑ دیا اور جب کسی کو دیکھا کہ انگلیوں سے بالوں میں کنگھی کر رہا ہے تو کنگھی بھی توڑ دی۔

خرقہ یعنی صوفی والا لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ انہوں نے پشمینی کپڑے پہنے۔

Marfat.com

فقر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ جنہیں روئے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں عنایت فرمادی گئی تھیں اور ارشاد ہوا کہ آپ خود کو مشقت میں نہ ڈالیں بلکہ ان خزانوں کا استعمال کریں اور آرائش اختیار فرمائیں، لیکن بارگاہ الٰہی میں آپ نے عرض کیا:

"اے خدا! مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ ایک روز شکم سیر ہوں تو دو روز فاقہ کروں۔"

تصوف کی یہ آٹھ اصولی خصائل ہیں جو افعال و کردار میں محمود ہیں۔

10: حضرت حضروئی علیہ رحمۃ فرماتے ہیں:

"الصوفی لا یوجد بعد عدمه ولا یعدم بعد وجوده"

"صوفی معدوم ہونے کے بعد ہستی کی تمنا نہیں کرتا اور موجود ہونے کے بعد معدوم ہونے کی خواہش نہیں کرتا۔"

مطلب یہ ہے کہ وہ جو کچھ بھی پاتا ہے اسے کسی حال میں گم نہیں کرتا اور جو چیز گم ہوجائے اس کو کسی حال میں بھی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس کی یافت کسی طرح نایافت نہ ہوگی اور اس کی نایافت کسی طرح یافت نہ ہوگی، تاکہ اثبات بغیر نفی اور نفی بغیر اثبات کے ہوجائے۔ اس قول کا مقصد یہ ہے کہ صوفی کی بشریت کامل طور پر فنا ہوکر اس کے جسمانی شواہد اس کے حق سے جاتے رہیں اور اس کی نسبت سب سے منقطع ہوجائے، تاکہ بشریت کا بھید کسی کے حق میں ظاہر نہ ہو۔ یہاں تک کہ یہ فرق اپنے عین میں جمع ہوکر اپنے آپ قیام پاجائے۔ یہ صورت حال دو نبیوں میں ظاہر ہوئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں کہ جن کے وجود میں عدم نہیں تھا، یہاں تک کہ دعا کی:

"رب اشرح لی صدری ویسرلی امری"

"میرے رب! مجھے شرح صدر عطا فرما اور میرا معاملہ مجھ پر آسان کردے۔"

دوسری ذات مبارک ہمارے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ آپ کے عدم میں وجود نہ تھا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:

"الم نشرح لك صدرك"

Marfat.com

"کیا ہم نے آپ کے لئے شرح صدر نہ فرمایا۔"

ایک نبی نے آرائش وزینت کی درخواست کی اور دوسرے کو حق تعالیٰ نے خود آرائش وزینت سے مزین فرمایا اور انہوں نے اس کی دعا نہیں کی۔

11: حضرت علی بن پندار الصیر فی نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"التصوف اسقات الرویۃ للحق ظاھر اوباطنا"

"تصوف یہ ہے کہ صوفی اپنے ظاہر و باطن میں حق کی خاطر خود کو نہ دیکھے۔"

چنانچہ جب تم ظاہر پر نظر ڈالو گے تو ظاہر میں توفیق کا نشان پاؤ گے اور جب تم غور کرو گے تو ظاہری معاملات جو توفیق حق کے مقابلہ میں دیکھو گے تو مچھر کے پر کے برابر وزن نہ دو گے اور ظاہر دیکھنا چھوڑ دو گے۔ جب باطن پر نظر ڈالو گے تو باطن میں تائید حق کے نشان پاؤ گے پھر جب غور کرو گے تو باطنی معاملات کو تائید کے حق کے پہلو میں دیکھ کر ذرہ بھر وزن نہ دو گے۔ لہٰذا باطن کے دیکھنے کو بھی ترک کر کے سراسر حق کا مشاہدہ کرو گے۔ جب حق کا مشاہدہ کرو گے تو خود کو بھی نہ دیکھ سکو گے۔

12: حضرت محمد عمر بن احمد مقری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"التصوف استقامۃ الاحوال مع الحق"

"حق تعالیٰ کے ساتھ احوال کی استقامت کا نام تصوف ہے۔"

مطلب یہ کہ صوفی کے احوال کسی اور حال سے نہ بدلیں گے اور کسی کج روی میں مبتلا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ جس کا دل گردش احوال سے محفوظ ہے وہ درجۂ استقامت سے نہیں گرتا اور نہ وہ حق تعالیٰ سے دور رہتا ہے۔

13: حضرت ابو حفص حداد نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ صوفیاء کرام کے معاملہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"تصوف سراسر ادب ہے۔ ہر وقت، ہر مقام اور ہر حال کے لئے متعین آداب و احکام ہیں۔ جس نے ان آداب کی پابندی کو ان کے اوقات میں لازم رکھا وہ مردانِ خدا کے درجہ پر فائز ہو گیا اور جس نے ان آداب کی پابندی کو ملحوظ رکھا اور اسے رائیگاں کر دیا وہ قرب حق کے خیال اور قبول حق کے گمان

سے محروم رہ کر مردہ بن گیا۔"

14: حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"لیس التصوف رسوما ولا علوما ولکنہ اخلاق"

"رسم وعلم کا نام تصوف نہیں ہے، بلکہ وصف واخلاق کا نام ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ اگر رسم کا نام تصوف ہوتا تو ریاضت ومجاہدے سے حاصل ہو جاتا اور اگر علم کا نام تصوف ہوتا تو تعلم سے تکمیل کی جاسکتی، مگر یہ تو سراپا اخلاق ہے۔ حتیٰ کہ اگر اس کے احکام اپنی ہستی میں جاری نہ کرو، اس کے معاملات کو اپنے وجود میں نافذ نہ کرو اور اس کے انصاف کو اپنے اوپر نہ استعمال کرو تو ہرگز تصوف حاصل نہ ہوگا۔

رسوم واخلاق کے درمیان فرق یہ ہے کہ رسم ایسا فعل ہے جو تکلیف، محنت اور اسباب وذرائع سے حاصل ہو جاتا ہے۔ مثلاً: ایسا عمل جو باطن کے برخلاف ظاہری طور پر کیا جائے اور وہ عمل باطنی معنی سے خالی ہو۔ اخلاق ایسا فعل محمود ہے جو تکلیف ومحنت اور بغیر اسباب وذرائع کے باطن کے موافق ظاہر میں کیا جائے اور وہ دعوے سے خالی ہو۔

15: حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"التصوف حسن الخلق"

"نیک خصائل کا نام تصوف ہے۔"

نیک خصائل کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ حق تعالیٰ کے اوامر ونواہی کو بغیر سمع وریا کے ادا کیا جائے۔

۲۔ بڑوں کی عزت وتعظیم، چھوٹوں پر شفقت ومہربانی اور برابر والوں سے عدل وانصاف پر قائم رہتے ہوئے کسی غرض وبدلے کا طالب نہ ہو۔

۳۔ نفس وشیطان کی متابعت نہ کرے۔

جس نے اپنے ذات کو ان تینوں خصلتوں سے مزین کر لیا وہ تمام نیک خصلتوں کا خوگر بن گیا۔ یہ خصائل اس حدیث سے ماخوذ ہیں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ ان سے کسی نے عرض کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق شریفہ کی تعلیم فرمائیں۔

Marfat.com

یہ دلیل پہلی قسم کی ہے، لیکن دوسری اور تیسری قسم کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاهلين''

''درگزر کو اختیار کرو! نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے دور رہو۔''

حضرت مرتعش فرماتے ہیں:

''هذا مذهب كله جد فلا تخالطوه بشيء من الهزل''

''یہ نکھری ہوئی تصوف کی راہ ہے اس میں بالکل آمیزش نہ کرو۔ نقلی صوفیوں کے معاملات کو نہ ملاؤ اور رسوم کے پابند لوگوں سے اجتناب کرو۔''

جب زمانہ کے دنیا دار لوگوں نے دیکھا کہ نقلی صوفی پاؤں پر تھرکتے، گانا سنتے اور بادشاہوں کے دربار میں جا کر ان سے مال و منال کے حصول میں حرص و لالچ کا مظاہرہ کرتے ہیں، درباری دیکھتے ہیں تو وہ ان سے نفرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پچھلے صوفیاء کا حال بھی ایسا ہی تھا، حالانکہ وہ حضرات ایسی لغو باتوں سے پاک و صاف تھے۔ وہ اس پر غور و فکر نہیں کرتے یہ زمانہ دین میں سستی و غفلت کا ہے۔

بلا شک و شبہ جب بادشاہ و حکام پر حرص کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ اسے ظلم و ستم پر آمادہ کر دیتا ہے اور اہل زمانہ طمع و نافرمانی اور زنا و فسق میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ریا کاری زاہد کو نفاق میں جھونک دیتی ہے، ہوائے نفسانی صوفی کو پاؤں پر کوداتی ہے اور گانا سننے پر ابھارتی ہے۔ خبردار! ہوشیار! طریقت کے جھوٹے مدعی ہی تباہ ہوتے ہیں نہ کہ اصل طریقت۔ خوب یاد رکھو کہ اگر مسخروں کی جماعت اپنے مسخرہ پن کو بزرگوں کی ریاضت و مجاہدے کے اندر ہزار بار پوشیدہ رکھے تو بزرگوں کی ریاضت و مجاہدہ مسخرہ پن نہیں بن سکتی۔

16: حضرت ابو علی قزمینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''التصوف هو الاخلاق الرضية

''پسندیدہ اور محمود افعال و اخلاق کا نام تصوف ہے۔''

17: حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''التصوف هو الحرية والفتوة وترك التكلف والسخاو بذل الدنيا''

Marfat.com

''نفس اور حرص وہوا کی غلامی سے آزادی پانے، باطل کے مقابلہ میں جرأت و مردانگی دکھانے، دنیاوی تکلفات کو ترک کر دینے، اپنے مال کو دوسروں پر صرف کر دینے اور دنیا کو دوسروں کے لئے چھوڑ دینے کا نام تصوف ہے۔''

18: حضرت ابوالحسن فوشنجہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''التصوف الیوم اسم و لاحقیقة وقد کان حقیقة''

''آج بے حقیقت چیز کا نام تصوف سمجھ لیا گیا ہے، ورنہ! اس سے قبل تصوف بغیر نام کے ایک حقیقت تھی۔''

مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین کے زمانہ میں یہ نام تو نہ تھا مگر اس کے معنی موجود تھے۔ اب نام تو ہے مگر معنی کا وجود نہیں، یعنی معاملات و کردار تو معروف تھے لیکن دعویٰ مجہول تھا۔ اب دعویٰ معروف ہے لیکن معاملات مجہول ہیں۔

تصوف کے معاملات، معانی وحقائق کے اظہار و بیان میں مشائخ طریقت کے مذکورہ ارشادات طالب حق کی رہنمائی کے لئے کافی ہیں، لیکن جو تصوف کے منکر ہیں ان سے دریافت کیا جائے کہ تصوف کے انکار سے تمہاری کیا مراد ہے اور اگر محض اس کے نام سے انکار ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ اس طرح اس کے معانی وحقائق سے انکار لازم نہیں آتا۔ پھر اگر اس کے معانی وحقائق سے انکار ہے تو یہ انکار کل شریعت اسلامیہ کا انکار بن جائے گا۔ یہی نہیں بلکہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حمیدہ، خصائل جمیلہ اور اسوہ حسنہ کا انکار بھی کہلائے گا۔ اس انکار کے بعد پورا دین ریا کاری بن جاتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا فرمانبردار اور سعید بنائے جس طرح اپنے دوستوں کو بنایا ہے اور میں وصیت کرتا ہوں کہ خدا کے ان دوستوں، ولیوں اور حق شناس صوفیوں کے ساتھ حق وانصاف کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا۔ دعویٰ کم کرنا اور اہل اللہ سے حسن اعتقاد رکھنا۔ و باللہ التوفیق۔

......☆☆☆......

Marfat.com

باب نمبر 1

خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم

Marfat.com

فصل نمبر 1:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

نام، کنیت و لقب:

خلیفہ اول، جانشین پیغمبر، امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام نامی عبداللہ، کنیت ابو بکر اور صدیق و عتیق لقب ہیں۔ آپ قریشی ہیں اور ساتویں پشت پر آپ کا شجرہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی شجرہ سے مل جاتا ہے۔

ولادت:

آپ عام الفیل کے اڑھائی برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

بعد از انبیاء:

آپ اس قدر جامع الکمالات اور مجمع الفضائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام اگلے اور پچھلے انسانوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

عشرہ مبشرہ:

آپ ان دس خوش نصیب اصحاب میں ممتاز مقام رکھتے ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری عنایت فرمادی تھی۔

قبول اسلام اور جہاد میں شرکت:

آپ نے آزاد مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور سفر و وطن کے تمام مشاہد و اسلامی جہادوں میں مجاہدانہ کارناموں کے ساتھ شامل ہوئے۔ صلح و جنگ کے تمام فیصلوں میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر و مشیر بن کر مراحل نبوت کے ہر ہر موڑ پر آپ کے رفیق و جاں نثار رہے۔

Marfat.com

خلافت وفات:

آپ نے دو برس تین ماہ گیارہ دن مسند خلافت پر رونق افروز رہ کر بائیس جمادی الاخریٰ، تیرہ ہجری منگل کی رات وفات پائی۔

نماز جنازہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور روضہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مقدس میں دفن ہوئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

1: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ راستے سے بخوبی آگاہ تھے، کیونکہ بغرض تجارت ان کا شام آنا جانا رہتا تھا۔ آپ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے انہوں نے پوچھا:

"اے ابو بکر! تمہارے آگے کون ہے۔؟"

انہوں نے فرمایا:

"مرا راہبر ہے، جو مجھے راہ دکھاتا ہے۔"

2: حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار سے نکلے تو جو شخص بھی انہیں ملتا وہ ابو بکر کو پہچان لیتا۔ جب وہ پوچھتا:

"اے ابو بکر! یہ تمہارے ساتھ کون ہے۔"

تو آپ فرماتے:

"یہ میرا گائیڈ ہے۔"

قسم بخدا! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا۔

3: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو چیز اس کے پاس ہے اس کے بارے

میں اختیار دیا تو اس بندے نے اللہ تعالیٰ کی کے قرب کو پسند کر لیا۔"

یہ سن کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ ہمیں ان کے رونے پر بڑا تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندے کے بارے میں خبر دے رہے ہیں اور یہ رو رہے ہیں ۔؟ ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بندہ جسے اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔

تصوف اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

صحابہ کرام میں سے شیخ الاسلام ،بعد از انبیاء خلیفہ و امام، تارکین دنیا کے سردار ،صاحبان خلوت کے شہنشاہ، آفات دنیاوی سے پاک وصاف، امیر المومنین سیدنا ابو بکر عبد اللہ بن عثمان ابی قحافہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کی کرامتیں اور بزرگیاں مشہور ہیں۔ معاملات وحقائق میں آپ کے نشانات ودلائل واضح ہیں۔ تصوف کے سلسلہ میں آپ کے کچھ حالات کتابوں میں مذکور ہیں۔ مشائخ طریقت نے ارباب مشاہدہ اور صاحبان علم وعرفان میں آپ کو مقدم رکھا ہے، چونکہ آپ کی مرویات بہت کم ہیں۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ارباب مجاہدہ میں مقدم رکھا ہے کیونکہ آپ کے معاملات اور حق پر صلابت، صحیح روایتوں میں مرقوم اور اہل علم کے درمیان معروف ہیں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن کریم نماز میں کرتے تو نرم وآہستہ آواز میں کرتے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تو بلند آواز سے تلاوت کرتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تم کس وجہ سے نرم وآہستہ آواز میں تلاوت کرتے ہو۔؟ انہوں نے عرض کیا:

"اسمع من اناجیه"

"جس سے مناجات کرتا ہوں وہ خوب سنتا ہے۔"

چونکہ میں جانتا ہوں وہ مجھ سے دور نہیں ہے اور اس کی سماعت کے لئے نرم یا بلند آواز سے پڑھنا دونوں برابر ہیں۔

جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تم اونچی آواز سے کیوں

Marfat.com

تلاوت کرتے ہو؟ تو آپ نے عرض کیا:

"اوقظ الوسنان ای النائم واطرد الشیطان"

"میں سوتے ہوئے کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔"

یہ مجاہدے کی علامت ہے اور وہ مشاہدے کا نشان۔ مجاہدے کا مقام مشاہدے کے پہلو میں ایسا ہے جیسے قطرہ دریا میں۔ اس لئے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"هل انت الاحسنة من حسنات ابی بکر"

"اے عمر! تم ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہو۔"

جبکہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے بطل جلیل جن سے اسلام کو عزت و رفعت ملی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں تو غور کرو کہ سارے جہان کے لوگ کس درجہ میں ہوں گے۔؟

فانی گھر:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"دارنا فانية واحوالنا عارية وانفاسنا معدودة وكسلنا موجودة"

"ہمارا گھر فانی ہے، ہمارے احوال عاری ہیں، ہمارے سارے سانس گنتی کے ہیں اور سستی و کاہلی موجود و ظاہر ہے۔"

لہٰذا فانی گھر کی تعمیر کرنا، جہالت عاریتی حال پر اعتماد کرنا، نادانی گنتی کے سانسوں پر دل لگانا، غفلت اور کاہلی کو دین سمجھ لینا سراسر نقصان و خسارہ ہے، اس لئے کہ جو چیز عاریۃً لی جاتی ہے اسے واپس کرنا ہوتا ہے، جو چیز واپس جانے والی ہوتی ہے وہ باقی نہیں رہتی، جو چیز گنتی میں آئے وہ محدود ہوتی ہے اور سستی و کاہلی کا تو کوئی علاج ہی نہیں۔

اس ارشاد میں آپ نے ہمیں تلقین فرمائی کہ یہ دنیا اور اس کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اس کے جانے کا اندیشہ نہ کرنا چاہئے اور نہ اس کی خاطر اس سے دل لگانا چاہئے، کیونکہ جب تم فانی سے دل لگاؤ گے تو باقی تم سے پوشیدہ اور حجاب و پردہ میں رہ جائے گا۔ وہ دونوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ دنیا اور اس کا تمام ساز و سامان سب

Marfat.com

عارضی اور عاریت کی چیزیں ہیں ان کو اپنی ملک سمجھ کر ان میں مالک حقیقی کی اجازت اور اس کے منشاء کے خلاف تصرف کرنا کتنی نادانی ہے۔؟

فقر اختیاری واضطراری:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے مناجات میں عرض کیا کرتے تھے:

"اللهم ابسط لی الدنیاوزهدنی عنها"

"اے خدا! دنیا کو میرے لئے کشادہ فرما! لیکن مجھے اس میں مبتلا ہونے سے محفوظ رکھ۔"

دنیا کی فراخی کی دعا کے بعد اس سے محفوظ رکھنے کی التجا میں ایک لطیف اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ دنیا دے تا کہ شکر بجالاؤں پھر یہ توفیق دے کہ اسے تیری راہ میں اپنے ہاتھ سے خرچ کروں اور اپنا رخ تیری طرف پھیروں، تا کہ شکر اور انفاق فی سبیل اللہ کا درجہ پاؤں اور مقام صبر بھی حاصل کروں تا کہ فقر میں پریشان نہ ہوں اور فقر پر میرا اختیار ہو۔

اس مفہوم سے اس قول کی تردید بھی ہو جاتی ہے کہ جس کا فقر اضطراری ہو وہ فقر اختیاری سے زیادہ کامل ہوتا ہے۔ اصل میں اگر فقر اضطراری ہو تو یہ فقر کی صفت ہے اور اگر اختیاری ہو تو یہ فقر بندے کی صفت ہے۔ جب اس کا عمل کشش فقر سے منقطع ہو جائے تو اس سے بہتر ہے کہ تکلف سے اپنا درجہ بنائے۔

صفت فقر کا اس وقت زیادہ ظہور ہوتا ہے جبکہ تونگری کی حالت میں اس کے دل پر فقر کا ارادہ ہو، پھر وہ ایسا عمل کرے جو اسے ابن آدم کی محبوب چیزوں سے یعنی دنیاوی مال ومتاع سے دست کش کر دے نہ کہ فقر کی حالت میں اس کا دل تونگری کی خواہش سے بھرپور ہو اور ایسے عمل کا ارتکاب کرے جس کی بناء پر تونگروں، بادشاہوں اور درباریوں کے دروازوں پر جانا پڑے۔

صفت فقر تو یہ ہے کہ انسان تونگری چھوڑ کر فقر اختیار کرے، نہ یہ کہ فقر میں مال ومنال اور جاہ وحشم کا طالب ہو۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رتبہ انبیاء علیہم السلام کے بعد ساری مخلوق سے افضل ومتقدم ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی ان سے آگے قدم رکھے اور معنوی اعتبار سے مقدم

Marfat.com

ہو جائے، کیونکہ آپ نے فقر اختیاری کو فقر اضطراری پر مقدم وافضل رکھا ہے۔ یہی تمام مشائخ طریقت کا مذہب ہے۔

طلب امارت:

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بیعت خلافت لی تو آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"واللہ ما کنت حریصا علی الامارۃ یوما ولا لیلۃ ولا کنت فیھا راغبا ولا سئالتھا اللہ قط فی سر وعلانیۃ وما لی فی الامارۃ من راحۃ"

"خدا کی قسم! ایک دن یا ایک رات کے لئے بھی میں امارت کا خواہاں نہیں ہوا، نہ مجھے اس کی رغبت ہے، نہ ظاہر و باطن میں خدا سے اس کا سوال کیا ہے اور نہ میرے لئے امارت میں راحت ہے۔"

اللہ تعالیٰ جس بندہ کو کمال صدق پر فائز کرتا اور عزت و منزلت کے مقام پر متمکن فرماتا ہے تو بندہ صادق منتظر رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا حکم ہوتا ہے۔ جیسا بھی اس پر حکم وارد ہوتا ہے وہ اس پر قائم و برقرار رہتا ہے۔ اگر فرمان آئے کہ فقیر ہو جاؤ تو فقیر ہو جاتا ہے اور اگر فرمان آئے کہ امیر ہو جاؤ تو امیر بن جاتا ہے۔ اس میں وہ اپنے تصرف واختیار کو کام نہیں لاتا۔ یہی صورت حال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ آپ نے ابتداء میں بھی ویسی ہی تسلیم و رضا کو اختیار فرمایا جس طرح انتہا میں اختیار فرمایا۔

صوفیا کرام نے ترک دنیا اور حرص و منزلت کے چھوڑنے کو فقر پر اور ترک ریاست کی تمنا کو اس لئے پسند کیا کہ دین میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام مسلمانوں کے امام عام ہیں اور طریقت میں آپ تمام صوفیاء کے امام خاص۔

دل کو غیر سے خالی کرنا:

صفائے باطن کے لئے کچھ اصول اور فروع ہیں۔ ایک اصل تو یہ ہے کہ دل کو غیر سے خالی کرے اور فرع یہ ہے کہ مکر و فریب سے بھرپور دنیا سے دل کو خالی کردے۔ یہ دونوں صفتیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہیں۔ اس لئے آپ رضی اللہ عنہ طریقت کے

Marfat.com

رہنماؤں کے امام ہیں۔ آپ کا قلب مبارک اغیار سے خالی تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہ معلیٰ میں دل شکستہ ہوکر جمع ہوئے تو سیدنا فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے:

''جس نے بھی یہ کہا کہ اللہ کے رسول کا انتقال ہو گیا ہے میں اس کا سر قلم کردوں گا۔''

اس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور بلند آواز سے یہ خطبہ دیا:

''الا من کان یعبد محمد افان محمد اقدمات ومن عبد رب محمد فانه حیی لایموت''

''خبردار! جو حضور کی پرستش کرتا تھا وہ جان لے کہ حضور کا وصال ہو چکا ہے اور جو حضور کے رب کی عبادت کرتا ہے تو آگاہ ہو کہ وہ زندہ ہے جسے موت نہیں ہے۔''

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

''ومامحمدالارسول قد خلت من قلبه الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم''

''اور محمد تو اللہ کے رسول ہی ہیں۔ بیشک آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں تو کیا اب آپ انتقال فرما جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے۔؟''

مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی یہ سمجھ بیٹھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معبود تھے تو جان لو کہ حضور کا وصال ہو چکا ہے۔ اگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی عبادت کرتا تھا تو وہ زندہ ہے ہرگز اس پر موت نہیں آنی ہے۔ یعنی جس کا دل فانی سے پیوستہ ہوتا ہے تو وہ فانی تو فنا ہوتا ہے اور اس کا رنج باقی رہ جاتا ہے، لیکن جس کا دل حضرت حق سبحانہ سے لگا ہوا ہو تو جب نفس فنا ہو جاتا ہے تو وہ بقائے باقی دل کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت کی آنکھ سے دیکھا تو جب آپ دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو آپ کی وہ تعظیم جو اس کے دل میں باقی رہ جاتی رہے گی اور جس نے آپ کو حقیقت کی

Marfat.com

آنکھ سے دیکھا تو اس کے لئے آپ کا تشریف لے جانا اور موجود رہنا دونوں برابر ہیں۔اس لئے کہ اس نے آپ کی موجودگی اور حالت بقا کو حق تعالیٰ کی بقا کے ساتھ آپ کے تشریف لے جانے کو حق تعالیٰ سے واصل وفنا ہونے اور پلٹنے اور فنا ہونے والی چیزوں سے روگرداں ہو کر پلٹانے اور فنا کرنے والی ذات کی طرف متوجہ ہونے کو دیکھا۔گویا اس نے قیام محول (پلٹنے والے وجود کو) محول (پلٹانے والی ذات) کے ساتھ قائم دیکھا۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی جس طرح تعظیم وتکریم کی جاتی ہے اسی طرح اس نے وجود اصل کی تعظیم اور توقیر کی۔لہٰذا دل کی راہیں کسی مخلوق کے لئے نہ کھولے اور اپنی نظریں کسی غیر کی طرف نہ پھیلائے کیونکہ:

"من نظر الی الخلق هلك ومن رجع الی الحق ملك"

"جس نے مخلوق پر نظر ڈالی وہ ہلاک ہوا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا وہ مالک ہوا۔"

پر فریب دنیا سے دل کو خالی کرنا:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دوسری شان کہ آپ کا قلب مبارک دنیائے غدار سے خالی تھا۔اس کی کیفیت یہ ہے کہ آپ کے پاس جتنا مال ومنال اور غلام وبردے وغیرہ تھے سب راہ خدا میں دیکر ایک کمبل اوڑھ کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوگئے۔اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

"ماخلقت لعيالك"

"اے صدیق!تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔؟"

عرض کیا:

"الله ورسوله"

"اللہ اور اس کے رسول کو گھر والوں کے لیے چھوڑ کر آیا ہوں۔"

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا:

"تم نے اپنے مال میں سے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔؟"

انہوں نے عرض کیا:

Marfat.com

''بہت بڑا خزانہ اور بے حد و غایت مال و منال چھوڑا ہے۔''

فرمایا:

''وہ کیا۔؟''

عرض کیا:

''ایک تو اللہ کی قربت اور دوسرا اس کے رسول کی متابعت۔''

جب بندہ کا دل دنیاوی صفات سے آزادہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیاوی کدورتوں سے اسے پاک وصاف کر دیتا ہے۔ یہ تمام صفتیں صوفی صادق کی ہیں، ان کا انکار در حقیقت حق کا انکار اور اس سے کھلا عناد ہے۔

صفاء کدورت کی ضد ہے اور کدورت صفات بشری میں سے ہے۔ حقیقتاً صوفی وہ ہے جو بشری کی کدورتوں سے گزر جائے جیسا کہ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا جب مشاہدہ کیا اور آپ کے حسن و جمال کے لطائف میں غرق ہوئیں تو ان پر بشریت غالب آگئی پھر جب وہ منعکس ہو کر واپس آئیں اور اس کی انتہا حد کمال تک پہنچی اور اس سے گزر کر بشریت کے فنا پر نظر پڑی تو کہنے لگیں:

''ماھذا بشر''

''خدا کی قسم! یہ تو بشر ہے ہی نہیں۔''

حالانکہ انہوں نے اپنے کلام کا نشانہ بظاہر انہیں بنایا، لیکن انہوں نے اس طرح اپنا حال ظاہر کیا تھا۔ اس لئے مشائخ طریقت فرماتے ہیں:

''لیس الصفامن صفات البشر لان البشر مدر و المدر لا یخلو من الکدر''

''حالت صفاء بشری کی صفات میں سے نہیں ہے، اس لئے کہ بشر تو ایک مٹی کا تودہ ہے اور مٹی کا تودہ کدورت سے خالی نہیں ہوتا۔''

لہٰذا بشری حالت میں برقرار رہ کر کدورت سے نجات پانا ممکن نہیں۔ اس لئے صفا کی مثال افعال سے نہ ہوگی اور محض ریاضت و مجاہدہ سے بشریت زائل نہ ہوگی، کیونکہ صفت صفا افعال و احوال سے منسوب نہیں ہے اور نہ نام و القاب سے اس کو کوئی علاقہ ہے۔ اس لئے

کہ:

"الصفا صفة الاحباب وهم شموس بلا سحاب"

"صفا تو محبوبوں کی شان ہے اور وہ تو آفتاب تاباں ہیں جس پر کوئی ابر نہیں۔"

مطلب یہ ہے کہ صفا دوستوں کی صفت ہے یہ دوست وہ ہیں جو اپنی صفت فنا کر کے بیٹھے ہیں۔ ارباب حال کے نزدیک دوست وہی ہوتا ہے جن کے احوال مثل آفتاب کے ظاہر ہوں۔ چنانچہ حبیب خدا مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے صحابہ کرام نے حضرت حارثہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

"عبد نور الله قلبه بالايمان"

"وہ ایسا بندہ ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان سے منور فرمایا ہے۔"

یہاں تک اس کا چہرہ اس کی تاثیر سے تاباں اور نور ربانی سے درخشاں ہے۔ کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا:

"ضياء الشمس والقمر اذا اشتركا
نماذج من صفاء الحب و التوحيد اذا اشتكال"

"جب آفتاب و ماہتاب کے نور باہم مل جاتے ہیں تو اس کی مثال محبت توحید کی صفائی ہے جب کہ یہ دونوں پیوست ہو جائیں۔"

اللہ تعالیٰ کی توحید و محبت جس جگہ ایسے مقام پر مل جائے کہ ایک کی نسبت دوسرے کی طرف ہونے لگے تو آفتاب و ماہتاب کے نور کی حیثیت وہاں کیا ہے؟ چونکہ دنیا میں ان دونوں کے نور سے زیادہ روشن کوئی شئے نہیں جو وصف کمال اور نوری برہان میں اس سے بڑھ کر ہو کیونکہ آنکھیں آفتاب و ماہتاب کی نار دیکھنے سے عاجز رہتی ہیں، البتہ ان دونوں کے نور کے غلبہ سے آسمان کو دیکھ لیتی ہیں۔ اسی طرح قلب مومن و مخلص، معرفت و توحید اور محبت کے نور سے عرش الٰہی کو دیکھ لیتا ہے اور دنیا میں عقبیٰ کے حالات سے باخبر ہو جاتا ہے۔

تمام مشائخ طریقت کا اس پر اجماع ہے کہ بندہ جب مقامات کی بندشوں سے آزاد ہو جاتا ہے اور احوال کی کدورتوں سے خالی ہو کر تغیر و تلون کی حدود سے نکل جاتا ہے تو وہ تمام

Marfat.com

احوال محمودہ سے متصف ہو جاتا ہے اور وہ تمام بشری صفات کی کدورتوں سے نجات پا جاتا ہے۔ بندہ جب دل میں اپنی کسی تعریف وتوصیف سے نہ لطف اندوز ہوتا ہے اور نہ اپنے میں کسی صفت کو دیکھ کر متعجب ہوتا ہے۔ ایسے بندوں کے احوال کو عام عقلیں سمجھنے سے قاصر ہیں اور وہم وگمان کے تصرف سے ان کی زندگی پاک وصاف ہوتی ہے۔ نہ ان کے حضور کو زوال ہے اور نہ ان کے وجود کے لئے اسباب کی حاجت۔

"لان الصفا حضور بلا ذھاب و وجود بلا اسباب"

"اس لئے کہ صفا کے لئے بلا زوال حضور اور بلا سبب وجود ضروری ہے۔"

لیکن اگر غیوبت کا اس پر غلبہ ہو جائے تو حضور نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح اگر اس کے وجود کے لئے سبب وعلت ہو تو وہ وجدانی ہو جائے گا، واجد نہ رہے گا اور جن احکام ربانی کی حفاظت دشوار ہوتی ہیں وہ آسان ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ جب بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

"اے حارثہ! کس حال میں تم نے صبح کی۔؟"

انہوں نے عرض کیا:

"اللہ کی حقانیت پر ایمان رکھتے ہوئے رات کٹی۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے حارثہ تم غور کرو کیا کہہ رہے ہو؟ کیونکہ ہر شئے کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی حقیقت ودلیل کیا ہے۔؟"

انہوں نے عرض کیا:

"میں نے اپنے آپ کو دنیا سے قطع تعلق کر کے اپنے رب کو پہچانا ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اب پتھر، سونا، چاندی اور مٹی میرے نزدیک سب برابر ہیں، کیونکہ دنیا سے بیزار ہو کر عقبیٰ سے لو لگا رکھی ہے۔ میرا حال یہ ہے کہ رات کو بیدار رہتا ہوں اور دن کو بھوکا پیاسا (روزے رکھتا ہوں) اب میری کیفیت یہ ہوگئی ہے کہ گویا میں اپنے رب کے عرش کو واضح طور پر دیکھ رہا ہوں اور اہل

Marfat.com

جنت کو ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فالزم"

"اے حارثہ! تم نے ایمان کی حقیقت پالی اب اس پر قائم رہو"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔

☆☆☆

فصل نمبر 2:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کنیت ولقب:

خلیفہ دوم جانشین پیغمبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو حفص اور لقب فاروق اعظم ہے۔

عزت ومعیار:

آپ اشراف قریش میں اپنی ذاتی وخاندانی وجاہت کے لحاظ سے بہت ہی ممتاز ہیں۔ آٹھویں پشت میں آپ کا خاندانی شجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ نسب سے ملتا ہے۔

ولادت اور قبول اسلام:

آپ رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور اعلان نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں مشرف با اسلام ہوئے۔ جبکہ ایک روایت میں آپ سے پہلے کل انتالیس مرد وعورت اسلام قبول کر چکے تھے۔

رعب ودبدبہ:

آپ کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی اور ان کو ایک بہت بڑا سہارا مل گیا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ خانہ

Marfat.com

کعبہ کی مسجد میں اعلانیہ نماز ادا فرمائی۔

جنت کی خوشخبری:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی خوشخبری عنایت فرمائی۔

غزوات میں شرکت:

آپ تمام اسلامی جنگوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ کفار کے ساتھ لڑتے رہے اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی تمام اسلامی تحریکات اور صلح و جنگ وغیرہ کی تمام منصوبہ بندیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر و مشیر کی حیثیت سے وفادار اور رفیق کار رہے۔

منتخب خلیفہ:

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد آپ کو خلیفہ منتخب فرمایا۔

دورِ خلافت:

آپ رضی اللہ عنہ نے دس برس چھ ماہ چار دن تختِ خلافت پر رونق افروز ہو کر جانشین رسول کی تمام ذمہ داریوں کو باحسن وجوہ انجام دیا۔

شہادت:

چھبیس ذوالحجہ تیئس ہجری چہار شنبہ کے دن نماز فجر میں ابولؤلؤ فیروز مجوسی کافر نے آپ کے شکم میں خنجر مارا اور آپ اس زخم کی وجہ سے تیسرے دن شرف شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

عمر، نمازِ جنازہ اور تدفین:

بوقتِ وفات آپ کی عمر تریسٹھ برس کی تھی۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ کے اندر مدفون ہوئے۔

عظمت و شان:

رسول اللہ کے ارشادات عالیہ ہیں:

1: ”اے عمر! مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس راستے سے تم گزرو گے اس راستے سے شیطان نہیں گزرے گا۔“

2: ''آسمانی مخلوق میں ایسا کوئی نہیں جو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت وتوقیر نہ کرتا ہو۔ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہوتے۔''

3: ''میرے بعد حق عمر کے ساتھ رہے گا خواہ وہ کہیں ہوں۔ اسلام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت پر روئے گا۔''

4: عمر کی زبان اور قلب پر اللہ تعالیٰ نے حق جاری کر دیا ہے۔''

5: ''عمر اصحاب جنت کے چشم و چراغ ہیں۔''

6: ''عمر ہی وہ ہستی ہے جس کے باعث فتنہ وفساد کے دروازے بند ہیں۔ جب تک زندہ رہیں گے تم میں کوئی شخص پھوٹ اور فتنہ وفساد نہیں ڈال سکے گا۔''

7: ''جس شخص نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔''

8: دوسرے خلیفہ راشد، سرہنگ اہل ایمان، مقتدائے اہل احسان، امام اہل تحقیق، دریائے محبت کے غریق سیدنا ابو حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے فضائل وکرامات اور فراست ودانائی مشہور ومعروف ہے۔ آپ فراست وصلابت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ طریقت میں آپ کے متعدد لطائف ودقائق ہیں۔ اسی معنی ومراد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

''الحق ینطق علی لسان عمر''

''حق عمر کی زبان بولتا ہے۔''

9: یہ بھی فرمایا:

''قد کان فی الامم محدثون فان یك منهم فی امتی فعمر''

''گزشتہ امتوں میں محدثین گزرے ہیں، اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں۔''

10: حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص صحابہ میں سے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں آپ کے تمام افعال مقبول ہیں حتیٰ کہ جب مشرف باسلام

Marfat.com

ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"قس استبشر یا محمد اهل السماء باسلام عمر"

"یارسول اللہ! آسمان والے آج عمر کے مشرف باسلام ہونے پر بشارت دیتے ہیں اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں۔"

گوشہ نشینی:

طریقت کے بکثرت رموز و لطائف آپ سے مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"العزلة من خلطاء السوء"

"بدوں کی ہم نشینی سے گوشہ نشینی میں چین و راحت ہے۔"

گوشہ نشینی دو طریقہ سے ہوتی ہے۔ ایک خلقت سے کنارہ کشی کرنے پر، دوسرے ان سے تعلق منقطع کرنے سے۔ کنارہ کشی کی صورت یہ ہے کہ ان سے منہ موڑ کر خلوت میں بیٹھ جائے، ہم جنسوں کی صحبت سے ظاہری طور پر بیزار ہو جائے اور اپنے اعمال کے عیوب پر نگاہ رکھنے سے راحت پائے۔ خود کو لوگوں کے ساتھ ملنے سے بچائے اور اپنی برائیوں سے خود کو محفوظ رکھے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خلقت سے تعلق منقطع کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اس کے دل کی کیفیت یہ ہو جائے کہ وہ ظاہر سے کوئی علاقہ نہ رکھے۔ جب کسی کا دل خلق سے منقطع ہو جاتا ہے تو اسے کسی مخلوق کا اندیشہ نہیں رہتا اور اسے کوئی خطرہ نہیں رہتا کہ کوئی اس کے دل پر غلبہ پا سکے گا۔ اس وقت ایسا شخص اگرچہ خلقت کے درمیان ہوتا ہے، لیکن وہ خلقت سے جدا ہو جاتا ہے اور اس کے ارادے ان سے منفرد ہوتے ہیں۔ یہ درجہ اگرچہ بہت بلند ہے، لیکن بعید از قیاس نہیں۔ مگر یہی طریقہ سیدھا اور مستقیم ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس مقام پر فائز تھے۔ ظاہر میں تو آپ سریر آرائے خلافت اور خلقت میں ملے جلے نظر آتے تھے، لیکن حقیقت میں آپ کا دل عزلت و تنہائی سے راحت پاتا تھا۔ یہ دلیل واضح ہے کہ اہل باطن اگرچہ بظاہر خلق کے ساتھ ملے جلے ہوتے ہیں، لیکن ان کا دل حق کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور ہر حال میں خدا ہی کی طرف

Marfat.com

رجوع ہوتا ہے۔

شکایت کا عجیب طریقہ:

ایک عورت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور عرض کیا:

''دنیا والوں سے مجھے کوئی شکایت نہیں، صرف ایک آدمی سے شکایت ہے جو ساری رات نماز پڑھتا اور دن روزہ رکھتا ہے۔''

پھر اس پر حیاء غالب آ گئی اور وہ خاموش ہو گئی۔ امیر المومنین نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم نے اس کی بڑی اچھی تعریف کی ہے۔''

جب وہ چلی گئی تو کعب بن سور نے کہا:

''اے امیر المومنین! اس نے آپ سے شکایت کی ہے۔''

آپ نے پوچھا:

''اس نے کیا شکایت کی ہے۔؟''

کعب نے کہا:

''اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی ہے۔''

آپ نے کہا:

''اس عورت اور اس کے خاوند کو لے آؤ۔''

دونوں کو لایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے فرمایا:

''ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔''

انہوں نے کہا:

''میں آپ کی موجودگی میں ان کے درمیان فیصلہ کروں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم نے وہ بات سمجھی ہے جو میں نہیں سمجھ سکا، لہٰذا تم ہی فیصلہ کرو۔''

کعب رحمۃ اللہ علیہ نے خاوند سے کہا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین اور چار چار کے ساتھ نکاح کرو۔'' لہٰذا تین دن روزہ رکھو اور ایک دن اس

Marfat.com

عورت کے پاس گزارو۔ تین راتیں قیام کرو اور ایک رات اس کے لئے مختص کردو۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"یہ بات تو پہلے سے بھی زیادہ عجیب ہے۔!"

چنانچہ انہیں بصرہ کا گورنر بنا دیا۔

آپ کی ذہانت وفطانت:

1: حضرت زید بن اسلم اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ یمنی سوٹ آئے۔ آپ نے ان سوٹوں کو لوگوں میں تقسیم فرمایا۔ اس میں ایک سوٹ ذرا گھٹیا قسم کا تھا۔ آپ نے فرمایا:

"میں اسے کیا کروں گا۔؟ اگر میں نے کسی کو دیا تو وہ یہ عیب دار سوٹ قبول نہیں کرے گا۔"

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس سوٹ کو لپیٹ کو اپنے نیچے رکھ لیا، اس کی ایک طرف باہر نکال دی اور دوسرے سوٹ لوگوں میں تقسیم کرنے لگے۔ اسی حالت میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، اس سوٹ کی طرف دیکھنے لگے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

"یہ سوٹ کیسا ہے۔؟"

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اسے چھوڑو۔!"

انہوں نے کہا:

"بتاؤ! یہ کیا ہے اور اس کا کیا معاملہ ہے۔؟"

آپ نے پھر فرمایا:

"اسے چھوڑو۔!"

انہوں نے کہا:

"یہ سوٹ مجھے دیدو۔"

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم اس کو پسند نہیں کرو گے۔!''

انہوں نے کہا:

''کیوں نہیں۔ مجھے یہ پسند ہے۔''

جب پختہ عہدہ و پیمان لے لیا اور یہ شرط لگائی کہ وہ اسے قبول کریں گے اور واپس نہیں لوٹائیں گے تو وہ سوٹ ان کی طرف اچھال دیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے سوٹ لیا اور اسے دیکھا تو وہ ردی تھا۔ وہ کہنے لگے:

''میں یہ نہیں لینا چاہتا۔!''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ہرگز نہیں۔''

وہ سوٹ انہیں ہی دے دیا اور اسے واپس قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

2: یزید بن جریر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے میرے والد سے فرمایا:

''اپنی قوم کو لے کر جہاد کرو اور جس چیز پر تم غالب آجاؤ گے، اس کا ایک چوتھائی تمہارا ہوگا۔''

اس وقت لوگ اہل عراق اور عجمیوں سے جنگ کرنے سے گریزاں تھے۔ جب جنگ جلولاء کا مال غنیمت جمع کیا گیا تو جریر نے ایک چوتھائی کا مطالبہ کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ کر بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''جریر کا موقف درست ہے۔ میں نے اس کے ساتھ یہی وعدہ کیا تھا۔ اگر تو اس نے اور اس کی قوم نے اجرت کے لئے جنگ کی ہے تو اس کی اجرت ادا کر دو اور اگر انہوں نے جنگ اللہ تعالیٰ، اس کے دین اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنگ کی ہے تو پھر وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہیں اسے بھی وہی حصہ ملے گا جو دوسروں کو ملتا ہے۔''

Marfat.com

جب یہ خط حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے جریر کو پڑھ کر سنایا ۔اس نے کہا:

''امیر المومنین نے سچ فرمایا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ میں دوسرے مسلمانوں کی طرح حصہ لوں گا۔!''

3: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا تو فرمایا:

''مجھے صاحب فہم وفراست نہ سمجھنا۔ اگر یہ شخص کاہن نہ ہو تو اسے بلاؤ۔''

جب اسے بلایا گیا تو آپ نے اسی سے پوچھا:

''کیا تم کاہن تھے۔؟''

اس نے اعتراف کیا:

''جی ہاں۔!''

4: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات آپ مدینہ کا گشت لگا رہے تھے۔ آپ نے ایک خیمہ میں آگ روشن دیکھی تو فرمایا:

''یا اہل ضوء!''

''روشنی والو!''

اور یہ ناپسند فرمایا کہ انہیں اہل نار (آگ والے) کہیں۔ یہ آپ کی از حد ذہانت کی دلیل ہے۔

5: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ آپ نے کسی شخص سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا:

''کیا وہ موجود ہے۔؟''

اس نے کہا:

''لا أطال الله بقائك''

''نہیں! اللہ تمہاری عمر دراز فرمائے۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

Marfat.com

""تم نے یہ کیوں نہیں کہا:

"لاواطال الله بقاك"

حالانکہ تم پڑھے لکھے ہو۔؟"

دنیا کی بنیاد:

اہل باطن خیال کرتے ہیں کہ دنیا خدا کے محبوبوں کے لئے ہرگز پاک وصاف نہیں ہوتی، کیونکہ احوال دنیا مکدر ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"دار اسست علی البلوی بلا بلوی محال"

"دنیا ایسا گھر ہے جس کی بنیاد بلاؤں پر رکھی گئی ہے۔ محال ہے کہ بغیر بلا کے وہ رہ سکے۔"

صوفیاء کرام سادہ کپڑے پہننے اور دین میں صلابت وسختی اختیار کرنے میں آپ کی پیروی کرتے ہیں، اس لئے کہ آپ تمام امور میں سارے جہان کے امام ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 3:

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

لقب، کنیت اور نسب نامہ:

خلیفہ سوم امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمرو اور لقب ذوالنورین (دونور والے) ہے۔ آپ قریشی ہیں اور آپ کا نسب نامہ یہ ہے:

""عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔"

آپ کا خاندانی شجرہ عبد مناف پر جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔

قبول اسلام اور تعذیب:

آپ نے آغاز اسلام ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ کو آپ کے چچا اور دوسرے

Marfat.com

خاندانی کافروں نے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے بے حد ستایا۔

صاحب الہجر تین:

آپ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی ۔اس لیے آپ کو صاحب الہجر تین (دو ہجرتیں کرنے والے) کہا جاتا ہے۔

ذوالنورین:

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں اس لیے آپ کا لقب ذوالنورین ہے۔

جنت کی خوشخبری:

آپ اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

غزوات میں شرکت:

آپ رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے علاوہ دوسرے تمام اسلامی جہادوں میں شریک ہوئے۔ جنگ بدر کے موقع پر ان کی زوجہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سخت علیل ہوگئی تھیں، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگ بدر میں جانے سے منع فرمادیا، لیکن ان کو مجاہدین بدر میں شمار فرما کر مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا اور اجر و ثواب کی بھی بشارت دی۔

خلافت:

حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ خلفیہ منتخب ہوئے اور بارہ برس تک تخت خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔آپ کے دور خلافت میں اسلامی حکومت کی حدود میں بہت زیادہ توسیع ہوئی اور افریقہ وغیرہ اور بہت سے ممالک مفتوح ہو کر خلافت راشدہ کے زیر نگین ہوئے۔

شہادت:

بیاسی برس کی عمر میں مصر کے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور بارہ یا اٹھارہ ذی الحجہ 35 ہجری جمعہ کے دن ان باغیوں میں سے ایک بدنصیب نے آپ کو رات

Marfat.com

کے وقت اس حال میں شہید کر دیا کہ آپ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے اور آپ کے خون کے چند قطرات قرآن مجید کی آیت "**فسیکفیکھم اللہ**" پر گرے۔

نماز جنازہ:

آپ کی نماز جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

حکم ربانی کا انتظار:

حضرت عبداللہ بن رباح اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس دن بلوائیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا ہم امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے۔ بلوائی جب دروازے کے سامنے جمع ہو گئے تو آپ کے غلاموں نے ہتھیار اٹھا لئے۔ آپ نے فرمایا:

"جو ہتھیار نہ اٹھائے وہ میری غلامی سے آزاد ہے۔"

راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنے خوف کے سبب باہر نکل آئے۔ اثنائے راہ میں حضرت امام حسن بن علی مرتضی رضی اللہ عنہما آتے ہوئے ملے۔ ہم ان کے ہمراہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے تا کہ دیکھیں امام حسن مجتبیٰ کیا کرتے ہیں۔ جب امام حسن مجتبیٰ اندر داخل ہوئے تو سلام عرض کیا۔ پھر بلوائیوں کی حرکت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا:

"اے امیر المومنین! میں آپ کے حکم کے بغیر مسلمانوں پر تلوار بے نیام نہیں کر سکتا۔ آپ امام برحق ہیں۔ آپ حکم دیجئے تا کہ آپ سے اس قوم کو دور کروں؟"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

"یاابن اخی ارجع واجلد فی بیتك حتی یاتی اللہ بامرہ فلاحاضة لنافی اهراق الدماء"

"اے میرے بھائی علی کے فرزند! جاؤ! اپنے گھر آرام کرو! یہاں تک کہ اللہ کا کوئی حکم وارد ہو۔ ہمارے لئے لوگوں کے خون بہانے کی ضرورت نہیں۔"

Marfat.com

مقام خلقت ودوستی میں بلا ومصیبت کے درمیان تسلیم ورضا کی یہ روشن علامت ہے۔ آپ کا یہ طرز عمل حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اس طرز عمل کے بالکل مماثل ہے جو ان سے آتش نمرود کی آزمائش کے وقت ظہور میں آیا تھا۔ چنانچہ نمرود ملعون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاتمہ کرنے کے لئے آگ جلائی اور ان کو منجنیق میں رکھا گیا تو جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا:

"ھل لك من حاجة"

"کیا آپ کو کوئی حاجت ہے۔؟"

حضرت خلیل علیہ السلام نے فرمایا:

"اما الیك فلا"

"بندہ سراپا محتاج ہے، لیکن تم سے کوئی حاجت نہیں۔"

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

"پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیجئے۔!"

ارشاد فرمایا:

"حسبی من سوالی علمه بحالی"

"حق تعالیٰ میرے سوال سے بے نیاز ہے۔ وہ میری حالت کو جانتا ہے۔"

مطلب یہ کہ مجھے اپنا حال عرض کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ جانتا ہے کہ مجھ پر کیا بیت رہی ہے۔ وہ میرے معاملہ کو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ میری درستگی وصلاح کس چیز میں ہے۔ حضرت عثمان ذولنورین کا معاملہ بھی بالکل اسی کے مشابہ تھا۔ آپ حضرت خلیل علیہ السلام کو منجنیق میں رکھے جانے کے مقام پر تھے، بلوائیوں کا اجتماع آتش نمرود کے قائم مقام اور امام حسن مجتبیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جگہ تھے، لیکن ان دونوں واقعہ میں فرق یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس بلا میں نجات ملی تھی اور حضرت عثمان ذولنورین اس بلا میں شہید ہوئے تھے، کیونکہ نجات کا تعلق بقا سے ہے اور ہلاکت کا تعلق فنا سے ہے۔

الغرض صوفیاء کرام جو مال وجان خرچ کرتے ہیں اور مصیبتوں میں تسلیم ورضا

Marfat.com

اور عبادت میں اخلاص برتتے ہیں وہ سب انہیں کی اقتداء میں ہے۔ درحقیقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حقیقت وشریعت کے امام برحق ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 4:

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

نام وکنیت:

خلیفہ چہارم جانشین رسول زوجہ بتول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔

قرابت رسول:

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے فرزندار جمند ہیں۔

ولادت وقبول اسلام:

آپ عام الفیل کے 30 برس بعد تیرہ رجب کو جمعہ کے دن مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تیس برس کی تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد ہے۔ آپ نے اپنے بچپن ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت ہر وقت آپ کی امداد ونصرت میں لگے رہتے تھے۔

خصوصی مقام:

آپ مہاجرین الاولین اور عشرہ مبشرہ میں اپنے بعض خصوصی درجات کے لحاظ سے بہت زیادہ ممتاز ہیں۔

غزوات میں شرکت:

جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق وغیرہ تمام غزوات میں اپنی بے پناہ شجاعت کے ساتھ لڑتے رہے اور کفار عرب کے بڑے بڑے نامور بہادر آپ کی تلوار ذوالفقار کے وار سے مقتول ہوئے۔

Marfat.com

خلافت:

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انصار و مہاجرین نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کو امیر المومنین منتخب کیا۔ آپ نے چار برس آٹھ ماہ اور نو دن تک مسند خلافت کو سرفراز فرمایا۔

شہادت:

17 رمضان 40 ہجری کو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی خارجی نے نماز فجر کو جاتے ہوئے آپ کی پیشانی اور چہرے پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ شدید طور پر زخمی ہو گئے اور دو دن زندہ رہ کر جام شہادت سے سیراب ہوئے۔

نماز جنازہ و تدفین:

آپ کے بڑے فرزند ارجمند حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو دفن فرمایا۔

تصوف میں مقام و مرتبہ:

چوتھے خلیفہ راشد، اخی مصطفیٰ، ریق بحر بلا، حریق نار ولا، مقتدائے جملہ اولیاء، اصفیاء، سیدنا ابوالحسن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔ طریقت میں آپ کی شان عظیم اور مقام رفیع ہے۔ صالہ حقائق کی تشریح و تعبیر میں آپ کو کمال دسترس حاصل تھی یہاں تک کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"شیخنا فی الاصول و البلاء علی المرتضی"

"اصل و بلاء میں ہمارے رہنما و پیشوا حضرت علی مرتضیٰ ہیں۔"

آپ رضی اللہ عنہ علم طریقت اور اس کے معاملات میں امام ہیں۔ علم طریقت کو اہل طریقت اصول کہتے ہیں۔ معاملات کو اہل طریقت در اصل بلاؤں سے تعبیر کرتے ہیں۔

آپ کی ذہانت فطانت:

1: ایک آدمی حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نے اس کی بہت تعریف کی۔ وہ آپ سے بغض رکھتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں ایسا نہیں جیسا تو کہتا ہے۔ جو کچھ تیرے نفس میں ہے میں اس سے بلند ہوں۔!"

Marfat.com

2: دو آدمی ایک قریشی عورت کے پاس آئے۔سو دینار اس کے پاس بطور امانت رکھے اور یہ وعدہ کیا کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں ہم میں سے یہ امانت کسی کو نہ دینا۔ایک سال گزر گیا ان میں سے ایک آدمی آیا اور کہا:

''میرا ساتھی مر گیا ہے۔وہ دینار مجھے دو۔''

اس نے انکار کر دیا۔وہ اس کے خاندان اور پڑوسیوں کو اس کے پاس لایا۔وہ اسے مجبور کرتے رہے حتیٰ کہ اس عورت نے وہ دینار اسے دے دیئے۔اگلے سال دوسرا آدمی آیا اور دینار مانگے۔اس نے اسے بتایا:

''تمہارا ساتھی یہ کہہ کر درہم لے گیا ہے کہ تمہاری وفات ہو چکی ہے۔''

معاملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پہنچا۔آپ نے فیصلہ فرمانا چاہا۔وہ عورت کہنے لگی:

''ہمارا مقدمہ علی کی عدالت میں منتقل کر دیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔آپ سمجھ گئے کہ یہ فراڈ کر رہے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا تم دونوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم سے کسی ایک کو یہ مال نہ دینا۔؟''

اس نے کہا:

''کیوں نہیں۔!''

آپ نے فرمایا:

''تمہارا مال ہمارے پاس ہے۔جاؤ! اپنے ساتھی کو لے کر آؤ تاکہ تمہیں ادائیگی کی جا سکے۔''

وہ آدمی گیا لیکن پھر واپس نہ پلٹا۔

من دون اللہ:

منقول ہے کہ کسی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

''اے امیر المومنین! مجھے کوئی وصیت فرمایئے۔!''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

Marfat.com

”لاتجعل اکبر شغلك باهلك وولدك فان یکن اهلك
وولدك من اولیاء الله تعالیٰ فان الله لایضیع اولیائه وان
کانوا اعداء الله فمام همك وشغلك لاعداء سبحانه“

”اپنے اہل وعیال سے انہماک تیرا سب سے مشغلہ نہ بن جائے، اگر تیرے
اہل وعیال اولیاء میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کو ضائع نہیں کرتا اور اگر
وہ دشمن خدا ہیں تو اس کے دشمن سے تجھے کیا سروکار۔؟“

یہ مسئلہ ”من دون اللہ“ سے ولی انقتاع وعلیحدگی سے متعلق ہے۔ وہ اپنے بندوں کو جیسا چاہتا ہے رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ کو (جو کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دختر تھیں) انتہائی دردناک حالت (دردِ زہ) میں چھوڑ کر تسلیم ورضائے الٰہی اختیار فرمائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بی بی حضرت ہاجرہ اور اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بے آب وگیاہ میدان میں چھوڑ کر رضائے الٰہی پر شاکر ہو گئے۔ انہوں نے ان کو اپنا سب سے بڑا مشغلہ نہ جانا اور ہمہ تن ہو کر دل کو حق سے واصل کر لیا۔ بالآخر انہیں دونوں جہان میں سرفرازی حاصل ہوئی۔

اللہ سے دل کو غنی کرنا:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک اور موقعہ پر کسی نے دریافت کیا:

”سب سے اچھا عمل کون سا ہے۔؟“

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”غناء القلب بالله تعالیٰ“

”اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل کو تونگر بنانا۔“

جو دل خدا کے ساتھ غنی ہوتا ہے اسے نہ تو دنیا کی نیستی پریشان کر سکتی ہے اور نہ دنیا کی ہستی خوش کر سکتی ہے۔ درحقیقت یہ فقرہ صفوت کی طرف لطیف اشارہ ہے۔

لہٰذا اہل طریقت کو چاہئے کہ عبادات کے حقائق، اشارات کے دقائق، دنیا وآخرت کے مال سے انقتاع اور تقدیر الٰہی کے نظارہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اقتداء کریں۔

Marfat.com

باب نمبر 2

اصحابِ نبی رضی اللہ عنہم

فصل نمبر 1:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

عشرہ مبشرہ:

آپ کا نام نامی بھی عشرہ مبشرہ کی فہرست میں ہے۔

نام والقابات:

مکہ مکرمہ کے اندر خاندان قریش میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ماں باپ نے طلحہ نام رکھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فیاض وجواد اور خیر کے القابات عطا فرمائے۔

اسلام کا سبب:

یہ جماعت صحابہ میں سے سابقین الاولین کے زمرہ میں ہیں۔ان کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ یہ بسلسلہ تجارت بصرہ گئے تو وہاں کے ایک عیسائی پادری نے ان سے دریافت کیا:

"کیا مکہ میں احمد نبی پیدا ہو چکے ہیں۔؟"

انہوں نے حیران ہو کر پوچھا:

"کون احمد نبی۔؟"

پادری نے کہا:

"احمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب،وہ نبی آخر الزمان ہیں اور ان کی نبوت کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔ان کی پہچان کا نشان یہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے اور کھجوروں والے شہر (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کریں گے۔"

کیونکہ اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان نہیں فرمایا تھا اس لیے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ پادری کو اس بارے میں کوئی جواب نہ دے سکے،لیکن بصرہ سے مکہ مکرمہ آنے کے بعد جب ان کو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت

Marfat.com

فرمادیا ہے تو یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر مشرف با اسلام ہوئے۔

سختیاں و مصائب:

کفار مکہ نے ان کو بدحد ستایا اور رسیاں باندھ باندھ کر ان کو سزا دیتے رہے۔ مگر یہ پہاڑ کی طرح دین اسلام پر ثابت قدم رہے۔

ہجرت و غزوات میں شرکت:

پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اور جنگ بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

جنگ بدر میں ان کی غیر حاضری کا یہ سبب ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان کے قافلہ کی تلاش میں بھیج دیا تھا۔ حضرت ابوسفیان کا قافلہ ساحل سمندر کے راستوں سے ہوتا ہوا مکہ مکرمہ چلا گیا اور یہ دونوں حضرات جب لوٹ کر میدان بدر میں پہنچے تو جنگ ختم ہو چکی تھی۔

غزوہ احد:

جنگ احد میں انہوں نے بڑی ہی بہادری اور جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے حملوں سے بچانے میں خوب طاقت کے جوہر دکھائے۔ چونکہ یہ تلوار اور نیزوں کی بوچھاڑ کو اپنے پر روکتے رہے اس لیے آپ کی انگلی کٹ گئی، ہاتھ بالکل شل ہو گیا اور ان کی بدن پر تیر و تلوار اور نیزوں کے 75 زخم لگے۔

ان کے فضائل و مناقب میں احادیث بھی موجود ہیں۔ جنگ احد کے دن جب جنگ رک جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم چٹان پر چڑھنے لگے تو لوہے کی زرہ کے بوجھ کی وجہ سے چٹان پر چڑھنا دشوار ہو گیا اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بدن کے اوپر سے گزر کر چٹان پر چڑھے اور خوش ہو کر فرمایا:

"اوجب طلحة"

"طلحہ نے اپنے لیے جنت واجب کر لی۔"

(مشکوۃ المصابیح، عربی صفحہ نمبر 566)

Marfat.com

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:
''زمین پر چلتا پھرتا شہید طلحہ ہے۔''
(کنز العمال، جلد نمبر 12، صفحہ نمبر 275، مطبوعہ حیدر آباد انڈیا)

شہادت:

20 جمادی الاخریٰ 36 ہجری کو جنگ جمل کے دوران آپ کو ایک تیر لگا اور آپ 64 برس کی عمر میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 2:

حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ

قرابت رسول:

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ہیں۔ یہ رشتے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی، حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں۔ یہ بھی اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

حلیہ وصفات:

بہت ہی بلند قامت، سفید رنگت والے اور چھریرے بدن والے تھے۔ اپنی والدہ ماجدہ کی بہترین تربیت کی بدولت بچپن ہی سے نڈر، جفاکش، بلند حوصلہ اور نہایت ہی اولوالعزم اور بہادر تھے۔

قبول اسلام وغزوات میں شرکت:

سولہ برس کی عمر میں اس وقت اسلام قبول کیا جبکہ ابھی چھ یا سات آدمی ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ غزوات میں کفار کے بہادروں کے مقابلے میں آپ نے جس بہادری کا مظاہرہ کیا تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن ''حواری (مخلص وجانثار ساتھی) کا لقب عطا فرمایا۔

Marfat.com

شہادت و تدفین:

آپ جنگ جمل سے بیزار ہو کر واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ عمرو بن جرموز نے آپ کو دھوکا دے کر 36 ہجری میں آپ کو شہید کر دیا۔ وقت شہادت آپ کی عمر 64 برس تھی ۔آپ نے مقام صفوان میں شہادت پائی ۔ پہلے آپ وادی السباع میں دفن کیے گئے مگر پھر لوگوں نے ان کے جنازہ کو قبر سے نکال کر پورے اعزاز و احترام کے ساتھ بصرہ میں سپرد خاک کیا، جہاں آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔

(اکمال، صفحہ 595)

☆☆☆

فصل نمبر 3:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

پیدائش وابتدائی حالات:

یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے دس سال بعد خاندان قریش میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اسی طرح ہوئی جس طرح سرداران قریش کے بچوں کی ہوا کرتی تھی۔

ظہور رسول کی خبر:

ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ یمن کے ایک بوڑھے عیسائی راہب نے ان کو نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر دی اور یہ بتایا کہ وہ نبی مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت کرے گا۔ جب یہ یمن سے لوٹ کر مکہ واپس آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ یہ ایک دن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ آپ سے پہلے چند ہی آدمی مسلمان ہوئے تھے۔

ظلم وستم اور ہجرت:

چونکہ مسلمان ہوتے ہی آپ کے گھر والوں نے آپ پر ظلم وستم شروع کر دیا اس لیے

Marfat.com

آپ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آئے اور اپنا سارا مال واسباب چھوڑ کر بالکل خالی ہاتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔

تجارت پیشہ:

مدینہ منورہ پہنچ کر آپ نے بازار کا رخ کیا اور چند ہی دنوں میں آپ کی تجارت میں اس قدر خیر و برکت ہوئی کہ آپ کا شمار دولت مندوں میں ہونے لگا۔ آپ نے قبیلہ انصار کی ایک خاتون سے نکاح فرمایا۔

غزوات میں شرکت:

تمام غزوات میں اپنے مال و جان کے ساتھ شرکت کی۔ جنگ احد میں ایسی جانبازی اور سرفروشی کے ساتھ کفار سے لڑے کہ بدن پر اکیس زخم لگے، آپ کے پاؤں میں ایک گہرا زخم لگا جس کی وجہ سے ساری زندگی ٹانگ کو جھکا کر چلا کرتے تھے۔

سخی طبع:

آپ بڑے سخی تھے۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنا سات سو اونٹوں پر مشتمل تجارتی قافلہ مع سامان اور اونٹوں کے اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو صدقہ دینے کو فرمایا تو آپ نے چار ہزار درہم، دوسری مرتبہ چالیس ہزار درہم اور تیسری مرتبہ پچاس ہزار دیناروں کا صدقہ کیا۔ وفات کے وقت جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے اپنے مال سے چار چار سو دینار دینے کی وصیت فرمائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر امہات المومنین کے لیے ایک باغ وقف فرمایا جو چالیس ہزار درہم کی مالیت کا تھا۔

(مشکوۃ المصابیح، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 567)

وصال و تدفین:

32 ہجری میں کچھ دنوں بیمار رہ کر 72 سال کی عمر میں وصال فرمایا اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

(کنز العمال، جلد نمبر 15، صفحہ نمبر 204) (اکمال فی اسماء الرجال، صفحہ نمبر 603)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 4:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو اسحاق ہے اور خاندان قریش کی ایک بہت ہی نامور شخصیت ہیں جو مکہ مکرمہ کی رہنے والی ہیں۔ یہ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جن کو دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں ایمان لے آئے جبکہ ان کی عمر 17 برس تھی۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں حاضر رہے، آپ خود فرمایا کرتے تھے:

"میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار پر تیر چلایا اور ہم لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر اس حال میں جہاد کیا کہ ہم لوگوں کے پاس سوائے ببول (کیکر) کے پتوں اور ببول کی پھلیوں کے سوا کوئی کھانے کی چیز نہ تھی۔

(المشکوۃ المصابیح، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 567)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر ان کے لیے یہ دعا فرمائی:

"اللھم سدد سھمه واجب دعوته"

"اے اللہ! اس کے تیر کے نشانہ کو درست فرمادے اور اس کی دعا کو قبول فرما۔"

خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی یہ فارس اور روم کے جہادوں میں سپہ سالار رہے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا پھر اس عہدہ سے معزول کردیا اور یہ برابر حق و باطل کے معرکوں میں شرکت کرتے رہے، کبھی سپاہی بن کر تو کبھی اسلامی لشکر کے سپہ سالار کی حیثیت سے۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ امیر المومنین بنے تو انہوں نے دوبارہ انہیں کوفہ کا

Marfat.com

گورنر بنادیا۔ آخری عمر میں یہ مدینہ منورہ کے قریب مقام حقیق میں اپنا ایک گھر بنا کر اس میں رہتے تھے۔ 55 ہجری کو 75 برس کی عمر میں آپ نے اسی مکان میں وصال فرمایا۔ آپ نے وصال سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی:

''میرے کفن میں میرا اون کا پرانہ جبہ ضرور پہنایا جائے جس کو پہن کر میں نے جنگ بدر میں کفار سے جہاد کیا تھا۔''

چنانچہ وہ جبہ آپ کے کفن میں شامل کیا گیا۔ لوگ فرط عقیدت سے آپ کے جنازے کو کندھوں پر اٹھا کر مقام حقیق سے مدینہ منورہ لائے، حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے یہی سب سے اخیر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

(تذکرۃ الحفاظ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 22)

☆☆☆

فصل نمبر 5:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔ یہ خاندان قریش میں سے ہیں اور زمانہ جاہلیت کے مشہور موحد زید بن عمرو بن نفیل کے بیٹے اور امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بہنوئی ہیں۔ یہ جب مسلمان ہوئے تو ان کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسی سے باندھ کر مارا اور ان کے گھر میں جا کر ان کو اور اپنی بہن فاطمہ بن الخطاب رضی اللہ عنہا کو بھی مارا۔ مگر یہ دونوں استقامت کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت قدم رہے۔

جنگ بدر میں ان کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسفیان کے قافلے کا پتہ لگانے کے لیے بھیج دیا تھا، اس لیے یہ جنگ بدر میں شامل نہ ہوسکے، مگر اس کے بعد کے تمام غزوات میں یہ شمشیر بکف ہو کر کفار سے لڑتے رہے۔

Marfat.com

گندمی رنگ، بہت ہی دراز قد، خوبصورت اور بہادر جوان تھے۔ تقریباً 50 ہجری میں 70 برس کی عمر پا کر مقام حقیق میں وصال فرمایا۔ لوگوں نے آپ کے جنازہ کو مدینہ منورہ لا کر جنت البقیع میں دفن کیا۔

(صحیح الجامع للبخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 545) (اکمال فی اسماء الرجال، صفحہ نمبر 596)

☆☆☆

فصل نمبر 6:

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

یہ خاندان قریش کے بہت ہی نامور اور معزز شخص ہیں۔ فہر بن مالک پر ان کا خاندانی شجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ سے مل جاتا ہے۔ یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کا اصلی نام عامر ہے، ابو عبیدہ کنیت ہے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''امین الامۃ'' کا لقب عطا فرمایا۔

ابتدائے اسلام ہی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو آپ فوراً ہی اسلام قبول کر کے جانثاری کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہو گئے۔

پہلے آپ نے حبشہ ہجرت کی پھر حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ غزوہ بدر سمیت تمام اسلامی معرکوں میں انتہائی جانبازی کے ساتھ لڑے۔ جنگ احد میں لوہے کی ٹوپی کی دو کڑیاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار میں دھنس گئی تھیں، آپ نے اپنے دانتوں سے پکڑ کر ان کڑیوں کو کھینچ کر نکالا، اسی دوران آپ کے دو اگلے دانت ٹوٹ گئے تھے

-

بہت ہی شیر دل، بہادر، بلند قامت اور بارعب چہرے والے پہلوان تھے۔ 18 ہجری میں بمقام اردن طاعون کی وجہ سے عمواس نامی جگہ پر وفات پا گئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقام بیسان میں دفن ہوئے۔ بوقت

Marfat.com

وفات عمر 58 برس تھی۔

(اکمال فی اسماء الرجال، صفحہ نمبر 608)

☆☆☆

فصل نمبر 7:

سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بھی ثویبہ کا دودھ پیا تھا اس لیے دودھ کے رشتے سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہوئے۔ صرف چار برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں بڑے تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی والہانہ محبت کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب حرم کعبہ میں ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ برا بھلا کہا باوجود کہ یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جوش غضب میں اپے سے باہر ہو گئے اور حرم کعبہ میں جا کر ابوجہل کے سر پر اس زور کے ساتھ اپنی کمان سے ضرب لگائی کہ اسکا سر پھٹ گیا اور ہنگامہ برپا ہو گیا۔ آپ نے ابوجہل کا سر پھاڑ کر بلند آواز کے ساتھ کلمہ توحید و رسالت پڑھا اور قریش کے سامنے زور زور سے اعلان کرنے لگے:

"میں بھی مسلمان ہو چکا ہوں۔ اب کسی کی مجال نہیں ہے کہ میرے بھتیجے کو برا بھلا کہے"

آپ اعلان نبوت کے دوسرے سال مسلمان ہوئے یا چھٹے سال۔ آپ کے مسلمان ہو جانے سے بہت زیادہ اسلام اور مسلمانوں کی تقویت کا سامان ہو گیا کیونکہ آپ کی بہادری اور جنگی کارناموں کا سکہ تمام بہادران قریش کے سامنے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اسد اللہ اور اسد الرسول (اللہ اور اس کے رسول کا شیر) کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

3 ہجری میں جنگ اُحد کے معرکے میں لڑتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہو گئے اور سید الشہداء کے قابل احترام لقب کے ساتھ مشہور ہوئے۔

(زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 270)

Marfat.com

فصل نمبر 8:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ''ابو عبدالرحمٰن، ''ابو عمر اور ''ابو حماد'' ہے۔ اسلام لانے کے بعد سب سے پہلا جہاد جس میں شرکت کی وہ جنگ خیبر ہے۔ بہت ہی جانثار اور مجاہد صحابی تھے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ ملک شام میں سکونت اختیار فرمائی۔ بہت سے صحابہ اور تابعین حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔ شہر دمشق میں 73 ہجری کو وصال فرمایا۔ آپ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کا بہت زیادہ وظیفہ کیا کرتے تھے۔

(اسد الغابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 156)

☆☆☆

فصل نمبر 9:

حضرت الحافظ ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ

ابو زید ان کی کنیت ہے۔ نام سعید بن عمیر یا قیس بن سکن ہے۔ ان کا خاندانی تعلق قبیلہ انصار سے ہے اور ان کا وطن مدینہ منورہ ہے۔ یہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔

☆☆☆

فصل نمبر 10:

حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں انہیں افریقہ کا گورنر بنا دیا

Marfat.com

اور انہوں نے افریقہ کے کچھ حصوں کو فتح کر لیا۔ بربری لوگ جو اس ملک کے اصلی باشندے تھے ان کے ہاتھوں مشرف با اسلام ہوئے۔انہوں نے اس ملک میں اسلامی فوجوں کے لیے ایک چھاؤنی بنائی اور ایک اسلامی شہر آباد کیا۔ یہ شہر عین وسط جنگل میں درخت کاٹ کر بنایا گیا اور اس کا نام قیروان رکھا گیا۔ یہاں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ نے سکونت اختیار کی۔

☆☆☆

فصل نمبر 11:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرمایا کر اپنا متبنی بنا لیا اور اپنی باندی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح کر دیا جن کے بطن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔حضرت زید رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں ان کے سوا کسی دوسرے صحابی کا نام مرقوم نہیں ہے۔ یہ بہت ہی بہادر اور مجاہد تھے۔ غلاموں میں سب سے پہلے انہوں ہی نے اسلام قبول کیا۔ جنگ موتہ کی مشہور لڑائی میں آپ تمام اسلامی افواج کے سپہ سالار تھے۔اسی جنگ میں کفار سے لڑتے ہوئے 8 ہجری کو جام شہادت نوش فرمایا۔

☆☆☆

فصل نمبر 12:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

یہ قبیلہ انصار کے خاندان خزرج کے بہت ہی نامی گرامی شخص ہیں اور دربار رسالت کے خاص الخاص شاعر ہونے کی حیثیت سے تمام صحابہ کرام میں ایک خصوصی امتیاز کے ساتھ ممتاز ہیں۔آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بہت سے قصائد لکھے اور کفار مکہ

Marfat.com

جو شان رسالت میں ہجو لکھ کر بے ادبیاں کرتے تھے آپ اپنے اشعار میں ان کا دندان شکن جواب دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے خاص طور پر مسجد نبوی میں منبر رکھواتے جس پر کھڑے ہو کر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعت خوانی کرتے۔

ان کی کنیت ابوالولید ہے، ان کے والد کا نام ثابت، دادا کا نام منذر اور پردادا کا نام حرام ہے۔ ان چاروں کے متعلق تاریخی عجوبہ ہے کہ ان چاروں کی عمریں ایک سو بیس سال ہوئیں جو عجائبات عالم میں ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک سو بیس برس کی عمر میں سے ساٹھ برس جاہلیت اور ساٹھ برس اسلام میں گزرے۔ آپ نے 40 ہجری کو وصال فرمایا۔
(المشکوۃ المصابیح، باب البیان والشعر، صفحہ نمبر 410)

☆☆☆

فصل نمبر 13:

حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ

ان کا اصلی نام جندرہ بن خیشنہ ہے مگر یہ اپنی کنیت ابوقرصافہ سے بہت زیادہ مشہور ہوئے۔ یہ قریشی نسل سے ہیں۔ ابتدائے اسلام ہی میں یتیم بچے تھے اور ان کی والدہ اور خالہ نے ان کی پرورش کی۔ یہ بچپن میں بکریاں چرانے جایا کرتے تھے اور ان کی والدہ اور خالہ ان کو سخت تاکید کیا کرتی تھیں کہ خبردار! تم مکہ میں کبھی ان کی صحبت میں نہ بیٹھنا جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے مگر یہ بکریاں چراگاہ میں چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر روز چلے جایا کرتے تھے اور بکریوں کے چرانے پر زیادہ دھیان نہیں دیتے تھے۔ رفتہ رفتہ بکریاں لاغر ہو گئیں اور ان کے تھن خشک ہو گئے۔ انہوں نے دربار رسالت میں عرض گزاری کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے بکریوں کے تھنوں کو چھو کر دعا کی تو ان کی بکریاں فربہ اور خوب دودھ والی ہو گئیں، ان کی والدہ اور خالہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ سنا تو اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

یہ آخری عمر میں ملک شام کے شہر فلسطین میں مقیم ہو گئے۔ شاہی محدثین کثرت کے ساتھ ان کے حلقہ درس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو نسبت کے اعتبار سے لیثی تحریر کیا ہے اور مرقوم کیا ہے کہ یہ بنی لیث بن بکر کے آزاد کردہ غلام تھے۔
(کنز العمال، جلد نمبر 16، صفحہ 229، مطبوعہ حیدرآباد انڈیا)

☆☆☆

فصل نمبر 14:

حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ

انصار کے قبیلہ اوس سے ان کا خاندانی تعلق ہے اور ان کا اصلی وطن مدینہ منورہ ہے۔ ملک شام کی فتوحات کے سلسلے میں جتنے معرکے ہوئے ان سب میں انہوں نے بڑے بہادرانہ کارنامے سرانجام دیئے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو شام میں حمص کا گورنر مقرر فرمایا۔ یہ اس قدر عابد و زاہد تھے کہ ان کی عبادت و ریاضت اور ان کا زہد و تقویٰ یہاں تک تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"کاش! مجھے عمیر بن سعد جیسے چند اشخاص مل جائیں جن کو میں مسلمانوں پر حاکم بناؤں۔"

☆☆☆

فصل نمبر 15:

حضرت اہبان بن صیفی غفاری

ان کی کنیت ابو مسلم ہے، ان کی صاحبزادی حضرت عدیسہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ کی نوبت آن پڑی تو امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے والد کے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا:

Marfat.com

''تم اس جنگ میں میرا ساتھ دو اور اب تک تم کو کونسی چیز میری حمایت کرنے سے روکے ہوئے ہے۔؟''

تو میرے والد گرامی نے کہا:

''اے امیر المومنین! بس صرف یہی ایک رکاوٹ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی: ''اے اہبان! جب مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگیں تو تم اس وقت لکڑی کی تلوار بنالینا۔''

چنانچہ میں نے لکڑی کی تلوار بنالی ہے۔ آپ دیکھئے وہ لٹک رہی ہے۔ اب بھلا میں لکڑی کی تلوار کے ساتھ کس طرح جنگ کرسکتا ہوں۔؟

یہ کہہ کر وہ بالکل ہی اس لڑائی میں غیر جانبدار رہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 16:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور شجرہ نسب یہ ہے:

''رافع بن خدیج بن عدی بن زید بن جشم بن حارث بن الخزرج بن عمرو بن مالک بن الاوس۔''

یہ انصاری ہیں۔ ان کا وطن مدینہ منورہ ہے۔ یہ جنگ بدر میں کفار سے لڑنے کے لیے آئے تو ان کو کم عمری کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر میں شامل نہ فرمایا لیکن جنگ احد میں اسلامی فوج میں شامل کر لیے گئے اور خوب جم کر کفار سے لڑتے رہے۔ پھر جنگ خندق وغیرہ اکثر لڑائیوں میں یہ مصروف جہاد رہے۔ عمر بھر مدینہ منورہ ہی میں رہے۔ آپ اپنی قوم کے سردار تھے۔ 73 یا 74 ہجری میں 86 برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(اسد الغابہ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 151)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 17:

حضرت زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ

یہ انصاری صحابی ہیں اوران کا وطن مدینہ منورہ ہے۔انہوں نے قبیلہ بنی حارث بنی خزرج میں سکونت اختیار کی۔یہ بہت ہی پرہیزگار اورعبادت گزار صحابی ہیں۔امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران انہوں نے دنیا سے رحلت کی۔

☆☆☆

فصل نمبر 18:

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ

یہ زمانہ جاہلیت میں حج کرنے گئے تو مکہ مکرمہ میں ایک خواب دیکھا اور ایک غیبی آواز سنی جس میں ان کو نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دی گئی۔یہ اس خواب سے بے حد متاثر ہوئے اور نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر رہے۔

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کیا تو انہوں نے اسی وقت اسلام قبول کرلیا اور پھر اپنی قوم میں آکر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے۔انکی قوم کے کثیر افراد نے اسلام قبول کرلیا۔یہ ہر مسلمان ہونے والے اپنے ساتھی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آتے۔

بہت ہی بہادر اور مجاہد صحابی تھے۔اکثر اسلامی معرکوں میں شمشیر بکف رہے۔ آخر میں مدینہ منورہ سے ملک شام میں جا کر سکونت اختیار کی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں وفات پائی۔

(کنز العمال، جلد نمبر 16، صفحہ نمبر 115)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 19:

حضرت عمرو بن طفیل دوسی رضی اللہ عنہ

یہ اپنے والد حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ آکر اسلام سے مشرف ہوئے اور تمام عمر مدینہ منورہ ہی میں رہے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جبکہ مرتدین سے جہاد کے لیے مسلمانوں کا لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تو یہ دونوں باپ بیٹا بھی اس لشکر میں شامل ہو کر جہاد کے لیے چل پڑے۔ چنانچہ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے، اسی جنگ میں حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہما کا ایک ہاتھ کٹ گیا اور شدید زخمی ہو گئے لیکن جلد ہی صحت یاب ہو گئے۔

پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ یرموک کا معرکہ درپیش ہوا تو حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہما اس جہاد میں شریک ہوئے اور لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔

(اسد الغابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 115)

☆☆☆

فصل نمبر 20:

حضرت نابغہ رضی اللہ عنہ

نابغہ ان کا لقب ہے۔ ان کا نام قیس بن عبداللہ یا حبان بن قیس ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت میں بہت اچھے شاعر تھے مگر تیس برس کے بعد شعر گوئی بالکل چھوڑ دی۔ بڑھاپے میں پھر اشعار کہنا شروع کر دیئے تو اس قدر بلند مرتبہ اور باکمال شاعر ہو گئے کہ ان کے ہمعصروں نے ان کو نابغہ (شعر گوئی میں بہت ہی ماہر) کا لقب دیا۔ آپ نے ایک سو اسی برس کی عمر پائی۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 21:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور متبنی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ ان کی والدہ کی کنیت ام ایمن اور نام برکتہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر فقط بیس برس تھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس لشکر کا سپہ سالار بنایا جو رومیوں سے جنگ کرنے جا رہا تھا۔ اس لشکر میں بہت اجل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے یہ لشکر واپس آ گیا مگر پھر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اس لشکر کو بھیجا جو فتح یاب ہو کر واپس لوٹا۔

☆☆☆

فصل نمبر 22:

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے باشندہ انصاری ہیں جو خاندان بنی عبدالاشہل کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ پر اسلام قبول کر لیا۔ بہت ہی دلیر اور جانباز صحابی ہیں۔ جنگ بدر اور جنگ احد وغیرہ کے تمام معرکوں میں بڑی جرات اور شجاعت کے ساتھ لڑے۔ کعب بن اشرف یہودی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن تھا آپ حضرت محمد بن مسلمہ، ابوعبس بن جبل اور ابونائلہ وغیرہ چند انصاریوں کو اپنے ساتھ لے کر اس کے مکان پر گئے اور اس کو قتل کر دیا۔ فاضل صحابہ میں سے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو فرمایا:

"اللہ تعالیٰ حضرت عباد بن بشر پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔"

12 ہجری کی جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے، جبکہ آپ کی عمر ابھی صرف 45 برس کی

تھی۔

☆☆☆

فصل نمبر 23:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

آپ یمن کے قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبد شمس تھا مگر جب 7 ہجری میں جنگ خیبر کے بعد یہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبد الرحمٰن رکھ دیا۔ ایک دن ان کے پہلو میں بلی دیکھی تو ان کو یا اباہریرۃ (اے بلی کے باپ) کہہ کر پکارا۔ اسی دن سے ان کی یہ کنیت اس قدر مشہور ہو گئی کہ لوگ ان کا اصلی نام ہی بھول گئے۔

آپ بہت ہی عبادت گزار اور انتہائی متقی و پرہیز گار تھے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ آٹھ سو صحابہ و تابعین آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث روایت کیں، جن میں سے چار سو چھیالیس بخاری شریف میں موجود ہیں اور باقی دیگر کتب احادیث میں۔ 59 ہجری میں 78 سال کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 24:

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ

یہ بہت ہی نامور صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ بہت ہی بہادر اور نہایت ہی جنگجو اور سرفروش مجاہد ہیں۔ مسیلمہ کذاب سے جنگ کے وقت بہادری کے بڑے جوہر دکھائے۔ جس باغ میں مسیلمہ چھپ کر اپنی فوجوں کی کمان کر رہا تھا اس باغ کا پھاٹک کسی طرح بھی فتح نہیں ہوتا تھا اور وہاں گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی تو آپ نے

مسلمان مجاہدین سے فرمایا:

"تم لوگ مجھے اٹھا کر باغ کی دیوار کے اس پار پھینک دو میں اندر جا کر پھاٹک کھول دوں گا۔"

چنانچہ مسلمان مجاہدوں نے ان کو اٹھا کر دیوار کے اس پار ڈال دیا اور انہوں نے بالکل تنہا دشمنوں سے لڑتے ہوئے باغ کا پھاٹک کھول دیا تو اسلامی فوج باغ میں داخل ہو گئی۔ یہ واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ہوا مگر اس جنگ میں حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے جسم پر تیر و تلوار اور نیزوں کے 80 سے زائد زخم لگے۔ چنانچہ ان کے علاج کے لیے امیر لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک ماہ تک رکنا پڑا۔

ان کی ایسی دلیرانہ جاں بازیوں کی بناء پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں فوجوں کو سخت تاکید فرماتے تھے کہ خبردار! براء بن مالک کو کبھی فوج کا سپہ سالار نہ بنایا جائے ورنہ وہ ساری قوم کو ہلاکت میں ڈال دیں گے، کیونکہ وہ انجام سے بے پرواہ ہو کر دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی موقعوں پر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی۔ یہ بہت ہی خوش آواز اور بہترین حدی خواں تھے۔ عراق کی لڑائیوں میں یہ اپنے بھائی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمنوں کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے جو موضع حریق میں تھا۔ کفار گرم گرم زنجیروں میں لوہے کے آنکڑے لگا کر قلعہ کی دیوار سے مسلمانوں پر ڈالتے تھے اور ان کو آنکڑوں میں پھنسا کر اپنی طرف کھینچ لیتے۔ ان کافروں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی آنکڑوں میں پھنسالیا اور قلعہ کی دیوار پر کھینچنے لگے۔ حضرت براء بن مالک نے جب یہ دیکھا تو قلعہ کی دوار پر چڑھ کر جلتی ہوئی زنجیر کو پکڑا اور پھر اس رسی کو کاٹ دیا جس سے زنجیر بندھی ہوئی تھی۔ اس طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی جان تو بچ گئی مگر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے گرم زنجیر کو جو پکڑا تھا اس کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کا پورا گوشت جل گیا اور سفید ہڈیاں نظر آنے لگی، جنگ تستر میں 20 ہجری کو انہوں نے بڑی دلیری دکھائی کہ ایک سو کافروں کو قتل کیا اور پھر زخموں کی تاب نہ لا کر خود شہادت پا گئے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 25:

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

قریش کے خاندان بنواسد سے ان کا نسبی تعلق ہے۔ یہ حضرت ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں ایمان لے آئے اور پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ ہجرت کی، اس لیے ان کو صاحب الہجرتین (دو ہجرتیں کرنے والے) کا لقب ملا۔ جنگ بدر کے معرکے میں انتہائی جانبازی اور سرفروشی کے جذبے سے جنگ کی اور 3 ہجری کو جنگ احد میں کفار سے لڑتے ہوئے شہادت پا گئے۔ یہ مستجاب الدعوات تھے۔

☆☆☆

فصل نمبر 26:

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ

یہ قبیلہ انصار کے خاندان بنونجار کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بیوہ ہوجانے کے بعد ان سے نکاح کرلیا۔ یہ بہت ہی مشہور تیرانداز اور نشانہ باز تھے۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لشکر میں ابوطلحہ کی ایک للکار ایک ہزار سواروں سے بڑھ کر رعب دار ہے۔"

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے قبل ہی حج کے موقع پر منیٰ میں اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ حاضر ہوکر مسلمان ہوگئے تھے۔ جنگ بدرواحد اور اس کے بعد کے معرکوں میں شریک ہوئے اور بڑے مجاہدانہ کارناموں کا مظاہرہ کیا۔ 31 ہجری میں 77 برس کی عمر میں راہی ملک بقا ہوئے۔

Marfat.com

فصل نمبر 27:

حضرت عروۃ بن ابی الجعد بارقی رضی اللہ عنہ

ان کے مورث اعلیٰ کا نام بارق تھا اسی نسبت سے ان کو بارقی کہتے ہیں۔ ان کو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔ یہ برسوں کوفہ میں رہے۔ اسی لیے کوفہ کے محدثین میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے شاگردوں میں زیادہ تر کوفہ ہی کے لوگ ہیں۔ حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگردوں میں بہت ہی مشہور و ممتاز اور نہایت بلند پایہ اور نامور محدث ہیں۔

ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دینار دے کر حکم دیا کہ ایک بکری خرید لائیں۔ انہوں نے بازار جا کر ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں پھر راستہ میں کسی آدمی کے ہاتھ ایک بکری ایک دینار میں فروخت کر کے دربار رسالت میں حاضر ہوئے، بکری اور ایک دینار خدمت اقدس میں پیش کر دی اور بکری کی خریداری کا پورا واقعہ بھی سنا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر انہیں خرید و فروخت میں برکت کی دعا دی۔ پھر اگر یہ مٹی بھی خریدتے تو ان کو نفع ہی نفع ہوتا۔

(المشکوۃ المصابیح، باب الشرکۃ والوکالت بحوالہ بخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 254)

☆☆☆

فصل نمبر 28:

حضرت مقداد بن الاسود کندی رضی اللہ عنہ

ان کے والد کا نام عمرو بن ثعلبہ تھا۔ اسود کے بیٹے اس لیے کہلانے لگے کہ اسود بن عبد یغوث زہری نے ان کو اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا اس لیے اس کی طرف منسوب ہو گئے۔ چونکہ قبیلہ بنی کندہ سے انہوں نے محالفہ کر لیا تھا اور ان کے حلیف بن گئے تھے اس لیے ان کو کندی کہا جانے لگا۔

ان کی کنیت ابو معبد اور ابو الاسود ہے۔ یہ قدیم الاسلام ہیں۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت

Marfat.com

کر کے حبشہ چلے گئے اور پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آئے مگر مدینہ منورہ کو ہجرت نہ کر سکے کیونکہ کفار نے ناکہ بندی کر کے مدینہ کا راستہ بند کر دیا تھا۔ جب حضرت عبدیہ بن الحارث رضی اللہ عنہ چھوٹا سا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے عکرمہ بن ابو جہل کے لشکر سے لڑنے کے لیے آئے تو حضرت مقداد اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہما کافروں کے لشکر میں شامل ہو گئے اور وقت ملنے پر بھاگ گئے اور مدینہ پہنچ گئے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں سات اشخاص ایسے تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ میں کفار کے سامنے سب سے پہلے علی الاعلان اپنے اسلام کا اعلان کیا ان میں ایک حضرت مقداد بن الاسود بھی ہیں۔

آپ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور فتح مصر کے معرکہ میں اپنی طاقت کے جوہر دکھائے۔ 33 ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ سے تین کلومیٹر دور مقام جرف 70 سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ لوگوں نے آپ کو جرف سے اٹھا کر مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں بڑی عقیدت و احترام سے سپرد خاک کیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 29:

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ یہ غلام تھے۔ ان کو قبیلہ بنی تمیم کی ایک عورت نے خرید کر آزاد کر دیا تھا اس لیے یہ تمیمی کہلائے۔ ابتدا ہی میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور کفار مکہ نے حضرت عمار و بلال رضی اللہ عنہما کی طرح ان کو بھی طرح طرح کی تکالیف دیں یہاں تک کہ ان کو کوئلوں پر لٹایا گیا اور پانی میں غوطے دلائے گئے کہ ان کی سانس رک جاتی اور بے ہوش ہو جاتے۔ مگر پھر بھی یہ صبر و استقامت اختیار کیے رہے۔ وصال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر کوفہ میں رہائش اختیار کی اور وہیں 37 ہجری میں 73 برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 30:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو نجیح ہے اور ان کا خاندانی تعلق بنی سلیم سے ہے۔ مفلس مہاجرین کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اس لیے مسجد نبوی میں اصحاب صفہ میں رہتے تھے۔ آخر ملک شام چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ اور تابعین کی ایک جماعت نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔ 75 ہجری میں ملک شام میں وفات پائی۔

☆☆☆

فصل نمبر 31:

حضرت سائب بن اقرع رضی اللہ عنہ

یہ قبیلہ بنو ثقیف کی ہونہار اور نامور شخصیت ہیں اس لیے انہیں ثقفی کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام ملیکہ تھا، وہ ان کو بچپن ہی میں اپنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا اور دعا فرمائی۔

یہ بڑے مجاہد تھے۔ نہاوند کی فتح میں یہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے خوب جم کر کفار سے لڑے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو مدائن کا گورنر مقرر کیا۔ اصفہان میں ان کا انتقال ہوا۔

☆☆☆

فصل نمبر 32:

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ

ان کا خاندانی تعلق بنی ازد سے ہے اس لیے ازدی کہلائے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام شیطان تھا۔ مسلمان ہو جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ

رکھا۔ یہ جنگ یرموک اور فتح دمشق کے معرکوں میں بڑی جانبازی سے لڑے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ان کو دو مرتبہ حمص کا حاکم مقرر کیا پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں حمص ہی کا حاکم بنایا۔ ان کا شمار محدثین صحابہ کی فہرست میں ہوتا ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے ان کے حلقہ درس میں حدیثوں کا سماع کیا۔ 56 ہجری میں روم کی سرزمین میں کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ مستجاب الدعوات صحابی تھے۔

☆☆☆

فصل نمبر 33:

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابونجیح ہے اور یہ قبیلہ بنو سلیم سے ہیں۔ اسلام کے آغاز ہی میں ایمان لے آئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"تم اپنی قوم میں جا کر رہو اور جب تم سن لو کہ میں نے مدینہ کی طرف ہجرت کر لی ہے تو تم میرے پاس چلے آنا۔"

چنانچہ یہ اپنی قوم میں مقیم رہے یہاں تک کہ جنگ خیبر کے بعد مدینہ منورہ آئے اور مدینہ میں ہی قیام پذیر ہو گئے۔ ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے محدثین شامل ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انتقال فرمایا۔

☆☆☆

فصل نمبر 34:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

یہ قبیلہ انصار کے خاندان خزرج سے نسبی تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا نام عویمر بن عامر انصاری ہے۔ یہ بہت ہی علم و فضل والے فقیہ اور صاحب حکمت صحابی ہیں۔ بہت ہی زاہد اور نہایت عبادت گزار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہوں نے

Marfat.com

مدینہ منورہ کو چھوڑ کر شام میں سکونت اختیار کی اور 32 ہجری میں شہر دمشق میں وصال ہوا۔
(اکمال فی اسماء الرجال، صفحہ نمبر 594)

☆☆☆

فصل نمبر 35:

حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ

انصار کے قبیلہ خزرج سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ یہ دربار نبوت میں وحی کی کتابت کیا کرتے تھے اور ان چھ سو صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے عہد نبوی ہی میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ اتنے بڑے عالم وفقیہ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عہد نبوی ہی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو سید القراء (سب قاریوں کا سردار) کہا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو المنذر رکھی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو ابو الطفیل کی کنیت سے پکارا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سید الانصار (انصار کا سردار) کا لقب دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو سید المسلمین (مسلمانوں کے سردار) کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ ان کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 36:

حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ

ان کا اصلی نام عبداللہ اور ان کا وطن حضر موت ہے۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہوگئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بحرین کا حاکم مقرر فرمایا۔ 14 ہجری میں بحالت جہاد آپ کی وفات ہوئی۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 37:

حضرت حنظلہ بن حزیم رضی اللہ عنہ

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ ایک مرتبہ اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس ان کے سر پر پھیرا۔ یہ اپنا سر جس مریض کو لگا دیتے اللہ تعالیٰ اسے شفاء عطا فرما دیتا۔

(کنز العمال، جلد نمبر 15، صفحہ نمبر 327)

☆☆☆

فصل نمبر 38:

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فاضل صحابہ میں سے ہیں۔ جنگ بدر اور جنگ احد وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ یہ قبیلہ بنو نجار میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

”میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں قرأت کی آواز سنی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ تو فرشتوں نے کہا یہ حارثہ بن نعمان ہیں، یہ اپنی والدہ کے ساتھ بہترین سلوک کرنے والے ہیں۔“

(المشکوٰۃ المصابیح، باب البر والصلۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 419)

☆☆☆

فصل نمبر 39:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو خالد ہے اور خاندان قریش کی شاخ بنو اسد سے ان کا خاندانی تعلق

ہے۔یہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کی والدہ جبکہ یہ ان کے بطن میں تھے کعبہ کے اندر بتوں پر چڑھاوا چڑھانے کو گئی تو وہیں بیچ کعبہ میں یہ پیدا ہوئے۔زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں یہ اشراف قریش میں شمار کیے جاتے تھے۔

فتح مکہ کے سال 8 ہجری کو مشرف بہ اسلام ہوئے۔بہت ہی عقلمند، معاملہ فہم اور صاحب علم وتقویٰ تھے۔ایک سو غلاموں کو خرید کر آزاد کیا اور ایک سو اونٹ ان مسافروں کو دے دیئے جن کے پاس سواری کے جانور نہ تھے۔ایک سو بیس سال عمر پائی ،ساٹھ سال کفر میں اور ساٹھ سال اسلام میں گزارے۔45 ہجری میں بمقام مدینہ منورہ وصال ہوا۔

☆☆☆

فصل نمبر40:

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ (جو کہ ذوالبجادین کے لقب سے مشہور ہیں) رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزنیہ قبیلہ کے باشندوں میں سے تھے،ان کے والد فوت ہو گئے تھے۔

مسلمان ہونے سے قبل اُن کے پاس کچھ نہ تھا اور ان کا چچا ان کی کفالت کیا کرتا تھا یہاں تک کہ وہ جوان ہوئے اور ان کے پاس کئی اونٹ و بکریاں اور غلام اکٹھے ہوئے۔

ان کے دل میں اسلام کی محبت مرکوز تھی اور ہمیشہ چاہتے تھے کہ اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہو جائیں لیکن اپنے چچا کے خوف سے ایمان نہ لا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم فتح مکہ سے واپس آ گئے۔اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چچا سے کہا:

"اے چچا!میں ساری عمر تیرے اسلام لانے کا منتظر رہا مگر تیری طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم) کی متابعت کا شوق اور جذبہ نہیں پایا۔

Marfat.com

اب میں مزید اپنی عمر کا بھروسہ نہیں رکھتا مجھے اجازت دے کہ میں جا کر مسلمان ہو جاؤں۔"

آپ کے چچا نے کہا:

"خدا کی قسم! اگر تو ایمان لے آیا اور محمد (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم) کی متابعت کی تو جو کچھ میں نے تجھے دے رکھا ہے سب چھین لوں گا، حتیٰ کہ تمہارے جسم پر جو کپڑے ہیں انہیں بھی اتار لوں گا۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"خدا کی قسم! میں مسلمان ہوتا ہوں اور شرک و بت پرستی چھوڑتا ہوں اور میرے ہاتھ میں جو مال و اسباب ہے تو سب لے لے میں اس سے دست کش ہوتا ہوں۔ آخری وقت میں بھی تو ہر چیز یونہی چھوڑنی ہے تو پھر میں اِن اشیاء کی خاطر دینِ حق کو قبول کرنے سے باز کیوں رہوں۔؟"

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر سب مال و دولت چھوڑ دیا اور کپڑے اتار کر اپنی والدہ کے پاس گئے۔ اُن کی ماں نے جب یہ حال دیکھا تو کیفیت پوچھی۔ انہوں نے فرمایا:

"میں بت پرستی اور دنیا طلبی سے بیزار ہوں میری تمنا ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مومن و موحد ہو جاؤں۔ مجھے کپڑا دو جس سے میں اپنا ستر چھپاؤں۔"

ماں نے انہیں چادر دی انہوں نے اس کے دو حصے کیے ایک حصے کا تہبند اور دوسرے کی چادر بنائی۔ اس سبب سے ان کا لقب "ذُو الْبِجَادَیْنِ" ہوا "بِجَادٌ" کے معنی "گلیم درشت" یعنی موٹی چادر کے ہیں۔

اس کے بعد وہ بارگاہِ بیکس پناہ کی طرف چل دیئے۔ سحری کے وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پہنچے اور مسجدِ نبوی شریف میں ٹھہرے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نماز کے لیے باہر تشریف لائے تو آپ کی نظرِ مبارک ان پر پڑی۔ آپ نے فرمایا:

Marfat.com

''کون ہو۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''میں فقیر و مسافر آپ کا عاشقِ جمال ہوں۔ میرا نام عبداللہ ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارا نام عبداللہ اور تمہارا لقب ذوالبجادین ہے۔ تم ہمارے کاشانۂ اقدس کے قریب ہمارے پاس رہو۔''

اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابِ صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان جہاں حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے مہمان رہا کرتے تھے رہنے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم سے قرآنِ کریم یاد کرتے تھے۔

اس زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم لشکرِ تبوک کی تیاری میں مشغول تھے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد شریف میں ذوق وشوق کے ساتھ بلند آواز سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یہ اعرابی بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ ان کی بلند آوازی لوگوں کی نماز وقرات میں مزاحم ہوتی ہے۔؟''

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

''اے عمر! اِن کو اپنے حال پر چھوڑ دو اس لیے کہ وہ نکالا ہوا اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے والا ہے۔''

اس کے بعد جب لشکرِ اسلام روانہ ہونے لگا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم)! دعا فرمایئے کہ میں راہِ خدا میں شہید ہو جاؤں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

''کسی درخت کی چھال لاؤ۔''

Marfat.com

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ درخت کی چھال لے کر آئے تو وہ چھال حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے اُن سے لے کر اُن کے بازوں پر باندھ دی اور فرمایا:

''اے خدا! میں اس کے خون کو کافروں پر حرام قرار دیتا ہوں۔''

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میرا مقصد تو شہادت ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم راہِ خدا میں جہاد کی نیت سے نکل آئے اور تمہیں بخار آجائے اور تم اس بخار کی وجہ سے دنیا سے چلے جاؤ تو تم شہید ہو گے۔''

اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے تبوک تک پہنچ گئے۔ اس مقام میں انہیں بخار آیا اور وفات پائی۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''رات کا وقت تھا جبکہ حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کو دفن کے لیے لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت بلال بن رباح جو کہ رسول اللہ کے مؤذن تھے، ایک چراغ ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم ان کی قبر کے اندر تشریف فرما تھے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو قبر میں اتار رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم فرما رہے تھے۔

''اپنے بھائی کو عزت سے لاؤ۔''

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے ان کی لحد میں خشتِ خام چنیں۔ پھر دُعا مانگی:

''اے اللہ! یہ میری خدمت میں دن رات رہے، میں اس سے راضی ہوں، تو بھی اس سے راضی ہو جا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''کاش اس لحد والے کی جگہ میں ہوتا۔''

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 41:

حضرت سویبط رضی اللہ عنہ:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک سال قبل تجارت کے لئے بصریٰ (شام) کی طرف گئے۔ نعمان اور سویبط ان کے ساتھ تھے۔ یہ دونوں بدری صحابی تھے۔ سویبط ایک مزاحیہ آدمی تھے۔ نعمان کی ڈیوٹی کھانے پر تھی۔ سویبط نے ان سے کھانے کا مطالبہ کیا۔ وہ فرمانے لگے:

''انتظار کروتا کہ ابوبکر آجائیں۔''

سویبط نے کہا:

''اچھا تو پھر میں تمہیں ضرور غصہ دلاؤں گا۔!''

چلتے چلتے ان کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا۔ سویبط نے کہا:

''تم غلام خریدو گے۔؟''

انہوں نے کہا:

''ہاں!''

سویبط نے انہیں کہا:

''یہ غلام بڑا عجیب ہے۔ جب تم اسے لوگے وہ کہے گا: ''میں آزاد ہوں۔'' اگر تم نے یہ بات سن کر چھوڑ دینا ہے تو میرے غلام کو خراب نہ کرو۔!''

انہوں نے لینے کا مصمم ارادہ ظاہر کیا۔ انہوں نے کہا:

''دس اونٹنیاں ادا کرو۔''

جب وہ آئے اور انہوں نے نعمان کے گلے میں کپڑا یا رسی ڈال دی تو وہ کہنے لگے:

''یہ تم سے مذاق کر رہا ہے میں آزاد ہوں۔ غلام نہیں ہوں۔''

وہ کہنے لگے:

''ہمیں تمہاری خبر مل چکی ہے۔!''

Marfat.com

وہ اسے لے کر چلے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو سویبط نے انہیں خبر دی۔ وہ گئے اور اونٹ دے کر انہیں واپس لے آئے۔ جب مدینہ واپس آئے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ہنس پڑے۔

☆☆☆

فصل نمبر 42:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما:

ایک آدمی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربان کے پاس آیا اور کہنے لگا:

''معاویہ کے خبر دو کہ تمہارا حقیقی بھائی آیا ہے۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''معلوم نہیں یہ کون ہے۔؟''

پھر دربان کو حکم دیا:

''اسے لاؤ۔!''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''تم میرے بھائی کس طرح ہو۔؟''

وہ کہنے لگا:

''ہم سب آدم وحوا کی اولاد نہیں ہیں۔؟''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے غلام! اسے ایک درہم دے دو۔!''

وہ کہنے لگا:

''کیا تم اپنے حقیقی بھائی کو صرف ایک درہم دو گے۔؟''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''میں آدم وحوا کی اولاد میں سے ہر ایک کو دینے لگوں تو تمہیں یہ درہم بھی نہیں ملے

Marfat.com

گا۔‘‘

ناقوس کی آواز:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کم خوابی کی شکایت ہوگئی۔ جب بھی سوتے گرجے کے ناقوس کی آواز انہیں جگا دیتی۔ ایک دن صبح کے وقت کچھ لوگ حاضر خدمت تھے۔ آپ نے ان سے کہا:

’’تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو میرے حکم کو بجالائے؟ اس شخص کو میں تین سو اونٹ ابھی پیش کردوں گا اور دو سو اونٹ کام کی تکمیل کے بعد۔‘‘

ایک غسانی نوجوان اٹھا اور عرض کیا:

’’اے امیر المومنین! حکم فرمائیں۔‘‘

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’میرا یہ خط شہنشاہ روم کی طرف لے جاؤ۔ جب اس کے دربار میں جاؤ تو وہاں اذان کہنا۔‘‘

لڑکے نے پوچھا:

’’اس کے بعد کیا کرنا ہے؟‘‘

آپ نے فرمایا:

’’بس یہی کام ہے۔!‘‘

لڑکے نے کہا:

’’کام تو چھوٹا ہے لیکن انعام بہت بڑا ہے۔!‘‘

اس کے بعد وہ سفر پر روانہ ہوگیا۔ جب قیصر کے دربار میں پہنچا تو وہاں اذان کہہ دی۔ اذان سن کر پادری برہم ہوگئے اور انہوں نے تلواریں سونت لیں لیکن شہنشاہ روم اس کے اور پادریوں کے درمیان حائل ہوگیا اور انہیں اپنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واسطہ دینے لگ گیا حتیٰ کہ وہ باز آگئے۔ پھر بادشاہ اس نوجوان کو اپنے تخت کے پاس لے گیا۔ خود تخت پر بیٹھ گیا، لڑکے کو سامنے کھڑا کردیا اور پادریوں کو مخاطب کرکے کہنے لگا:

’’معاویہ عمر رسیدہ ہوگئے ہیں۔ جو آدمی عمر رسیدہ ہوجائے وہ بے خوابی کا شکار

Marfat.com

ہو جاتا ہے۔ ناقوس کی آواز نے انہیں تنگ کر رکھا ہے۔ انہوں نے اس شخص کو بھیجا تھا تا کہ ہمارے دربار میں اذان دینے کی وجہ سے اسے قتل کر دیا جائے اور اس کے بدلہ میں وہ اپنے ملک میں ناقوس بجانے والوں کو قتل کر ڈالیں گے۔ قسم بخدا! میں انہیں اس چال میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا اور یہ نوجوان ان کے گمان کے برعکس صحیح سلامت ان کے دربار میں واپس جائے گا۔''

بادشاہ نے نوجوان کو خلعت سے نوازا اور انعام واکرام کے ساتھ واپس لوٹا دیا۔ جب وہ نوجوان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آیا تو انہوں نے حیران ہو کر پوچھا:

''تم صحیح سلامت واپس پہنچ گئے ہو۔؟''

اس نے جواب دیا:

''آپ نے منصوبہ کے مطابق تو مجھے صحیح سلامت واپس نہیں آنا چاہئے تھا۔!''

☆☆☆

فصل نمبر 43:

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ:

1: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک نیزہ تھا۔ وہ اسے لے کر غزوات میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ جب راستے میں اسے اٹھانے سے عاجز آجاتے تو اسے گاڑ دیتے۔ لوگ اس کے پاس سے گزرتے تو اسے اٹھا لیتے۔ جب منزل پر پہنچے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اپنا نیزہ پہچان کر اسے لے لیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا:

''میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کروں گا۔''

وہ فرمانے لگے:

''اگر تم نے شکایت کی تو آج کے بعد کوئی شخص گم شدہ چیز واپس نہیں کرے گا۔''

2: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور ایک نوجوان نے کسی عورت کی منگنی

Marfat.com

کا پیام بھیجا۔ وہ نوجوان تر و تازہ اور خوب صورت تھا۔ عورت نے دونوں کو بلا بھیجا کہ تم دونوں میرے پاس آؤ۔ میں کوئی حتمی فیصلے کرنے سے قبل دونوں کو دیکھنا اور تمہاری بات چیت سننا چاہتی ہوں۔ وہ دونوں آ گئے۔ اس نے ان دونوں کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں وہ دونوں کو دیکھ سکتی تھی اور ان کی باتیں سن سکتی تھی۔ جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑی تو اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر کہنے لگے:

''یہ عورت مجھے کبھی ترجیح نہیں دے گی۔''

وہ نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے:

''تمہیں حسن و جمال اور فصاحت و بلاغت عطاء کی گئی ہے، کیا اس کے علاوہ بھی تمہارے پاس کچھ ہے۔؟''

اس نوجوان نے اپنی خوبیاں بیان کیں اور خاموش ہو گیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''تم حساب کتاب میں کیسے ہو۔؟''

وہ کہنے لگا:

''انتہائی محتاط کہ رائی کے دانے سے باریک چیز بھی نہیں گرنے دیتا۔''

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''لیکن میں تو تھیلی کو گھر کے ایک کونے میں ڈال دیتا ہوں اور میرے اہل خانہ اپنی مرضی سے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

اس عورت نے سوچا:

''یہ بوڑھا اس نوجوان کی نسبت بہتر ہے۔ یہ مجھ سے حساب کتاب طلب نہیں کرے گا۔''

چنانچہ اس نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 44:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے قیساریہ فتح کیا تو آپ چلتے گئے حتیٰ کہ غزوہ نامی جگہ جا اترے۔ وہاں کے حاکم نے کہا:

''میری طرف کوئی آدمی بھیجئے جس سے میں بات چیت کروں۔''

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے سوچا:

''میرے سوا کوئی اور آدمی مناسب نہیں۔''

چنانچہ وہ خود ہی حاکم کے پاس چلے گئے۔ وہ آپ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا:

''تم میں سے تمہارے جیسا کوئی اور آدمی بھی ہے۔؟''

انہوں نے کہا:

''میرے پست درجے کے بارے میں مت پوچھو! انہوں نے مجھے ذلیل سمجھ کر تمہارے پاس بھیجا ہے اور خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ معلوم نہیں میرا کیا انجام ہو۔!''

حاکم نے ان کے لئے انعام کو حکم دیا اور دربان کے کہلا بھیجا:

''جب یہ تمہارے پاس سے گزرے تو اس کو قتل کر کے اس کا مال و متاع تم لے لینا۔''

بنوغسان کے ایک نصرانی کے پاس ان کا گزر ہوا تو اس نے انہیں پہچان لیا اور کہا:

''اے عمرو! تم بڑے عمدہ طریقے سے آئے ہو۔ اب اسی طرح جانے کی بھی کوئی راہ نکالو۔''

یہ سن کر وہ دوبارہ حاکم کے پاس گئے اور فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ یہ انعام تو میرے چچازادوں کو بھی دو۔ میں کل ان میں سے دس آدمیوں کو لاؤں گا۔ اس طرح ایک کی نسبت تمہارا احسان دس پر رہے گا۔''

حاکم نے کہا:

''ٹھیک ہے۔ انہیں جلد لے آؤ۔''

Marfat.com

پھر حاکم نے دربان کو حکم دیا:

''اس کی راہ چھوڑ دو۔''

جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو وہ پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے تھے۔حتیٰ کہ جب آپ کو سلامتی کا یقین ہو گیا تو فرمانے لگے:

''آئندہ ایسا کبھی نہیں کروں گا۔!''

☆☆☆

فصل نمبر 45:

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، گھر جا کر قیمت دینے کا وعدہ فرمایا اور تیزی سے آگے تشریف لے گئے۔راستے میں لوگ اس بدو سے ملتے اور سودا طے کرنے کی کوشش کرتے۔انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گھوڑا خرید لیا ہے۔اتفاق سے ایک آدمی نے قیمت زیادہ لگا دی۔بدو نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی:

''اگر آپ نے یہ گھوڑا خریدنا ہے تو خرید لیں ورنہ میں نے اسے بیچ دیا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''گھوڑا تو تم پہلے ہی مجھے بیچ چکے ہو۔''

وہ کہنے لگا:

''نہیں۔!''

لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہونے لگے۔بدو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتھ تکرار کر رہا تھا۔وہ مطالبہ کرنے لگا کہ اگر آپ نے گھوڑا خرید لیا ہے تو گواہ لائیے۔جو مسلمان بھی آتا بدو سے کہتا:

''تیرا ناس ہو! کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سچ نہیں فرماتے ہیں۔؟''

اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ آ گئے۔انہیں بدو کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تکرار کا علم ہوا۔وہ اعرابی کہہ رہا تھا کہ کوئی گواہ لائیے جو یہ گواہی دے کہ میں نے یہ گھوڑا آپ کو بیچ دیا

Marfat.com

ہے۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:
''میں گواہی دیتا ہوں کہ تم یہ گھوڑا نبی اکرم ﷺ کو فروخت کیا ہے۔''
حضور اکرم ﷺ خزیمہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:
''تم کس طرح گواہی دے رہے ہو حالانکہ تم اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔''
انہوں نے عرض کیا:
''یارسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ کے بارے میں اس سے بڑی گواہی دی۔ ہم نے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی ہے تو کیا ان دینوی معاملات میں آپ کی تصدیق نہ کریں گے۔؟''
یہ سن کر سرکار ﷺ نے ان کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 46:

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ:

کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق میں رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے:
''اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو نورِ ایمان سے منور کر دیا ہے اور میرے مسلمان ہونے کی کسی کو خبر نہیں۔ اگر میں کسی خدمت کے قابل ہوں تو ارشاد فرمایئے دل وجان سے حاضر ہوں۔!''
حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:
''تم تنہا تو اس آڑے وقت میں اسلام کی کوئی نمایا خدمت نہیں کر سکتے۔ البتہ! اگر کسی طرح تم دشمنوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر دو تو یہ ہماری بڑی امداد ہوگی۔ ''الحرب خدعۃ'' (جنگ دھوکہ ہے) یہ جنگ ہے اور جنگ میں ایسی تدبیر جائز ہے۔''
حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کے ساتھ بنو قریظہ کے گہرے مراسم تھے۔ وہ اپنے قبیلہ سے کھسک کر ان کے ہاں گئے اور انہیں جا کر کہا:

Marfat.com

''میری جو دلی محبت اور دیرینی تعلقات تمہارے ساتھ ہیں ان کا تمہیں بخوبی علم ہے۔''

انہوں نے کہا:

''بے شک! ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔''

پھر آپ نے بڑے رازدارانہ انداز میں کہا:

''قریش اور غطفان کے قبائل مدینہ پر حملہ کے لئے آئے ہیں اور تم نے مسلمانوں سے دوستانہ معاہدہ توڑ کر ان کی امداد کا اعلان کر دیا، لیکن تمہاری اور ان کی حالت یکساں نہیں۔ تمہاری یہاں رہائش ہے۔ تمہارے بال بچے، مال ومنال، زمین ومکان سب یہیں ہیں۔ تم کسی حالت میں انہیں یہاں چھوڑ کر نہیں جاسکتے، لیکن ان کے اہل وعیال اور مال ومتاع یہاں سے بہت دور اپنے اپنے علاقہ میں محفوظ ہیں، انہیں موقع ملا تو وہ مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے اور کامیابی کی صورت میں ان کی ہر چیز پر قبضہ کر لیں گے۔ بصورت دیگر وہ یہاں سے چلے جائیں گے اور تمہیں تنہا چھوڑ دیں گے۔ خوب سوچ لو کہ کیا ایسی صورت میں تم تنہا اس شخص کا مقابلہ کر سکتے ہو۔؟ میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ تم جنگ چھڑنے سے پہلے انہیں کہو کہ وہ چند مقتدر لوگ تمہارے پاس بطور یرغمال بھیج دیں تاکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ وہ کسی حال میں تمہیں مسلمانوں کے رحم وکرم پر چھوڑ کر اپنے وطن نہیں لوٹیں گے۔''

یہود قریظہ ان کی بات سے بڑے متاثر ہوئے اور کہنے لگے:

'' قد اشرت جصح''

''تو نے ہمیں صحیح مشورہ دیا ہے۔!''

وہاں سے نکل کر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ قریش کے پاس آئے، ابوسفیان اور چند چیدہ چیدہ قریشیوں سے جا کر ملے اور کہا:

''میرے تمہارے ساتھ عرصہ دراز سے دوستانہ مراسم ہیں، اسے تم خوب جانتے ہو اور پیغمبر اسلام سے مجھے جو عداوت ہے وہ بھی تمہیں معلوم ہے۔ مجھے ایک خبر ملی ہے۔ دوستی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ میں تمہارے گوش گزار کر دوں، لیکن خدارا! کسی کو نہ بتانا اور یہ راز فاش نہ کرنا۔''

انہوں نے آپ یقین دلایا کہ یہ راز افشاء نہیں ہونے دیا جائے گا۔ حضرت نعیم نے

Marfat.com

کہا:

"تم جانتے ہو کہ بنی قریظہ کا دوستانہ معاہدہ مسلمانوں کے ساتھ تھا جو انہوں نے توڑ دیا اور تمہارے ساتھ مل گئے۔ اب وہ اس عہد شکنی پر بڑے پچھتا رہے ہیں۔ انہوں نے اظہار ندامت کرتے ہوئے معاہدہ کی تجدید کے لئے گفت وشنید شروع کر دی ہے۔ انہوں نے محمد کو کہا ہے کہ ہم اپنی وفاداری کے اظہار کے لئے قریش اور غطفان کے چند مقتدر آدمی کسی طرح بلا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ آپ ان کو قتل کر دیجئے پھر ہم آپ کے ساتھ مل کر کفار پر حملہ کر دیں گے اور انہیں مار بھگائیں گے۔ پیغمبر اسلام نے ان کی یہ تجویز منظور کر لی ہے۔ اگر یہودی تم سے بطور رہن چند آدمی طلب کریں تو خبردار! ایک آدمی بھی نہ بھیجنا۔"

بعینہٖ یہی بات حضرت نعیم نے غطفان کے سرداروں کو جا کر سنائی۔ اتفاق کی بات ہے کہ ہفتہ کی رات کو ابوسفیان نے عکرمہ بن ابی جہل اور ورقہ بن غطفان کو چند دوسرے سرداروں کے ساتھ یہود کے پاس روانہ کیا اور انہیں کہلا بھیجا:

"ہم یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ حالت سفر میں ہمارے جانور ہلاک ہو رہے ہیں۔ خود بھی ہم طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ محاصرہ کو اب مزید طول دینا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ اس لئے اب مزید تاخیر کے بغیر ہمیں کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہئے۔ کل ہم سامنے سے مسلمانوں پر حملہ کریں گے اور تم پیچھے سے ہلہ بول دو تا کہ اس مخمصہ سے جان چھوٹے اور ہم فارغ ہو کر اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔"

یہود نے جواب دیا:

"کل یوم سبت (ہفتہ کا دن) ہے اور ہم اس روز کوئی کام نہیں کرتے۔ دوسرا ہم مسلمانوں سے دشمنی کا خطرہ مول لینے سے پہلے یہ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ تم کسی وقت ہمیں بے یارومددگار تو چھوڑ کر نہیں چلے جاؤ گے اور ہمیں تب یقین آئے گا جب چند معزز آدمی تم ہمارے پاس بطور رہن بھیج دو۔ اگر تمہیں یہ شرط

Marfat.com

منظور نہیں تو پھر ہم محمد کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔تم تو کل گھروں کو چلے جاؤ گے،ہم یہاں سے بھاگ کر کہاں سر چھپائیں گے۔؟''

جب وفد نے بنی قریظہ کی گفتگو ابوسفیان وغیرہ کو جا کر سنائی تو وہ کہنے لگے:

''بخدا! نعیم نے جو اطلاع ہمیں دی تھی وہ درست ہے۔''

ابوسفیان نے ان کی یہ شرط ماننے سے صاف صاف انکار کر دیا۔اس طرح بنی قریظہ کو یقین ہو گیا کہ نعیم نے جو مشورہ دیا تھا وہ صحیح تھا۔انہوں نے حملہ آور لشکر کو کہلا بھیجا:

''جب تک تم اپنے آدمی بطور یرغمال ہمارے پاس نہیں بھیجو گے ہم تمہارا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ ایک دوسرے سے بدگمان ہو گئے اور اسلام کے خلاف ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔

جاڑے کا موسم تھا۔بلا کی سردی پڑ رہی تھی۔سامان رسد بھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا۔یہود کے ساتھ تعلقات بھی ٹوٹ چکے تھے۔حوصلے پست اور ہمت جواب دے چکی تھی۔ایک رات کو سخت آندھی آئی۔ان کے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔ہانڈیاں الٹ گئیں گھوڑے رسے تڑا کر بھاگ نکلے۔سارے لشکر میں سراسیمگی پھیل گئی۔وہ یہ سمجھے کہ یہ تند و تیز آندھی انہیں تباہ کر کے رکھ دے گی۔ابوسفیان جو اس ساری شرارت کا سرغنہ تھا اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور کہا:

''یارو! میں تو جا رہا ہوں تم بھی کوچ کرو۔!تم دیکھ نہیں رہے کہ طوفان کیا قیامت ڈھا رہا ہے۔؟''

ابوسفیان پر ایسی بدحواسی طاری تھی کہ اسے اونٹ پر سوار ہونے سے پہلے اس کا عقال (رسی) کھولنا بھی یاد نہ رہا۔جب اس نے اسے ایڑھ لگا کر اٹھانا چاہا تب اسے پتہ چلا کہ اس کا پاؤں رسہ سے بندھا ہوا ہے۔اسی حالت میں اس نے عقال کو تلوار سے کاٹا اور سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگ نکلا۔قریش اور غطفان نے جب اپنے کمانڈر کو یوں بزدلی کا مظاہرہ کرتے اور فرار ہوتے دیکھا تو انہوں نے بھی بھاگ جانے میں عافیت سمجھی۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان اور اس کے لشکر کے فرار کا آنکھوں دیکھا حال بارگاہ

Marfat.com

رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا تو رحمت مجسم علیہ الصلوٰۃ والسلام خوشی سے ہنس پڑے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کی سپیدی ظاہر ہوگئی۔

یاد رہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔

☆☆☆

فصل نمبر 47:

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے انصاری ہیں اور خاندان بنی خزرج سے تعلق ہے۔ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فہرست میں ان کا نام بہت مشہور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حیات طیبہ، پھر شہادت اور پھر جنت کی بشارت دی۔ 12 ہجری میں جنگ یمامہ کے دن مسیلمۃ الکذاب کی فوجوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 48:

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ

یہ قبیلہ بنو ثقیف سے ہیں۔ بہت ہی بہادر اور جانباز صحابی تھے۔ بہت سے اسلامی معرکوں میں شریک جہاد ہوئے اور محدثین کی بہت بڑی جماعت نے ان سے حدیثوں کا درلیا۔ کوفہ کے نامور محدثین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 49:

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو یزید ہے۔ بنو کندہ سے خاندانی تعلق ہے۔ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ان کے

شاگردوں میں بہت ہی مشہور ہیں۔ 80 ہجری میں وفات پائی۔

☆☆☆

فصل نمبر 50:

حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ

یہ بہت ہی بلند مرتبہ صحابی ہیں۔جنگ احداوراس کے بعد کے تمام اسلامی معرکوں میں شرکت کی۔ 6 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روم کے بادشاہ قیصر کے دربار میں اپنا خط مبارک دے کر بھیجا۔قیصر روم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطؐ پڑھ کر ایمان لے آیا مگر اس کی سلطنت کے ارکان نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چمڑے کا موزہ پیش کیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تحفہ قبول فرمالیا۔یہ مدینہ منورہ سے ملک شام آکر مقیم ہوگئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہے۔
(الاکمال فی اسماء الرجال، صفحہ نمبر 594)

☆☆☆

فصل نمبر 51:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ

ان کا نام صدی بن عجلان ہے مگر یہ اپنی کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہوئے۔بنو باہلہ کے خاندان سے ہیں اس لیے باہلی کہلائے۔مسلمان ہوجانے کے بعد سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں شریک ہو کر بیعت الرضوان کے شرف سے سرفراز ہوئے۔دوسو پچاس احادیث روایت کیں۔احادیث کے درس واشاعت میں ان کو بے حد شغف تھا۔پہلے مصر میں رہتے تھے پھر حمص چلے گئے اور وہیں 86 ہجری میں 91 سال کی عمر میں وفات پائی۔اپنی داڑھی میں زرد رنگ کا خضاب کرتے تھے۔

(اسد الغابہ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 16)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 52:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

یہ یمن کے رہنے والے تھے۔ مکہ مکرمہ آ کر اسلام قبول کیا۔ پہلے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے پھر حبشہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر تمام مہاجرین حبشہ کے ساتھ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے 20 ہجری میں ان کو بصرہ کا گورنر بنایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک یہ بصرہ کے گورنر رہے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ ہوئی تو پہلے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے مگر اس جھگڑے سے منقبض ہو کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ 52 ہجری میں بمقام مکہ مکرمہ آپ کی وفات ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 53:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ یہ ملک فارس کے شہر "رامہرمز" کے رہنے والے ہیں۔ مجوسی مذہب کے پابند تھے اور ان کا والد مجوسیوں کی عبادت گاہ کا منتظم تھا۔ یہ راہبوں اور عیسائی پادریوں کی صحبت میں بیٹھے اور مجوسیت سے بیزار ہو گئے۔ اپنے وطن کو چھوڑا اور دین حق کی تلاش میں گھر سے نکل پڑے۔ بہت سے عیسائیوں کی صحبت میں رہ کر عیسائی ہو گئے۔ پھر ڈاکوؤں نے گرفتار کر لیا اور اپنا غلام بنا کر بیچ دیا اور یکے بعد دیگرے یہ دس آدمیوں سے زیادہ کے غلام رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت یہ ایک یہودی کے غلام تھے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

Marfat.com

جنگ خندق میں مدینہ منورہ شہر کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ انہوں نے ہی دیا تھا۔ یہ بہت ہی طاقتور تھے اور انصار و مہاجرین دونوں سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ انصاریوں نے کہنا شروع کر دیا:

''سلمان منا''

''سلمان ہم سے ہیں۔''

مہاجرین نے بھی یہی کہا:

''سلمان منا''

''سلمان ہم سے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

''سلمان منااھل البیت''

''سلمان ہمارے اہل بیت سے ہیں۔''

عقد مواخات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔ ان کا شمار اکابر صحابہ میں ہوتا ہے۔ بہت ہی عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے۔ احادیث میں ان کے بہت ہی فضائل و مناقب مذکور ہیں۔ ان کی عمر دو سو پچاس برس سے زائد ہوئی اور انہوں نے 10 رجب 35 ہجری میں وفات پائی۔ ان کی قبر مداین میں ہے۔

(الجامع الترمذی، باب مناقب سلمان فارسی)

☆☆☆

فصل نمبر 54:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہے۔ ان کے والدین جب ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تو یہ حبشہ میں ہی پیدا ہوئے۔ پھر اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے۔ یہ بہت ہی دانشمند، حلیم، نہایت ہی علم و فضل والے اور بہت ہی پرہیزگار

Marfat.com

تھے۔ بہت ہی زیادہ سخی تھے، لوگ ان کو ''اخی المسلمین'' (مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخی) کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ نوے برس کی عمر پا کر 80 ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حاکم مدینہ حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہما نے ان کو اپنے ہاتھوں سے غسل دے کر کفن پہنایا، جنازہ اٹھا کر جنت البقیع میں لے کر آئے اور خود ہی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ نے بانوے برس عمر پائی۔

☆☆☆

فصل نمبر 55:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حکمت اور فقہ و تفسیر کے علوم کے ماہر ہونے کی دعا مانگی۔ ان کا علم بہت ہی وسیع تھا، اسی لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ان کو بحر (علم کا دریا) اور حبر الامۃ (اس امت کا بہت بڑا عالم) کہا کرتے تھے۔

آپ بہت ہی خوبصورت گورے رنگ کے نہایت ہی حسین و جمیل شخص تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو کم عمری کے باوجود امور خلافت کے اہم ترین مشوروں میں شریک کرتے تھے۔ لیث بن ابی سلیم نے طاؤس محدث رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ اس نوعمر صحابی (حضرت ابن عباس) کی درس گاہ سے کیوں چمٹے ہوئے ہو اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی درس گاہوں میں کیوں نہیں جاتے۔؟ تو حضرت طاؤس محدث رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

> ''میں نے دیکھا ہے کہ ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جب کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں تو وہ سب حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر متفق ہو کر عمل کرتے ہیں۔ مجھے ان کے علم کی وسعت پر اعتماد ہے، اس لیے میں ان کی درس گاہ چھوڑ کر کہیں نہیں جاتا۔''

آپ پر خوف الٰہی کا بہت زیادہ غلبہ تھا۔ آپ اس قدر روتے تھے کہ آپ کے دونوں رخساروں پر آنسوؤں کی دھار بہنے کے نشان پڑ گئے تھے۔ 68 ہجری میں بمقام طائف،

Marfat.com

71 برس کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔

☆☆☆

فصل نمبر 56:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

ان کا نام جندب بن جنادہ ہے مگر کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور ہوئے۔ بہت ہی بلند پایہ صحابی ہیں۔ زہد و تقویٰ اور قناعت و عبادت کے اعتبار سے تمام صحابہ میں ایک خصوصی مقام رکھتے ہیں۔ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ سے پہلے کل چار افراد مسلمان ہوئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کیا اور پھر اپنے وطن قبیلہ بنی غفار چلے گئے۔ پھر خندق کے بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ دنوں کے لیے ملک شام چلے گئے پھر وہاں سے لوٹ کر مدینہ آئے اور یہاں سے چند میل دور مقام زبدہ میں سکونت اختیار کی۔

ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا خوش کرے وہ ابوذر کو دیکھ لے۔"

بہت سے صحابہ اور تابعین علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بمقام زبدہ 32 ہجری میں وفات پائی۔

☆☆☆

فصل نمبر 57:

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ

یہ انصار کے قبیلہ اوس کے مایہ ناز سپوت ہیں۔ ان کا نام عاصم بن ثابت بن الافلح الانصاری ہے۔ انہوں نے جنگ بدر میں بے مثال جرأت کا مظاہرہ کیا اور کفار قریش کے بڑے بڑے نامور سرداروں کو قتل کیا۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کے نانا ہیں۔

Marfat.com

4 ہجری میں غزوہ الرجیع کی جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے کیونکہ انہوں نے جنگ بدر میں کفار کے سرداروں کو قتل کیا تھا اس لیے کافروں نے چند آدمیوں کو مقام رجیع میں بھیجا تا کہ حضرت عاصم کا سر کاٹ کر لائیں جس سے شناخت ہو جائے کہ واقعی عاصم قتل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ کفاران کی لاش کی تلاش میں مقام رجیع پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ لاکھوں کی تعداد میں شہد کی مکھیوں نے ان کی لاش کے اردگرد گھیرا ڈال رکھا ہے جس کی وجہ سے ان کے جسم تک کسی آدمی کا پہنچنا ناممکن ہے۔ بہر حال کفار مکہ ناکام و نامراد لوٹے۔

(الصحیح الجامع للبخاری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 569)

☆☆☆

فصل نمبر 58:

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ

یہ عبداللہ بن بسر مازنی ہیں۔ ان کی کنیت ابوبسر یا ابوصفوان ہے۔ آخری عمر میں ملک شام چلے گئے۔ یہ وہ آخری صحابی ہیں جن کا وصال ملک شام میں ہوا۔ شہر حمص میں وضو کرتے ہوئے بالکل اچانک وفات پائی۔ بوقت وصال ان کی عمر 94 برس تھی۔

☆☆☆

فصل نمبر 59:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ ان کی عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال زائد تھی۔ یہ ابتدائے اسلام میں کفار مکہ کے ساتھ تھے یہاں تک کہ جنگ بدر میں کفار کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ یہ بہت ہی معزز اور مالدار تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی حجاج کو زمزم پلانے اور خانہ کعبہ کی تعمیرات کا اعزاز ان کو حاصل تھا۔ فتح مکہ کے دن انہی کی ترغیب پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور دوسرے سرداران قریش بھی انہی سے متاثر ہو کر اسلام کے دامن میں

Marfat.com

آئے۔ان کے فضائل میں بہت سی احادیث بھی مروی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بہت سی بشارتیں اور بہت زیادہ دعائیں دی ہیں جن کا تذکرہ صحاح ستہ اور حدیث کی دوسری کتب میں تفصیلاً موجود ہے۔ 32 ہجری میں 88 برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں سپرد خاک کیے گئے۔

باتیں اور موتی:

1: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

''آپ بڑے ہیں یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔؟''

تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''وہ مجھ سے بڑے ہیں لیکن میں ان سے پہلے پیدا ہوا تھا۔!''

2: غزوۂ بدر سے فراغت کے بعد سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گیا:

''اب اس قافلہ کو لوٹنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہ گئی۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو کہ بدر کے قیدیوں میں سے تھے اور بیڑیوں میں بندھے ہوئے تھے، پکار اٹھے:

''آپ کو یہ نہیں ملے گا۔!''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیوں نہیں۔؟''

وہ کہنے لگے:

''چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا تھا اور وہ آپ کو مل گیا۔''

3: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدبو محسوس کی تو فرمایا:

''جس کی ہوا خارج ہوئی ہے وہ جائے اور وضو کر کے آئے۔ اس شخص کو شرم آ گئی

Marfat.com

اور وہ نہ اٹھا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا:

"وہ شخص اٹھے اور وضو کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! کیوں نہ ہم سب کھڑے ہوں اور وضو کر کے آئیں۔؟"

☆☆☆

فصل نمبر 60:

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے ۔انہوں نے انہیں اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہیں گے۔ سفینہ ان کا لقب ہے۔ان کا نام "مہران "،" رومان" یا "رباح" ہے۔سفینہ عربی میں کشتی کو کہتے ہیں۔ان کا لقب سفینہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ دوران سفر ایک شخص تھک گیا تو اس نے اپنا سامان ان کے کندھوں پر ڈال دیا اور یہ پہلے بھی بہت سا سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"انت سفینہ"

"تم کشتی ہو۔"

اس دن سے ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا اور لوگ آپ کا اصلی نام بھول گئے۔لوگ ان سے ان کا اصلی نام پوچھتے تو آپ فرماتے:

"میں اپنا اصلی نام نہیں بتاؤں گا۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام سفینہ رکھ دیا ہے تو اب میں یہ نام ہرگز ہرگز نہیں بدلوں گا۔"

Marfat.com

فصل نمبر 61:

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ یہ قدیم الاسلام ہیں۔ 31 آدمیوں کے مسلمان ہونے کے بعد یہ مسلمان ہوئے اور کفار مکہ کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر حبشہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، خیبر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت پہنچے جبکہ خیبر فتح ہو چکا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت کو مجاہدین کے درمیان تقسیم فرما رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوش محبت میں ان سے معانقہ فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"میں اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ فتح خیبر کی مجھے زیادہ خوشی ہے یا جعفر ابن ابی طالب کے آنے کی۔"

یہ بہت ہی جانباز اور بہادر تھے۔ نہایت ہی خوبصورت اور وجیہہ تھے۔ 8 ہجری کی جنگ موتہ میں امیر لشکر ہونے کی حالت میں 41 برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ اس جنگ میں سپہ سالار ہونے کی وجہ سے لشکر اسلام کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ ایک کافر نے تلوار سے ان کے دائیں ہاتھ کو شہید کر دیا تو انہوں نے جھپٹ کر جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا۔ جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو انہوں نے جھنڈے کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے پکڑ لیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 62:

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ

یہ خاندان قریش کے بہت ہی نامور اشراف میں سے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت لبابہ صغریٰ رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ یہ بہادری، فن سپہ گری اور تدابیر جنگ کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کی اور ان کے والد ولید کی اسلام دشمنی مشہور تھی۔ جنگ

Marfat.com

بدر اور جنگ احد۔ کے معرکوں میں یہ کفار کے ساتھ رہے اور ان سے مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی نقصان پہنچا۔

مگر ناگہاں ان کے دل میں اسلام کی صداقت کا ایسا آفتاب طلوع ہوا کہ 7 ہجری میں یہ خود بخود مکہ سے مدینہ جاکر مسلمان ہو گئے اور عہد کر لیا کہ اب زندگی بھر میری تلوار کفار سے لڑنے کے لیے بے نیام رہے گی۔ چنانچہ اس کے بعد ہر جنگ میں انتہائی مجاہدانہ جاہ وجلال کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں شمشیر بکف رہے۔ یہاں تک کہ 8 ہجری میں جنگ موتہ میں جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو یہ امیر لشکر بنے اور اسلامی جھنڈا اٹھایا۔ انہوں نے ایسی جانبازی کے ساتھ جنگ کی کہ مسلمانوں نے فتح حاصل کر لی۔ اسی موقع پر جبکہ یہ جنگ میں مصروف تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے سامنے انہیں سیف اللہ کا لقب دیا۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جہاد کرنے کے لیے پیش پیش رہے۔ خصوصاً جنگ یمامہ میں مسلمان فوجوں کی سپہ سالاری کی ذمہ داری قبول کی اور ہر محاذ پر فتح حاصل کی۔

پھر امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران رومیوں کی جنگوں میں بھی انہوں نے اسلامی فوجوں کی کمان سنبھالی اور بہت زیادہ فتوحات حاصل کیں۔ 21 ہجری میں چند دن بیمار رہ کر وفات پائی۔

☆☆☆

فصل نمبر 63:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ

یہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ان کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون ہے۔ یہ بچپن ہی میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مشرف بہ اسلام

Marfat.com

ہوئے۔ یہ علم وفضل کے ساتھ بہت ہی عبادت گزار اور متقی و پرہیز گار تھے۔ میمون بن مہران تابعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''میں نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کسی کو متقی و پرہیز گار نہیں دیکھا۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''حضرت عبداللہ ابن عمر مسلمانوں کے امام ہیں۔''

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ساٹھ برس تک حج کے مجمعوں اور دوسرے مواقعوں پر مسلمانوں کو اسلامی احکام کے بارے میں فتویٰ دیتے رہے۔ مزاج میں بہت زیادہ سخاوت کا غلبہ تھا اور بہت زیادہ صدقہ وخیرات کی عادت تھی۔ جو چیز پسند آجاتی اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کردیتے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار غلام خرید کر آزاد کیے۔ جنگ خندق اور اس کے بعد کے اسلامی معرکوں میں شرکت کی۔ البتہ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جولڑائیاں ہوئیں آپ ان میں غیر جانبدار رہے۔ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں جب حجاج بن یوسف امیر حج بن کر آیا تو آپ نے اسے اس کی غلطی پر دوران خطبہ ٹوک دیا۔ حجاج نے اپنے غلام کے ذریعے ایک زہر آلود تیر سے آپ کے پاؤں کو زخمی کرادیا۔ اسی زخم کی وجہ سے 74 ہجری میں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے تین ماہ بعد آپ نے 84 برس کی عمر میں وفات پائی اور مکہ مکرمہ میں مقام محصب یا مقام ذی طویٰ میں مدفون ہوئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 64:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن معاذ بن النعمان انصاری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے رہنے والے بہت ہی جلیل القدر صحابی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لے جانے سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بھیج دیا کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کی

Marfat.com

تعلیم دیں اور غیر مسلموں کے سامنے دعوت اسلام پیش کریں۔چنانچہ انہی کی تبلیغ سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے۔مسلمان ہوتے ہی فرمایا:

''میرے قبیلے بنوالاشہل کا جو بھی مرد اور عورت اسلام سے منہ موڑے گا میرے لیے حرام ہے کہ میں اس سے کلام کروں۔''

آپ کا یہ اعلان سنتے ہی بوالاشہل کا بچہ بچہ اسلام لے آیا۔اس طرح آپ کا مسلمان ہوجانا مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام کے لیے بہت ہی معاون ثابت ہوا۔آپ بہت ہی بہادر اور انتہائی نشانہ باز تیرانداز بھی تھے۔جنگ بدر اور جنگ احد میں خوب خوب داد شجاعت دی مگر جنگ خندق میں زخمی ہوگئے،آپ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہہ کر مسجد نبوی میں بنی غفار کے خیمے میں پہنچ گیا۔ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو!یہ کیسا خون ہے جو تمہاری طرف بہہ کر ہماری طرف آرہا ہے۔جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون جاری تھا اور اسی زخم میں آپ کی شہادت ہوئی۔
(الصحیح الجامع للبخاری،باب مرجع النبی من الاحزاب،جلد نمبر 2،صفحہ نمبر 591)

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔جان کنی کے وقت انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ کو سلام کیا اور با آواز بلند کہا:

''اے اللہ کے رسول!میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ نے تبلیغ کا حق ادا کردیا۔''

آپ کا وصال 5 ہجری کو 37 برس کی عمر میں ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دفنانے کے بعد واپس آرہے تھے تو شدت غم کی وجہ سے آپ کے آنسوؤں کے قطرات آپ کی داڑھی مبارک پر گر رہے تھے۔

☆☆☆

فصل نمبر 65:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے انصاری ہیں اور مشہور صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ

کے والد ماجد ہیں۔قبیلہ انصار میں یہ اپنے خاندان بنی سلمہ کے سردار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی جانثار صحابی ہیں۔جنگ بدر میں بڑی بہادری اور جانثاری کے ساتھ کفار سے لڑے اور 3 ہجری میں جنگ احد کے دن سب سے پہلے شہید ہوئے۔

صحیح البخاری میں ہے کہ انہوں نے رات کو اپنے فرزند حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے میرے پیارے بیٹے! کل صبح جنگ احد میں سب سے پہلے میں ہی شہید ہوں گا۔بیٹا! سن لو! تم سے مجھے بڑا پیار ہے لہذا تم میرا قرض ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔یہ میری آخری وصیت ہے۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واقعی صبح کو میدان جنگ میں سب سے پہلے میرے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام ہی شہید ہوئے۔

(الصحیح الجامع للبخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 180)

☆☆☆

فصل نمبر 66:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔یہ قبیلہ خزرج کے انصاری اور مدینہ منورہ کے رہائشی ہیں۔یہ ان ستر خوش نصیب انصار میں سے ایک ہیں جن لوگوں نے ہجرت سے بہت پہلے میدان عرفات کی گھاٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اسلام کی تھی۔یہ جنگ بدر اور اس کے بعد کے تمام معرکوں میں شریک ہوئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں انہیں ملک شام کا گورنر بھی مقرر کر دیا جہاں انہوں نے 18 ہجری میں طاعون عمواس میں علیل ہو کر 38 برس کی عمر میں وفات پائی۔

آپ بہت ہی بلند پایہ عالم، حافظ، قاری، معلم اور نہایت ہی متقی و پرہیزگار اور

Marfat.com

عبادت گزار تھے۔ بنی سلمہ کے تمام بتوں کو انہوں نے توڑ پھوڑ کر پھینک دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت میں معاذ بن جبل کا لقب امام العلماء ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 67:

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ اوس کی شاخ بنی الاشہل سے خاندانی تعلق رکھتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔ اپنے قبیلے کے سردار اور مدینہ منورہ میں اپنی خوبیوں کی وجہ سے بہت ہی باوقار تھے۔ یہ قرآن مجید بڑی ہی خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے۔

جنگ بدر اور جنگ خندق وغیرہ تمام غزوات میں شرکت کی۔ زمانہ خلافت کے جہادوں میں بھی شرکت کی یہاں تک کہ فتح بیت المقدس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے 20ہجری میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 68:

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن ہشام بن عثمان بن عمرو قریشی قبیلہ قریش کے خاندان بنی تیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ 4ہجری میں پیدا ہوئے۔ یہ مشہور محدث حضرت زہرہ بن معبد کے دادا ہیں۔ اہل حجاز کے محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے اور ان کے شاگردوں میں ان کے پوتے زہرہ بن معبد بہت مشہور ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ہشام کو بچپن ہی میں ان کی والدہ حضرت زینب بنت حمید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 69:

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے انصاری ہیں اور قبیلہ انصار کے خاندان اوس کے بہت ہی نامی گرامی فرزند ہیں۔ بہت ہی پر جوش اور جانباز صحابی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو بے پناہ والہانہ محبت تھی۔ جنگ بدر میں دل کھول کر انتہائی بہادری کے ساتھ کفار سے لڑے۔ جنگ احد میں بھی آپ کے مجاہدانہ کارنامے شجاعت کے شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن 4 ہجری میں عسفان و مکہ مکرمہ کے درمیان مقام رجیع میں یہ کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے، چونکہ انہوں نے جنگ بدر میں کفار مکہ کے ایک مشہور سردار حارث بن عامر کو قتل کر دیا تھا اس لیے اس کے بیٹوں نے ان کو خرید لیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کو اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا پھر مکہ مکرمہ سے باہر مقام تنعیم میں لے جا کر ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے ان کو سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا۔ یہ پہلے مسلمان ہیں جن کو کفار نے سولی دی۔ حارث بن عامر کے بیٹے ابو سروعہ نے آپ کے مقدس سینہ میں نیزہ مار کر آپ کو شہید کر دیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 70:

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے وہی خوش نصیب ہیں جن کے مکان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہمان بنے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں سات ماہ تک مہمان رہے۔ یہ دن رات، صبح و شام اور ہر وقت و آن اپنے ہر قول و فعل سے جانثاری کا مظاہرہ کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقاتیوں کی آسانی کے لیے نیچے والی منزل میں قیام پسند فرمایا اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو مجبوراً بالائی منزل پر رہنا پڑا۔ ایک مرتبہ اتفاقاً پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا تو اس اندیشہ سے کہ کہیں پانی بہ کر نیچے نہ چلا جائے اور رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچے اس لیے آپ گھبرا گئے اور اپنے لحاف سے سارا پانی جذب کر لیا۔ گھر میں بس ایک ہی رضائی تھی جو گیلی ہوگئی تو رات بھر میاں بیوی سردی میں رہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرہ بھر بھی تکلیف نہ پہنچائی۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سخاوت کے ساتھ شجاعت اور بہادری میں بے حد طاق تھے۔ تمام اسلامی معرکوں میں شریک ہوئے یہاں تک کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب مجاہدین قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لیے گئے تو اپنی ضعیفی کے باوجود آپ لشکر میں شامل ہو گئے اور برابر مجاہدین کی صفوں میں کھڑے ہو کر جہاد کرتے رہے۔

جب سخت بیمار ہو گئے اور کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تو آپ نے مجاہدین اسلام سے فرمایا:

"جب تم لوگ جنگ بندی کرو تو مجھے بھی صف میں اپنے قدموں کے پاس لٹائے رکھو اور جب میرا انتقال ہو جائے تو تم میری لاش کو قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے پاس دفن کر دینا۔"

چنانچہ جب 51 ہجری میں اسی جہاد کے دوران آپ کی وفات ہوئی تو اسلامی لشکر نے ان کی وصیت کے مطابق انہیں قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے پاس دفن کر دیا۔ یہ اندیشہ تھا کہ کہیں عیسائی آپ کی قبر کو کھود نہ ڈالیں مگر عیسائیوں پر ایسی ہیبت چھا گئی کہ وہ آپ کی قبر کو ہاتھ نہ لگا سکے۔ آج تک آپ کی قبر اسی جگہ موجود ہے اور زیارت گاہ خلائق خاص و عام ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 71:

حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ

صلح حدیبیہ کے بعد یہ اپنے قبیلہ بنی خزاعہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اور احادیث حفظ کرتے رہے۔ پھر کوفہ چلے گئے اور وہاں سے مصر جا کر مقیم ہو گئے۔ کچھ دن شام میں بھی رہے۔ ان کے شاگردوں میں جبیر بن نفیر اور رفاعہ بن شداد بہت مشہور محدثین

Marfat.com

ہیں۔یہ موصل کے ایک غار میں روپوش ہوگئے اوراسی غار میں سانپ کے ڈسنے سے شہید ہوگئے۔ان کی شہادت 50ہجری میں ہوئی اوران کی قبر موسل میں بہت مشہور ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر72:

حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ

ان کا وطن مکہ مکرمہ ہے اور یہ خاندان قریش کے بہت ہی ممتاز اور نامور شخص ہیں۔یہ ابتدائے اسلام ہی میں مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے۔ہجرت بھی کی۔نہایت ہی وجیہ اور بہت ہی بہادر وجانباز صحابی تھے۔2ہجری میں ساٹھ یا اسی مہاجرین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رابغ کی طرف جہاد کے لیے روانہ فرمایا۔چنانچہ تاریخ اسلام میں مجاہدین کا یہ لشکر سریہ عبیدہ بن الحارث کے نام سے مشہور ہے۔

2ہجری جنگ بدر میں انہوں نے شیبہ بن ربیعہ سے مقابلہ کیا جو کہ کفار کے لشکر کے سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ کا بھائی تھا۔یہ بڑی جانبازی کے ساتھ لڑے مگر اس قدر زخمی ہوگئے کہ ان کی پنڈلی ٹوٹ کر چور چور ہوگئی اور نلی کا گودا بہنے لگا۔یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے،شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لائے۔اس حالت میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول!کیا میں شہادت سے محروم رہا۔؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نہیں!بلکہ تم شہادت سے سرفراز ہوگے"

یہ سن کر انہوں نے کہا:

"اگر آج ابوطالب زندہ ہوتے تو مان جاتے کہ ان کے اس شعر کا مصداق میں ہی ہوں:

"ونسلمہ حتیٰ نصرع حولہ

ونذھل عن ابناء نا والحلائل"

Marfat.com

''ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت بھی دشمنوں کے حوالہ نہیں کریں گے جب ہم ان کے اردگرد لڑتے لڑتے خون میں لت پت نہ ہو جائیں گے۔ اس وقت ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں گے۔''

اسی زخم کی وجہ سے آپ بدر سے مدینہ آتے ہوئے مقام صفراء پہنچ کر شہید ہو گئے۔

(صحیح ابوداؤد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 261)

☆☆☆

فصل نمبر 73:

حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن الربیع بن عمرو انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ بیعت العقبہ اولیٰ اور بیعت العقبہ ثانیہ دونوں میں شریک ہوئے۔ یہ انصار کے خاندان بنی الحارث کے سردار تھے۔ زمانہ جاہلیت میں جب کہ عرب میں لکھنے پڑھنے کا بہت ہی کم رواج تھا ان کے علم کا یہ عالم تھا کہ یہ اس وقت کتابت کیا کرتے تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت کرنے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت کی خوشخبری دی۔ جنگ بدر میں انتہائی شجاعت کے ساتھ لڑے۔ جنگ احد میں بارہ کافروں کو ایک ایک نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ پھر گھمسان کی جنگ میں زخمی ہو کر 3 ہجری میں شہید ہو گئے اور حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے۔

(اکمال فی اسماء الرجال، صفحہ نمبر 596)

☆☆☆

فصل نمبر 74:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے:

انس بن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید بن حرام انصاری۔

Marfat.com

آپ قبیلہ انصار کے خاندان خزرج کی شاخ بنی نجار سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی والدہ ام سلیم بنت ملحان ہے۔ ان کی کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوحمزہ رکھی اور ان کا مشہور لقب خادم النبی ہے۔ دس برس کی عمر میں یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دس برس تک سفر و حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک لاٹھی دی۔ بوقت وفات انہوں نے وصیت کی تھی کہ اس کو میرے کفن میں رکھا جائے۔ چنانچہ یہ لاٹھی ان کے کفن میں رکھی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر انہیں مال واولاد میں برکت کی دعائیں دی۔ چنانچہ ان کے مال واولاد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی برکت دی۔ آپ کے وصال کے وقت آپ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس تھی۔

بہت سی احادیث آپ سے مروی ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ حنا (مہدی) کا خضاب سر اور داڑھی میں لگاتے تھے اور خوشبو بکثرت استعمال کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں کو تعلیم دینے کے لیے آپ بصرہ چلے گئے۔ آپ نے 93 ہجری میں 107 سال کی عمر میں وفات پائی۔ بصرہ میں وفات پانے والے صحابیوں میں سب سے آخر میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے بعد شہر بصرہ میں کوئی صحابی باقی نہ رہا۔ بصرہ سے دوکوس کے فاصلے پر آپ کی قبر بنی۔ آپ بہت ہی حق گو، حق پسند اور عبادت گزار صحابی تھے۔

فصل نمبر 75:

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ

ان کا نام جرہم بن ناشب ہے مگر کنیت سے مشہور ہوئے۔ یہ دعوت اسلام کے آغاز ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ سلسلہ نسب چونکہ خشین وائل سے ملتا ہے اس لیے خشنی کہلائے۔ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور بیعت رضوان کر کے رضاء الٰہی کی سند حاصل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مبلغ بنا کر بھیجا۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے ان کا پورا قبیلہ جلد ہی مسلمان ہو گیا۔ ملک شام فتح

Marfat.com

ہونے کے بعد یہ شام میں ہی قیام پذیر ہو گئے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس کی لڑائیوں میں بالکل غیر جانبدار رہے۔ راست گفتاری اور صاف گوئی میں اپنی مثال آپ تھے۔ رات کے سناٹے میں اکثر یہ گھر سے باہر نکل کر آسمان پر نظر ڈالتے اور سجدہ میں گر کر گھنٹوں سربسجود رہتے۔ ملک شام میں 75 ہجری کو وفات پائی۔

☆☆☆

فصل نمبر 76:

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

یہ بہت ہی جانباز اور بہادر صحابی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام حسنہ تھا اور والد کا نام عبداللہ بن مطاع۔ ان کے بعد ان کی والدہ نے ایک انصاری سے شادی کر لی جن کا نام سفیان بن معمر تھا۔ ان سے دو بچے ہوئے جن کا نام جنادہ اور جابر تھا۔ حضرت شرجیل اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے اور ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ یہ جب حبشہ سے مدینہ آئے تو بنی زریق میں رہنے لگے پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کے دونوں بھائی انتقال کر گئے تو یہ بنی زہرہ کے قبیلے میں رہنے لگے اور فاروقی دور حکومت میں کئی معرکوں میں امیر لشکر کی حیثیت سے افواج اسلامیہ کے کسی ایک دستہ کی کمان کرتے رہے۔ 18 ہجری کے طاعون عمواس میں 67 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک ہی دن فوت ہوئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 77:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

یہ قدیم الاسلام اور مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ یہ ان مصیبت زدہ صحابیوں میں سے ہیں جن کو کفار مکہ نے اس قدر ایذائیں دیں کہ جنہیں سوچ کر ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کو جلتی ہوئی آگ پر لٹایا جاتا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے:

"یانار کونی بردا وسلاما علیٰ عمار کما کنت علی ابراھیم"

"اے آگ! تو عمار پر اس طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہوئی تھی۔"

ان کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ابوجہل نے بہت ستایا۔ یہاں تک کہ ان کی ناف کے نیچے نیزہ مار دیا جس سے ان کی روح پرواز کر گئی۔ یہ اسلام کی پہلی شہیدہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو طیب ومطیب کے القابات دیئے۔ 37 ہجری میں 93 برس کی عمر میں شہید ہوئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 78:

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ

یہ حضرت انس بن مالک (خادم النبی) کے چچا ہیں۔ بہت ہی بہادر اور جانباز صحابی ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ جنگ احد کے دن اکیلے ہی کفار سے لڑتے ہوئے آگے بڑھتے ہی چلے گئے جب آپ نے دیکھا کہ کچھ مسلمان سست پڑ گئے ہیں اور آگے نہیں بڑھتے تو آپ نے بلند آواز سے کہا:

"والذی نفسی بیدہ انی لاجد ریح الجنۃ دون احد ونھا لریح الجنۃ"

"مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں احد پہاڑ کے پاس سے جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور یقیناً بلاشبہ یہ جنت ہی کی خوشبو ہے۔"

Marfat.com

آپ نے یہ فرمایا اور اکیلے ہی کفار کے نرغے میں لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر گر پڑے اور شہید ہو گئے۔

ان کے جسم پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے اسی سے زیادہ زخم لگے۔ کفار نے ان کا مثلہ کیا۔ ان کی آنکھوں کو پھوڑ دیا، ناک، کان اور ہونٹوں کو کاٹ دیا کہ پہچانے نہیں جاتے تھے مگر ان کی بہن حضرت ربیع بن نضر رضی اللہ عنہا نے انگلیوں کے پوروں سے ان کو پہچان لیا۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، اس کا انہیں انتہائی رنج و افسوس تھا۔ اکثر کہا کرتے تھے:

"اگر آئندہ کبھی اللہ تعالیٰ نے یہ دن دکھایا کہ کفار سے جنگ کا موقعہ ملا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں جنگ کیا کرتا ہوں اور کیا کر دکھاتا ہوں۔"

چنانچہ 3 ہجری میں جب جنگ احد ہوئی تو انہوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کے بعد فرمایا کہ یہ آیت مبارکہ ان کی شان میں نازل ہوئی:

"من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ"

"مومنوں میں سے کچھ مرد ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔"

☆☆☆

فصل نمبر 79:

حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے رہائشی ہیں اور انصار کے قبیلہ اوس سے انکا خاندانی تعلق ہے۔ ان کا والد ابو عامر اپنے قبیلہ کا سردار تھا اور زمانہ جاہلیت میں اس کی عبادت کی کثرت کو دیکھ کر عام طور پر لوگ اس کو ابو عامر راہب کہا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور پورا مدینہ اور اطراف مسلمان ہو گئے تو دو شخص

Marfat.com

حسد کرنے لگے۔ایک عبداللہ بن ابی اور دوسرا ابوعامر راہب۔ عبداللہ بن ابی نے تو اپنی دشمنی چھپائے رکھی اور منافق بن کر مدینہ ہی میں رہا، لیکن ابوعامر راہب حسد کی آگ میں جل بھن کر مدینہ سے مکہ چلا گیا اور کفارمکہ کو بھڑکایا کہ وہ مدینہ پر حملہ کریں۔ چنانچہ 3 ہجری میں جب جنگ اُحد ہوئی تو ابوعامر کفار کے لشکر میں شامل تھا مگر اس کے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ پرچم اسلام کے نیچے نہایت ہی جوانمری اور جوش وخروش کے ساتھ کفار سے لڑے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ انہیں اجازت دی جائے تا کہ وہ اپنے باپ کا سر کاٹ کر پیش کریں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جوش جہاد میں آپے سے باہر ہو گئے کہ لڑتے لڑتے کفار کے لشکر کے درمیان پہنچ گئے اور کفار کے سپہ سالار ابوسفیان (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) پر حملہ کر دیا۔ قریب تھا کہ ابوسفیان قتل ہو جاتے مگر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ پر اچانک پیچھے سے شداد بن الاسود نے حملہ کیا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 80:

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ کفار مکہ نے ان کو بہت زیادہ ستایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہجرت کرتے ہوئے غار ثور میں گئے تو اس وقت یہی صحابی بکریاں چرانے کے بعد رات کو آتے اور بکریوں کا دودھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیش کرتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تو ایک اونٹنی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک اونٹنی پر حضرت ابوبکر اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی

Marfat.com

اللہ عنہما سوار ہوئے۔ صفر 4 ہجری واقعہ بیر معونہ میں آپ کی شہادت ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 81:

حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ

ان کا نام حضرت غالب بن عبداللہ بن مسعر بن جعفر بن کلب لیثی رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ مکہ کے رہائشی ہیں۔ فتح مکہ سے قبل مسلمان ہو گئے تھے۔ فتح مکہ میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور آپ نے ان کو مکہ مکرمہ کے راستوں کی درستی اور کفار کے حالات کی معلومات کے کام پر مامور کیا۔ پھر فتح مکہ کے بعد ساٹھ سواروں کا افسر بنا کر ان کو مقام کدید میں بنی الملوح سے جنگ کے لیے بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنی مرہ سے لڑنے کے لیے فدک بھیجا تو وہیں ان کی شہادت ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 82:

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ

حضرت تمیم بن اوس رضی اللہ عنہ پہلے نصرانی تھے۔ پھر 9 ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بہت ہی عبادت گزار تھے۔ ایک ہی رات میں قرآن مجید مکمل پڑھ لیا کرتے تھے اور کبھی کبھی ایک ہی آیت رات بھر دہراتے رہتے۔ حضرت محمد بن المنکدر کا بیان ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ایک رات سوتے رہ گئے اور تہجد کے لیے نہ اٹھ سکے تو انہوں نے اپنی اس کوتاہی کا کفارہ اس طرح کیا کہ مکمل سال تک رات بھر نہیں سوئے۔ پہلے مدینہ منورہ میں رہتے تھے پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ملک شام چلے گئے اور اخیر عمر تک وہیں رہے۔ مسجد نبوی میں سب سے پہلے انہوں نے قندیل جلائی۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 83:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو نجید ہے اور یہ قبیلہ بنو خزاعہ کی ایک شاخ بنو کعب کے خاندان سے ہیں اس لیے ان کو خزاعی اور کعبی کہا جاتا ہے۔ 7 ہجری میں جنگ خیبر کے سال مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران ان کو اہل بصرہ کی تعلیم کے لیے مقرر فرمایا۔ محمد بن سیرین محدث رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"بصرہ میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے پہلے اور افضل کوئی صحابی نہیں۔"

ان کی پوری زندگی مذہبی زندگی ہے۔ ساری زندگی عبادات میں گزاری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عقیدت تھی کہ جس ہاتھ سے بیعت کی تھی اس سے کبھی شرمگاہ کو نہیں چھوا۔ تیس برس تک مسلسل استسقاء کی بیماری میں صاحب فراش رہے اور شکم کا آپریشن بھی ہوا۔ صبر و شکر کا یہ حال تھا کہ اپنی عیادت کرنے والوں سے فرمایا کرتے تھے:

"میرے رب کو جو پسند ہے وہی مجھے محبوب ہے۔"

52 ہجری میں بمقام بصرہ ان کا وصال ہوا۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 3

آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فصل نمبر 1:

سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

آخری وصیت:

آئمہ اہل بیت اطہار میں سے جگر بند مصطفےٰ، ریحان دل مرتضیٰ، قرۃ العین سیدۃ زہرا، ابو محمد سیدنا امام حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما ہیں۔ طریقت میں آپ کی نظر کامل اور تعبیرات حقائق میں اعلیٰ درجہ کی دسترس حاصل تھی۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا:

"علیکم بحفظ السرائر بان اللّٰہ تعالیٰ مطلع علی الضمائر"

"تم اسرار ربانی کی حفاظت میں رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے۔"

اس کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اسرار ربانی کی حفاظت ایسے ہی کرتا ہے جس طرح دلوں کے بھیدوں کو وہ دوسروں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ لہٰذا حفظ اسرار یہ ہے کہ غیروں کی طرف متوجہ نہ ہو اور حفظ ضمائر یہ ہے کہ اس کے اظہار میں حیاء مانع ہو۔

مسئلہ جبر و قدر:

علم طریقت کے حقائق و لطائف میں بلند مرتبت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب فرقہ قدریہ کو عروج ہوا اور معتزلہ کا مذہب پھیلا تو حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بدیں مضمون خط لکھا:

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم السلام علیکم یا ابن رسول اللّٰہ وقرۃ عینیہ ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ اما بعد فانکم معاشر بنی ہاشم کالفلک الجاریۃ فی بحر لجی

Marfat.com

ومصابيح الدجى واعلام الهدىٰ والائمة القادة الذين من تبعهم نجى كسفينة نوح المشحونة التى يئول اليها المومنون وينجو فيها المتمسكون فماقولك يا ابن رسول الله ﷺ عند حيرتنا فى القدر واختلافنا فى الاستطاعة لتعلمنا بماتاكد عليه رايك فانكم ذرية بعضها من بعلم الله علمتم وهو الشاهد عليكم وانتم شهداء الله على الناس والسلام؟"

"اللہ کے نام سے جو رحمٰن ومہربان ہے۔ آپ پر خدا کا سلام اور اس کی رحمت وبرکت ہو۔ اے رسول اللہ کے فرزند! اور ان کی چشمانِ مبارک کی راحت! آپ گروہ بنی ہاشم میں اس کشتی کی مانند ہیں جو گہرے اندھیرے سمندر میں چل رہی ہو۔ آپ ہدایت کے روشن چراغ اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ آپ ان آئمہ دین کے سرخیل وقائد ہیں کہ جس نے ان کی پیروی کی وہ اس طرح نجات پائے گا، جس طرح کشتی نوح میں سوار ہونے والے مسلمانوں نے نجات پائی۔ اے فرزند رسول! آپ کا کیا ارشاد ہے جو قدر و استطاعت (جبر وقدر) کے مسئلہ میں ہمیں پریشانی لاحق ہے؟۔ آپ ہماری رہنمائی فرماتے ہوئے بتایئے تاکہ اس سلسلہ میں ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ کی رائے کیا ہے؟ کیونکہ آپ فرزند رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو علم خصوصی سے نوازا ہے۔ وہ آپ سب کا محافظ ہے اور آپ تمام لوگوں پر خدا کی طرف سے محافظ ونگہبان ہیں۔ والسلام"

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے اس مضمون کے جواب میں لکھا:

"بسم الله الرحمٰن الرحيم فقد انتهى الى كتابك عند حيرتك وحرية من زعمت من امتنا والذى عليه رائى ان من لم يومن بالقدر وخيره وشره من الله تعالىٰ فقد كفر ومن حمل صى على الله فقد فجران الله لايطاع

باکراہ ولایعصی بغلبۃ ولایمھل العباد فی ملکہ لکنہ المالک لمایملکھم والقادر علی مالیہ قدرھم فان ایتمروابالطاعۃ لم یکن لھم اختیار ولالھم عنھامشبعاء وان اتوابالمعصیۃ وشاء ان یمن علیھم فیحول بینھم وبینھافعل وان لم یفعل فلیس ھوعملھم علیھااجبار اولاالزمھم اکراھاایاھاباحتجاجہ علیھم ان عرفھم ومکنھم وجعل لھم السسبیل خذواماادعاھم الیہ واترکوامانھٰھم عنہ وللہ الحجۃ البالغہ والسلام"

"اللہ کے نام سے جو مہربان ورحیم ہے۔ تمہارا مکتوب موصول ہوا۔ جس میں تم نے اپنی اور امت کے دوسرے لوگوں کی پریشانی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس مسئلہ میں میری جو رائے ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اچھی و بری تقدیر پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے اور جو اپنے گناہوں کا ذمہ دار خدا کو ٹھہراتا ہے وہ بے ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شتر بے مہار نہیں چھوڑا ہے۔ نہ وہ جبراً اطاعت کراتا ہے اور نہ جبراً گناہ، لیکن بندوں کی تمام ملکیتوں اور ان کی تمام قوت وطاقت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر بندوں کو اطاعت پر مجبور کر دیا جاتا تو ان کے لئے کوئی اختیار نہ ہوتا اور انہیں اطاعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہتا۔ اگر بندے اس کی معصیت کریں اور خدا کی مشیت ان پر احسان کرنا چاہے تو ان کے اور ان کے گناہ کے درمیان کوئی فعل حائل کر دیتا ہے۔ اب اگر وہ ارتکاب معاصی نہ کر سکیں تو یہ بات نہیں ہے کہ خدا نے انہیں مجبور کر دیا تھا اور نہ جبر سے وہ فعل ان پر لازم کر دیا تھا۔ یہ ان پر دلیل وحجت کے طور پر ہے اگر انہیں اس کی معرفت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راہ ہدایت بنا دی ہے۔ جس کے کرنے کا حکم دیا ہے اسے کرو اور جس سے بچنے کا حکم دیا ہے اس سے بچو۔! اور اللہ کے لئے حجت بالغہ ہے۔ والسلام"

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جس قدر توفیق مرحمت فرمائی ہے بندہ عمل

Marfat.com

میں اس قدر مختار ہے۔ ہمارا دین جبر وقدر کے درمیان ہے۔ اگرچہ اس خط کے تمام مضمون سے ایک ہی جملہ ہمارا مقصود تھا لیکن فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ہم نے پورا خط نقل کر دیا ہے۔ اس لیے بھی خط نقل کیا تا کہ تمہیں اندازہ ہو جائے کہ حضرت امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ علم حقائق و اصول میں کیسی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کمال علم و فضل کے باوجود حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کے مقابلے میں دسویں درجے پر تھے۔

آپ کی ذہانت:

جب ابن ملجم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ کہنے لگا:

''میں آپ سے کان میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔''

آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا:

''یہ میرا کان کھانا چاہتا ہے۔!''

ابن ملجم کہنے لگا:

''اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے اجازت دیتے تو میں ان کا کان پکڑ لیتا۔''

آپ کا تحمل:

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحمل و بردباری کا اندازہ اسی واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک روز امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے دارالخلافہ کے دروازے پر تشریف فرما تھے کہ صحرا سے ایک دیہاتی آیا اور اس نے آتے ہی آپ کو اور آپ کے والدین کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ آپ نے اس سے پوچھا:

''کیا تو بھوکا پیاسا ہے یا تجھ پر کوئی مصیبت پڑی ہے۔؟''

اس نے پھر کہا:

''آپ ایسے ہیں اور آپ کے والدین ایسے ہیں۔''

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا:

''طشت میں چاندی بھر کر لاؤ اور اسے دیدو۔''

پھر فرمایا:

Marfat.com

"اے دیہاتی! ہمیں معذور سمجھنا۔ گھر میں اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ ورنہ! اس کے دینے سے انکار نہ ہوتا۔"

جب دیہاتی نے آپ کا یہ صبر و تحمل دیکھا تو کہنے لگا:

"میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ فرزند رسول ہیں۔"

حقیقت یہ ہے کہ تمام مشائخ و اولیاء کی یہ صفت آپ کے اتباع میں ہے کیونکہ ان کے نزدیک بھی لوگوں کا اُن کو برا بھلا کہنا برابر ہے اور ان کے ظلم و ستم اور سب و شتم سے وہ کوئی اثر نہیں لیتے۔

☆☆☆

فصل نمبر 2:

حضرت امام حسین گلگوں قبا رضی اللہ عنہ

حق کے ساتھی:

آئمہ اہل بیت اطہار میں سے شمع آل محمد، تمام دنیاوی علائق سے پاک و صاف، اپنے زمانہ کے امام و سردار، ابو عبداللہ، سیدنا امام حسین بن علی مرتضٰی رضی اللہ عنہما ہیں۔ آپ اہل ابتلاء کے قبلہ و رہنما اور شہید دشت کرب و بلا ہیں۔ تمام اہل طریقت آپ کے حال کی درستگی پر متفق ہیں۔ اس لئے کہ جب تک حق حاضر و غالب رہا آپ کے فرمانبردار رہے، جب حق مغلوب و مفقود ہوا تو تلوار کھینچ کر میدان میں نکل آئے اور جب تک راہِ خدا میں اپنی جانِ عزیز قربان نہ کردی چین و آرام نہ لیا۔

عالیشان سوار اور سوار:

آپ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیشتر نشانیاں تھیں جس سے آپ مخصوص و مزین تھے۔ چنانچہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دیکھا امام حسین کو آپ نے اپنی پشت مبارک پر سوار کر رکھا ہے۔ ڈوری کا ایک حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور دوسرا حصہ امام حسین کے ہاتھ میں ہے۔ امام حسین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چلاتے رہے

Marfat.com

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زانو کے ذریعہ چلتے رہے۔ میں نے جب یہ حال دیکھا تو کہا:

"نعم الجمل جملك يا اباعبد الله"

"اے ابوعبداللہ کتنی اچھی سواری ہے آپ کی۔!"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نعم الراكب"

"اے عمر! یہ سوار بھی تو کتنا عمدہ ہے۔"

فیصلہ قسم پر:

ایک آدمی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر قاضی کی عدالت میں کچھ مال کا دعویٰ کیا۔ آپ نے فرمایا:

"اپنے دعویٰ پر قسم اٹھائے اور مال لے لے۔"

وہ آدمی کہنے لگا:

"الله الذى لااله الاهو" اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی خدا نہیں۔!"

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ایسے کہو: "اللہ، واللہ، واللہ میں جو دعویٰ کر رہا ہوں وہ درست ہے۔"

آدمی نے ایسا ہی کہا۔ وہ کھڑا ہوا، اس کی ٹانگیں ڈگمگا گئیں، وہ گر پڑا اور اس کی موت واقع ہو گئی۔

رفاقتِ دین:

سیدنا امام حسین علیہ السلام سے طریقت میں بکثرت کلام لطیف اور اس کے رموز و معاملات منقول ہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اشفق الاخوان عليك دينك"

"تمہارے لئے سب سے زیادہ رفیق و مہربان تمہارا دین ہے۔"

اس لئے کہ بندے کی نجات دین کی پیروی میں ہے اور اس کی ہلاکت اس کی مخالفت میں ہے۔ صاحب عقل و خرد وہی شخص ہے جو مہربان کے حکم کی پیروی کرے، ان کی شفقت کو ملحوظ رکھے اور کسی حالت میں اس کی متابعت سے روگردانی نہ کرے۔ برادر مشفق وہی ہوتا

Marfat.com

ہے جو اس کی خیر خواہی کرے اور شفقت و مہربانی کا دروازہ بند نہ کرے۔

رزق راستے میں:

ایک روز ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا:

"اے فرزند رسول! میں ایک مفلس و نادار شخص ہوں۔ میں صاحب اہل و عیال ہوں۔ مجھے اپنے پاس سے رات کے کھانے میں سے کچھ عنایت فرمایئے۔؟"

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"بیٹھ جاؤ! میرا رزق ابھی راہ میں ہے۔"

کچھ دیر بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے دیناروں کی پانچ تھیلیاں آئیں۔ ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے۔ لانے والوں نے عرض کیا:

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معذرت خواہ ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ فی الحال انکو اپنے خدام پر خرچ فرمائیں۔ مزید پھر حاضر کیے جائیں گے۔"

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس نادار مفلس شخص کی طرف اشارہ فرمایا اور پانچوں تھیلیاں اسے عنایت کرتے ہوئے معذرت کی:

"تمہیں بہت دیر انتظار کرنا پڑا۔ صرف اتنا ہی کمتر عطیہ تھا، اگر میں جانتا کہ اتنی قلیل مقدار ہے تو تمہیں انتظار کی زحمت نہ دیتا مجھے معذور سمجھنا۔ ہم تو اہل ابتلاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم نے تو تمہاری دنیاوی ضرورتوں کو چھوڑ کر اپنی راحتوں کو فنا کر دیا ہے۔"

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 3:

حضرت سجاد زین العابدین رضی اللہ عنہ

کشف حقائق:

آئمہ اہل بیت اطہار میں سے وارث نبوت' چراغ امت، سید مظلوم زین العباد' شمع اوتاد، سیدنا ابوالحسن علی المعروف بہ زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ آپ اپنے زمانہ میں زاہد و عبادت گزار اور کشف حقائق و دقائق میں مشہور ہیں۔

سعید ترین انسان:

کسی نے آپ سے دریافت کیا:

"دنیا آخرت میں سب سے زیادہ نیک بخت و سعید کون شخص ہے۔؟"

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"من اذا رضی لم یحمله رضاه علی الباطل و اذا سخط لم یخرجه سخطه من الحق"

"وہ شخص جب راضی ہو تو اس کی رضا اسے باطل (کفر و گناہ) پر آمادہ نہ کرے اور جب ناراض ہو تو اس کی ناراضگی اسے حق سے نہ ہٹنے دے۔"

یہ وصف راست رو لوگوں کے اوصاف کمال میں سے ہے۔ اس لئے کہ باطل سے راضی ہونا بھی باطل ہے اور غصہ کی حالت میں حق کو ہاتھ سے چھوڑنا بھی باطل ہے۔ مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو باطل میں مبتلا کرے۔

صبح و شام:

میدان کربلا میں جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل و عیال اور رفقاء سمیت شہید کر دیا گیا اور حضرت زین العابدین کے سوا مستورات حرم کا محافظ و نگہبان کوئی نہ بچا۔ آپ اس وقت بیمار و علیل تھے۔ چنانچہ اہل بیت اطہار کو اونٹوں کی ننگی پشت پر سوار کر کے دمشق لے جایا گیا۔ یزید بن امیر معاویہ (علیه ما یستحقه اخزاه الله دون ابیه) کے دربار میں کسی نے آپ سے پوچھا:

Marfat.com

"کیف اصبحت یاعلی ویااھل بیت الرحمۃ"

"اے علی! اے رحمت کے گھر والو! کس حال میں ہو۔؟"

آپ نے فرمایا:

"اصبحنا من قومنا بمنزلۃ قوم موسیٰ من ال فرعون یذبحون ابناء ھم ویستحبون نساء ھم فلاندری صباحنا من مساء نا من حقیقۃ بلاء نا"

"ہماری حالت اپنی قوم کے ہاتھوں ایسی ہے جیسے حضرت موسیٰ کی قوم کی حالت فرعونیوں کے ہاتھوں ہوئی تھی کہ وہ ان کے فرزندوں کو قتل کرتے اوران کی عورتوں کو چھوڑ دیتے تھے۔لہٰذا ہم جانتے ہیں کہ اس امتحان گاہ میں ہماری صبح ہماری شام کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھے گی۔؟ ہم خدا کی نعمتوں پر شکر بجالاتے ہیں اوراس کی ڈالی ہوئی مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں۔"

شانِ زین العابدین:

ایک سال ہشام بن عبدالملک بن مروان حج کے لئے آیا، وہ طواف کعبہ کررہا تھا اور چاہتا تھا کہ حجراسود کو بوسہ دے لیکن اژدھام میں وہاں پہنچنے کی راہ نہ ملتی تھی۔جب وہ منبر پر خطبہ دینے کھڑا ہوا تو حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں اس جاہ وجلال سے داخل ہوئے کہ آپ کا چہرہ درخشاں، رخسار مبارک تاباں اور لباس مبارک معطر تھا۔جب آپ طواف کرتے ہوئے حجراسود کے قریب پہنچے تو آپ کے احترام و تعظیم میں حجراسود کے گرد سے تمام لوگ ہٹ کر کھڑے ہو گئے تا کہ آپ حجراسود کو بوسہ دے سکیں۔

شامیوں نے جب آپ کی یہ شان وشوکت دیکھی تو وہ ہشام سے کہنے لگے:

"اے امیر المومنین! لوگوں نے تمہیں حجراسود کو بوسہ دینے کی راہ نہیں دی باوجود یہ کہ تم امیر المومنین تھے، لیکن اس خوبرو نوجوان کے آتے ہی سب لوگ حجراسود کے پاس سے ہٹ گئے اورانہیں راستہ دے دیا۔"

ہشام نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا:

"میں نہیں جانتا کہ یہ شخص کون ہے۔؟"

Marfat.com

اس انکار کا مقصد یہ تھا کہ شامی لوگ انہیں پہچان نہ سکیں اور کہیں ان کی پیروی اختیار نہ کرلیں جس سے اس کی عمارت خطرے میں پڑ جائے۔ فرزدق شاعر اس وقت وہیں کھڑا تھا۔ اس اہانت سے اس کی غیرت ایمانی جوش میں آئی اور بانگ دہل کہنے لگا:

"میں انہیں خوب جانتا ہوں۔"

شامیوں نے پوچھا:

"اے ابوفراش! بتاؤ یہ کون ہے۔؟ اس سے بڑھ کر پر وقار اور دبدبہ والا نوجوان ہم نے نہیں دیکھا۔"

فرزدق شاعر نے کہا:

"کان کھول کر سن لو۔ میں ان کے اوصاف بتاتا ہوں اور ان کے نسب کو بیان کرتا ہوں۔"

اس کے بعد فی البدیہہ یہ قصیدہ موزوں کر کے پڑھا:

هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْاَتَهٗ
وَالْبَیْتُ یَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

"یہ وہ شخص ہے جس کے نشان قدم کو اہل حرم پہچانتے ہیں۔ خانہ کعبہ اور حل وحرم اسے جانتے ہیں۔"

هٰذَا ابْنُ خَیْرِ الْعِبَادِ کُلِّهِمْ
هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

"یہ خدا کے بندوں میں سے بہترین بندے کا فرزند ہے۔ سب سے زیادہ متقی، پاک وصاف اور بے داغ نشان والا ہے۔"

هٰذَا ابْنُ فَاطِمَ الزَّهْرَاءِ اِنْ کُنْتَ جَاهِلَهٗ
بِجَدِّهٖ اَنْبِیَاءُ اللّٰهِ قَدْ خُتِمُوْا

"اگر تو نہیں جانتا تو سن یہ فاطمۃ الزہرا کا جگر گوشہ ہیں اور ان کے نانا پر اللہ نے نبیوں کا سلسلہ ختم فرمایا ہے۔"

یُغْضِیْ نُوْرُ الدُّجٰی عَنْ نُوْرِ طَلْعَتِهٖ

Marfat.com

كَالشَّمْسِ يَنْجَابُ عَنْ اِشْرَاقِهَا الظُّلَمُ

''ان کی منور پیشانی سے نورِ ہدایت اس کی طرح جلوہ فگن ہے جیسے آفتاب کی روشنی سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔''

يُغْضِيْ حَيَاءً وَيُغْضٰى مِنْ مَهَابَتِهٖ
فَمَا يُكَلَّمُ اِلَّا حِيْنَ يَبْتَسِمُ

''یہ اپنی آنکھیں حیاء سے نیچی رکھتے ہیں اور لوگ ہیبت سے ان کی طرف آنکھیں اونچی نہیں کر سکتے اور جب یہ بات کریں تو منہ سے پھول جھڑیں۔''

اِذَا رَاٰتْهُ قُرَيْشٌ قَالَ قَائِلُهَا
اِلٰى مَكَارِمِ هٰذَا يَنْتَهِي الْكَرَمُ

''جب کوئی قریش انہیں دیکھتا ہے تو وہ بول اٹھتا ہے کہ ان پر تمام خوبیاں تمام ہو چکی ہیں۔''

يَنْمِيْ اِلٰى ذُرْوَةِ الْعِزِّ الَّتِيْ قَصُرَتْ
عَنْ نَيْلِهَا عَرَبُ الْاِسْلَامِ وَالْعَجَمُ

''یہ عزت و منزلت کی ایسی بلندی پر فائز ہیں کہ عرب و عجم کا کوئی مسلمان ان سے ہمسری نہیں کر سکتا۔''

مَنْ جَدُّهٗ دَانَ فَضْلُ الْاَنْبِيَاءِ لَهٗ
وَفَضْلُ اُمَّتِهٖ دَانَتْ لَهُ الْاُمَمُ

''ان کے نانا تمام نبیوں سے افضل اور ان کی امت تمام امتوں سے افضل ہے اور تو بھی ان کی امت کا ایک فرد ہے۔''

يَكَادُ يُمْسِكُهٗ عِرْفَانُ رَاحَتِهٖ
رُكْنُ الْحَطِيْمِ اِذَا مَا جَاءَ يَسْتَلِمُ

''جب یہ حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے قریب ہوں تو ممکن ہے کہ وہ ان کی انگلیوں کی راحت کو پہچان کر انہیں تھام لے۔''

فِيْ كَفِّهٖ خَيْزُرَانٌ رِيْحُهٗ عَبِقٌ

Marfat.com

مِنْ كَفِّهِ اَرْوَعَ فِي عِرْنِيْنِهِ شَمَم

"ان کے دست مبارک میں چھڑی ہے جس کی خوشبو دلنواز ہے اور ان کی ہتھیلی کی خوشبو ہر طرف پھیل رہی ہے۔"

سَهْلُ الْخَلِيْقَةِ لَا يَخْفٰى بَوَادِرُه

يَزِيْنُهٗ اِثْنَانِ حُسْنُ الْخُلْقِ وَالشِّيَم

"یہ نرم خو ہیں، خفگی وغصہ کا ان سے کوئی اندیشہ نہیں اور یہ اپنی دو خوبیوں سے یعنی حسن اخلاق اور پاکیزہ خصلت سے آراستہ ہیں۔"

مُشْتَقَّةٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِنَبْعَتِهٖ

طَابَتْ عَنَاصِرُهٗ وَالْخِيْمُ وَالشِّيَم

"ان کے اوصاف حمیدہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہیں۔ ان کے عناصر اور ان کی خوشبو پاکیزہ ہے۔"

فَلَيْسَ قَوْلُكَ مَنْ هٰذَا بِضَائِرِهٖ

اَلْعَرَبُ تَعْرِفُ مَنْ اَنْكَرْتَ وَالْعَجَم

"اے ہشام! تیرا انکار کرنا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ انہیں تو عرب و عجم سب پہچانتے ہیں۔"

كِلْتَا يَدَيْهِ غِيَاثٌ عَمَّ نَفْعُهُمَا

تَسْتَوْكِفَانِ وَلَا يَعْرُوْهُمَا الْعَدَم

"ان کے دونوں ہاتھ سخی ہیں جن کا فیض بارش کی مانند ہے۔ ان کی بخشش ہر وقت جاری ہے حتیٰ کہ تنگدستی میں بھی ختم نہیں ہوتی۔"

عَمَّ الْبَرِيَّةَ بِالْاِحْسَانِ فَانْقَشَعَتْ

عَنْهَا الْغَيَابَةُ وَالْاِمْلَاقُ وَالظُّلَم

"خدا کی تمام مخلوق پر ان کا احسان عام ہے جس سے گمراہی، تنگدستی و زیادتی پراگندہ ہو کر رہ گئے ہیں۔"

لَا يَسْتَطِيْعُ جَوَادٌ بُعْدَ غَايَتِهِمْ

Marfat.com

وَلَا یُدَانِیْهِمْ قَوْمٌ وَّاِنْ كَرُمَ

''کسی سخی کی سخاوت ان کی بخشش کی حد تک نہیں پہنچ سکتی اور کوئی قوم ان کے برابر نہیں پہنچ سکتی، اگرچہ شمار میں کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔''

هُمُ الْغُوثُ اِذَا مَا اَزْمَةٌ اَزَمَتْ
وَالْاُسْدُ الشَّرِی وَالنَّاسُ مُحْتَدِمُ

''یہ حضرت قحط سالی کے زمانہ میں بارش کی مانند سیراب کرتے ہیں۔ یہ شیر ببر ہیں جبکہ لوگ جنگ کی بھٹی میں جل رہے ہیں۔''

مِنْ مَعْشَرٍ حُبُّهُمْ دِیْنٌ وَبُغْضُهُمْ
كُفْرٌ وَقُرْبُهُمْ مَنْجًا وَمُعْتَصِمُ

''یہ اس گروہ سے ہیں جن سے محبت کرنا دین اور ان سے بغض رکھنا کفر کی نشانی ہے۔ ان سے وابستہ رہنا نجات اور پناہ دینے والا ہے۔''

اِنْ عُدَّ اَهْلُ التُّقٰی كَانُوا اَئِمَّتَهُمْ
وَقِیْلَ مَنْ خَیْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ قِیْلَ هُمُ

''اگر تمام اہل تقویٰ کو جمع کیا جائے تو یہ ان سب کے امام ہوں گے۔ اگر اہل زمین سے اچھے لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے تو سب کہیں گے کہ یہی ہیں۔''

سِیَّانِ ذٰلِكَ اِنْ اَثْرُوْا وَاِنْ عَدِمُوْا
لَا یَنْقُصُ الْعُسْرُ بَسْطًا مِّنْ اَكُفِّهِمِ

''ان کے لئے تونگری و مفلسی دونوں برابر ہیں۔ تنگدستی ان کے ہاتھوں کی فراخی کو کم نہیں کرتی۔''

اَللّٰهُ فَضَّلَهٗ كَرَمًا وَّشَرَّفَهٗ
جَرٰی لَهٗ فِی اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

''اللہ نے انہیں فضیلت دی، ان کو شرافت و بزرگی سے نوازا اور لوح وقلم میں ان کے لئے یہی حکم نافذ ہو چکا ہے۔''

Marfat.com

مُقَدَّم بَعْدَ ذِکْرِ اللّٰہِ ذِکْرُھُمْ
فِیْ کُلِّ بَدْءٍ مَخْتُوْم بِہٖ الْکَلِمْ

''ان کا ذکر، ذکر خدا کے بعد مقدم ہے۔ ہر میدان میں ان کے کلمات ثبت ہیں۔''

اَیُّ الْقَبَائِلِ لَیْسَتْ فِیْ رِقَبِھِمْ
اِمَّا لِاَبَائِہٖ ھٰذَا اَوْلَہٗ اِنْعَم

''وہ کونسا قبیلہ ہے جس کی گردنوں پر ان کا اور ان کے آباءواجداد کے احسان کا بوجھ نہیں ہے۔؟''

مَنْ یَّعْرِفُ اللّٰہَ یَعْرِفُ اَوَّلِیَّتَہٗ
وَالدِّیْنُ مِنْ بَیْتِ ھٰذَا نَالَہُ الْاُمَمْ

''جسے خدا کی معرفت ہے وہ ان کی برتری کو پہچانتا ہے۔ چونکہ ان کے گھر سے دین ساری امت کو پہنچا ہے۔''

فرزدق شاعر نے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی منقبت میں اشعار کہنے کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت اطہار کی تعریف وتوصیف میں اور بھی اشعار کہے جس پر ہشام بہت برافروختہ ہوا اور فرزدق کو گرفتار کر کے عسفان کے جیل خانہ میں قید کر دیا جو کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو فرزدق کی جراتِ ایمان کی تحسین فرمائی اور دلجمعی کے لئے بارہ ہزار درہم و دینار اس پیغام کے ساتھ بجھوائے:

''ہمیں معذور سمجھنا۔ اگر اس سے زیادہ ہمارے پاس ہوتے تو اس میں بھی دریغ نہ کرتے۔''

فرزدق نے وہ مال واپس کرتے ہوئے عرض کیا:

''اے فرزند رسول! میں نے بادشاہوں اور امیروں کی شان میں بکثرت قصیدے کہے ہیں اگر ان کے کفارہ میں کچھ اشعار فرزندانِ رسول کی محبت میں

Marfat.com

عرض کر دیئے تو کیا کمال کیا ہے۔؟ میں نے اپنی ایمانی غیرت کا ثبوت دیا ہے کسی مال ومنال کی طمع میں نہیں کیا ہے۔ اس کا اجر خدا سے ہی چاہتا ہوں اور خدا کے رسول کے اہل بیت سے محبت ودوستی کا طلب گار ہوں۔"

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو جب یہ پیغام پہنچا تو آپ نے وہ رقم واپس کر کے کہلوایا:

"اے ابوالفراش! اگر تم ہم سے محبت رکھتے ہو تو جو ہم نے بھیجا ہے اس کو قبول کر لو! کیونکہ ہم نے رضائے الٰہی کے لئے اسے اپنی ملکیت سے نکال کر تمہارے ملکیت میں دے دیا ہے۔"

اس وقت فرزدق شاعر نے وہ عطیہ لے لیا اور احسان مندی کا اظہار کیا۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف اس سے کہیں زیادہ ہے۔ جتنی کی جائے کم ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 4:

حضرت امام ابو جعفر محمد باقر صادق رضی اللہ عنہ

نام وکنیت:

آئمہ اہل بیت اطہار میں سے طریقت میں دلیل وحجت، ارباب مشاہدہ کے برہان، امام اولادِ نبی، برگزیدہ نسلِ علی، سیدنا امام ابو جعفر محمد صادق بن علی بن حسین بن علی مرتضٰی المقلب بہ الامام باقر رضی اللہ عنہم ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔

علوم کی باریکیاں:

علوم کی باریکیوں، کتاب الٰہی کے رموز واشارات اور اس کے لطائف واضح طور پر بیان کرنے میں آپ کو کمال دسترس تھی۔ آپ کی کرامتیں اور دلائل قاطعہ زبان زد خاص وعام ہیں۔

Marfat.com

قتل کی سازش:

بادشاہ وقت نے آپ کو شہید کرنے کے ارادے سے کسی کے ذریعہ سے بلوایا۔ جب آپ اس کے قریب پہنچے تو وہ معذرت کرنے لگا اور تحائف پیش کر کے عزت و احترام کے ساتھ واپس کیا۔ درباریوں نے حیرت و تعجب سے پوچھا:

"آپ نے تو انہیں شہید کرنے کے لئے بلایا تھا لیکن سلوک اس کے برعکس کیا ہے؟"

بادشاہ نے جواب دیا:

"جب وہ میرے قریب آئے تو میں نے دو شیروں کو ان کے دائیں اور بائیں کھڑے دیکھا۔ وہ زبان حال سے گویا تھے کہ اگر تو نے امام کے ساتھ بدسلوکی کی تو ہم تجھے مار ڈالیں گے۔"

اصل طاغوت:

منقول ہے کہ آپ نے آیت کریمہ: "فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰه" (جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان رکھا) کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے:

"مَنْ شغلك عن مطالعة الحق فهو طاغوتك"

"جو تجھے حق تعالیٰ کے مطالعہ سے غافل کرے وہی تیرا طاغوت ہے۔"

اے طالب حق! اب تمہیں یہ دیکھنا چاہئے کہ کون سی چیز حجاب بن رہی ہے جو معرفت الٰہی میں مانع ہے اور یادِ خدا سے تمہیں غافل بنا رہی ہے، اسے ترک کر دو تا کہ مکاشفہ ربانی حاصل ہو اور کوئی حجاب و مانع درمیان میں حائل نہ رہے۔ کیونکہ کسی ممنوع و محجوب شخص کو زیب نہیں دیتا کہ وہ قرب کا دعویٰ کرے۔

بارگاہِ الٰہی میں مناجات:

امام ابو جعفر محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص بیان کرتے ہیں کہ جب رات کا ایک پہر گزر جاتا اور آپ درود و وظائف سے فارغ ہو جاتے تو بلند آواز سے مناجات کرتے اور کہتے:

"اے میرے خدا! اے میرے مالک! رات آگئی ہے۔ اب بادشاہوں کا

تصرف واختیار ختم ہو چکا ہے۔ آوازیں سکوت میں ڈوب چکی ہیں۔ خلقت لوگوں کے دروازوں سے جا چکی ہے۔ بنوامیہ بھی محوِ خواب ہیں۔ انہوں نے اپنے خزانوں کو مقفل کر کے پہرے دار کھڑے کر دیئے ہیں۔ جو لوگ ان سے طمع لالچ رکھتے تھے وہ بھی ان سے دور ہو چکے ہیں۔ اے خدا! تو زندہ و پائندہ، دیکھنے اور جاننے والا ہے۔ تیرے لئے خواب و بیداری برابر ہے۔ جو تجھے ایسا نہ جانے وہ کسی نعمت کا مستحق نہیں ہے۔ اے خداوند کریم! تجھ کو کوئی چیز کسی سے روک نہیں سکتی اور رات ودن تیری بقا میں اثر انداز نہیں ہوتے۔ تیری رحمت کے دروازے ہر دعا کرنے والے کے لئے کھلے ہوئے ہیں اور تیرے خزانے تیری حمد وثناء کرنے والوں کے لئے وقف ہیں۔ تو ایسا مالک حقیقی ہے کہ کسی سائل کو محروم رکھنا تیری شایانِ شان نہیں ہے۔ تو ہر مومن کی دعا قبول فرماتا ہے۔ کسی کی دعا رد نہیں کرتا اور زمین و آسمان میں کسی سائل کو محروم نہیں رکھتا۔ اے میرے خدا! جب موت، قبر، حساب اور حشر کو یاد کرتا ہوں تو دنیا میں یہ دل کسی طرح چین و قرار نہیں پاتا۔ لہٰذا جو بھی حاجت مجھے لاحق ہوتی ہے میں تجھ سے ہی عرض کرتا ہوں اور تجھی کو فریاد رس جان کر تجھی سے مانگتا ہوں۔ اب میری عرض یہ ہے کہ بوقتِ موت، عذاب سے محفوظ رکھنا اور بوقتِ حساب بے عتاب راحت عطا فرمانا۔"

وجہ گریہ زاری:

آپ کا یہ معمول تھا کہ اس دعا میں تمام رات گزار دیتے اور برابر آہ و فغاں میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ کے خادم خاص کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے عرض کیا:

"اے میرے اور میرے ماں باپ کے آقا! یہ گریہ وزاری کا اور سینہ فگاری کا سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔؟"

آپ نے فرمایا:

"اے دوست! حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک فرزند حضرت یوسف علیہ

Marfat.com

السلام نظروں سے روپوش ہوئے تھے اس پر وہ اتنا روئے تھے کہ ان کی آنکھوں کی بصارت جاتی رہی تھی اور آنکھیں سفید ہو گئی تھیں مگر میرے والد ماجد کے خاندان کے 18 نفوس حضرت امام حسین کی رفاقت میں میدان کربلا کے اندر گم ہوئے ہیں۔ یہ غم کیا اس سے کچھ کم ہے۔؟ میں ان کے غم و فراق میں اپنے رب کے حضور فریاد کر کے کیوں آنکھیں سفید نہ کروں۔؟"

ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں محمد بن علی کے ساتھ مسجد نبوی میں تھا کہ منصور اور داؤد بن سلیمان داخل ہوئے اور یہ واقعہ خلافت بنی عباس سے پہلے کا ہے۔ داؤد حضرت باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا:

"منصور کو یہاں آنے سے کیا مانع ہے۔؟"

عرض کیا گیا:

"اس کے مزاج میں ذرا الگ الگ رہنا ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کچھ زیادہ دن نہ گزریں گے کہ یہ شخص حکومت کی باگ ہاتھ میں لے گا، لوگوں کی گردن کو روندے گا، مشرق و مغرب کا مالک ہو جائے گا اور اس میں اس کی عمر طویل ہو گی۔ اتنے خزانے جمع کر لے گا کہ کسی نے جمع نہیں کیے۔"

داؤد نے منصور کو یہ خبر پہنچا دی تو منصور حاضر ہوا اور عرض کیا:

"مجھے آپ کی خدمت میں حاضر رہنے سے صرف آپ کا جلال ہی مانع ہوتا ہے اور کوئی چیز نہیں۔"

پھر وہ خبر جو داؤد نے بیان کی تھی پوچھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یہ تو ہونے والا ہی ہے۔"

منصور نے عرض کیا:

"کیا ہماری حکومت آپ لوگوں کی حکومت سے پہلے ہو گی۔"

فرمایا:

"ہاں!"

Marfat.com

عرض کیا:

''اور میرے بعد میری اولاد میں سے بھی کوئی مالک ہوگا۔''

آپ نے فرمایا:

''ہاں! ہاں!''

اس نے عرض کیا:

''تو بنی امیہ کی حکومت کی مدت زیادہ ہوگی یا ہماری حکومت کی۔؟''

ارشاد فرمایا:

''تمہاری اور تمہاری اولاد خلافت کو ایسا کھلونا بنالے گی جیسے گیند کو بناتے ہیں۔ یہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا تھا۔''

جب منصور کو خلافت پہنچی تو وہ اس ارشاد سے تعجب کیا کرتا تھا۔

آپ کی وفات مدینہ منورہ میں 117 ہجری میں ہوئی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے قبہ میں دفن کیے گئے۔ رضی اللہ عنہما۔

☆☆☆

فصل نمبر 5:

امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہما

یوسفِ سنت:

آئمہ اہل بیت اطہار میں سے یوسفِ سنت، جمالِ طریقت، معتمرِ معرفت، مزینِ صفوت سیدنا ابو محمد امام جعفر بن محمد صادق المقلب بہ امام باقر بن علی بن حسین بن علی مرتضٰی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

شمائل واقوال:

آپ کا حال بلند، سیرت پاکیزہ، ظاہر و باطن آراستہ و پیراستہ اور شمائل و خصائل شتہ و منور تھے۔ آپ کے اشارات تمام علوم میں خوبی اور رقت کلام کی بنا پر مشہور ہیں اور آپ مشائخ طریقت میں باعتبارِ لطائف و معانی معروف ہیں جن سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

Marfat.com

معرفتِ الٰہی اور اس کی علامات:

آپ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

''من عرف اللّٰہ اعرض عما سواہ''

''جسے اللہ کی معرفت حاصل ہوگئی وہ اللہ کے علاوہ ہر ایک سے کنارہ کش ہوگیا۔''

اس لئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے واصل ہو جاتا ہے اس کے دل میں کسی غیر کی کوئی قدر و منزلت باقی نہیں رہتی۔

دراصل اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے غیر سے دست کش ہونے ہی کا نام ہے اور اسی علیحدگی سے ہی معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ جب تک غیر اللہ سے لگاؤ اور تعلق رہے گا آدمی معرفتِ الٰہی سے محروم ہی رہے گا۔ چنانچہ عارف باللہ مخلوق اور اس کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے اور اس کا دل ماسوئی اللہ سے جدا ہو کر اللہ کے ساتھ واصل ہو جاتا ہے۔ اس کے دل میں مخلوق کی کوئی قدر و منزلت نہیں رہتی، نہ وہ کسی حال میں ان کی طرف التفات کرتا ہے اور نہ ان سے کوئی علاقہ رکھتا ہے۔

توبہ و عبودیت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی ارشاد ہے:

''لا تصح العبادۃ الا بالتوبتہ لان اللّٰہ تعالیٰ قدم التوبۃ علی العبادۃ قال اللّٰہ تعالیٰ التائبون العابدون''

''توبہ کے بغیر عبادت صحیح نہیں ہوتی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''توبہ کرنے والے ہی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں۔''

کیونکہ توبہ مقامات کی ابتداء اور عبودیت (عبادت) اس کی انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب گنہگار بندوں کا ذکر فرمایا تو توبہ کے حکم سے یاد کیا۔ چنانچہ فرمایا:

''توبوا الی اللّٰہ جمیعا ایھا المومنون''

''اللہ کی بارگاہ میں تمام گناہوں سے توبہ کرو اے مسلمانو!

Marfat.com

لیکن اللہ تعالیٰ نے جب اپنے حبیب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرمایا تو عبودیت وبندگی سے یاد کیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

"فاوحی الی عبدہ ما اوحی"

"اللہ نے اپنے بندہ خاص پر جو ہی چاہی نازل فرمائی۔"

اتباعِ سنت اور نسب ونسبت:

ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جعفر صادق کی خدمت میں آئے اور عرض کیا:

"اے فرزند رسول! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔؟ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اے ابو سلیمان! تم اپنے زمانہ کے مشہور عابد و زاہد ہو، تمہیں میری نصیحت کی حاجت ہی کیا۔؟"

انہوں نے عرض کیا:

"اے فرزند رسول! آپ کی ساری مخلوق پر فضیلت حاصل ہے اور آپ پر سب کو نصیحت فرمانا واجب ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اے ابو سلیمان! میں ہمیشہ اس بات سے خائف رہتا ہوں کہ کل روز قیامت میرے جد کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اس پر میری گرفت نہ فرمائیں کہ تم نے کیوں میری اتباع کا حق ادا نہ کیا۔ کیونکہ اتباع نبوی کا تعلق نہ نسب صحیح سے ہے اور نہ نسبت قوی سے، بلکہ پیروی کرنے سے ہی متعلق ہے۔"

یہ سن کر حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ رو کر عرض کرنے لگے:

"خداوند! جس شخص کا خمیر نبوت کی خاک سے ہے، جس کی طبع نشوونما اپنے جد کریم علیہ السلام کے برہان وحجت کے اصول سے ہے اور جس کی مادر معظمہ بتول الزہرا ہیں، وہی جب بذاتِ خود اسی حیرانی وپریشانی میں ہیں تو داؤد کس گنتی وشمار میں ہے؟ وہ زہد وورع پر کیسے بھروسہ کر سکتا ہے۔؟"

Marfat.com

اللہ ورسول کی بارگاہ:

ایک دن حضرت امام جعفر صادق اپنے غلاموں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔آپ نے ان سے فرمایا:

"آؤ! ہم سب مل کر عہدہ پیان کریں کہ ہم میں سے جو بخشا جائے گا تو وہ روز قیامت دوسرے کی شفاعت کرے گا۔"

تمام غلام عرض کرنے لگے:

"اے فرزند رسول! آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت ہے۔؟ آپ کے جد کریم علیہ السلام تو خود ساری مخلوق کے شفیع ہوں گے۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میں اپنے رب تعالیٰ پر شرم سار ہوں اور روز قیامت اپنے جد کریم علیہ السلام کے روبرو کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔"

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کیفیت اپنے نفس کی عیب گیری پر مبنی تھی، کیونکہ یہ صفت اوصاف کمال سے متعلق ہے اور اس صفت پر خدا کے تمام مقبول بندے ہیں خواہ وہ انبیاء ومرسلین ہوں یا اولیاء واصفیاء۔حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اذا اراد اللہ بعبدہ خیر اابصرہ بعد رب نفسہ"

"اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے پر بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو اس کے نفس کے عیوب دکھا دیتا ہے۔"

جو بندہ بارگاہِ صمدیت میں تواضع وبندگی سے سر جھکاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہان میں سربلند رکھتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 4

اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم

Marfat.com

فصل نمبر 1:

فضائل اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم

علیحدگی سے منع فرمانا:

امتِ مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی ایک جماعت مسجد نبوی میں ہمہ وقت مصروفِ عبادت رہتی تھی اور انہوں نے کسب معاش سے کنارہ کشی اختیار کر رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف خصوصی توجہ فرمانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

"ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ"

"جو لوگ دن رات اپنے رب کی عبادت کرتے اور اس کی رضا چاہتے ہیں آپ ان پر توجہ خاص مبذول فرمائیں۔"

جنت میں رفاقتِ رسول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اصحاب صفہ کی طرف ہوا تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ فقر و مجاہدے کے باوجود خوش وخرم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"اے اصحاب صفہ! تم کو اور امت کے ہر اس شخص کو جو تمہاری صفت پر خوش دلی سے قائم ہو بشارت دی گئی ہے کہ جنت میں میرے رفقاء ہو گے۔"

خیر القرون:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرتبہ صحابیت میں یکساں ہیں اور ان کا زمانہ سب زمانوں سے ہر لحاظ سے افضل تھا۔ درحقیقت صحابہ کرام کا زمانہ ہی خیر القرون تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے سرفراز فرمایا اور ان کے دلوں کو تمام عیبوں سے محفوظ رکھا تھا۔

Marfat.com

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم"

"سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، اس کے بعد وہ زمانہ جو اس سے متصل ہے اور پھر وہ جو اس کے بعد آئیگا۔"

السابقون الاولون:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"السابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان"

"سب سے پہلے ایمان میں سبقت کرنے والے مہاجرین وانصار ہیں اور وہ لوگ جو بھلائی کے ساتھ ان کے بعد ایمان لائے۔"

شیخ عبدالرحمٰن کی کتاب:

اگر تمام اصحاب صفہ کے اسماء بیان کیے جائیں تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی۔ شیخ ابوعبدالرحمٰن بن الحسین سلمی رحمہ اللہ جو مشائخ عظام کے کلام اقوال کے جامع وناقل ہیں، نے ایک کتاب خاص اہل صفہ کے لئے تصنیف فرمائی جس میں ہر ایک کے مناقب وفضائل اور اسماء گرامی ان کی کنیتوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ بیان کیے ہیں یہ کتاب قابل دید ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 2:

بعض اصحاب صفہ کا تذکرہ

سلمان فارسی:

دوسرے صحابی حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور محرم اسرار تھے۔

Marfat.com

ابوعبیدہ الجراح:

تیسرے صحابی حضرت ابوعبیدہ عمار بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں جو مہاجرو انصار کے جرنیل تھے اور رضائے الٰہی کے ہر وقت طالب۔ تھے۔

عمار بن یاسر:

چوتھے صحابی حضرت ابوالفیظان عمارہ بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں جو برگزیدہ اور محبوبانِ خدا کی زینت تھے۔

ابومسعود بن ہزلی:

پانچویں صحابی حضرت ابومسعور بن مسعود ہزلی رضی اللہ عنہ ہیں جو علم وحلم کے مخزن ہیں۔

عتبہ بن مسعود:

چھٹے صحابی حضرت عتبہ بن مسعود برادر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو پاک طینت اور درگاہ حرمت کے متمسک تھے۔

مقدان بن الاسود:

ساتویں صحابی حضرت مقدان بن الاسود رضی اللہ عنہ ہیں جو گوشتہ تنہائی کی راہ کے سالک اور ہر عیب وذلت سے کنارہ کشی کرنے والے تھے۔

ضباب بن الارث:

آٹھویں صحابی حضرت ضباب ابن الارث رضی اللہ عنہ ہیں جو مقامِ تقویٰ کی دعوت دینے والے اور بلاومصیبت پر راضی رہنے والے تھے۔

صہیب بن سنان:

نویں صحابی حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ ہیں جو درگاہِ رضا کے قاصد اور بارگاہِ بقا اندر فنا کے طالب تھے۔

عتبہ بن غزوان:

دسویں صحابی حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ ہیں جو سعادت کے موتی اور بحر

قناعت کے شناور ہیں۔

زید بن خطاب:

گیارہویں صحابی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ یہ دونوں جہان اور تمام مخلوق سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو کر رہ گئے۔

ابو کبشہ:

بارہویں صحابی حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور مشاہدات کی طلب میں مشقتیں جھیلنے والے تھے۔

ابو مرثد:

تیرہویں صحابی حضرت ابو مرثد الحصین عدوی رضی اللہ عنہ ہیں جو معزز اور تمام مخلوق سے منہ موڑ کر خدا کی طرف رجوع کرنیوالے تھے۔

حضرت سالم:

چودھویں صحابی حضرت سالم جو حضرت خذیفہ یمانی رضی اللہ عنہما کے مولی ہیں۔ وہ راہِ تواضع کی تعمیر کرنے والے اور حجت قطعیہ کی راہ طے کرنے والے تھے۔

عکاشہ بن الحصین:

پندرہویں صحابی حضرت عکاشہ بن الحصین رضی اللہ عنہ ہیں جو عذاب الٰہی سے ڈرنے والے اور گمراہی سے دور رہنے والے تھے۔

مسعود بن ربیع القاری:

سولھویں صحابی حضرت مسعود بن ربیع القاری رضی اللہ عنہ ہیں جو قبیلہ بنی قار کے سردار اور مہاجر وانصار کی زینت تھے۔

ابوذر غفاری:

سترھویں صحابی حضرت ابوذر بن جنادہ غفاری رضی اللہ عنہ ہیں جن کا زہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند تھا اور جو دیدار الٰہی کے مشتاق تھے۔

Marfat.com

عبداللہ ابن عمر:

اٹھارویں صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام قول و فعل کے محافظ اور ہر خوبی سے متصف تھے۔

صفوان بن بیضاء:

انیسویں صحابی حضرت صفوان بن بیضاء رضی اللہ عنہ ہیں جو مقام استقامت پر قائم اور متابعت شریعت پر گامزن تھے۔

ابو الدرداء:

بیسویں صحابی حضرت ابو الدرداء عویم بن عامر رضی اللہ عنہ ہیں جو صاحب ہمت اور ہر تہمت سے مبرا اور پاک تھے۔

ابو البابہ:

اکیسویں صحابی حضرت ابو البابہ بن عبدالمنذ ر رضی اللہ عنہ ہیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اور بارگاہ رجا سے تعلق رکھنے والے تھے۔

عبداللہ بن بدر جہنی:

بائیسویں صحابی حضرت عبداللہ بن بدر جہنی رضی اللہ عنہ ہیں جو کیمیائے بحرِ شرف اور توکل کے صدف موتی تھے۔

مسطح بن ثابت:

23: حضرت مسطح بن ثابت بن عباد بدری رضی اللہ عنہ کو بھی اصحاب صفہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

دیگر اہل صفہ:

24: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

25: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ۔

25: حضرت معاذن بن الحارث رضی اللہ عنہ۔

27: حضرت دستان رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

28: حضرت خلاب رضی اللہ عنہ۔

29: حضرت ثابت بن ودیعہ رضی اللہ عنہ۔

30: حضرت ابو عیسیٰ رضی اللہ عنہ۔

31: حضرت عیوم بن ساعد رضی اللہ عنہ۔

32: حضرت سالم بن عمر بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

33: حضرت ابو اللیث رضی اللہ عنہ۔

34: حضرت کعب بن عمر رضی اللہ عنہ۔

35: حضرت ذہب بن معقل رضی اللہ عنہ۔

36: حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ۔

☆☆☆

فصل نمبر 3:

سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

پیدائش:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ہجرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم سے تینتالیس سال قبل ہوئی۔

(داعی السماء، صفحہ 93-94، طبع بیروت لبنان)

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سراۃ میں پیداء ہوئے۔

(اسد الغابہ، جلد 2، صفحہ 9)(داعی السماء، صفحہ 93-94، طبع بیروت لبنان)

نام:

حضرت بلال بن رباح

(اسد الغابہ، جلد 2، صفحہ 9)

کنیت:

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ''ابو عبداللہ'' یا ''ابو حازن'' تھی۔

Marfat.com

ماں باپ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام ''رباح'' اور والدہ کا نام ''حمامہ'' تھا۔
(اسد الغابہ، جلد 2، صفحہ 9) (مدارج النبوۃ، جلد 2، صفحہ 1003)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ دینِ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر تھیں اور حبشیوں میں عالمہ، فاضلہ، عابدہ اور زاہدہ سمجھی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض فرنگیوں سے منقول ہے کہ انہوں نے درسِ توحید ام بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پڑھا۔
(داعی السماء، صفحہ 64، طبع بیروت لبنان)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''میں نے ایک بار اپنے ماں باپ کو رنگوں کے بڑے بڑے برتنوں کی بھاپ میں کام کرتے ہوئے چڑار نگنے والے احاطے میں دیکھا۔ میرے ماں باپ کی بے پناہ قوت کو اس طرح نچوڑا گیا تھا اور وہ اتنی گھٹ گئی تھی کہ جو عمر پوری جوانی کی ہونی چاہیے وہ ان کا بڑھاپا بن گئی۔ میری ماں کھانس رہی تھی اور وہ ہمیشہ کھانستی ہی رہتی تھی یہاں تک کہ کھانستے کھانستے ہی اس کی جان نکل گئی۔''

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والدین کے بارے میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''وہ بحیرۂ احمر کے اُس پار سے آئے ہوئے حبشی تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیسے غلام بنے۔ یہ بات انہوں نے کبھی نہیں بتائی۔ فراموشی کے باعث یہ قابلِ برداشت ہوگئی تھی، حالانکہ میری ماں نے ایک بار کہا تھا کہ گو میں غلام پیدا ہوا لیکن میرا نطفہ آزادی کی حالت میں ٹھہرا تھا۔ لہٰذا یہ مجھے معلوم تھا کہ میں اپنی زندگی کی سب سے زیادہ پراسرار حالت یعنی صورت حمل میں غلام نہیں تھا۔''

بھائی، بہن:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بھائی بھی تھا جس کا نام ''خالد'' تھا اور آپ کی

Marfat.com

ایک ''غفرہ'' نامی بہن بھی تھی جو ''عمر بن عبداللہ'' کے نکاح میں آئیں۔

حلیۂ اقدس:

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ کچھ اس طرح تھا:

''رنگ تیز گندمی تھا، آپ نحیف الجسم تھے، پنڈلیوں پر گوشت کم تھا اور قد طویل القامہ تھا۔

(اسد الغابہ، جلد 2، صفحہ 13)

''آپ کا قد نہایت طویل، جسم لاغر، رنگ نہایت گندم گوں بلکہ مائل بہ سیاہی، سر کے بال خمدار، گھنے اور اکثر سفید تھے۔''

(طبقات ابن سعد، القسم الاول، الجزء الثالث، صفحہ 17)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ تیز گندمی یعنی سیاہ تھا۔ جمہور کی رائے میں آپ ''حبشی مولدین'' میں سے تھے۔ نحیف الجسم اور طویل القامت تھے۔ آپ کی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح چمکتی تھیں۔ رخساروں پر گوشت کم تھا، سینہ کشادہ تھا، آواز بہت بلند اور بارعب تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر کثرت سے بال تھے لیکن داڑھی مبارک ہلکی تھی۔

غلاموں میں سب سے پہلے ایمان:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے وقت کل سات مسلمان تھے۔

مصائب ومشکلات:

امیہ بن خلف نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سستے داموں خریدا تھا۔ وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دن بھر کی مزدوری لیا کرتا تھا۔ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ ابدِ قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو انہی کے ہو کر رہ گئے۔ جسم کافر کا غلام تھا لیکن روح بلبلِ زلفِ مصطفیٰ کی اسیر تھی۔ وہ تمام دن اپنے مالک کا کام کرتے رہتے لیکن دل یادِ مصطفیٰ کی آماجگاہ بن چکا تھا۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی محبت و عشق میں مست تھے۔ رات دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گیت گاتے رہتے۔ ایک رات اپنے عشق کی وارفتگی میں بتوں کی مذمت اور توحید ورسالت کی باتیں کررہے تھے اور ایک بدبخت سن رہا تھا۔ اس نے صبح ہوتے ہی امیہ بن خلف کو سارا ماجرا سنادیا۔

امیہ یہ سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت تکلیفیں دینے لگا۔ ان کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ریت پر سیدھا لٹا کر ان کے سینے پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا تاکہ وہ حرکت نہ کرسکیں اور کہتا:

''اس حال میں مرجا! اور اگر زندگی چاہتا ہے تو اسلام سے ہٹ جا!''

مگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حالت میں بھی ''احد احد'' (معبود ایک ہی ہے، ایک ہی ہے) پکارتے تھے۔

بسا اوقات امیہ کا رویہ اور سخت ہوتا تو وہ آپ کو مکہ مکرمہ کے آوارہ لڑکوں کے حوالے کر دیتا، وہ لڑکے آپ کو گلی کوچوں میں چکر دیتے پھرتے اور یہ (حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے کہ ''احد احد'' (خدا ایک ہی ہے، ایک ہی ہے) پکارتے رہتے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ صرف دن کے وقت اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائی جاتیں تھیں بلکہ جب شام ہوتی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر اندھیرے میں رکھا جاتا اور حکم ہوتا کہ باری باری انہیں کوڑے مارے جائیں اور تا صبح ان سے مار کو موقوف نہ کیا جائے۔ کئی روز تک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مصیبتِ جانکاہ میں گرفتار رہے۔

حضرت عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''ایک دن میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو وہ ازلی بدبخت امیہ آپ کو ایذا دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

''بتوں پر ایمان لے آ! ورنہ...... جان سے ختم کردوں گا۔''

اس بدبخت کی اس بات کے جواب میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے:

Marfat.com

"میں تو بتوں سے بیزار ہوں (پھر میں بتوں پر ایمان کیسے لا سکتا ہوں)"

یہ سن کر اس خبیث امیہ کا غصہ اور تیز ہو جاتا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ آپ کے سینے پر چڑھ گیا اور دوزانوں بیٹھ کر زور سے آپ کا گلا دبانے لگا یہاں تک کہ آپ کی سانس بند ہوگئی اور بے حس وحرکت پڑے محسوس ہونے لگے۔ میں سمجھا کہ شاید آپ فوت ہو گئے ہیں۔

میں جس کام کو جا رہا تھا اُسے پورا کر کے واپس لوٹا تو تا حال آپ بے ہوش پڑے تھے۔ میرے آتے وقت اچانک آپ ہوش میں آئے تو اس ازلی بد بخت نے پھر کہا:

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! بتوں پر ایمان لے آ۔!!!"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ کہا، لیکن میں کچھ سمجھ نہ سکا، اس لیے کہ بوجہ ضعف ونقاہت آپ کی آواز بالکل نہ ہونے کے برابر تھی۔

اسی دوران حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ آپ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال دیکھ کر سخت مضطرب ہوئے۔ دوسرے دن بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی منظر دیکھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علیحدگی میں مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

"اے بلال! تمہارا مالک کافر ہے۔ اس کے سامنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک نہ لیا کرو اور اپنے محبوب کو دل میں یاد کر لیا کرو۔"

حضرت بلال نے جواب دیا:

"نہیں جناب صدیق! یہ میرے بس کا روگ نہیں۔"

رہی بات امیہ کے ظلم وستم کی تو اس کی مجھے قطعاً پرواہ نہیں، وہ مجھے شہید بھی کر ڈالے تو بھی میں باز نہیں آؤں گا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں روزمرہ کی طرح گرم چٹانوں تلے دبا امیہ کے کوڑے کھا رہا تھا اور وہ ہر کوڑے پر لات وعزیٰ (بتوں) کی عبادت پر مجبور کر رہا تھا کہ ادھر سے ورقہ بن نوفل کا گزر ہوا۔ وہ میرے منہ سے "اَحَدٌ اَحَدٌ" کی آواز سن کر رُک گئے اور انہوں نے باآواز

Marfat.com

بلند کہا:

"اے بلال! وہ (اللہ) واقعی ایک ہے۔"

پھر انہوں نے امیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"میں خدا کی قسم! کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو نے اسے مار ڈالا تو میں اس کی قبر پر درگاہ (دربار بناؤں گا اور گنبد) تعمیر کروں گا۔"

امیہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مختلف سزائیں دیتا اور آپ کو سزائیں اور تکالیف دے کر خوشی محسوس کرتا۔ وہ کسی بھی طریقے سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا دین منوانا چاہتا تھا۔ اسی لیے وہ آپ کو سزائیں دیتا رہتا کہ شاید یہ مان جائیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین میں سچے، پکے تھے، وہ کہاں بدلنے والے تھے۔

اسی طرح ایک دن امیہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکالیف دے رہا تھا اور ساتھ کہہ رہا تھا:

"تو محمد کا دین چھوڑ دے میں تجھے ایسی ایسی چیزیں دوں گا۔ مال و دولت دوں گا، اپنے سارے مال کا مالک بنا دوں گا، تو صرف محمد کا دین چھوڑ دو اور لات و عزیٰ کی عبادت کیا کر۔"

امیہ کی یہ بیہودہ باتیں سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"اَحَدٌ، اَحَدٌ اَنَا لَا اُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا

اَنَا كَافِرٌ بِالّلَاتِ وَالْعُزّٰى"

"اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہ ایک ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور میں لات و عزیٰ کو معبود ماننے (اور اُن کی عبادت کرنے) سے انکار کرتا ہوں۔"

(طبقات ابن سعد، القسم الاول، الجزء الثالث، صفحہ 165) (سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 2، صفحہ 774)

بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کثیر مال کے بدلے خرید کر آزاد کر دیا۔

Marfat.com

شعب ابی طالب:

کفار کی دیگر اذیتوں کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے تین سال شعب ابی طالب میں بھوک و دیگر تکلیفات میں بسر ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ لحہ بہ لحہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ رہے۔

اس تکلیف بھرے سالوں کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے بہت سے رشتہ دار بھوک اور فاقہ برداشت نہ کر سکے اور اسی لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھوک و فاقہ رفاقتِ رسولِ اکرم نہ چھوڑا سکا۔

چنانچہ موذنُ الرسول کے مصنف لکھتے ہیں:

"وَحُوصِرَ الْمُسْلِمُوْنَ فِي شُعَبِ اَبِيْ طَالِبٍ وَّكَانَ بِلَالٌ بَيْنَهُمْ وَتَرَكُوا الْجُوْعَ سَتَبْدِيْهِمْ وَبَقِيَ بِلَالٌ مُلَازِمًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بَشَاطِرَهُ مَا يُقَاسِيْهِ مِنَ الشِّدَّةِ وَالْجُوْعِ"

(موذنُ الرسول، صفحہ 34)

"مسلمانوں کو شعبِ ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی محصورین میں شامل تھے۔ تمام محصورین بھوک سے دوچار ہوئے، لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت میں رہے، آپ کو ہر سختی و بھوک میں ہر طرح کی راحت کے سامان ہمت کے مطابق پہنچاتے رہے۔"

اسی دوران حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھوک سے سخت نڈھال ہو گئے، یہاں تک کہ آپ کا شکمِ اطہر پیٹھ سے جا ملا، آنکھیں اندر کو دھنس گئیں اور ہڈیاں صاف نظر آنے لگیں۔ لیکن اس کے باوجود حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش بلکہ نازاں تھے کہ انہیں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم سے تنہائی کی راتیں اور تنہائی کے دن یک

Marfat.com

جارہنے میں نصیب ہو رہے ہیں۔

ہجرتِ بلال:

جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے دیکھا کہ اہلِ مکہ نے مسلمانوں پر ظلم وستم کی حد کر دی ہے اور اُدھر اہلِ مدینہ نے آپ ﷺ کو اپنے ہاں بار بار دائمی قیام کی دعوت پیش کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فرمایا:

''اِنَّ اللّٰہَ قَدْ جَعَلَ لَکُمْ اِخْوَانًا وَّدَارًا تَاْمَنُوْنَ بِھَا فَھَاجِرُوْا''

''بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سب کو بھائی بھائی بنایا ہے اور ایک گھر میں ٹھہرایا، تم وہاں امن وسلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرو گے، اسی لیے اس کی طرف ہجرت کر جاؤ۔''

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم سن کر اپنے دوستوں حضرت عمار، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا:

''مَاھَاجِرُوْ لَیْلَۃً''

''آنے والی رات کو میں تو ہجرت کر کے چلا جاؤں گا۔''

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اتنی جلدی کیوں۔؟''

حضرت بلال نے جواباً فرمایا:

''قَدْ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ بِالْھِجْرَۃِ''

''تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم ہی نے ہمیں ہجرت کا حکم فرمایا ہے۔ (پھر اس میں تاخیر کیسی۔؟)''

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''خَیْرُ بِرِّ الْعَاجِلَۃِ مَاخَرَجَ مَعَکَ اللَّیْلَۃَ یَابِلَالُ''

''نیکی میں دیر کیوں۔؟ اے بلال (انشاء اللہ) میں بھی تیرے ساتھ رات کو ہجرت کروں گا۔''

Marfat.com

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:
"میں بھی ساتھ جاؤں گا۔"

تینوں دوست متفق ہو کر رات کے کسی حصہ میں مکہ معظمہ سے چل پڑے اور چند دنوں کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رفقاء رضوان اللہ علیہم اجمعین سمیت بعافیت مدینہ پہنچ تو گئے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے بغیر ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہجرت کر کے مدینہ پاک پہنچے تو
"فَاَسْرَعَ بِلَالٌ اِلَيْهِ يَسْتَفِرِمُنْهُ عَنِ النَّبِيِّ وَكَيْفَ خَلَفَهُ وَمِنِّيْ يُوْفِيْهِمْ فَاَخْبَرَهُ عُمَرَ وَاَنَّهُ سَيَكُوْنُ بَيْنَ ظُهْرَانِهِمْ عَمَّا قَرِيْبٌ"

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں جلدی سے پہنچ کر پوچھا کہ "حضور (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم) کو کس حال میں چھوڑا؟ اور آپ (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم) کب تشریف لائیں گے۔؟"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:
"تسلی رکھیں عنقریب حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم آنے والے ہیں۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دلاسہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معمولی تسلی تو ہوئی لیکن آتشِ مفارقت اور جدائی کی سوزش میں کمی نہ آئی۔ بالآخر یہ خبر گرم ہوئی کہ حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم مکہ معظمہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ یہ خبر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سن لی۔ اب روزانہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند ساتھیوں کو لے کر مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرتے، یہاں تک کہ دھوپ کی شدت سے دوسرے ساتھی تو گھروں کو چلے جاتے لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ تنہا منتظر رہتے۔

Marfat.com

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ بارگاہِ باری تعالیٰ میں گڑگڑا کر التجائیں کرتے کہ اے اللہ! میرے آقا صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی حفاظت فرما۔ زمین کی طنابیں کھینچ لے اور سرکار صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو جلد از جلد مدینہ پہنچا۔

ایک دن سخت گرمی کے باوجود دوپہر کے بعد تک بھی مدینہ کے باہر نکل کر سرکارِ دوعالم کا انتظار کرتے رہے اور مکہ کا راستہ دیکھتے رہے لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم تشریف نہیں لائے۔ مایوسی سے گھر پہنچے ہی تھے کہ کانوں میں آواز گونجی:

"جَاءَ نَبِي اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ
جَاءَ نَبِي اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ"

"اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم تشریف لے آئے ہیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔"

یہ آواز سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مارے خوشی کے گھر سے باہر نکلے لیکن سوچ میں پڑ گئے کہ کیا واقعی حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم آگئے ہیں یا میں ایک خیالی آواز سے اٹھ کھڑا ہوا ہوں؟

اسی سوچ میں تھے کہ دوبارہ آواز گونجی۔

"جَاءَ نَبِي اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ
جَاءَ نَبِي اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ"

"اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم تشریف لے آئے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم تشریف لے آئے۔"

اب تو یقینِ مستحکم ہو گیا تھا کہ بیشک یہ آواز خیالی نہیں بلکہ حقیقت میں کوئی اعلان کر رہا ہے، اس لیے بے اختیار دوڑے۔ ان کے ساتھ دوسرے عشاق بھی سخت دھوپ میں دوڑے جا رہے تھے۔ دور سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو منہ سے بے اختیار نکل پڑا:

"وَاللّٰهِ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صلى الله عليه وسلم)"

"اللہ کی قسم! وہ تو واقعی اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم) ہی

ہیں۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان شدتِ فرحت کی وجہ سے لبوں پر ہے اور وہ دوڑنے میں بھی سب سے آگے ہیں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے قریب پہنچ گئے۔ نبی کریم اسواری سے اترے اور تمام عشاق کے سلام کا جواب عطا فرمایا۔

عاشقِ زار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیاسی نگاہیں جس گوہرِ مقصود کی متلاشی تھیں آخر وہ نظر آ ہی گئے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو دور سے آتے دیکھ کر ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیوانوں کی طرح دیکھنے لگے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو کے موتی ڈھلک ڈھلک کر سرزمینِ مدینہ میں جذب ہونے لگے۔

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد جب رسول اکرم ﷺ کو معلوم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دیگر مہاجرین کی طرح وبائی بخار کا شکار ہو گئے ہیں اور کافی پریشان بھی رہے ہیں تو آقا صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کو تشریف لے گئے اور دعا فرمائی جس کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحت یاب ہو گئے۔

عقدِ مواخات:

مدینہ طیبہ میں عقدِ مواخات کے سلسلہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقدِ مواخات حضرت ابورویحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کر کے جب مدینہ پہنچے تو آپ سعد بن خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کا بھائی حضرت ابورویحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان سے اتنی شدید محبت ہو گئی تھی کہ عہدِ فاروقی میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی مہم میں شرکت کا ارادہ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:

"بلال! تمہارا وظیفہ کون وصول کرے گا۔؟"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

''ابورویحہ میرا وظیفہ وصول کریں گے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ و صحبہ وسلم نے ہم دونوں میں جو برادرانہ تعلق قائم کیا تھا وہ کبھی منقطع نہیں ہوسکتا۔''

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 82، طبع دار المعارف لبنان)

نغمۂ توحید ورسالت:

اذان کی مشروعیت سے پہلے ''اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ'' سے نماز کے لیے پکارا جاتا تھا۔ یہ الفاظ بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی پکارا کرتے تھے۔ اذان کا آغاز حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے مدینہ میں 1 یا 2 ہجری میں فرمایا۔

مشہور ہے کہ نمازِ باجماعت کی طرف بلانے کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ فرمایا کہ مسلمانوں کو نماز باجماعت کی طرف بلانے کے لیے کون سی صورت اختیار کی جائے۔؟

بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ناقوس بجانے کا مشورہ دیا جیسا کہ نصاریٰ (عیسائی) بجاتے ہیں۔

کسی نے یہودیوں کی طرح سینگ پھونکنے کا مشورہ دیا تو کسی نے کہا کہ کسی بلند جگہ پر آگ روشن کرنی چاہیے۔

غرضیکہ ابھی کوئی بات طے نہیں پائی تھی کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن کو ''صَاحِبُ الْاَذَانِ'' کہا جاتا ہے۔) نے ایک خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے نیچے اُترتا ہے اور اس کے ہاتھ میں ناقوس ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا:

''اے بندۂ خدا! کیا اسے بیچتے ہو۔؟''

اس نے کہا:

''تم اسے کیا کرو گے۔؟''

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''میں اس سے لوگوں کو نماز کے لیے جمع کروں گا۔''

Marfat.com

فرشتے نے کہا:

"میں تمہیں اس سے بہتر چیز سکھاتا ہوں۔"

اس کے بعد فرشتے نے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه   اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ   اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ   حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ   حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

کے ساتھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کواذان سکھائی اوراسی طرح اقامت بھی سکھائی۔

جب صبح ہوئی تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کواپنا خواب سنایا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَلرُّؤْیَا حَقٌّ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی"

"انشاءاللہ! یہ خواب سچا ہے۔"

پھر حکم ارشاد فرمایا:

"اے عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جاؤ حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یہ کلمات سکھاؤ، اس لیے کہ اس کی آواز بلند، نرم اور شریں تر ہے۔"

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ الفاظ سنے تو دوڑتے ہوئے اوراپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے آئے اورعرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم! میں نے بھی وہی کچھ دیکھا ہے جو کچھ عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دیکھا۔"

Marfat.com

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر ایسی بات ہے تو ان دونوں خوابوں کی موافقت پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی طرف سے الہام فرمایا اور صدق و ثواب کا راستہ بتایا ہے۔"

(سیرۃ حلبی، جلد 2، صفحہ 266)

مسجدِ نبوی شریف کی تعمیر کے بعد مسلمانوں کا ایک مرکز بن گیا تھا جہاں وہ اکٹھے ہو کر اپنی عبادت کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ تمام امورِ حیات پر اصلاح مشورہ کر سکتے تھے۔ پنجگانہ نمازوں کی باجماعت ادائیگی اس مسجد کی تعمیر کے بعد ممکن ہوئی۔

چنانچہ مقررہ وقتوں پر نمازیوں کو جمع کرنے کے لیے اذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سکھائی گئی اور اذان پڑھنے کا حکم فرمایا گیا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجرۂ مبارک کے عین سامنے کھڑے ہو کر اپنے مخصوص انداز میں اذان پڑھی۔

صبح صادق کے وقت جوں ہی اذان کی دلکش صدا فضا میں گونجی مسلمان میٹھی نیند سے بیدار ہو گئے۔

ملا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

به سر سینه مسلمان و درد بو درداء
به نور جان صهیب و ندائے صبح بلال

"اسی روز سے اللہ تعالیٰ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مسحور کن نغمے کے لیے منتخب فرمایا۔ آپ کی ایسی نغمگی سے اہلِ ذوق، اہلِ سوز اور اہلِ دل کی دلی وابستگی تھی۔"

مدینہ منورہ میں اس آواز کا عجیب عالم ہوا کرتا تھا۔ صدائے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کے ساتھ ہی مسلمان اپنے تمام کاروبار چھوڑ کر اذان کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ اس آواز میں پتہ نہیں کیا دل آویزی تھی کہ ہر شخص صامت و ساکت رہ جاتا۔ نہ جانے اس خداداد نغمہ میں کیا اثر تھا جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنی

Marfat.com

گرفت میں لے لیا کرتا تھا۔

یہ وقت اپنے اندر نہایت نعمت و بزرگی رکھتا تھا جس کے ادراک کی رسائی ناممکن ہے۔ اس وقت کی عظمت کی حقیقت کو حاملانِ عرش سے پوچھنا چاہیے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان کی آواز وہاں تک پہنچتی تھی بلکہ اس سے بھی گزر جاتی تھی۔

ابن نجوریہ فضائل الاعمال میں کثیر بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور علامہ ابن جوزی "الوفا باحوال مصطفیٰ" میں روایت کرتے ہیں:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تُبْعَثُ نَاقَةُ ثَمُوْدَ نَالصَّالِحُ فَيَرْكَبُهَا مِنْ عِنْدَهُ قَبْرِهٖ حَتّٰى تُوْفِىْ بِهِ الْمَحْشَرَ قَالَ مَعَاذٌ وَاَنْتَ تَرْكَبُ الْعُضْبَاءَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا وَيُبْعَثُ بِلَالٌ عَلٰى نَاقَةٍ مِّنْ نُوْقِ الْجَنَّةِ يُنَادِىْ عَلٰى ظَهْرِهَا بِالْاَذَانِ فَاِذَا سَمِعَتِ الْاَنْبِيَاءُ وَاُمَمُهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا وَنَحْنُ نَشْهَدُ عَلٰى ذَالِكَ"

(الوفا باحوال دار مصطفیٰ لابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ، عربی صفحہ 815) (فضائل الاعمال از ابن نجوریہ)

"حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا: "صالح علیہ السلام کے لیے ناقۂ ثمود لایا جائے گا۔ وہ اپنے مزار سے اس پر سوار ہو کر میدانِ حشر میں آئیں گے۔" حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کیا عضباء ناقہ پر سوار ہوں گے۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے جواباً فرمایا: "نہیں اس پر تو میری صاحبزادی سوار ہوگی اور میں براق پر تشریف رکھوں گا جو اس روز سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے الگ خاص مجھ ہی کو عطا کی جائے گی اور ایک جنتی اونٹنی پر بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سوار ہوں گے۔ ان کو اذان دینے کا حکم دیا جائے گا۔ وہ اس پر سوار ہو کر اذان دیں گے۔ جب انبیاء کرام اور ان کی امتیں "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اور "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" سنیں گے

Marfat.com

تو بول اٹھیں گی کہ ہم بھی اس کی گواہی دیتے ہیں۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سحری کی اذان تہجد کے آخر وقت دیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اب تک مدینہ منورہ میں دو اذانیں ہوتی ہیں۔

1: اذانِ تہجد۔

2: اذانِ فجر۔

حبشی نژاد ہونے کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان میں ایک جادو تھا اسی لیے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پکارتے تو سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی۔

نماز کا وقت قریب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے:

"قُمْ يَا بِلَالُ اَرِحْنِيْ بِالصَّلٰوةِ"

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اٹھو اور (اذان اور) نماز پڑھ کر میرے دل کو راحت پہنچاؤ۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کا مشہور عنوان اذان ہے۔ اذان کا آپ کے نام کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ جوں ہی اذان یاد آئی تو ذہن میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال آ گیا۔

یہ بھی اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ اذان کی آواز ہر وقت گونج رہی ہے۔ زمین کے کسی نہ کسی خطے میں کسی نہ کسی ملک وعلاقے میں ہر وقت اذان کی آواز بلند ہوتی رہتی ہے۔

اگر آپ دنیا کے نقشے کو غور سے دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اسلامی ممالک میں "انڈونیشیا" کرۂ ارض کے عین مشرقی جانب واقع ہے۔ یہ ملک بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے جن میں "سماٹرا"، "جاوا" اور "سیلبز" بڑے مشہور جزیرے ہیں۔ انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔

80 کروڑ آبادی کے اس ملک میں غیر مسلم آبادی آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔

Marfat.com

طلوعِ سحر سیلیبز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔ وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں طلوعِ سحر کے ساتھ ہی ''انڈونیشیا'' کے انتہائی مشرق وجزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور بیک وقت لاکھوں مؤذن خداتعالیٰ کی توحیداور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی رسالت کا اعلان کررہے ہوتے ہیں۔

مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد ''جکارتہ'' میں مؤذنوں کی آواز گونجتی ہے۔ ''جکارتہ'' کے بعد یہ سلسلہ ''سماٹرا'' میں شروع ہو جاتا ہے اور ''سماٹرا'' کے مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ''ملایا'' کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ ''ملایا'' کے بعد ''برما'' کی باری آتی ہے۔ ''جکارتہ'' سے اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد ''ڈھاکہ'' پہنچتا ہے۔

''بنگلہ دیش'' میں ابھی اذانوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ ''کلکتہ'' سے ''سری نگر'' تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ ''کلکتہ'' سے ''بمبئی'' کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ''ہندوستان'' کی فضا توحید ورسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔ ''سری نگر'' اور ''سیالکوٹ'' میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔

''سیالکوٹ'' سے ''کوئٹہ''، ''کراچی'' اور ''گوادر'' تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔ اس عرصہ میں فجر کی اذانیں ''پاکستان'' میں بلند ہوتی رہتی ہیں۔ ''پاکستان'' میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے ہی ''افغانستان'' اور ''مسقط'' میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

''مسقط'' سے بغداد تک ایک ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس عرصہ میں اذانیں ''حجازِ مقدس'' ''یمن''، ''عرب امارات''، ''کویت'' اور ''عراق'' میں گونجتی ہیں۔ ''بغداد'' سے ''اسکندریہ'' تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس دوران میں ''شام''، ''مصر''، ''صومالیہ'' اور ''سوڈان'' میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔

''سکندریہ'' اور ''استنبول'' ایک ہی طول وعرض پر واقع ہے۔ ''مشرقی ترکی'' سے ''مغربی ترکی'' تک ڈیڑھ گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس دوران ''ترکی'' میں صدائے توحید ورسالت بلند ہوتی ہے۔

''سکندریہ''، ''طرابلس'' تک ایک گھنٹہ کا دورانیہ ہے۔ اس عرصہ میں ''شمالی افریقہ''

میں ''لیبیا'' اور ''تیونس'' میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

فجر کی اذان جس کا آغاز ''انڈونیشیا'' کے ''مشرقی جزائر'' سے ہوا تھا ساڑھے نو گھنٹے کا طویل سفر کر کے ''بحراوقیانوس'' کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔

فجر کی اذان ''بحراوقیانوس'' تک پہنچنے سے قبل ہی ''مشرقی انڈونیشیا'' میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ''ڈھاکہ'' میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک ''مشرقی انڈونیشیا'' میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتیں ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل ''جکارتہ'' پہنچتا ہے کہ ''انڈونیشیا'' کے ''مشرقی جزائر'' میں نمازِ مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں ''سیلبز'' سے بمشکل ''سماٹرا'' تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس وقت ''افریقہ'' میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔

کیا آپ نے کبھی غور کیا۔؟ کہ کرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں اور لاکھوں مؤذن بیک وقت خدا تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں۔ یہ سلسلہ جاری تھا، جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا۔

معمولات:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خلوص ومحبت کے ساتھ ساتھ دیگر خصوصیات بھی پائیں جاتی تھیں۔ اگرچہ آپ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ہمراہ زمانۂ جنگ وامن اور سفر وحضر میں ہر وقت بحیثیت ایک جانثار، خادم، غلام اور پہرے دار کے رہتے تھے، لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے کبھی بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایسا رویہ نہ رکھا جیسا کہ کسی محافظ، خادم، غلام یا نوکر کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مثالی عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور تمام فرائض اپنے ذمے لینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہمہ وقت دیدار ہوتا رہے، رفاقت ومصاحبت میسر آئے اور قلبی وروحانی سکون میسر ہو۔

Marfat.com

ویسے تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا ہر صحابی خادم کی حیثیت رکھتا تھا، لیکن چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خادم ہونے میں کمال حاصل کر گئے۔ ان میں سے ایک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ذمے چند خدمات لے رکھی تھیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

اذان پڑھنا۔

اعلان کرنا۔

مصطفیٰ کریم ﷺ کو پیغامات پہنچانا۔

نفقاتِ رسول کریم ﷺ کی نگرانی کرنا۔

خزانچی۔

چندہ اکٹھا کرنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے مہمانوں کو کھانا کھلانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے عصا مبارک کو اٹھانا۔

بلم کو حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے سامنے گاڑنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم جب خطبہ دیتے تو جس لکڑی کے ساتھ ٹیک لگاتے تھے اس لکڑی کو سہارا دینا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے جانوروں کا خیال رکھنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے گھر کے کام کاج کرنا۔

بازار سے سوادسلف لاکر دینا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو وضو کرانا۔

اقامت کہنا۔

سحری کے ختم ہونے کا اعلان کرنا۔

لوگوں کو روزہ رکھنے کے لیے اٹھانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو نماز کے لیے بلانا۔

Marfat.com

روزہ افطار کرنے کا اعلان کرنا۔

حضرت بلال نے ساری زندگی آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی غلامی اختیار کی، یہاں تک کہ سفر وحضر، مکی ومدنی زندگی کے جملہ لمحات مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ بسر کیے۔

ہر جنگ میں ہر سفر میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی صحبتِ بابرکت سے سرشار رہے۔ مسجدِ نبوی کی تعمیر کے بعد مستقل مؤذن منتخب ہوئے۔ کوئی نماز ایسی نہ تھی جس میں اذانِ بلالی (رضی اللہ عنہ) کا ناغہ ہوا ہو۔

اذان دیگر نماز باجماعت کی اطلاع کے لیے تادمِ زیست حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے درِ انور پر جا کر عرض کرتے:

"حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اَلصَّلٰوۃُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ"

(داعی السماء، صفحہ 97)

یہ سن کر حضور سرورِ عالم نورِ مجسم شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نماز کے لیے اپنے حجرۂ مقدس سے باہر تشریف لاتے تو سب سے پہلے زیارت کا شرف حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی نصیب ہوتا۔ ایسے ہی ہر اقامت پڑھنے کا شرف حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی نصیب ہوتا۔

وہ نماز جو معراجُ المومنین اور قرۃُ العینِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ رکھتی ہے، پانچوں وقت باجماعت اپنے آقا کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ مل کر ادا کرنا ہمارے ممدوح حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوا۔

وہ کیسی سہانی گھڑیاں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں گزر رہی تھیں۔ وہ کیسے خوش بخت لوگ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی رفاقت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن خوش بختوں میں سے ایک تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ معظمہ میں نبوت کے ابتدائی دور سے لے کر تا وصالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سایہ کی طرح چمٹے

رہے۔

ایک دن معمول کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان پڑھی اور پھر کسی کام سے باہر چلے گئے۔ واپسی پر جماعت کا وقت ہونے ہی والا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے قریب پہنچے تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رونے کی آواز سنائی دی۔

دیکھا تو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چکی پیس رہی تھیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت چاہی کہ حکم ہو تو میں چکی پیس دوں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شہزادۂ عالی شان کو بہلائیں۔ اس طرح کچھ دیر وہاں رُکنا پڑا۔ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں پہنچے تو اقامت ہو چکی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاخیر کی وجہ بتائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے تبسم فرمایا۔

مصنف داعی السماء لکھتے ہیں:

"لَا یَخْرُجُ فِی الْاَذَانِ وَبِمَا تَرَنَّمَ بِبَعْضِ اَشْعِرَ وَھُوَ صَاعِدُ الْاَذَانِ زَمَالِحَالِہٖ وَطَلَبًا لِلتَّوْبَۃِ وَالرَّحْمَۃِ مِنَ اللّٰہِ"

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف اذان ہی نہیں پڑھتے تھے بلکہ ترنم سے ایسی بلند آواز سے اشعار پڑھتے جو اذان کی آواز سے کہیں زیادہ بلند ہوتی، جو ان کے حال کے مطابق ہوتی۔ کبھی تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ توبہ پر مشتمل اشعار پڑھتے اور کبھی اللہ تعالیٰ د کی رحمت کی طلب کے اشعار پڑھ کر سنایا کرتے۔"

حضرت اَرقم مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے معزز و محترم صحابی تھے۔ آپ ابتدائے اسلام کے زمانے میں ایمان لائے۔ آپ غالباً تیرھویں مسلمان تھے۔ آپ کا تعلق قریش کے قبیلۂ بنو مخزوم سے تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ سو نوے سن عیسوی میں پیدا ہوئے اور ترپن ہجری میں 83 برس کی زندگی پا کر فوت ہوئے۔ آپ کی قبر انور مدینہ شریف کے قبرستان جنت البقیع میں ہے۔

Marfat.com

ان کا قلعہ نما مکان بیت اللہ کے نزدیک کوہِ صفا کے دامن میں واقع تھا۔ظہورِ قدسی کے بعد جب نزولِ وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے اہلِ ایمان کی روحانی تربیت اور تدریسِ قرآن کے لیے اسی گھر کو منتخب فرمایا اور وہاں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔اکثر اوقات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یہاں جمع ہوتے اور رشد وہدایت سے مستفید ہوتے تھے۔

اسلام کی اس اولین درس گاہ نے مسلمانوں کی تعلیمی تشنگی کی تسکین کے لیے گراں مایہ خدمات سرانجام دیں۔یہی وہ درس گاہ ہے جہاں قریش مکہ کی بڑی بڑی شخصیات نے خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم میں حاضر ہوکر اسلام کی انقلابی تحریک میں شرکت کی اور قافلۂ توحید میں شمولیت اختیار کی۔یہی وہ مبارک گھر ہے جہاں حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (والدۂ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ایمان لائیں۔

اسی دارُالارقم میں سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام لانے کا شرف حاصل ہوا اور یہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے۔اسی مبارک اور سعادت والے گھر میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اکثر قیام فرمایا کرتے اور اسی بیتِ ارقم میں مسلمان آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی قیادت میں نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔اس گھر میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی تھی۔

یہ مکان بعد میں حضرت اَرقم مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقف کردیا تھا۔اسی تاریخی اہمیت والے گھر کے پہلے پاسبان اور محافظ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت بڑا شرف تھا۔یہیں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ باجماعت نماز پڑھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے وعظ ونصیحت اور ارشاد وتبلیغ سے فیض یاب ہوتے تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دارِ اَرقم کے دروازے پر ہر وقت پہرے کے لیے موجود رہتے تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر چوکنے اور چوکس رہتے تھے کہ کفارِ مکہ کی کوئی سازش کامیاب نہ ہوسکتی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی مخصوص خدمات حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

کے سپرد تھی۔ چنانچہ مسجد کی تعمیر سے پہلے عصا مبارک اٹھا کر بمنزلہِ سترہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے آگے کھڑے ہوتے اور زندگی بھر عصا برداری آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد رہی یہاں تک کہ عیدین اور نمازِ استقاء کے موقعہ پر بھی عصا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے آگے گھاڑتے۔

(مؤذن الرسول)

عیدین اور استسقاء کی نمازوں کے موقع پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھوں میں "بلم" لیے آگے چلتے۔

یہ "بلم" دوسرے تحفوں کے ساتھ حبشہ کے شاہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا جو کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمادیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقریبات کے وقت اس کو لے کر نکلتے اور مصلیٰ کے مقابل زمین پر گاڑ دیتے۔

اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ناقہ کی مہار بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی تھام رکھی تھی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات میں یہ بھی شامل تھا کہ جب کبھی بھی غزوہ کا موقع آتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے حکم سے مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں اعلانِ جہاد فرماتے۔

اعلانِ جہاد کے علاوہ خود بھی مناسب تیاری شروع فرمادیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی سواری مبارک اور سامانِ حرب وضرب کی آراستگی بھی تقریباً ہر موقعہ پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی فرمائی۔

حضرت علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب جواہر البحار، جلد 1، صفحہ 129 میں فرماتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے بارہ مشیر تھے، ان میں سے ایک سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔"

(جواہر البحار، جلد 1، صفحہ 129)

Marfat.com

دورِ حاضرہ میں کسی سربراہِ مملکت کے مشیر کے اعزاز کا تصور دل میں لا کر سوچئے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کتنی عظیم شخصیت ہے کہ آپ کون ومکان کے والی اور خداوندِ قدوس کے حبیبِ اعظم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے مشیر ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سفر پر روانہ ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر کے دوران سخت دھوپ سے بچاؤ کے لیے حضورپُرنور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم پر سایہ کرنے کے لیے خوبصورت کپڑے کا بندوبست فرمایا کرتے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے کبھی اس کی فرمائش نہ کی تھی اور آپ احضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منع فرما کران کا دل بھی نہیں توڑنا چاہتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی خدمت، آرام اور اس طرح کے دوسرے کام سرانجام دیتے تھے۔ اِن اُمور کے پیچھے اُن کا خلوص اور محبت کارفرما ہوتی تھی۔ آقا صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت، مزاج اور خلوصِ نیت سے بھی بدرجۂ اتم واقف تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے لیے چمڑے کا ایک خیمہ نصب فرمادیتے تھے، جہاں سے حضورپُرنور شافعِ روزِ نشور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم میدانِ جنگ کا مشاہدہ فرماتے اور احکامات جاری فرماتے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمۂ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم اور میدانِ جنگ کے درمیان آمدورفت رکھتے اور مشاہدہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو تمام حالات سے آگاہ کرتے۔ اس کام کے دوران آپ کسی قسم کے خطرہ کی پرواہ نہ فرماتے تھے۔

حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے دولت کدہ اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔

ضروریات زندگی کی تمام اشیاء کا انتظام کرنا، بجٹ کا خیال رکھنا، قرض لینا اور اسکی ادائیگی کرنا وغیرہ بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات میں شامل تھا۔

Marfat.com

جب رسول اللہ کا کوئی مہمان آتا تو پہلے اس کی ملاقات حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتی پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو مہمان کی آمد سے مطلع کرتے۔

جہاں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے اہلِ خانہ سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی وہاں اہلِ خانہ بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور آپ سے گھر کے ایک اہم فرد کی طرح سلوک فرماتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے امین اور خازن تھے۔ جنگ کے خاتمے پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز میں اعلان فرمایا کرتے تھے:

"جو مال جس کے ہاتھ لگا ہو وہ لے آئے۔"

چنانچہ سب لوگ سارا مال لے کر حاضر ہو جاتے تھے۔ جس میں سے خمس حصہ سرکار صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے لیے اور باقی مجاہدین کے لیے ہوتا تھا۔

خمس سے مراد مالِ غنیمت کا وہ حصہ ہے جس سے فتحِ بدر کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو نوازا تھا۔ اس کا ایک جز اعلائے کلمۃ اللہ اور اقامتِ دینِ حق کے لیے وقف تھا اور دوسرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے اہل وعیال اور رشتہ داروں (جن کی کفالت آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ذمہ تھی) کی ضروریات کے لیے مخصوص تھا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے نجیب، رفیق، خاص مصاحب اور بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ سَبْعَۃً نُجَبَاءَ وَرُقَبَاءَ وَاُعْطِیْتُ اَنَا اَرْبَعَۃَ عَشَرَ قُلْنَا مَنْ ھُمْ قَالَ اَنَا وَابْنَایَ وَجَعْفَرُ وَحَمْزَۃُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَمُصْعَبُ بْنِ عُمَیْرٍ وَبِلَالٌ وَسَلْمَانُ وَعَمَّارٌ وَعَبْدُاللّٰہِ بْنِ

Marfat.com

مَسْعُوْدٍ وَّاَبُوْذَرٍ وَّالْمِقْدَادُ"

(مشکوۃ شریف، کتاب الفتن، باب جامع المناقب، صفحہ نمبر 580)

"ہر نبی کو سات نجیب و رفیق ملے ہیں اور مجھے چودہ عطا کیے گئے ہیں۔ عرض کیا گیا: "وہ کون ہیں۔؟" حضرت علی نے فرمایا: میں (علی)، میرے دونوں بیٹے حسن، حسین، جعفر بن ابی طالب، حمزہ بن عبدالمطلب، ابوبکر، عمر فاروق، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان فارسی، عمار بن یاسر، عبداللہ بن مسعود، ابوذر غفاری اور حضرت مقداد۔"

یہ کوئی معمولی عہدہ نہیں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطنتِ خدا کے مالک و مختار محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے خازن مقرر ہوئے اور جب تک دم میں دم تھا اس عہدہ پر فائز رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ساری زندگی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتماد فرمایا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے آپ پر اعتماد فرمایا تو آسمان اور زمین والوں نے بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتماد کیا۔ یہ بہت بڑی فضیلت تھی جو صرف اللہ کے محبوب بندوں کو نصیب ہوتی ہے۔

عبداللہ ہوازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور میں نے ان سے دریافت کیا:

"مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے مصارف کی کیفیت بتاؤ۔"

آپ نے فرمایا:

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے پاس کوئی مال نہ تھا، بعثت سے وصال تک میں ہی حضو صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا خازن تھا۔ جب بھی کوئی مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے پاس اس حالت میں آتا کہ اس کے پاس کپڑے نہ ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم مجھے حکم فرماتے۔ میں جا کر کسی سے قرض لیتا اور اسے کھانا کھلاتا اور چادر خرید کر اسے کپڑے پہناتا۔"

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو دنیا کا خزانہ رکھنا پسند نہ تھا۔
حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے خازن تھے۔ وہ کونسا خزانہ تھا جس کے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خازن تھے۔؟ اسی کے جو ظاہری زندگی میں فقر فخری کا اثاثہ تھا۔
ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت بلال کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا رکھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے دریافت فرمایا:

"اے بلال! یہ کیا ہے۔؟"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! میں نے اس کھجور کے ٹوکرے کو آپ کے اور آپ کے مہمانوں کے لیے رکھا ہوا ہے۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

"کیا تمہیں اس کا خوف نہیں کہ کھجوروں کا یہ ٹوکرا دوزخ کا ایندھن ہو۔؟ اے بلال! خرچ کرو اور عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہ کرو۔"

(مؤذن الرسول، صفحہ نمبر 57)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

"جس قدر مجھے اللہ تعالیٰ کے بارے میں خوف زدہ کیا گیا، اس قدر کسی دوسرے شخص کو خوفزدہ نہیں کیا گیا اور مجھے اللہ کے راستے میں جتنی تکالیف دی گئیں اور اس قدر تکالیف مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں اور مجھ پر تیس راتیں اور دن ایسے گزرے کہ میرے اور بلال کے کھانے کے لیے سوائے اس مقدار کے کچھ نہ ہوتا تھا جسے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی بغل میں چھپا لیتے تھے۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِن حالات میں آغوشِ نبوت میں پرورش پائی

Marfat.com

اور اس طرح اخلاقِ نبوی ﷺ سے فیضیاب ہوئے، اسی لیے اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ان سے ایسے امور کا مطالبہ فرمایا جن کا دوسرے صحابہ سے مطالبہ نہیں فرمایا تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا ارشاد ہے:

''بہترین مال وہ ہے جو نیک آدمی کے پاس ہو۔''

لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''اے بلال! فقیر ہو کر مرنا، غنی ہو کر نہ مرنا۔''

یہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے شخص سے فرمایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اپنے عزیز ترین اصحاب سے اسی قسم کا خصوصی برتاؤ فرماتے تھے، تاکہ وہ مال بچا بچا کر رکھنے کی بجائے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہو اور اسی حالت میں ان کی وفات ہو جائے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''اے بلال! فقیر ہو کر مرنا غنی ہو کر نہ مرنا۔''

تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! یہ کس طرح ہوگا۔؟''

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو کچھ ملے اسے چھپا کر نہ رکھو اور جو تم سے سوال کرے اسے دینے سے مت دریغ کرو۔''

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''حضور! یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔؟''

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

"یہی ہوگا ورنہ دوزخ......"

حضرت امام ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ الوفاء باحوال دار مصطفیٰ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"وَقَدْ كَانَ بِلَالٌ يَخْدِمُهُ كَثِيْرًا وَّكَانَ خَازِنَهُ عَلٰى بَيْتِ مَالِهٖ"

(الوفا باخبار دار المصطفیٰ، از امام ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ)

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی بکثرت خدمت کیا کرتے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے بیت المال کے خزانچی تھے۔"

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کئی عہدوں سے نوازا گیا تھا، اس لیے وہ بہت سے اُمور کو سرانجام دیتے تھے۔

ان ہی عہدوں میں سے ایک خزانچی کا عہدہ بھی تھا۔ اسی لیے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم گاہے بگاہے نصیحت فرماتے رہتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَنْفِقْ بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا"

(رواہ الطبرانی فی الکبیر، والبزاز فی مسندہ)

"اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے سے اس بات میں نہ ڈرو کہ وہ کمی کرے گا۔"

حج کے موسم میں لوگ مختلف علاقوں سے جمع ہو رہے ہیں۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے چاہا کہ انہیں دعوتِ اسلام پیش کریں۔ اگرچہ کفارِ مکہ نے اس میں بہت روڑے اٹکائے کہ ان لوگوں کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ ملاقات نہ ہو سکے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی حکمتِ عملی کامیاب ہوگئی کہ ان کے سرداروں نے گفتگو کا موقعہ بنا ہی لیا، لیکن وہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم سے یہ شکایت کرنے لگے کہ وہ تنہائی میں بات کرنا چاہتے ہیں۔

ادھر آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو فقراء و مساکین لوگ ایک آن کے لیے بھی

Marfat.com

نہیں چھوڑتے تھے، بالخصوص حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یہ وقت بڑا کٹھن تھا۔ کفار مکہ کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ شکایت تھی:

''فَبِلَالٌ یَسِیْرُ مَعَهٗ اَیْنَمَا سَارَ بِهٖ وَیَتْبَعُهٗ حَیْثُمَا ذَهَبَ''

(مؤذن الرسول، صفحہ 36)

''بلال تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم) کو چھوڑتا ہی نہیں۔ سایہ کی طرح ساتھ پھرتا ہے۔ جہاں رسول اللہ وہاں بلال۔''

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو اکیلا نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ ساتھ ساتھ رہتے جس کو امراء نے سائے کا لفظ بول کر بیان کیا۔

تفسیر روح البیان، پارہ 7، سورۃ انعام، آیت نمبر 52 ''وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ'' کے تحت لکھا ہے:

''کفار کے رؤسا نے حضور سرور دو عالم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اپنی مجلس شریف سے فقراء اور غریبوں یعنی صہیب، عمار، خباب، سلمان اور بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کو اٹھا دیں۔ اس لیے کہ معمولی لوگوں کے ساتھ ہمارا بیٹھنا نامناسب سی بات ہے۔ دوسرا ان کے کپڑوں سے بدبو آتی ہے، وہ اس لیے کہ انہوں نے اُونی کپڑے پہنے ہوتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ جب تک یہ لوگ آپ کے ہاں ہیں ہم نہ آپ کے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں اور نہ آپ کے ساتھ بات کر سکتے ہیں۔

حضور نبی کریم نے صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ میں تو اہلِ ایمان کو لحہ بھر کے لیے بھی اپنی مجلس سے دور نہیں کر سکتا۔ انہوں نے عرض کیا کہ کم از کم اتنی مہربانی تو فرما دیں کہ جب ہم آپ کے ہاں حاضری دیں تو ان کو اٹھا دیا کریں تاکہ اہلِ عرب کو ہماری شان وشوکت معلوم ہو، اس لیے کہ عرب کے مختلف مقامات سے بڑے بڑے وفود آپ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں تو ہمیں شرم آتی ہے کہ وہ ہمیں ان غریب لوگوں کے ساتھ بیٹھا دیکھیں۔ ہاں! البتہ! پھر جب ہم اُٹھ جائیں تو آپ انہیں بیشک اپنے پاس دوبارہ بیٹھا لیا کریں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس شرط کے بارے میں غور وخوض کر رہے تھے اور یہ شرط قبول

Marfat.com

کرنے کو تھے تاکہ کسی طرح یہ بدبخت ایمان لائیں اور ہمیشہ جہنم میں رہنے سے بچ جائیں۔
لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا اور فوراً یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

"وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 7، سورۃ نمبر 6 (الانعام)، آیت نمبر 52)

"اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے۔ تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں نبی کریم رؤف رحیم کو حکم دیا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے نہ ہٹائیں جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہتے ہیں۔
اس کے بعد علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"یہ روساء آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ لکھوانا چاہتے تھے، اسی لیے انہوں نے آپ سے مذکورہ بالا مطالبہ کیا۔ آپ نے چند لمحوں کے لیے فقراء کو اپنی مجلس سے اٹھایا۔ اس سے تمام فقراء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی کیفیت یقیناً وہی ہوگی جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی کہ ان لمحات کی جدائی پر ان کی جان لبوں پر آجاتی اور اتنے پریشان کہ گویا ان پر حالتِ نزع طاری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان رؤساء کے لیے قلم اور دوات منگوائی لیکن اسی دوران یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً روسائے کفار کو ہٹا کر فرمایا: "بلال اور ان کے ساتھیوں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کو بلاؤ۔" جب یہ حضرات حاضر ہوئے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہی آیت سنائی کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مجھے تمہارے لیے یہ حکم فرمایا ہے۔

(تفسیر روح البیان، پارہ 7، سورۃ نمبر 6 (الانعام)، آیت نمبر 52)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ آیت کریمہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال

Marfat.com

تھا جسے صاحب مؤذن الرسول نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 38 پر بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''مَشَاعُ السُّرُوْرِ وَفَاضَتْ رُوْحُهُ رِضًا وَّاِطْمِيْنَانًا وَّدَنَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَالْبُشْرُ ظَاهِرٌ عَلَيْهِ حَتّٰى اَصْحَبَتْ رُكْبَتَيْهِ فَوْقَ رُكْبَتِهِ النَّبِيِّ الْحَبِيْبِ''

(مؤذن الرسول، صفحہ 38)

''حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ روح اور دل اطمینان وخوشی سے تروتازہ ہوئے۔ اس کے بعد تو قرب کا یہ عالم تھا کہ خوشی کے مارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھٹنے ملا کر بیٹھتے تھے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے رفقاء خصوصاً حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو ایک لمحہ بھی اکیلا نہ چھوڑتے تھے۔ حوائج ضروریہ کو چھوڑ کر باقی تمام لمحات حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی رفاقت میں ہی گزارتے تھے۔

چنانچہ مؤذن الرسول، صفحہ 38 میں مذکور ہے:

''فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَصِيْرُ اَبَدًا حَتّٰى يَقُوْمُوْا وَكَانَ بِلَالٌ وَ اَصْحَابُهٗ يَعْلَمُوْنَ ذَالِكَ فَاِذْ رَمَا بَلَغَتِ السَّاعَةُ الَّتِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّقُوْمَ النَّبِيُّ فِيْهَا تَرَكُوْهُ اِنْصَرَفُوْا فَيَقُوْمُ الرَّسُوْلُ لِقَضَاءِ حَاجَتِهٖ''

(مؤذن الرسول، صفحہ 38)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم حضرت بلال اور انکے رفقاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ رونق افروز ہوتے، یہاں تک کہ وہ خود اُٹھ کھڑے ہوتے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو یہ معلوم تھا کہ آپ جس گھڑی قضاءِ حاجت کے لیے اٹھنا چاہتے تو یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر چلے جاتے یہاں تک کہ آپ قضاء حاجت کے لیے تشریف لے جاتے۔''

Marfat.com

جس نبی الانبیاء علی التحیۃ والثناء کے پاس لمحہ بھر بیٹھنے کے لیے ملکوتی مخلوق ترستی تھی ۔ان سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھی لمحہ بھی جدا نہیں ہوتے تھے۔

فرقیست میان آنکہ یارش در بر
واں دگر دو چشم انتظارش بردر

"اُن دو عاشقوں میں بڑا فرق ہے جن میں سے ایک کا محبوب تو اس کی بغل میں ہو اور دوسرے کی آنکھیں انتظار کرتے ہوئے دروازے کو دیکھ رہی ہوں۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔چنانچہ صاحب داعی السماء اپنی کتاب کے صفحہ 67 پر لکھتے ہیں:

"لَمْ یَعْرِفْ اَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَۃِ لَازَمَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَمَا لَازَمَہٗ ھٰذَا الْمُؤَذِّنُ الَّذِیْ یُقِیْمُ مَعَہُ الصَّلٰوۃَ وَھٰذَا الْاَمِیْنُ الَّذِیْ یَحْفِظُ الْمَالَ وَالطَّعَامَ"

(داعی السماء، صفحہ نمبر 67)

"کسی کو معلوم نہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی دائمی صحبتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نصیب ہوئی ہو۔حضرت بلال تو ہر نماز آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ ہی ادا فرماتے۔حضرت بلال امین تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے مال وطعام وغیرہ کی حفاظت فرماتے۔"

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکثر و بیشتر سرکار صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی قصویٰ نامی اونٹنی پر بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔یہ وہ اونٹنی تھی جس پر کوئی دوسرا شخص سواری نہیں کرسکتا تھا۔

نسیمِ قبول:

امام ابنِ حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فَلَمَّا ھَبَّتْ نَسَمَاتُ الْقَبُوْلِ وَالْاِیْمَانِ اَوَّلَ مَنْ نَشَقِہٖ بِلَالُ بْنُ حُمَامَۃَ الْحَبْشِیُّ فَجَذَبَہٗ عَنَایَۃَ التَّوْفِیْقِ بِالتَّصْدِیْقِ"

Marfat.com

(النعمۃ الکبریٰ، صفحہ 51، از امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ)

''جب نسیمِ قبول وایمان چلی تو حبشہ میں سب سے پہلے حضرت بلال بن حمامۃ حبشی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سونگھنا نصیب ہوا۔ جس کی وجہ سے عنایت ایزدی نے انہیں تصدیقِ نبوی کی توفیق بخشی۔''

رزقِ بلال:

''عَنْ بُرِیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ دَخَلَ بِلَالٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَتَغَدّٰی فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلْغَدَاءُ یَابِلَالُ قَالَ اِنِّیْ صَائِمٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ نَاْکُلُ رِزْقَنَا وَفُضِّلَ رِزْقُ بِلَالٍ فِی الْجَنَّۃِ اَشَعَرْتَ یَابِلَالُ اَنَّ الصَّائِمَ یُسَبِّحُ عِظَامُہٗ وَیَسْتَغْفِرُ لَہُ الْمَلَائِکَۃُ مَا اُکِلَ عِنْدَہٗ''

''حضرت بریدہ (رضی اللہ تعالیٰ) عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ آپ صبح کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''اے بلال! صبح کا کھانا موجود ہے۔ کھا لیں۔؟'' حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم)! میں (نفلی) روزہ سے ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم اپنا رزق کھاتے ہیں اور بلال کا رزق جنت میں ہے۔'' پھر فرمایا: ''اے بلال! تم جانتے ہو کہ جب تک روزہ دار کے سامنے کھایا جاتا ہے تو اس وقت تک اسکی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اور اس کے لیے فرشتے مغفرت مانگتے ہیں۔''

اس سے ثابت ہوا کہ روزہ دار کے سامنے کھانا روزہ دار کے لیے بڑے اجر وثواب کا باعث ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت بلال

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسری نویدوں کے ساتھ ساتھ نوید جنت بھی سنائی۔

پیکرِ ادب:

ادب و تعظیم عشق کا ایک شعبہ ہے اور یہ شعبہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو وافر نصیب ہوا۔ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جن کی حیاتِ مبارکہ کا زیادہ تر حصہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی صحبت وخدمت میں بسر ہوا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خازنِ رسول صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم، صاحب رسول صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اور نجیب رسول صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے القاب سے نوازے گئے۔

سرکارِ دو عالم کی ازواجِ مطہرات کی روزمرہ کی ضروریات کا اہتمام کرنا بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آیا۔ دن کا بیشتر حصہ اسی باسعادت، خدمت وغلامی میں بسر ہوا۔ مگر تعظیمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور عشقِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑھتا ہی رہا۔

حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

"رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ وَھُوَ بِالْاَبْطَعِ فِیْ قُبَّۃٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ وَرَأَیْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَرَأَیْتُ النَّاسَ یَبْتَدِرُوْنَ ذَالِکَ الْوُضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْہُ شَیْئًا تَمَسَّحَ بِہٖ وَمَنْ لَّمْ یُصِبْ مِنْہُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ یَدِ صَاحِبِہٖ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ"

(مشکوۃ شریف، عربی صفحہ 74)

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو مکہ شریف کے ابطح مقام پر دیکھا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم چمڑے کے سرخ خیمہ میں تشریف فرما تھے اور میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ

Marfat.com

انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے وضو کا مستعمل پانی لیا اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں تو جس کو اس میں سے کچھ حاصل ہو گیا تو اس نے اس کو (اپنے چہرے اور جسم پر) مل لیا اور جس نے نہیں پایا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔"

اس حدیث شریف سے بھی واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے مستعمل پانی سے برکت حاصل کرنے کے لیے دوڑ پڑتے اور ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پانی نہیں پاتے تھے وہ دوسرے کے ہاتھ سے تری ہی لے لیا کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے ساتھ عید کے موقع پر موجود تھا، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے بغیر اذان اور اقامت کے نماز شروع فرمائی پھر جب نماز سے فارغ ہو گئے تو خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے برابر کھڑا کیا، ان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد وعظ فرمایا، اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں کو یاد دلائے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ابھارا۔

پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیے ہوئے عورتوں کے قریب تشریف لے گئے، عورتوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات یاد دلائے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام اہم ترین ذمہ داریاں کسی مصلحت کے بغیر سونپی گئی تھیں۔ اس کی ایک ہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت میں ایثار، طبعی انکساری اور جذبۂ خدمت گزاری کے ساتھ ساتھ مروت اور مہمانداری کا انداز ہی کچھ ایسا دل نواز تھا کہ اسلام کی عظمت لوگوں کے دل میں گھر کر جاتی تھی۔ یوں دعوتِ اسلام کا پیغام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حسنِ اخلاق اور عظمتِ کردار سے پھیلا رہے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمِنٌ"

"امام ضامن اور موذن امانت دار ہے۔"

شافع روز جزا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے پہلے امام ہیں اور سیدنا حضرت بلال حبشی پہلے موذن یعنی امانت دار۔

مستدرک میں حاکم نے وائلہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"خَیْرُ السُّوْدَانِ لُقْمَانُ وَبِلَالٌ وَمُھْجِعٌ"

"سیاہ فاموں (کالے رنگ والوں) میں سے تین آدمی سب سے زیادہ بہتر ہیں۔"

1: لقمان 2: بلال 3: مہجع

شانِ بلالی اور حضرت ابوبکر صدیق:

"عَنْ عَائِذِ بْنِ عِمْرَانَ اَنَّ اَبَاسُفْیَانَ اَتٰی عَلٰی سَلْمَانَ وَصُھَیْبٍ وَ بِلَالٍ فِیْ نَفَرًا فَقَالُوْا وَاللّٰہِ مَا اَخَذَتْ فِیْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّاللّٰہِ مَأْخِذُھَاقَالَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَتَقُوْلُوْنَ ھٰذَالِشَّیْخِ قُرَیْشٍ وَ سَیِّدِ ھُمْ؟ فَاَتَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَخْبَرَہُ فَقَالَ یَااَبَا بَکْرٍ! لَعَلَّکَ اَغْضَبْتَھُمْ لَئِنْ کُنْتَ اَغْضَبْتَھُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّکَ فَاَتَاھُمْ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ یَا اَخُوْتَاہُ! اَغْضَبْتُکُمْ؟ قَالُو الَا۔ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکَ یَااَخِیْ"

(الصحیح المسلم کتاب فضائل صحابہ فصل من فضائل سلمان وصہیب وبلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) حدیث نمبر 4559) (مسند امام احمد کتاب مسند البصریین حدیث نمبر 19722) (مشکوۃ شریف، کتاب الفتن، باب جامع المناقب، صفحہ نمبر 576)

"عائذ بن عمران سے روایت ہے کہ ابو سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے سے پہلے) حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت صہیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قریب سے گزرے

Marfat.com

تو انہوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! نہیں پکڑا اللہ نے روگردانی کرنے والے کو گردن سے، اللہ کے دشمن کو اسکے پکڑنے کی جگہ سے۔'' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمایا: ''کیا تم قریش کے اس جاگیردار اور سردار کے بارے میں ایسا کہتے ہو۔؟ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکے پاس حاضر ہوئے اور اُن کو اس بات کی خبر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! شاید! وہ (حضرت بلال، صہیب اور سلمان) تجھ سے ناراض ہو گئے ہیں، اگر تو نے ان کو ناراض کیا تو تحقیق تو نے اپنے رب کو ناراض کیا۔'' پس (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد) سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان (حضرت بلال، صہیب اور سلمان) کے پاس آئے اور ان سے فرمایا: ''کیا میں نے تم کو غضب ناک کیا ہے۔؟'' انہوں نے کہا: ''نہیں (بلکہ) اللہ تعالیٰ آپ کو بخشے، اے ہمارے بھائی!''

جنت اور حضرت بلال:

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے طائف کے واقعہ کے بعد ہجرت مدینہ کے درمیانی مدت میں معراج کرائی۔ معراج کی واپسی پر سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جنت تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشتاق ہے۔''

پھر حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا:

''لِمَ سَبَقْتَنِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ یَابِلَالُ!''

''اے بلال! تم کونسا عمل کرتے ہو جس کی وجہ سے میں نے تمہیں جنت میں اپنے آگے دیکھا۔''

حضرت بلال صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میں جب بھی وضو کرتا ہوں دو رکعت تحیۃ الوضو ضرور ادا کرتا ہوں۔''

Marfat.com

سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

''اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تو نے یہ سعادت اسی عمل کی وجہ سے پائی ہے۔''

(الصحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، حدیث نمبر 18081) (مسلم، کتاب فضائل صحابہ، فصل من فضائل بلال، حدیث نمبر 4497) (مسند احمد، کتاب باقی المسند المکثرین، حدیث نمبر 8052، 9295) (مشکوۃ شریف، کتاب، باب، فصل، صفحہ 108)

ویسے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ آپ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے آگے آگے احتیاطاً چلا کرتے تھے، اسی لیے جنت میں بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی رحمت کے صدقے خادم رسول حضرت بلال صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو رفاقت کا شرف حاصل ہو گیا۔

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ واقعہ ہجرت مدینہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سناتے تھے تو شدتِ غمِ ہجرانِ حبیب صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے سبب اُن کی آنکھیں اشکبار ہو جایا کرتی تھیں۔

توحید کے علمبردار اور عاشقِ رسول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بلند مقام ومرتبہ صرف خدائے وحدہ لاشریک سے بے پناہ محبت اور سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سے عشقِ صادق کی بدولت حاصل ہوا۔

یہ واقعہ معراج درحقیقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسمت کی معراج کا مظہر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

''مَادَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ اِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَكَ اَمَامِیْ''

(مشکوۃ شریف، صفحہ 109)

''میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تو اپنے آگے میں نے تیرے جوتوں کی آواز سنی۔''

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کا ایک اور کمال یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے اپنے عاشقِ زار کو اس کے قدموں کی آواز سے پہچان لیا کہ یہ بلال کے ہی

Marfat.com

جوتوں کی آواز ہے۔ اس سے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت، رفعت اور شان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

''بلال جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا:

''یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سے بھی پہلے۔؟''

فرمایا:

''ہاں مجھ سے بھی پہلے۔ میں جس ناقہ پر سوار ہوں گا اس کی مہار بلال نے تھام رکھی ہوگی۔ اس طرح بلال مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مقامِ جعرانہ پر میں اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ایک دیہاتی نے حاضر ہو کر عرض کیا:

''یارسول اللہ ! آپ نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا تھا اسے پورا کیوں نہیں فرماتے۔؟''

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

''تم کو بشارت ہو۔''

''اس نے کہا:

''بشارت تو مجھ کو بہت دفعہ سنا چکے (کچھ مال دیجئے۔)''

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم یہ سن کر جلال میں آ گئے اور اسی حالت میں میری اور بلال کی طرف دیکھا اور فرمایا:

''اس نے بشارت کو قبول نہیں کیا تم قبول کرتے ہو۔؟''

ہم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم) ! ہم نے قبول کر لیا۔''

اس کے بعد سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ منگوا کر

اس میں ہاتھ اور چہرہ مبارک دھویا اور پھر اس میں کلی فرمائی اور فرمایا:

"تم دونوں اس میں سے پی لو اور اپنے چہرے اور حلق پر چھڑک لو اور بشارت حاصل کرلو۔"

ہم دونوں نے پیالہ لے لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے حکم کے مطابق پیا بھی اور مل بھی لیا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پردہ کے اندر سے پکارا:

"اپنی ماں کے لیے بھی کچھ پانی چھوڑ دینا۔"

ہم نے کچھ پانی برتن میں چھوڑ دیا۔

لیلۃ التعریس:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے لحات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ بسر ہوئے۔ ان میں بہت سارے واقعات درپیش آئے جن میں سے ایک قصہ لیلۃ التعریس کا بھی ہے۔ تعریس رات کے آخری حصہ میں مسافر کے سونے کے لیے سواری سے اُترنے اور ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر غزوۂ خیبر کی واپسی میں ایک رات سفر میں نیند کا غلبہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر شب میں خواب و استراحت کے لیے قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا:

"ہم سو جائیں تو ہمارے لیے رات کو نگہبانی کرنا اور جاگتے رہنا۔ جب صبح ہو جائے ہمیں بیدار کر دینا تاکہ صبح کی نماز ہاتھ سے نہ جائے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد سونے سے پہلے ادا فرمائی تھی۔ یہاں تک کہ نیند کا غلبہ ہوا کہ اس نے مہلت نہ دی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شب بیداری کے لیے آمادہ ہوئے اور نماز میں مشغول ہو گئے اور اتنی نماز پڑھی جتنی خدا نے ان کو توفیق دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو نیند سے بیدار کرنے کا یہ بارِ گراں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن پر پڑا۔ جب صبح کا وقت قریب ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

Marfat.com

اپنے کجاوے سے ٹیک لگالی اور طلوع فجر کی طرف متوجہ ہوئے اور غور سے آسمان کی طرف دیکھنے لگے کہ اچانک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ بوجھل ہونے لگی اور بے اختیار نیند آ گئی۔ حالانکہ اپنے اونٹ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔

ایک روایت کے مطابق اپنی دستار کھول کر اس سے اشتباہ کیا۔ چنانچہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور نہ ہی کوئی صحابی۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔ اس کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سونے اور نماز کے فوت ہو جانے سے حق تعالیٰ کے جلال سے اور اس کی تجلی سے ڈرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور حضرات بھی بیدار ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دی اور فرمایا:

''اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ کیا ہوا تم کیوں سو گئے تھے۔؟''

اس پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''میں کیا عرض کروں مجھے بھی اس نے آ گھیرا تھا جس نے آپ کو گھیرا تھا۔ اس قوت بیداری کے باوجود جو آپ کو حاصل ہے۔''

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''بلال کے پاس شیطان آیا حالانکہ وہ نماز میں کھڑے تھے۔ شیطان نے بلال کے سینہ پر ہاتھ مارا اور انہیں اس طرح تھپک تھپک کر سلا دیا جس طرح بچے کو تھپک تھپک کر سلاتے ہیں اور بلال سو گئے۔''

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان سے ان کے سو جانے کی کیفیت دریافت فرمائی تو انہوں نے ویسا ہی عرض کیا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالْحَقُّ''

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔''

Marfat.com

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''اپنے اونٹوں کو یہاں سے اٹھا کر لے چلو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اپنے اونٹوں کو اٹھایا اور وہاں سے چل دیئے۔

(مشکوۃ المصابیح، باب الاذان، الفصل الثانی) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 398) (سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 36)

فتح مکہ اور حضرت بلال:

فتح مکہ کے دن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی اور وہ بھی خانہ کعبہ کے چھت پر چڑھ کر اس وقت جب لوگوں نے اذان سنی تو کافروں کے پاؤں تلے زمین غائب سی ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ فتح مکہ میں بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کئی کارنامے انجام دیئے۔

نبی کریم کی علالت:

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسب معمول سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے مگر ان کی حرکات و سکنات میں روزمرہ جیسی چستی نہیں تھی۔ سر درد کی شکایت فرما رہے تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ میں ان کی پیشانی پر ہاتھ رکھوں اور دیکھوں کہیں انہیں بخار تو نہیں۔؟

میں نے عرض کیا:

''پیشانی گرم ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمائیں لیکن انہوں نے میرے ساتھ مسجد جانے پر اصرار فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلنے لگے تو نقاہت محسوس کر رہے تھے۔ میرا بازو تھام لیا۔ میں انہیں اپنے ساتھ لگا کر چلنے لگا۔ چلتے چلتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اچانک رُک گئے اور فرمانے لگے:

''بلال! تمہیں یاد ہے جب ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی اس دن بھی ہم ایسے ہی چل رہے تھے لیکن اس دن میں نے تمہیں سہارا دیا ہوا تھا۔؟''

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما کر مسکرائے، میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا:

''بائیس سال پہلے کی بات ہے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

''نہیں بلال! (ایسے لگتا ہے جیسے) کل کی بات ہے۔''

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کا وصال قریب آیا۔ سارا دن بخار تیز ہوتا رہا۔ دوسرے دن صبح اور بھی زیادہ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر بھی بستر سے اٹھے اور اپنی آواز کی نقاہت اور ہاتھوں کی لرزش کے باوجود امامت فرمائی۔ تیسرے اور چوتھے روز بھی صورت حال ایسی ہی رہی۔ پانچویں دن جب میں نے صبح دروازے پر دستک دی تو دروازہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کھولا۔ چہرے پر بہت پریشانی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے ایک بالٹی دی اور ٹھنڈا پانی لانے کے لیے کہا۔ میں بالٹی لیتے ہی دوڑ پڑا۔ ایک کنواں، دوسرا کنوں، تیسرا، چوتھا چھوڑتا ہوا میں اس کنویں پر پہنچا جس کا پانی مدینے میں سب سے ٹھنڈا تھا۔ بالٹی رسی سے باندھ کر جلدی سے کنویں میں ڈالی تو کنویں کی تہہ میں ایک چھپاکا ہوا۔ مجھے وہ آواز آج بھی یاد ہے۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اس پانی کی ٹھنڈک فوراً ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کی حدت ختم کردے گی۔ پانی لے کر جلدی سے واپس آیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے کیا۔ میرے پاس اتنا ہی وقت تھا کیوں کہ دن چڑھنے سے پہلے مجھے اپنے فرض سے سبکدوش ہونا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے کانوں میں اذان کی آواز نہ پڑی تو وہ اپنی بیماری کی تکلیف سے بھی زیادہ تکلیف محسوس کریں گے۔''

اذان پڑھ کر میں نے پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے پر دستک

Marfat.com

دی۔ چہرے کی پریشانی کچھ کم تھی۔ میرے دل کو بھی ذرا اطمینان ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے تمہارے لیے پیغام دیا ہے کہ آج سے بہتر اذان تم نے کبھی نہیں دی۔"

دو دن تک آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم پر غشی کے دورے پڑتے رہے۔ کبھی ہوش بھی آجاتا تو میں دوڑ پڑتا۔ میرا ہر قدم ان کی بیماری دور کر رہا تھا، یہ میں نہیں جانتا تھا کہ ہر قدم پر منزل دور ہوتی جارہی ہے۔ میں ہر دفعہ ایک نئے کنویں سے پانی لاتا اس خیال سے کہ اگر ایک کنویں کے پانی سے بیماری دور نہیں ہوئی تو شاید دوسرے کنویں کے پانی میں ایسی تاثیر ہو جس سے افاقہ ہو جائے۔ اس طرح ایک ایک کر کے میں نے مدینے کے سات کنوؤں کا پانی لا کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ پانی سات الگ الگ برتنوں میں رکھ لیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باری باری ان میں کپڑا بھگو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر پر رکھتیں تاکہ بخار کی حدت کم ہو۔

(داعی السماء، مؤذن الرسول، سیدنا بلال صفحہ 260)

شدتِ مرض کے وقت حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے سرِانور پر عصابہ باندھا ہوا تھا۔ فضل بن عباس نے دست مبارک کو تھام رکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم اسی حالت میں حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کریں مجھے ان کو وصیت کرنی ہے۔ فرمایا:

"اے بلال! مدینہ کے بازاروں میں گھوم کر ندا کرو۔!"

لوگوں نے جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنی تو فوراً گھروں اور دکانوں کے دروازوں کو کھلا چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے بھاگے۔ بڑے، چھوٹے، عورت، مرد بھی مسجد میں جمع ہو گئے۔ یہاں تک کہ مسجد میں مزید گنجائش نہ رہی۔ پھر حضور صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے آخری خطبہ ارشاد فرمایا۔
(داعی السماء، مؤذن الرسول، سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 188)
مروی ہے کہ ایامِ مرض میں جب بھی نماز کا وقت آتا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت جماعت کی حسب معمول اطلاع دیتے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم باہر تشریف لاتے اور لوگوں کے ساتھ نماز ادا فرماتے۔ مرض کے آخر میں اس کی شدت اور صعوبت کی بناء پر حجرۂ مبارکہ سے باہر قدم نہیں رکھ سکے، اس لیے لوگوں کے ساتھ نماز کی ادائیگی بھی ممکن نہ رہی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آخری مرض میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باجماعت سترہ نمازیں رہ گئیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ انور کے دروازے پر آ کر عرض کیا:

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

لیکن آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج مبارک بہت ناساز تھا۔ نقاہت طاری تھی اور بیماری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار بے ہوش ہو رہے تھے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق کو حکم پہنچادیں کہ وہ جماعت کروائیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے لوٹے اور سر پر ہاتھ رکھ کر فرماتے تھے:

"واغوثاہ یاانقطاع رجاہ وانکسار طیرا"

"اگر میری ماں مجھے نہ جنتی تو کیا ہوتا؟ اگر جنا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری والی حالت سے پہلے مر جاتا تو کیا ہوتا۔؟"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے، انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پہنچایا کہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رقیق القلب ہونے کی وجہ سے ضبط کی کوشش کے باوجود اضطراب کی سی کیفیت طاری تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے فرمایا:

''عمر تم لوگوں کو نماز پڑھا دو۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''آپ ہی اس کے زیادہ مستحق ہیں۔''

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی اور اسی حالت میں سترہ نمازیں گزریں۔

(داعی السماء، مؤذن الرسول وغیرہ)

ایک روایت میں ہے کہ ایام مرض میں سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

پس سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر پر ہاتھ مارتے ہوئے اور فریاد بلند کرتے ہوئے باہر آئے۔ ان کی فریاد امید ٹوٹ جانے اور کمر شکست ہو جانے کی وجہ سے تھی۔ وہ فرمار ہے تھے:

''کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر پیدا ہوا ہی تھا تو کاش! مرجاتا اس دن سے پہلے ہی اور پیغمبر خدا کا یہ حال نہ دیکھتا۔''

پس سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی:

''اے ابوبکر! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھائیں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی دیکھا تو بڑے اندوہ غمگین ہوئے، یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر منہ کے بل پڑے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین رونے لگے اور فریاد کرنے لگے۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے گوش مبارک میں آواز پڑی تو فرمایا:

"اے فاطمہ! یہ رونے اور فریاد کرنے کی آواز کیسی ہے۔؟"

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا:

"یہ آواز مسلمانوں کی ہے، وہ روتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مسجد میں دکھائی نہیں دیتے۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا، ان پر سہارا لیتے ہوئے باہر مسجد میں تشریف لائے، نماز پڑھائی اور فرمایا:

"اے مسلمانوں کی جماعت! تم اللہ کی پناہ اور اس کی حفاظت ونصرت اور تائید میں ہو۔ تمہاری حفاظت اطاعت اور تقویٰ میں اللہ ہی میرا خلیفہ ہے۔ تحقیق میں دنیا چھوڑ رہا ہوں۔"

پیر کے روز مزاج شریف نے آخری سنبھالا لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک فرمائی۔ پردہ اٹھا کر اپنے محبوب ساتھیوں (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو دیکھا اور تبسم فرمایا۔ اس کے بعد بے چینی بڑھتی گئی۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پردہ فرمانے کا وقت قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر انور میرے زانو پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم پر کچھ دیر غشی طاری رہی پھر آفاقہ ہوا۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی، حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے مسواک پر نظر ڈالی (میں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے مسواک فرمانی ہے) تو میں نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے مسواک فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے چھت کی طرف دیکھا اور فرمایا!

"اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقِ الْاَعْلیٰ"

یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں رہنا پسند نہیں

Marfat.com

فرماتے اور مجھے اس وقت سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کا خیال تک نہ آیا کہ نبی اس وقت تک وفات نہیں پاتا جب تک اس کو جنت میں اسکا مقام دکھانہ دیا جائے لیکن یہ ضرور یقین ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ آخری الفاظ ہیں۔

پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، چادر مبارک ہٹائی چہرۂ انور کی بلائیں لیں، خرق مبارک کا بوسہ لیا اور عرض کیا:

"ہائے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم)"

اس کے بعد سر جھکالیا، پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا:

"ہائے خلیل صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ واللہ! آپ پر دو موتیں جمع نہ ہوں گی۔ وہ موت جو آپ کے لیے مقدر تھی اس کا مزہ چکھ چکے۔ اب اس کے بعد پھر کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موت نہ آئے گی۔"

پھر چادر مبارک سے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو ڈھانپ کر حجرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے باہر تشریف لائے۔ مجمع غم پر نظر ڈالی، دل سے اٹھتی ہوئی آہوں کو روکا، دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پایا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم لڑکھڑا رہے تھے، سر چکرا رہا تھا، کچھ یقین نہ آرہا تھا۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک سے تلوار چھوٹ گئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نڈھال ہوکر زمین پر گر پڑے۔ اس دوران تحریک اسلامی کے امیر کا انتخاب عمل میں آیا۔ یہ تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے یار غار، رفیق خاص، مشیر و معاون اور بزرگ ترین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے تھے۔

حضرت عمر فاروق اور عزت بلال:

ایک دفعہ ابوسفیان بن حرب، سہیل بن عمرو اور دیگر اعیان قریش فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کے لیے آئے اور اسی دوران حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ملاقات کے لیے آئے تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

Marfat.com

قریش سے پہلے ان دو بزرگوں یعنی سیدنا بلال وصہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر ان کا حال احوال پوچھا۔ ان کے بعد ابوسفیان داعیانِ قریش کو بلایا۔ اس روش پر ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ آج جیسا رسوا کن دن ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ غلاموں کو بلایا جارہا ہے اور ہم دروازے پر کھڑے ہیں۔ ان میں حضرت سہیل اعدل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے فرمایا:

''بھائیو! تمہاری ناراضگی بجا ہے، لیکن نہ صرف اب بلکہ قیامت میں بھی ایسا ہی ہوگا، اس لیے کہ جب اسلام کی دعوت کا اعلان ہوا تو غلاموں نے سبقت کی اور تم پیچھے رہ گئے۔ اب دنیا ہو یا آخرت تم پیچھے رہ جاؤ اور وہ آگے، تو یہ ان کا حق ہے۔''

(داعی السماء، صفحہ 129.130)

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا اَعْتَقَ سَیِّدَنَا یَعْنِیْ بِلَالًا

(الصحیح البخاری، کتاب المناقب، فصل مناقب بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر، حدیث نمبر 3471)

(مشکوۃ شریف، کتاب الفتن، باب جامع المناقب، صفحہ نمبر 580)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سردار ہیں۔ انہوں نے ہمارے سردار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد فرمایا۔''

ایک دن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں بازار سے گزر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں خطاب فرمایا:

''یَاسَیِّدِیْ بِلَالٌ''

''اے میرے سردار بلال!''

خواب میں دیدارِ مصطفیٰ:

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ظاہری وصال ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ پر بھی دیگر عشاق کی طرح بڑا اثر ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے تھے کہ لوگو! تم نے کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو دیکھا ہے تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کا پتہ بتادو۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی غم ہجر میں مدینے کو چھوڑ کر ملک شام کے شہر حلب میں چلے گئے۔ دیگر روایات کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے اصرار پر مدینہ شریف ہی میں رہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حلب تشریف لے گئے۔

ایک عرصہ کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

''اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑ دیا۔؟''

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خواب دیکھ کر ''لَبَّیْکَ یَاسَیِّدِیْ'' ''اے میرے آقا! میں حاضر ہوں۔'' کہتے اُٹھے اور اسی وقت رات ہی کو اونٹنی پر سوار ہو کر مدینے کو چل پڑے۔ رات دن برابر چل کر مدینہ منورہ پہنچے، پہلے سیدھے مسجد نبوی شریف پہنچے اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو نہ دیکھا تو حجروں میں تلاش فرمایا۔ جب وہاں بھی نہ ملے تو مزار پرانوار پر حاضر ہوئے اور رو رو کر عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم حلب سے غلام کو یہ فرما کر بلایا کہ ہم سے مل جاؤ اور جب بلال زیارت کے لیے حاضر ہوا ہے تو آپ پردہ میں چھپ گئے۔؟''

یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے خود ہو کر قبر انور کے پاس گر گئے۔ کافی دیر میں جب کچھ طبیعت سنبھلی تو لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باہر اٹھا کر لے آئے۔

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''فَاَتَی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ فَجُوْلُ یَبْکِی عَنْہُ وَیَرَّغِ وَجْھَہُ عَلَیْہِ''

(وفا الوفاء، جلد 4، صفحہ 1356)

Marfat.com

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی قبر انور پر لائے، اسکے قریب روتے تھے اور اپنا چہرۂ انور قبر انور پر ملتے تھے۔"

حضرت بلال اور ذوکلاع حمیری:

حمیر قبیلہ کے رئیس "ذوکلاع حمیری" رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو یمن و طائف کے چند اضلاع کے حاکم تھے۔ انہوں جب اسلام قبول کیا تو خلافت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شروع میں مدینہ شریف حاضر ہو کر سلام کے بعد عرض کی:

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! پاؤں پھیلایئے تاکہ میں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاؤں دابوں، مٹھیاں بھروں اس لیے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے سچے عاشق ہیں۔"

اسلام سے پہلے حضرت ذوکلاع حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت، عظمت اور احترام کا حال یہ تھا کہ آپ کی قوم جو کہ تقریباً ایک لاکھ افراد پر مشتمل تھی آپ کو سجدہ کرتی تھی جیسا کہ دورِ جہالت کا طریقۂ تعظیم تھا۔

روایتِ حدیث:

آپ سے روایت کرنے والے بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، خلفاء راشدین میں سے شیخین اور عبداللہ بن عمرو، کعب، براء بن عاذب اور مدینہ و شام کے اکابر تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جماعت شامل ہے۔ جنہوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

یہ معمولی اعزاز نہیں کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق وسیدنا حضرت عمر فاروق وسیدنا حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے عظیم الشان خلفاء نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت

Marfat.com

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے کئی جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے روایت کی ہے۔ ان کے علاوہ مدینہ منورہ اور شام کے بڑے بڑے جلیل القدر تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی احادیث کی روایت کی ہے۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی احادیث کا تعلق زیادہ تر نماز اور روزہ سے ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سلسلے میں بے حد محتاط تھے۔ بدیں وجہ اس عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابلے میں کم احادیث نقل فرمائیں حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم میں گزرا تھا۔

وصال:

سکرات الموت کی گھڑی ایک کٹھن مرحلہ ہوتی ہے لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس وقت بھی) فرحان وخندان اور خوش وخرم تھے۔ مروی ہے کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکرات الموت طاری ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں اور کہتی تھیں۔

"واحزناہ"

"ہائے غم وحزن (میری جان لیے جارہا ہے۔)"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے:

"وافرحتاہ وافرحتاہ

غد بلقی الحبۃ محمد و صحبہ"

"(غم نہیں) خوشیاں ہی خوشیاں ہیں۔ ہم کل محبوبوں سے ملیں گے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم) اور ان کے اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے۔"

اس کے اگلے روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوگئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 18 ہجری کو وفات پائی اور بعض لکھتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 20 ہجری کو ہوئی۔ اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ نے تریسٹھ برس عمر پائی اور بعض کہتے ہیں کہ ستر برس۔

آپ رضی اللہ عنہ دمشق کے قبرستان بابِ صغیر میں دفن کیے گئے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی فرماتی ہیں کہ جب حضرت بلال بستر پر لیٹتے تو فرماتے:

"الٰہی! میرے گناہوں سے درگزر فرما اور میری بیماریوں میں مجھے معذور سمجھ۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خبر ملی تو آپ روتے روتے نڈھال ہو گئے اور فرمایا:

"آہ! اے بلال ہمارے سردار! بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تُو بھی داغِ مفارقت دے گیا؟"

ایک اور روایت میں ہے کہ جب وصال بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر ملی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"آج ہمارا سردار فوت ہو گیا۔"

مزار شریف:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار دمشق میں واقع قبرستان "بابِ صغیر" میں ہے۔

قبر انور پر بہترین گنبد ہے اور قبر انور ایک کمرے کے اندر موجود ہے، جس کے اندر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور ہے، جو لمبائی سے حساب سے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کی قبر انور سے کافی چھوٹی ہے۔ مزار مبارک کی چاردیواری کے بالکل ساتھ حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار مبارک ہے، جبکہ اسی قبرستان میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

Marfat.com

اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے مزارات ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک آج بھی مشہور اور مرجع خلائق ہے۔ مزار پر انوار پر خاموشی اور پرسکون ماحول ہے۔ آج بھی عشاق عشق کا سبق پڑھنے بارگاہ بلالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر ہوتے ہیں اور آنسوؤں کا نذرانہ اور فاتحہ کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور ''استجابۃ الدعوات'' (دُعا قبول ہونے) کا مرکز ہے۔

سیدنا محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں نے مزار بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کو بارہا آتے جاتے دیکھا ہے۔''

(جبل قاسیون ورجال اربعون)

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 5

تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم

Marfat.com

فصل نمبر 1:

حضرت اویس قرنی التابعی رحمۃ اللہ علیہ

شمع دین وملت:

طبقہ تابعین کے آئمہ طریقت میں سے آفتاب امت، شمع دین وملت، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ اہل تصوف کے مشائخ کبار میں سے ہیں۔

بارگاہ رسول میں حاضر نہ ہونے کی وجوہات:

آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ حیات ظاہری اور عہد مبارک پایا ہے، لیکن دو چیزوں نے دیدار جمال جہاں آراء سے آپ کو روکے رکھا۔ ایک آپ کا غلبہ حال اور دوسرا آپ کی والدہ کا حق۔

صحابہ کی حضرت اویس قرنی سے ملاقات:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا:

"قرن میں ایک اویس نامی مردِ خدا ہے جس کی شفاعت سے قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری امت جنت میں داخل ہوگی۔"

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"جب تم اس سے ملاقات کرو گے تو پستہ قد، لانبے بال اور داہنی جانب روپے کے برابر سفید نشان پاؤ گے۔ یہ سفیدی برص کی نہ ہوگی۔ ایسا ہی نشان اس کے ہاتھ کی ہتھیلی پر ہوگا۔ وہ ربیعہ ومضر کی بکریوں کی تعداد کے برابر میری امت کی شفاعت کرے گا۔ جب تم اس سے ملو تو میرا اسلام پہنچا کر کہنا کہ میری امت کے لیئے دعا کریں۔"

Marfat.com

چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت عمر فاروق جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ آئے تو حضرت عمر فاروق نے دورانِ خطبہ ارشاد فرمایا:

''اے نجد کے رہنے والو! کھڑے ہو جاؤ۔''

جب وہ لوگ کھڑے ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی قرن کا رہنے والا شخص ہے۔؟''

جب قرن کے لوگ آئے تو آپ نے ان سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں استفسار فرمایا۔ انہوں نے کہا:

''وہ تو دیوانہ آدمی ہے۔ وہ نہ تو آبادی میں آتا ہے اور نہ کسی سے ملتا جلتا ہے۔ عام طور پر جو لوگ کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتا حتیٰ کہ وہ غم و خوشی تک کو نہیں جانتا۔ جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے اور جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے۔''

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔''

لوگوں نے کہا:

''وہ جنگل میں ہمارے اونٹوں کے پاس رہتا ہے۔''

چنانچہ حضرت فاروق اعظم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما دونوں اٹھ کر چل دیئے۔ یہاں تک کہ دونوں حضرت اویس قرنی کے پاس پہنچے۔ وہ نماز میں مصروف تھے۔ یہ دونوں انتظار میں بیٹھ گئے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو سلام کیا اور دونوں نے ان کی ہتھیلی اور پہلو پر نشان دیکھے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ نشانیوں کو پہچان لیا تو دعا کے خواستگار ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام اور امت کے لئے دعا کی وصیت پہنچائی۔ کچھ دیر یہ دونوں ان کے پاس بیٹھے رہے۔ پھر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''آپ نے بڑی تکلیف و زحمت فرمائی۔ اب جایئے قیامت نزدیک ہے۔ وہاں ہمیں ایسا دیدار نصیب ہو گا جو کبھی منقطع نہ ہو گا۔ اب میں قیامت کا راستہ

بنانے اور اسے صاف کرنے میں مشغول ہوں۔"

ان دونوں امیروں کی ملاقات سے اہل قرن کو معلوم ہوگیا کہ بظاہر یہ دیوانہ آدمی کون ہے۔ چنانچہ وہ لوگ ان کی بہت عزت اور قدرومنزلت کرنے لگے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ وہاں سے کوچ کر کے کوفہ چلے گئے۔ کوفہ میں انہیں صرف ہرم بن ضبان نے ایک مرتبہ دیکھا۔ یہاں تک کہ جنگ صفین میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں جہاد کے لئے نکلے اور لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

"عاش حمیداً و مات شهیداً

"پسندیدہ زندگی گزاری اور شہادت کی موت پائی۔"

علیحدگی میں سلامتی:

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"السلامة فی الوحدة"

"علیحدگی میں سلامتی ہے۔"

اس لئے کہ جس کا دل تنہا ہو وہ غیر کے فکرواندیشہ سے بے پرواہ ہر حال میں مخلوق سے کنارہ کش اور ان آفتوں سے محفوظ رہتا ہے، لیکن اگر یہ سمجھے کہ تنہائی کی زندگی گزارنا محال ہے تو وہ جان لے کہ اس کے دل پر شیطان کا تسلط ہے اور اس کے سینہ میں نفس کا غلبہ ہے، حالانکہ جس وقت دنیا کی فکر اور خلق کا اندیشہ اس کے دماغ میں موجود ہے اس وقت تک وحدت وتنہائی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا اس لئے کہ کسی خاص چیز سے راحت پانا اور اس کی فکر رکھنا ایک ہی چیز ہے۔ جسے خلوت گزینی اور تنہائی کی عادت ہوگئی وہ اگرچہ مجلس میں بیٹھا ہو مگر اس کی وحدت میں کوئی خلل نہیں ہوتا اور جو شخص کسی اور خیال میں غرق ہو اگرچہ وہ خلوت میں ہو تو یہ خلقت اسے فارغ نہیں کرتی۔ معلوم ہوا کہ انسانوں سے جدا ہونا محبت الٰہی نہیں ہے، لیکن جسے محبت الٰہی حاصل ہو جائے اس کے لئے انسانوں سے ملنا جلنا ضروری نہیں ہے اور جسے انسانوں سے محبت ہے اس کے دل میں خدا کی دوستی کا گزر نہیں ہوتا بلکہ اسے محبت الٰہی کی ہوا تک نہیں لگتی:

"لان الوحدة صفة عبد صاف"

Marfat.com

"اس لئے کہ وحدت صاف دل کی صفت ہے۔"

سنو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"الیس اللہ بکاف عبدہ"

"کیا اللہ بندے کے لئے کافی نہیں۔؟"

☆☆☆

فصل نمبر 2:

حضرت ہرم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ

روح کا روح کو پہچاننا:

طبقہ تابعین کے آئمہ طریقت میں منبع صفا، معدن وفا، حضرت ہرم بن حبان رضی اللہ عنہ ہیں جو اکابر طریقت میں سے ہیں۔ آپ کو طریقت و معرفت میں کمال دسترس حاصل تھی۔ صحابی کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مجلسوں میں رہے ہیں۔ آپ نے جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا تو قرن پہنچے، لیکن وہ وہاں سے کوچ کر چکے تھے۔ آپ نا امید ہو کر واپس آ گئے۔ پھر پتہ چلا کہ اویس قرنی کوفہ میں ہیں تو آپ کوفہ پہنچے مگر طویل عرصہ تک ملاقات نہ ہو سکی۔ مایوس ہو کر بصرے جانے کا ارادہ کیا تو اچانک حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو فرات کے کنارے جب پہنچے وضو کرتے مل گئے۔ دیکھتے ہی پہچان لیا۔ جب کنارہ فرات سے باہر آ کر ریش مبارک میں کنگھی کی تو حضرت ہرم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ انہوں نے جواب دیا:

"وعلیك السلام یاهرم بن حبان"

"اے ہرم بن حبان تجھ پر بھی سلامتی ہو۔"

حضرت ہرم بن حبان نے دریافت کیا:

"آپ نے مجھے کیسے پہچانا۔؟"

انہوں نے کہا:

"عرفت روحی روحك"

Marfat.com

''میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا۔''

دل حفاظت:

حضرت ہرم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے میری اکثر باتیں ہوئی ہیں۔ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بروایت حضرت عمر فاروق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی:

''حقیقت یہ ہے کہ ہر عمل کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ثمر ملتا ہے جس کی وہ نیت کرے۔ جس نے خدا اور رسول کی طرف ہجرت کی تو اس کی ہجرت خدا اور رسول ہی کی طرف ہوگی اور جس نے دنیا کی طرف ہجرت کی اُسے وہی ملے گی۔ اگر بیوی کی خواہش کی تو اس سے نکاح کرلے گا۔ اس کی ہجرت اس کے لئے ہے جس کی وہ نیت کرے۔''

اس کے بعد حضرت اویس قرنی نے مجھے نصیحت کی:

''عليك بقلبك''

''تم پر فرض ہے کہ اپنے دل کی نگہداشت کرو تاکہ کسی غیر کی فکر میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔''

اس نصیحت کے دو معنی ہیں:

ایک یہ کہ دل کو ریاضت و مجاہدے کے ذریعہ حق تعالیٰ کی اطاعت پر لگائے رکھے۔

دوسرا یہ کہ خود کو دل کے تابع کرو۔

یہ دونوں اصول قوی ہیں۔ دل کو حق کے تابع کرنا ارادتمندوں کا کام ہے تاکہ خواہشات کی کثرت اور ہوائے نفس کی محبت سے دل محفوظ رہے، تمام ناموافق خطرات اور اندیشے دل سے نکال پھینکے اور اس کی درستگی و حفاظت کی تدبیر میں مشغول ہو کر حق تعالیٰ کے نشانِ قدرت پر نظر رکھے، تاکہ دل خدا کی محبت کی آماجگاہ بن جائے۔

خود کو دل کے تابع کرنا کاملوں کا کام ہے، کیونکہ حق تعالیٰ ان کے دلوں کو نورِ جمال سے منور کر کے تمام اسباب و علل سے پاک و صاف بنا کر مقام بلند اور درجۂ رفیعہ پر فائز کر دیتا ہے، ان کے جسموں کو خلعت قرب سے نواز دیتا ہے، اپنے لطائف و تجلیات کی روشنی

Marfat.com

سے انہیں منور کر دیتا ہے اور مشاہدہ قرب سے سرفراز کرتا ہے۔ جس وقت کامل کی ایسی حالت ہو جائے تو اس وقت اسے خود کو دل کے تابع اور اس کے موافق کر دینا چاہئے۔ گویا پہلی صفت کے حضرات صاحب القلوب، مالک القلوب اور باقی الصفت، مغلوب القلوب۔ فانی الصفت، ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ کی اصل وحقیقت یعنی دلیل وحجت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''الا عبادك منهم المخلصين''

''شیطان نے کہا: ''مگر تیرے مخلص بندوں کو میں گمراہ نہ کر سکوں گا۔''

اس میں دو قرأت ہیں۔ ایک یہ کہ مخلِصین لام کے زیر سے اور دوسری مخلَصین لام کے زبر سے۔ مخلِص اسم فاعل ہے جو کہ باقی الصفت ہیں اور مخلَص اسم مفعول ہے جو کہ فانی بالصفت ہے۔

جو حضرات فانی الصفت ہیں وہ زیادہ جلیل القدر ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے خود کو دل کے تابع اور اس کے موافق بنا رکھا ہے، ان کے دل حق تعالیٰ کے سپرد ہیں اور ان میں حق تعالیٰ ہی جلوہ گر ہے۔ وہ اس مشاہدہ میں قائم ہیں، لیکن وہ حضرات جو باقی الصفت ہیں وہ دل کو بکوشش امر حق کے موافق بناتے ہیں۔ اس مسئلہ کی بنیاد ہوش ومستی اور مشاہدہ ومجاہدہ پر ہے۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 3:

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

صاحب مجاہدات وطریقت:

امام طریقت، امام الائمہ، مقتدائے اہل سنت، شرف فقہاء، عز علماء، سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت خزازی رضی اللہ عنہ عبادت ومجاہدات اور طریقت کے اصول میں عظیم الشان مرتبہ پر فائز ہیں۔

Marfat.com

جامع استخوان:

ابتدائی زندگی میں آپ نے لوگوں کے اژدہام سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی کا قصد فرمایا تاکہ لوگوں میں عزت وحشمت پانے سے دل کو پاک وصاف رکھیں اور دن ورات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ومنہمک رہیں۔ مگر ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استخوانِ مبارک کو جمع کر رہے ہیں اور بعض کو بعض کے مقابلہ میں انتخاب کر رہے ہیں۔ اس خواب سے آپ بہت پریشان ہوئے اور حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کے ایک مصاحب سے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ انہوں نے جواب دیا:

"آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک اور آپ کے سنت کی حفاظت میں ایسے بلند درجہ پر فائز ہوں گے گویا آپ ان میں تصرف کر کے صحیح وسقیم کو جدا جدا کریں گے۔"

محی السنۃ:

دوسری مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے ابوحنیفہ! تمہیں میری سنت کے زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم گوشہ نشینی کا خیال دل سے نکال دو۔"

استاذ مشائخ:

آپ بکثرت مشائخ متقدمین کے استاد ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم، فضیل بن عیاض، داؤد طائی اور حضرت بشر حافی وغیرہ رحمہم اللہ نے آپ سے اکتساب فیض کیا ہے۔

مخلوق سے علیحدگی:

علماء کے درمیان یہ واقعہ مشہور ہے کہ آپ کے زمانہ میں ابوجعفر المنصور خلیفہ تھا۔ اس نے یہ انتظام کیا کہ چار علماء میں سے کسی ایک کو قاضی بنا دیا جائے۔ ان چاروں میں امام اعظم رحمہ اللہ کا نام بھی شامل تھا۔ بقیہ تین فرد حضرت سفیان ثوری، صلہ بن اشیم اور شریک

رحمہم اللہ تعالیٰ تھے۔ یہ چاروں بڑے متبحر عالم تھے۔ فرستادہ کو بھیجا کہ ان چاروں کو دربار میں لے کر آئے۔ چنانچہ جب یہ چاروں یکجا ہو کر روانہ ہوئے تو راہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میں اپنی فراست کے مطابق ہر ایک کے لئے ایک ایک بات تجویز کرتا ہوں۔"

سب نے کہا:

"آپ جو تجویز فرمائیں گے درست ہی ہوگا۔"

آپ نے فرمایا:

"میں تو کسی حیلہ سے اس منصب قضاء کو خود سے دور کر دوں گا۔ صلہ بن الشیم خود کو دیوانہ بنا لیں، سفیان ثوری بھاگ جائیں اور شریک قاضی بن جائیں۔"

چنانچہ حضرت سفیان ثوری نے تجویز کو پسند کیا اور راستے ہی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک کشتی میں گھس کر کہنے لگے:

"مجھے پناہ دو! لوگ میرا سر کاٹنا چاہتے ہیں۔"

اس کہنے میں ان کا اشارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادات کی طرف تھا کہ

"من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین"

"جسے قاضی بنا گیا اسے بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔"

منصور نے امام اعظم کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

"آپ منصب قضا کے لئے بہت مناسب ہیں۔؟"

امام اعظم نے فرمایا:

"اے امیر! میں عربی نہیں ہوں! اس لئے سردار عرب میرے حاکم بننے پر راضی نہ ہوں گے۔"

منصور نے کہا:

"اوّل تو یہ منصب نسبت و نسل سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ علم و فراست سے تعلق رکھتا ہے، چونکہ آپ تمام علمائے زمانہ سے افضل ہیں اس لئے آپ ہی اس کے لئے زیادہ موزوں و لائق ہیں۔"

Marfat.com

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں اس منصب کے لائق نہیں۔''

پھر فرمایا:

''میرا یہ کہنا کہ میں اس منصب کے لائق نہیں اگر سچ ہے تو میں اس کے لائق نہیں اور اگر جھوٹ ہے تو جھوٹے کو مسلمانوں کا قاضی نہیں بنانا چاہئے۔ چونکہ تم خدا کی مخلوق کے حاکم ہو تو تمہارے لئے ایک جھوٹے کو اپنا نائب بنانا اور لوگوں کے اموال کا معتمد اور مسلمانوں کی ناموس کا محافظ مقرر کرنا مناسب نہیں ہے۔''

اس حیلہ سے آپ نے منصب قضاء سے نجات پائی۔ اس کے بعد منصور نے حضرت صلہ بن اشیم کو بلایا۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

''منصور تیرا کیا حال ہے۔ بچے کیسے ہیں۔؟''

منصور نے کہا:

''یہ تو دیوانہ ہے۔ اسے نکال دو۔!''

اس کے بعد حضرت شریک کی باری آئی۔ ان سے کہا:

''آپ کو منصب قضا ملنا چاہئے۔''

انہوں نے فرمایا:

''میں سودائی مزاج کا آدمی ہوں اور میرا دماغ بھی کمزور ہے۔''

منصور نے جواب دیا:

''اعتدال مزاج کے لئے شربت وشیرے وغیرہ استعمال کرنا تاکہ دماغی کمزوری دور ہو کر عقل کامل حاصل ہو جائے۔''

غرض یہ کہ منصب قضا حضرت شریک کے حوالہ کر دیا گیا، امام اعظم نے انہیں چھوڑ دیا اور پھر کبھی بات نہ کی۔

اس واقعہ سے آپ کے کمال کی دو حیثیتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک یہ کہ آپ کی فراست اتنی ارفع واعلیٰ تھی کہ آپ پہلے ہی سب کی خصلت وعادت کا جائزہ لے کر صحیح اندازہ لگالیا کرتے

تھے اور دوسرے یہ کہ سلامتی کی راہ پر گامزن رہ کر خود کو مخلوق سے بچائے رکھنا تاکہ مخلوق میں ریاست وجاہ کے ذریعہ نخوت نہ پیدا ہو جائے۔ یہ حکایت اس امر کی قوی دلیل ہے کہ اپنی صحبت وسلامتی کے لئے کنارہ کشی بہتر ہے۔ حالانکہ آج حصول جاہ و مرتبہ اور منصب قضا کی خوطر لوگ سرگرداں رہتے ہیں، کیونکہ لوگ خواہش نفسانی میں مبتلا رہ کر راہ حق وصواب سے دور ہو چکے ہیں، لوگوں نے امراء کے دروازوں کو قبلہ حاجات بنا رکھا ہے، ظالموں کے گھروں کو اپنا بیت المعمور سمجھ لیا ہے اور جابروں کی مسند کو "قاب قوسین او ادنی" کے برابر جان رکھا ہے۔ جو بات بھی ان کی مرضی کے خلاف ہو وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

ستره کا عدد:

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوفل بن حبان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام لوگ حساب گاہ میں کھڑے ہیں۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حوض کوثر کے کنارے کھڑے ہیں اور آپ کے دائیں بائیں بہت سے بزرگ موجود ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ جن کا چہرہ نورانی اور بال سفید ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر اپنے رخسار رکھے ہوئے ہیں اور ان کی برابر حضرت نوفل موجود ہیں۔ جب حضرت نوفل نے مجھے دیکھا تو وہ میری طرف تشریف لائے اور سلام کیا۔ میں نے ان سے کہا:

"مجھے پانی عنایت فرمائیں۔"

انہوں نے فرمایا:

"میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لوں۔"

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت مبارک سے اجازت مرحمت فرمائی اور انہوں نے مجھے پانی دیا۔ اس میں کچھ پانی تو میں نے پیا اور کچھ اپنے رفقاء کو پلایا، لیکن اس پیالہ کا پانی ویسا کا ویسا ہی رہا کم نہیں ہوا۔ پھر میں نے حضرت نوفل سے پوچھا:

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی جانب کون بزرگ ہیں۔؟"

انہوں نے فرمایا:

"یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں اور حضور کی بائیں جانب حضرت صدیق

Marfat.com

اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔"

اسی طرح میں معلوم کرتا رہا یہاں تک کہ سترہ بزرگوں کی بابت دریافت کیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو ہاتھ کی انگلیاں سترہ عدد پر پہنچ چکی تھیں۔

عظمت ابی حنیفہ:

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ این اطلبك"

"اے اللہ کے رسول! میں آپ کو روز قیامت کہاں تلاش کروں۔؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عند علم ابی حنیفة"

"ابوحنیفہ کے پاس۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں:

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ورع اور آپ کے فضائل ومناقب اس کثرت سے منقول ومشہور ہیں کہ ان سب کے بیان کی یہ کتاب متحمل نہیں ہوسکتی۔

عثمان علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں مسجد نبوی شریف کے مؤذن حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک کے سرہانے سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بزرگ کو آغوش میں بچے کی طرح لئے ہوئے باب شیبہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ میں نے فرط محبت میں دوڑ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو بوسہ دیا۔ میں اس حیرت وتعجب میں تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی معجزانہ شان سے میری باطنی حالت کا اندازہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ تمہارے امام ہیں جو تمہاری ہی ولایت کے ہیں یعنی ابوحنیفہ۔"

اس خواب سے یہ بات منکشف ہوئی کہ آپ کا اختیار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں بے خطا ہے۔ اس لئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے خود نہیں جا رہے

Marfat.com

تھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود انہیں اٹھائے لے جا رہے تھے، کیونکہ وہ باقی الصفت یعنی تکلف وکوشش سے چلنے والے نہیں تھے، بلکہ فانی الصفت اور شرعی احکام میں باقی وقائم تھے۔ جس کی حالت باقی الصفت ہوتی ہے وہ خطا کار ہوتا ہے یا راہب، لیکن جب انہیں لے جانے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہیں تو وہ فانی الصفت ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بقا کے ساتھ قائم ہوئے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطا کے صدور کا امکان ہی نہیں اس لئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم ہو اس سے خطا کا امکان نہیں۔ یہ ایک لطیف اشارہ ہے۔

علم وعمل کا ساتھ:

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ جب حصول علم سے فارغ ہو گئے، ان کا شہرہ آفاق میں پھیل گیا اور یگانہ روزگار عالم تسلیم کر لئے گئے، تب وہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی خدمت میں اکتساب فیض کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"اب کیا کروں۔؟"

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"عليك بالعصل فان العلم بلا عمل كالجسد بلا روح"

"اب تمہیں اپنے علم پر عمل کرنا چاہئے، کیونکہ بلا عمل کے علم ایسا ہے جیسے بلا روح کے جسم ہوتا ہے۔"

عالم جب تک باعمل نہیں ہوتا اسے صفائے قلب اور اخلاص حاصل نہیں ہوتا۔ جو شخص محض علم پر ہی اکتفاء کر لے وہ عالم نہیں ہے۔ عالم کے لئے لازم ہے کہ وہ محض علم پر قناعت نہ کرے کیونکہ عین علم کا اقتضا یہی ہے کہ باعمل بن جائے۔ جس طرح کہ عین ہدایت مجاہدے کی مقتضی ہے اور جس طرح مشاہدہ بغیر مجاہدے کے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح علم بغیر عمل کے سودمند نہیں ہوتا۔ کیونکہ عمل علم کی میراث ہے۔ علم میں نور وسعت اور ان کی منفعت عمل ہی کی برکت کا ثمر ہوتا ہے۔ کسی صورت بھی علم عمل سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے کہ آفتاب کا نور کہ وہ عین آفتاب سے ہے اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ یہی حال علم وعمل کے مابین ہے۔

Marfat.com

صاحب حل وعقد:

1: عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مکہ کے راستہ میں دیکھا۔ کافی لوگ ان کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے اونٹ کا گوشت بھون رکھا تھا اور وہ اسے سرکہ کے ساتھ کھانا چاہتے تھے، لیکن سرکہ ڈالنے کے لئے برتن پاس نہیں تھا۔ وہ سب پریشان تھے۔ میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ریت میں گڑھا کھودا، اس پر دسترخوان بچھایا اور سرکہ اس میں ڈال دیا اور کہا:

"کھاؤ۔"

2: ایک آدمی کے گھر میں چور داخل ہوا اور سارا مال و متاع لوٹ لیا۔ پھر اس آدمی سے قسم لی کہ اگر تم نے کسی کو آگاہ کیا تو تیری بیوی کو طلاق۔ صبح کے وقت اس نے دیکھا کہ چور بازار میں اس کا سامان بیچ رہا ہے، لیکن وہ قسم کی وجہ سے کسی سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ وہ شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت حاضر ہوا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اپنے محلے کے امام، مؤذن اور کوئی دو آدمی لے کر آؤ۔ وہ شخص ان کو لے کر آیا تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"تم چاہتے ہو کہ اس شخص کا لوٹا ہوا سامان اسے واپس مل جائے۔؟"

انہوں نے کہا:

"ہاں۔!"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"محلہ کے تمام بدقماش لوگوں کو مسجد میں اکٹھا کریں۔ پھر ایک ایک کر کے انہیں وہاں سے نکالیں اور اس سے پوچھو: "کیا یہ تمہارا چور ہے۔؟" اگر وہ چور نہ ہوا تو وہ شخص یہ بتا دے گا کہ یہ میرا چور نہیں ہے۔ اگر وہ چور ہوا تو یہ خاموش رہے گا اور جس شخص پر یہ خاموش رہا اسے گرفتار کر لینا۔ انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کے مطابق عمل کیا اور چور پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔

3: ایک آدمی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزرا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا:

Marfat.com

”کہاں کا ارادہ ہے۔؟“

اس نے جواب دیا:

”ابن ابی لیلیٰ کے پاس۔“

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”واپسی پر مجھ سے ملنا۔“

لوگ ابن ابی لیلیٰ کے پاس دعا کروانے کے لئے جاتے تھے۔ وہ شخص تین دن تک ابن ابی لیلیٰ کے پاس رہا۔ جب واپس آیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا:

”اتنے دن کیوں ٹھہرے رہے۔؟“

وہ کہنے لگا:

”ایک خاص بات تھی، اس کے حل کے لئے وہاں ٹھہرا رہا۔“

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا:

”وہ خاص بات کیا ہے۔؟“

اس نے کہا:

”میں ایک دولت مند آدمی ہوں۔ اس دنیا میں صرف میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ میں جب بھی اس کی شادی کرتا ہوں وہ بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔ اگر لونڈی خریدوں تو اس کو آزاد کر دیتا ہے۔ مجھے اس کا کوئی حل نظر نہیں آتا۔“

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

”بیٹھو! میں تمہیں ایک ترکیب بتاؤں گا۔ اس سے تمہاری مشکل حل ہو جائے گی۔“

پھر اس شخص کو کھانا کھلایا اور کہا:

”اپنے بیٹے کو بازار لے کر جاؤ جو لونڈی اسے پسند آئے اپنے لئے خرید لو۔ پھر اس سے اپنے بیٹے کا نکاح کر دینا۔ اگر اس نے طلاق دی تو تمہاری طرف واپس لوٹ آئے گی۔ اگر آزاد کیا تو آزاد کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اگر اس نے بچہ جن دیا تو اس کا نسب تم سے ثابت ہو جائے گا۔“

Marfat.com

ان سے پوچھا گیا:

"کیا یہ جائز ہے۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"بالکل مسئلہ اسی طرح ہے۔"

وہ شخص دوبارہ ابن ابی لیلیٰ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کر دی۔

4: خلیفہ منصور نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ منصور کا دربان ربیع امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عداوت رکھتا تھا۔ ربیع نے کہا:

"اے امیر المومنین! ابو حنیفہ تمہارے جدامجد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف یہ تھا کہ اگر کسی شخص نے قسم اٹھائی تو وہ ایک دو دن کے بعد بھی اس سے استثناء کر سکتا ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ کا موقف اس کے برعکس ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ استثناء صرف فوری طور پر درست ہے۔"

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اے امیر المومنین! ربیع کا خیال ہے کہ لوگ آپ کی بیعت توڑ دیں۔"

منصور نے پوچھا:

"وہ کیسے۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"لوگ آپ کی بیعت کر لیں گے اور گھر میں جا کر استثناء کر لیا کریں گے اور بیعت توڑ دیں۔"

یہ سن کر منصور ہنسنے لگا اور ربیع سے کہا:

"امام ابو حنیفہ سے تعرض نہ کیا کرو۔!"

جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ باہر نکلے تو ربیع نے کہا:

"آپ مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔؟"

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''نہیں۔ قتل تو تم مجھے کروانا چاہتے تھے لیکن میں نے تمہیں پھنسا دیا۔!''

5: ابو العباس طوسی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتا تھا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس کا علم تھا۔ ایک مرتبہ امام صاحب ابو جعفر منصور کے دربار میں تشریف لائے، بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ طوسی نے اپنے دل میں کہا:

''آج میں ابو حنیفہ کو قید خانے میں ڈلوا دوں گا۔''

وہ کہنے لگا:

''اے ابو حنیفہ! امیر المومنین ہم میں سے کسی آدمی کو بلاتے ہیں اور اسے کسی کی گردن اڑا دینے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ شخص نہیں جانتا کہ کیا وہ مجرم ہے یا نہیں۔ کیا اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔؟''

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کیا امیر المومنین ہمیں حق بات کا حکم دیتے ہیں یا باطل کا۔؟''

طوسی نے کہا:

''حق بات کا۔''

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''پھر حق کو نافذ کرو اور اس کے بارے میں سوال نہ کرو۔''

پھر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قریب بیٹھے ہوئے شخص کو بتایا کہ یہ شخص مجھے باندھنا چاہتا ہے تھا۔ میں نے اسے باندھ دیا۔

6: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک حجام کے پاس بال بنوا رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حجام سے کہا:

''سفید بالوں کو نکال دو۔''

اس نے کہا:

''ایسا نہ کریں۔''

آپ نے پوچھا:

''کیوں۔؟''

Marfat.com

اس نے کہا:

"اس سے سفید بال زیادہ ہو جاتے ہیں۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"تو پھر سیاہ بالوں کو نکال دو تا کہ وہ زیادہ ہو جائیں۔"

7: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ صحرا میں سفر کرتے ہوئے مجھے پانی کی ضرورت پڑی۔ اسی دوران ایک بدو آیا جس کے پاس پانی کا مشکیزہ تھا۔ میں نے اس سے پانی مانگا تو اس نے پانچ درہم طلب کئے۔ میں نے اسے پانچ درہم دیئے اور مشکیزہ لے لیا۔ پھر اسے کہا:

"ستو پسند کرتے ہو۔؟"

اس نے کہا:

"لاؤ۔"

میں نے اسے گھی میں ملے ہوئے ستو دیئے۔ وہ ستو کھانے لگا یہاں تک کہ اس کا پیٹ بھر گیا۔ پھر جب اسے پیاس لگی تو اس نے مجھ سے پانی مانگا۔ میں نے کہا:

"ایک پیالہ پانچ درہم میں دوں گا۔"

اس طرح میں نے پانچ درہم بھی واپس لے لئے اور پانی بھی بچ گیا۔

8: کوفہ کا ایک آدمی حج کو جانے لگا تو اس نے ایک شخص کے پاس امانت رکھی، جب وہ واپس آیا تو اپنی امانت طلب کی۔ اس امانت دار نے امانت لوٹانے کا انکار کر دیا اور قسمیں اٹھانے لگا۔ وہ آدمی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مشورہ کے لئے حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"کسی کو اس کے انکار کے بارے میں مت بتانا۔"

وہ امانتدار امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا۔ علیحدگی میں ایک دن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کہا:

"حکومت نے مجھ سے ایک ایسے آدمی کا مطالبہ کیا ہے جو قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہو، کیا تم اس منصب کے لئے تیار ہو۔؟"

اس آدمی نے تھوڑی سی ہچکچاہٹ کا اظہار کیا۔امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسے ترغیب دلاتے رہے۔جب وہ واپس لوٹا تو اس کے دل میں عہدہ کی خواہش بیدار ہو چکی تھی۔اس کے بعد صاحب امانت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''اب اس شخص کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ میرا خیال ہے کہ آپ بھول گئے ہیں۔میں نے فلاں وقت ایک امانت آپ کے پاس رکھی تھی۔اس کی علامات یہ ہیں۔''

وہ آدمی گیا اور ایسے ہی کہا۔اس نے امانت واپس لوٹا دی۔جب وہ امانت دار شخص واپس آیا تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کہا:

''میں نے تمہارے بارے میں غور و فکر کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ میں تمہارا نام پیش کر دوں۔اگر تم سے بہتر کوئی شخص نظر آیا گیا تو ٹھیک ہے ورنہ تمہارا نام ہی پیش کر دوں گا۔''

9: ایک نوجوان امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوسی تھا۔وہ اکثر آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا۔ایک دن اس نے عرض کیا:

''میں فلاں عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور میں نے اس کے اہل خانہ سے اس کا رشتہ طلب کیا ہے لیکن انہوں نے میری طاقت سے زیادہ مہر طلب کیا ہے، لیکن شادی کے بغیر گزارہ نہیں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''استخارہ کرو اور ان کے مطالبہ کو تسلیم کرلو۔''

اس نوجوان نے ان کے مطالبہ کو تسلیم کر لیا۔جب نکاح ہوا تو وہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''میں نے سسرال والوں سے مہر میں تخفیف کا مطالبہ کیا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ مکمل مہر ادا کیے بغیر رخصتی ناممکن ہے۔اب آپ اس مشکل کا حل نکالیں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''قرضہ لے کر مہر ادا کر دو۔جب رخصتی ہو جائے گی تو سارا معاملہ درست ہو جائے گا۔''

اس نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرضہ لے کر مہر ادا کر دیا اور اپنی بیوی کو اپنے گھر لے آیا۔پھر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

Marfat.com

"تم یہ ظاہر کرو کہ تم کسی دور دراز ملک میں جانا چاہتے ہو اور اپنی بیوی کو بھی ساتھ ہی لے جانا چاہتے ہو۔"

اس نے دو اونٹ کرائے پر لیے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ روزی کمانے کے لئے خراسان جانا چاہتا ہے۔ جب عورت کے اہل خانہ نے یہ بات سنی تو بہت پریشان ہوئے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ وہ اس مشکل کا حل پوچھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اس کا حق ہے۔ جہاں وہ چاہے اپنی بیوی کو لے جا سکتا ہے۔"

انہوں نے کہا:

"ہمیں اس مشکل سے نکلنے کی کوئی صورت نکالیں۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جو مال تم نے اس سے لیا ہے اسے واپس کر کے راضی کر لو۔"

انہوں نے آپ کی بات تسلیم کر لی۔ پھر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نوجوان سے کہا کہ وہ لوگ مہر لوٹانے پر راضی ہو گئے ہیں۔ اس نوجوان نے کہا کہ میں تو مہر کے علاوہ کچھ اور بھی لینا چاہتا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اسی پر راضی ہو جاؤ! ورنہ تمہاری بیوی یہ اقرار کر لے گی کہ اس کے ذمہ کسی آدمی کا قرض ہے۔ جس کے باعث تم سفر نہ کر سکو گے، بلکہ قرض بھی تمہیں ادا کرنا پڑے گا۔"

نوجوان نے مزید کچھ لینے سے توبہ کر لی۔

10: ایک آدمی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے کسی جگہ مال دفن کیا تھا لیکن جگہ بھول گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

"یہ فقہی مسئلہ تو نہیں ہے، لیکن میں پھر بھی تمہیں اس کا حل بتا دیتا ہوں۔ جاؤ! آج ساری رات نفل پڑھتے رہو! انشاء اللہ! تمہیں یاد آ جائے گا۔"

اس آدمی نے نوافل شروع کیے۔ ابھی چوتھائی رات بھی نہیں گزری تھی کہ اسے وہ جگہ یاد آ گئی۔ وہ آپ کی خدمت میں شکریہ ادا کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مجھے معلوم تھا کہ شیطان تمہیں ساری رات نماز نہیں پڑھنے دے گا۔ اگر تو اللہ کا شکر

Marfat.com

بجالانے کے لئے باقی رات بھی نماز پڑھتا رہتا تو بہتر ہوتا۔"

☆☆☆

فصل نمبر 4:

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

نام وکنیت:

طبقہ تابعین کے آئمہ طریقت میں سے امام عصر، یگانہ زمانہ، حضرت ابوعلی الحسن بصری رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض علماء ان کی کنیت ابومحمد بتاتے ہیں اور بعض ابوسعید۔

علم سلوک:

اہل طریقت کے درمیان آپ کی بڑی قدر ومنزلت ہے۔ علم سلوک میں آپ کے لطیف اشارات ہیں۔

صبر حقیت واہمیت:

ایک مرتبہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دیہاتی کے سوال پر فرمایا:

"صبر دو طریق پر ہوتا ہے۔ ایک مصیبت بلا پر صبر کرنا اور دوسرا ان پر صبر کرنا جن کے نہ کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ جن چیزوں کے پیچھے چلنے سے حق تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے انہیں نہ کریں۔"

اس پر دیہاتی نے کہا:

"انت زاهد ما رايت ازهد منك"

"آپ سراپا زاہد ہیں۔ میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو زاہد نہیں دیکھا۔"

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اے بندۂ خدا! میرا زہد مرغوب چیزوں میں ہے اور میرا صبر اضطرار و بیقراری ہے۔"

دیہاتی نے کہا:

"اس ارشاد کی وضاحت فرمائیں! کیونکہ میرا اعتقاد متزلزل ہو گیا ہے۔"

Marfat.com

آپ نے فرمایا:

"بلاؤں پر میرا صبر کرنا اور منع کردہ چیزوں سے کنارہ بر بنائے اطاعت ہے، اس لئے کہ یہ آتش دوزخ کے خوف سے ہے اور اضطرار بیقراری ہے۔ دنیا میں جو میرا زہد ہے وہ آخرت کی رغبت کی وجہ سے ہے اور یہ عین رغبت ہے۔ خوشی و مسرت کا موجب تو یہ ہے کہ بندہ دنیا میں اپنے نصیب پر قناعت کرے اور اسی کو حاصل کرے، تاکہ صبر حق تعالیٰ کے لئے ہو نہ کہ جنت میں جانے کے لیے۔ یہ صحت اخلاص کی نشانی و علامت ہے۔"

بدوں کی صحبت سے پرہیز:

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ان صحبة الاشرار تورث سوء الظن بالا خيار"

"بدوں کی صحبت نیکوں سے بدگمانی پیدا کرتی ہے۔"

یہ نصیحت بالکل صحیح و درست ہے، موجودہ لوگوں کے حال کے عین مطابق ہے اور مقبولانِ بارگاہ کے تمام منکروں پر صادق ہے۔ عام بدظنی و انکار کی وجہ یہی ہے کہ لوگ نقلی صوفیوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں اور جب ان سے خیانت و جھوٹ اور غیبت وغیرہ کا صدور ہوتا ہے، وہ کھیل کود اور بیہودہ پن کے شائق ہوتے ہیں، لغویات و خواہشات اور شہرتوں کے دلدادہ ہوتے ہیں اور حرام و مشتبہ مال کے جمع کرنے میں حریص ہوتے ہیں تو لوگ یہی سمجھنے لگتے ہیں کہ تمام صوفی ایسے ہی ہوتے ہوں گے اور تمام صوفیوں کا یہی مذہب ہوگا۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے، بلکہ صوفیاء کے تمام افعال اطاعت الٰہی میں ہوتے ہیں اور محبت الٰہی سے بھرپور ان کی زبانوں پر کلمہ حق ہوتا ہے، ان کے قلوب محبت الٰہی کی جگہ، ان کے کان کلام حق سننے کا مقام اور ان کی آنکھیں مشاہدہ جمال الٰہی کی جگہ ہوتی ہیں۔ جو کوئی خیانت کا مجرم ہوتا ہے وہ اس کا مواخذہ دار ہوگا۔ یہ نہیں کہ جہاں بھر کے بزرگوں اور اکابر کو ایک سا سمجھا جائے۔

جو بدوں کی صحبت اختیار کرتا ہے دراصل خود اس میں ہی بدی کے جراثیم ہوتے ہیں۔ اگر اس کے دل میں نیکی و بھلائی کا مادہ ہوتا تو وہ نیکوں کی صحبت اختیار کرتا۔ اس لئے وہی

شخص مستحق ملامت ہے جو نالائق اور نااہلوں کی صحبت اختیار کرتا ہے۔

ایک وجہ انکار یہ بھی ہوتی ہے کہ جب صوفیاء کو اپنی خواہش نفس کے خلاف پاتے ہیں تو ان کے مقامات بلندی سے انکار کرنے لگتے ہیں یا منکروں کے ہم زبان ہو جاتے ہیں۔ اہل معرفت اور صوفیاء کرام کا انکار کرنے والے لوگ مخلوق خدا میں شریر تر اور غایت درجہ ذلیل وکمینہ ہوتے ہیں کیونکہ صوفیاء کا طریقہ جہان بھر میں برگزیدہ ہے اور ان کی برکتوں سے دونوں جہان کی مرادیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ حضرات تمام جہان میں ممتاز ہیں۔ اسی معنی میں یہ شعر ہے:

فلا تحقرون نفسی وانت حبیبها

فکل امریء یصیب الی من یجانس

"تم میرے نفس کو حقیر نہ جانو! وہ تمہارا محبوب ہے۔ ہر شخص کو اپنے ہی ہم جنسوں سے مراد حاصل ہوتی ہے۔"

☆☆☆

فصل نمبر 5:

حضرت سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ

ہر دل عزیز:

طبقہ تابعین کے آئمہ طریقت میں سے رئیس العلماء، فقیہ الفقہا، حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ عظیم المرتبت، رفیع المنزلت، ہر دل عزیز اور سیرت وخصائل میں عمدہ ترین تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، لغت، شعر، توحید، نعت اور علم حقائق میں آپ کا بڑا مرتبہ ہے۔ وہ ظاہر میں ہوشیار اور طبیعت میں نیک سیرت تھے۔ یہ خوبی تمام مشائخ کے نزدیک محمود مسعود ہے۔

قناعت:

آپ فرماتے ہیں:

"ارض بالیسر من الدنیا مع سلامة دینك كمارضی وقم

بکثیر ھا مع ذھاب دینھم"

"اے مردِ مسلمان! اپنی اس تھوڑی سی دنیا پر جو تجھے دین کی سلامتی کے ساتھ حاصل ہوئی ہے، قناعت کر۔"

جس طرح عام لوگ اپنا دین کھو کر مال کی زیادتی پر خوش ہوتے ہیں، اگر فقر میں دین کی سلامتی ہے تو یہ اس تونگری سے بہتر ہے جس میں غفلت بھی ہو اور دین بھی جاتا رہے ۔اس لئے کہ سلامتی ایمان کے ساتھ جب فقیر اپنے دل کی طرف خیال کرتا ہے تو مال دنیا میں اسے خالی ہاتھ پاتا ہے اور جو میسر آتا ہے اسی پر قناعت کرتا ہے۔ تو پھر جب اپنے دل کی طرف خیال کرتا ہے تو اسے ہر دم مال کی طمع و زیادتی میں فکر مند پاتا ہے اور وہ حصول دنیا کی خاطر ہر طرف ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ لہٰذا محبوبان خدا کی ہر آن نظر حق تعالیٰ کی رضا پر رہتی ہے اور غافلوں کی نظر ہمیشہ اس دنیا پر رہتی ہے جو غرور آفت سے بھرپور ہے۔ حسرت وندامت ذلت و مصیبت سے بہتر ہے۔ غافلوں پر جب بلا و مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے جسم محفوظ رہیں۔ جب محبوبان خدا پر آتی ہے تو وہ کہتے ہیں:

"الحمد للہ! مصیبت ہمارے جسم پر آئی ہے ہمارے دین پر نہیں آئی۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب جسم پر بلا کا نزول ہو اور دل میں بقا ہو تو وہ جسم پر نزول بلا سے خوش ہوتے ہیں اور اگر دل میں غفلت ہے اگرچہ جسم عیش و عشرت میں ہے تو یہ موجب ذلت ہے۔ درحقیقت مقام رضا یہ ہے کہ مالک دنیا کو زیادہ اور زیادہ دنیا کو کم سمجھے۔ اس لئے کہ اس کی کمی اس کی زیادتی کی مانند ہے۔

ذکرِ الٰہی:

حضرت سعید بن المسیب ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ کسی نے آ کر پوچھا:

"مجھے ایسا حلال بتایئے جس میں حرام کا شائبہ نہ ہو اور ایسا حرام بتایئے جس میں حلال کا شائبہ نہ ہو۔؟"

آپ نے جواب دیا:

"نکر اللّٰہ حلال لیس فیہ حرام ونکر غیرہ حرام لیس فیہ حلال"

Marfat.com

"ذکر الٰہی ایسا حلال ہے جس میں کسی حرام کا شائبہ نہیں اور غیر اللہ کا ذکر ایسا حرام ہے جس میں ذرہ بھر حلال نہیں۔"

اس لئے ذکر اللہ میں نجات ہے اور ذکر غیر میں ہلاکت ہے۔ فباللہ التوفیق۔

☆☆☆

فصل نمبر 6:

حضرت حبیب بن اسلم راعی رحمۃ اللہ علیہ

احوال تصوف:

آئمہ طریقت میں سے ایک بزرگ فقیر کبیر، تمام ولیوں کے امیر، ابوحلیم، حضرت حبیب بن اسلم راعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مشائخ کبار میں آپ کو بڑی قدر و منزلت ہے۔ تصوف کے تمام احوال میں بکثرت دلائل و مشاہد آپ سے مذکور ہیں۔

صحابی رسول کے مصاحب:

آپ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مصاحب ہیں۔ آپ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نية المومن خير من عمله"

"مومن کی نیت اس کے عمل سے افضل ہے۔"

اطاعت رسول کا ثمر:

آپ بکریاں پالتے تھے اور فرات کے کنارے چرایا کرتے تھے۔ آپ کا مسلک خلوت گزینی تھا۔ ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا گزر اس طرف ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ تو نماز میں مشغول ہیں اور بھیڑیا ان کی بکریوں کی رکھوالی کر رہا ہے۔ میں ٹھہر گیا کہ اس بزرگ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہئے جن کی بزرگی کا کرشمہ آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ بڑی دیر تک انتظار میں کھڑا رہا، یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب سلام کے بعد فرمایا:

"کس کام سے آئے ہو۔؟"

میں نے عرض کیا:

"بغرض زیارت۔"

آپ نے فرمایا

"جزاك الله"

"اللہ تعالیٰ تجھے جزا دے۔"

اس کے بعد میں نے عرض کیا:

"یا حضرت! آپ کی بکریوں سے بھیڑیئے کو ایسا لگاؤ ہے کہ وہ ان کی حفاظت کر رہا ہے۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اس کی وجہ یہ ہے کہ بکریوں کے چرواہے کو حق تعالیٰ سے دلی ربط ہے۔"

یہ فرما کر آپ نے لکڑی کے پیالے کو پتھر کے نیچے رکھ دیا۔ پتھر سے دو چشمے جاری ہوئے۔ ایک دودھ کا دوسرا شہد کا۔ پھر فرمایا:

"نوش کرو۔"

میں نے عرض کیا:

"آپ نے یہ مقام کس طرح پایا۔؟"

آپ نے جواب دیا:

"سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے ذریعہ۔ اے فرزند! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم اگرچہ ان کی مخالف تھی لیکن پتھر نے انہیں پانی دیا۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں نہ تھے۔ جب کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمانبردار ہوں تو یہ پتھر مجھے دودھ اور شہد کیوں نہ دے گا۔؟ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔"

حرص کی کوٹھڑی اور حرام کی گٹھڑی:

ایک آدمی نے عرض کیا:

Marfat.com

"اے ابن اسلم! مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔!"

آپ نے فرمایا:

"لاتجعل قلبك صندوق الحرص وبطنك وعاء الحرام"

"اپنے دل کو حرص کی کوٹھڑی اور اپنے پیٹ کو حرام کی گٹھڑی نہ بناؤ۔"

کیونکہ لوگوں کی ہلاکت انہیں دو چیزوں میں مضمر ہے اور ان کی نجات ان سے دور رہنے میں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 6

تبع تابعین و متقدمین

صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم

Marfat.com

فصل نمبر 1:

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

توبہ:

آئمہ طریقت میں سے شجاع طریقت، متمکن در شریعت، حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔آپ بلند ہمت، مرد خدا اور صاحب کمال بزرگ ہیں۔آپ نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر توبہ کی۔اس سے قبل آپ میں ریا وفساد بہت تھا۔مگر اللہ تعالیٰ نے بچی توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔آپ نے عرصہ تک حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے علم وطریقت کی تحصیل فرمائی۔چونکہ آپ عجمی تھے عربی زبان پر عبور حاصل نہ ہوا، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقرب بنا کر متعدد کرامتوں سے سرفراز فرمایا۔

حبیب عجمی کی نماز کی فضیلت:

ایک رات حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ان کی خانقاہ کی طرف گزر ہوا۔آپ اقامت کہہ کر نماز مغرب شروع کر چکے تھے۔حضرت امام حسن بصری نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی، کیونکہ صحیح تلفظ اور درست مخارج کے ساتھ تلاوت قرآن کریم پر آپ کو قدرت حاصل نہ تھی۔حضرت امام حسن بصری جب رات کو سوئے تو دیدار الٰہی حاصل ہوا۔آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

''رب العالمین! تیری رضا کس چیز میں ہے۔؟''

حق تعالیٰ نے فرمایا:

''اے حسن! تو نے میری رضا تو پائی، لیکن اس کی قدر نہ کی۔''

آپ نے عرض کیا:

''پروردگار! وہ کونسی رضا ہے۔؟''

حق تعالیٰ نے فرمایا:

''اگر تو حبیب عجمی کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتا تو صحت نیت اور معتبر عبادت

کے انکار کے خطرے سے محفوظ رہتا اور تجھے رضائے الٰہی حاصل ہو جاتی۔''

سچ کی برکت:

مشائخ طریقت میں یہ بات مشہور ہے کہ جب امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حجاج بن یوسف کے ظلم سے بھاگ کر حضرت حبیب عجمی کی خانقاہ میں تشریف لائے اور حجاج کے سپاہی تعاقب کرتے ہوئے اندر گھس آئے تو سپاہیوں نے پوچھا:

''اے حبیب! تم نے حسن بصری کو کہیں دیکھا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں۔!''

سپاہیوں نے پوچھا:

''کس جگہ۔؟''

آپ نے فرمایا:

''میرے حجرے میں ہیں۔''

وہ آپ کے حجرے میں گھس گئے، لیکن وہاں کسی کو نہ پایا۔ سپاہیوں نے سمجھا کہ حبیب عجمی نے مذاق کیا ہے۔ اس پر انہوں نے درشت کلامی کے ساتھ پوچھا:

''سچ بتاؤ! وہ کہاں ہیں۔؟''

انہوں نے قسم کھا کر فرمایا:

''میں سچ کہتا ہوں کہ وہ میرے حجرے میں ہیں۔''

سپاہی دو تین بار اندر گئے آئے مگر وہ حسن بصری کو نہ دیکھ سکے۔ بالآخر وہ چلے گئے ۔جب امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حجرے سے باہر تشریف لائے تو فرمایا:

''اے حبیب! میں سمجھ گیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کی برکت سے ان ظالموں کے پنجہ سے مجھے محفوظ رکھا، لیکن اس کی وجہ بتایئے کہ آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ وہ اس حجرے میں ہیں۔؟''

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

''اے میرے مرشد برحق! اللہ تعالیٰ نے آپ کو میری برکت کی وجہ سے نہیں

Marfat.com

بچایا، بلکہ سچ بولنے کی وجہ سے خدا نے آپ کو ان سے مخفی رکھا۔ اگر جھوٹ کہتا تو اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ دونوں کو رسوا کرتا۔"

اس قسم کی بکثرت کرامتیں آپ سے منسوب ہیں۔

نفاق سے پاک دل:

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا:

"کس چیز میں رضائے الٰہی ہے۔؟"

آپ نے فرمایا:

"فی قلب لیس فیه غبار النفاق"

"ایسے دل میں جہاں نفاق کا غبار تک نہ ہو۔"

کیونکہ نفاق وفاق کے خلاف ہے اور رضا عین وفاق ہے اور یہ کہ محبت کا نفاق سے دور کا بھی علاقہ نہیں ہے اور نہ وہ محل رضا ہے۔ محبانِ الٰہی کی صفت رضا ہے اور دشمنانِ خدا کی صفت نفاق۔

☆☆☆

فصل نمبر 2:

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

مصاحب بصری:

آئمہ طریقت میں سے ایک بزرگ امام طریقت، نقیب اہل محبت، جن وانس کی زینت، حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مصاحب و مرید ہیں۔ طریقت میں آپ کا بلند مقام ہے۔ آپ کی کرامتیں اور ریاضتیں مشہور معروف ہیں۔ آپ کے والد کا نام دینار تھا جو کہ غلام تھے، آپ غلامی کی حالت میں پیدا ہوئے تھے۔

توبہ:

آپ کی توبہ کا واقعہ یہ ہے ایک رات آپ ایک جماعت کے ساتھ محفل رقص وسرور

Marfat.com

میں تھے جب تمام لوگ سو گئے تو اس طنبورہ سے جسے بجایا جا رہا تھا آواز آئی:

"یا مالك مالك ان تتوب"

"اے مالک کیا بات ہے توبہ میں دیر کیوں۔؟"

آپ نے اپنے تمام دوست واحباب کو چھوڑ کر اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سچی توبہ کی اور اپنا حال درست کر کے ثابت قدم رہے۔

کرامت:

ایک مرتبہ جب آپ کشتی میں سفر کر رہے تھے ایک تاجر کا موتی کشتی میں گم ہو گیا۔ باوجودیکہ آپ کو علم تک نہ تھا لیکن تاجر نے آپ پر سرقہ کی تہمت لگائی۔ آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا، اسی لمحہ دریا کی تمام مچھلیاں منہ میں موتی دبائے سطح آب پر ابھر آئیں۔ آپ نے ان میں سے ایک موتی لے کر تاجر کو دے دیا، خود دریا میں اتر گئے اور پانی پر سے گزر کر کنارے پر پہنچ گئے۔

اخلاص:

ایک مرتبہ فرمایا:

"احب الاعمال الاخلاص فی الاعمال"

"میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل میں اخلاص ہے۔"

کیونکہ اخلاص کے ساتھ عمل کرنا ہی تو واقعی عمل ہے۔ اس لئے کہ عمل کے لئے اخلاص کا ذریعہ ایسا ہے جیسے جسم کے لئے روح۔ جس طرح بغیر روح کے جسم پتھر و جماد ہے۔ اسی طرح بغیر اخلاص کے عمل ریت کا تودہ ہے۔ اخلاص باطنی اعمال کے قبیل سے ہے اور طاعات و نیکیاں ظاہری اعمال کے قبیل سے۔ ظاہری اعمال کی تکمیل باطنی اعمال کی موافقت پر موقوف ہے۔ اعمال باطنہ ظاہری اعمال کے ساتھ ہی قدر و قیمت رکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ہزار برس تک دل سے مخلص رہے جب تک اخلاص کے ساتھ عمل کو نہ ملائے وہ مخلص نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ہزار برس تک ظاہری عمل کرتا رہے، لیکن جب تک وہ ظاہری عمل کے ساتھ اخلاص کو نہ ملائے گا وہ عمل نیکی نہیں بن سکتا۔

☆☆☆

فصل نمبر 3:

حضرت ابوحازم مدنی رحمۃ اللہ علیہ

صادق قدم:

تبع تابعین میں سے ایک بزرگ امام طریقت، پیر صالح حضرت ابوحازم مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ مشائخ کرام کے پیشوا اور سلوک و معرفت میں کامل دسترس رکھتے ہیں۔ فقر میں بزرگ اور صادق قدم تھے۔ مجاہدات میں بڑی محنت و مشقت برداشت کیا کرتے تھے۔

رضائے الٰہی اور لوگوں سے بے نیازی:

حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ آپ کا کلام مقبول اور تمام کتابوں میں مذکور ہے۔ یہی حضرت عمرو بن عثمان روایت کرتے ہیں کہ کسی نے آپ سے پوچھا:

"مالك"

"آپ کی پونجی کیا ہے۔؟"

آپ نے فرمایا:

"الر ضاعن اللہ و الغنی عن الناس"

"میری پونجی خدا کی رضا اور لوگوں سے بے نیازی ہے۔"

بلاشبہ جو شخص حق تعالیٰ سے راضی ہوگا وہ لوگوں سے مستغنی ہو جائے گا، کیونکہ اس کے لئے سب سے بڑا خزانہ تو خدا کی رضا ہی ہے۔

غنا سے ان کی مراد حق تعالیٰ سے غنا ہے۔ جو شخص حق تعالیٰ سے مستغنی ہو جاتا ہے وہ غیروں سے بے پرواہ ہو جاتا ہے، وہ اس کے در کے سوا کسی اور در کو جانتا ہی نہیں اور ظاہر و باطن، کسی حالت میں بھی خدا کے سوا کسی کو پکارتا ہی نہیں۔

ماں کا حق:

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو

میں نے ان کو سوتا ہوا پایا۔ چنانچہ میں انتظار میں بیٹھ گیا۔ جب وہ بیدار ہوئے تو فرمایا:

”میں نے خواب میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے مجھے پیغام دیا ہے کہ ماں کے حق کی حفاظت کرنا حج کرنے سے بہتر ہے۔ لوٹ جاؤ! ماں کی خوش رکھو۔“

میں واپس آ گیا اور مکہ مکرمہ میں حاضر نہ ہوا۔

☆☆☆

فصل نمبر 4:

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ

یگانہ روزگار:

تبع تابعین میں سے ایک بزرگ امام طریقت، داعی اہل مجاہدہ، قائم فی المشاہدہ، حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ یگانہ روزگار تھے اور بکثرت تابعین کے صحبت یافتہ تھے۔ اکثر مشائخ متقدمین نے بھی آپ سے ملاقات کی ہے اور آپ سے طریقت کے حقائق، انفاس عالیہ اور اراشارات کاملہ بکثرت منقول ہیں۔

جلوہ خدا:

چنانچہ آپ نے فرمایا

”ما رایت شیئا الاو رأیت اللّٰہ فیہ“

”میں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جس میں مجھے خدا کا جلوہ نظر نہ آیا ہو۔“

یہ مقام مشاہدہ کا ہے، کیونکہ بندہ فاعل حقیقی کی محبت میں اس حد تک فائز ہو جاتا ہے کہ وہ جب بھی کسی فعل کو دیکھتا ہے تو اسے فعل نظر نہیں آتا بلکہ فاعل ہی نظر آتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص تصویر کو دیکھ کر تصویر بنانے والے کے کمال کو دیکھتا ہے۔ اس کلام میں اصل وحقیقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اس قول مبارک پر ہے۔ جبکہ انہوں نے چاند ستارے اور آفتاب کو دیکھ کر کہا تھا:

”ھٰذا ربی“

"یہ میرا رب ہے۔؟"

یہ آپ کے غلبہ شوق الٰہی کا حال ہے کہ انہوں نے جو کچھ بھی دیکھا اس میں محبوب ہی کی صفت کا جلوہ دیکھا۔ اس لئے محبوبانِ خدا جب کسی چیز پر نظر ڈالتے ہیں تو انہیں جہان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی اسیر نظر آتی ہے اور وہ ہستی کے وجود کو اس کے فاعل کی قدرت کے پہلو میں دیکھتے ہیں۔ وہ مفعول کو نہیں دیکھتے بلکہ فاعل کو دیکھتے ہیں اور تکوین کی حالت میں ناچیز نظر آتے ہیں۔ جب حالت اشتیاق میں ان کی نظر پڑتی ہے تو ان کی نظر مقہور یعنی کائنات پر نہیں پڑتی بلکہ ان کو قاہر یعنی کائنات کے بنانے والے ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اس لئے ان کی نظر مفعول پر نہیں ہوتی بلکہ فاعل ہی کے مشاہدے میں ہوتی ہے۔ مخلوق نظر ہی نہیں آتی بلکہ خالق کا جلوہ سامنے ہوتا ہے۔

ایک گروہ سے اس مقام میں غلطی واقع ہوئی ہے وہ

"رأایت اللّٰہ فیہ"

کا مفہوم یہ لیتے ہیں کہ میں نے اس میں اللہ کو دیکھا۔ ان کا یہ مفہوم لینا مکان اور تجزی یعنی جز و حلول کا اقتضا کرتا ہے، حالانکہ یہ صریح کفر ہے۔ اس لئے کہ مکان اور جو مکان میں ہو دونوں ایک جنس کے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی یہ فرض کرے کہ مکان مخلوق ہے تو لازم ہے کہ جو مکان میں ہوگا وہ بھی مخلوق ہی ہوگا اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ جو مکان میں متمکن ہے وہ قدیم ہے تو لازم ہے کہ وہ مکان بھی قدیم ہی ہوگا۔ بہر طور دونوں نظریے تفاسد ہیں۔ خواہ مخلوق کو قدیم کہا جائے یا خالق کو حادث۔ یہ دونوں باتیں کفر ہوں گی۔ لہٰذا کسی چیز میں اس کی رویت اسی معنی میں ہے جسے ابتدا میں بیان کر دیا گیا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 5:

حضرت عبداللہ بن مبارک مروزی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب تصانیف کثیرہ:

تبع تابعین میں سے امام طریقت، سید زہاد، قائد اوتار، حضرت عبداللہ بن المبارک

Marfat.com

روزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مشائخ طریقت میں بڑی قدر ومنزلت والے اور اپنے وقت میں طریقت وشریعت کے اسباب واحوال اور اقوال کے عالم وامام زمانہ تھے۔ اکابر مشائخ طریقت کے صحبت یافتہ، صاحب تصانیف کثیرہ اور تمام علوم وفنون کے ماہر تھے۔ آپ کی کرامتیں بکثرت مشہور ہیں۔

واقعہ توبہ:

آپ کی توبہ کا واقعہ عجیب وعبرت ناک ہے۔ آپ ایک حسین وجمیل باندی کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔ ایک رات اپنے ایک دوست کو لے کر اپنی معشوقہ کی دیوار کے نیچے جا کر کھڑے ہو گئے۔ وہ معشوق بھی چھت پر آ گئی۔ صبح تک یہ دونوں ایک دوسرے کے نظارے میں مست رہے۔ جب فجر کی آذان ہوئی تو آپ نے گمان کیا کہ عشاء کی اذان ہوئی ہے، لیکن جب دن چڑھا تو سمجھے کہ تمام رات اس کے حسن کے نظارے میں بیت گئی ہے۔ یہی بات آپ کی تنبیہ کا موجب بنی۔ دل پر چوٹ پڑی تو کہنے لگے:

"اے مبارک کے بیٹے! تجھے شرم کرنی چاہئے کہ نفس کی خواہش کے پیچھے ساری رات ایک پاؤں پر کھڑے کھڑے گزار دی اس پر تو اعزاز وبزرگی کا خواستگار ہے؟ اگر امام نماز میں کسی سورۃ کو طویل کر دے تو تو گھبرا جاتا ہے، اس پر بھی تو مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔؟"

چھینک کا جواب:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی نے چھینک ماری لیکن الحمد اللہ نہ کہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا:

"جب انسان چھینک مارے تو اسے کیا کہنا چاہئے۔؟"

اس نے کہا:

"الحمد الله!"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یرحمك الله!"

Marfat.com

سانپ کا خدمت میں حاضر ہونا:

اسی وقت آپ نے صدق دل سے توبہ کی، تحصیل علم میں مشغول ہو گئے اور ایسی زاہدانہ و دین داری کی زندگی اختیار کی کہ ایک روز اپنی والدہ کے باغ میں سو رہے تھے کہ آپ کی والدہ نے دیکھا کہ ایک سانپ منہ میں ریحان کی ٹہنی لئے آپ کے چہرے سے مکھی اور مچھر اڑا رہا ہے۔

رضی الفریقین:

آپ نے مروز چھوڑ کر عرصہ دراز تک بغداد میں اقامت فرمائی اور بکثرت مشائخ طریقت کی صحبت میں رہے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک مکہ مکرمہ میں بھی رہے۔ پھر اپنے وطن مروز واپس تشریف لے آئے اور تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ شہر کی نصف آبادی ظاہر حدیث پر عمل کرتی اور شہر کی نصف آبادی راہِ طریقت پر چلتی تھی۔ چونکہ شہر کے دونوں فریق آپ کو اپنا بزرگ مانتے تھے اور آپ سے راضی و متعلق رہتے تھے اس کی بنا پر آپ کو "رضی الفریقین" کے لقب سے سب پکارتے تھے۔

آپ نے اس جگہ دو کمرے بنائے ایک متبعین احادیث کے لئے اور ایک اہل طریقت کے لئے۔ اس کے بعد آپ وہاں سے حجاز آ گئے اور یہیں پر سکونت اختیار کر لی۔

حقیقی معرفت:

آپ سے لوگوں نے پوچھا:

"آپ نے کونسی عجیب و غریب چیز دیکھی ہے۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک راہب کو دیکھا جس کا بدن ریاضت و مجاہدے سے لاغر و حنیف ہو گیا تھا اور اس کی کمر دوہری ہو چکی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا:

"اے راہب! خدا تک رسائی کی کونسی راہ ہے۔؟"

اس نے کہا:

"لو عرفت اللّٰہ لعرفت الطریق الیہ"

"اگر تم اللہ کو جانتے ہو تو اس کی تک رسائی کی راہ بھی جانتے ہو گے۔؟"

پھر کچھ دیر کے بعد اس نے کہا:

Marfat.com

"مجھے دیکھو میں اسے نہیں جانتا، لیکن اس کی عبادت میں میں نے اپنا یہ حال بنا لیا ہے۔ تم اسے جانتے ہو، لیکن تم اس اسے دور ہو۔"

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے راہب کی یہ نصیحت گرہ میں باندھ لی ہے۔ اس نے مجھے بہت سے ناجائز افعال سے باز رکھا ہے۔

قلب اولیاء:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

"السکون حرام قلوب اولیاء ہ"

"اللہ کے دوستوں کا دل ہرگز ساکن نہیں ہوتا۔"

یعنی وہ ہمیشہ بے قرار رہتے ہیں، کیونکہ اس طبقہ پر سکون و آرام حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ چونکہ وہ دنیا میں حق تعالیٰ سے غائب ہونے کی وجہ سے ان پر سکون و آرام جائز نہیں ہوتا اور عقبیٰ میں بارگاہ حق میں اس کی تجلی و رویت کی وجہ سے انہیں قرار نہیں آتا۔ ان کے لئے دنیا عقبیٰ کی مانند اور عقبیٰ دنیا کی مانند ہے، کیونکہ دل کو سکون یا تو مقصود مراد کو پالینے سے حاصل ہوتا ہے یا اپنے مقصود مراد سے بے خبر و غافل ہونے سے۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے لئے اپنے مقصود و مراد سے بے خبری و غفلت دنیا و آخرت دونوں جگہ جائز نہیں۔ اس لئے محبت کی وارفتگی سے دل کو قرار کیسے حاصل ہو۔؟

☆☆☆

فصل نمبر 6:

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

واصل حق:

طریقت کے اماموں میں ایک واصلین حق کے سردار، مقربین بارگاہ کے بادشاہ، حضرت بوعلی فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ فقراء میں آپ کا بڑا مرتبہ ہے۔ طریقت میں آپ کو کامل مہارت اور پورا شغف حاصل تھا۔ مشائخ طریقت کے درمیان آپ بہت مشہور و معروف ہیں۔ آپ کے احوال صدق و صفا سے معمور تھے۔

مجرم......اصلاح:

آپ ابتدائے عمر میں جرائم پیشہ آدمی تھے۔ مرد اور ماورد کے درمیان رہزنی کا مشغلہ تھا۔ اس کے باوجود آپ کی طبیعت ہر وقت مائل بہ اصلاح رہتی تھی۔ چنانچہ جس قافلہ میں کوئی عورت ہوتی تو اس کے قریب تک نہ جاتے، جس کے پاس مال تھوڑا ہوتا اس سے تعرض نہ کرتے اور ہر شخص کے پاس کچھ نہ کچھ مال ضرور چھوڑ دیتے تھے۔

توبہ کا واقعہ:

آپ کی توبہ کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ ایک سوداگر مرد سے ماورد جا رہا تھا۔ مرد کے لوگوں نے اس سوداگر سے کہا:

"مناسب ہے کہ ایک سرکاری حفاظتی دستہ ساتھ لے کر چلو کیونکہ راہ میں فضیل راہزنی کرتا ہے۔"

سوداگر نے جواب دیا:

"میں نے سنا ہے کہ وہ رحم دل اور خدا ترس آدمی ہے۔"

سوداگر نے حفاظتی دستہ کی بجائے ایک خوش آواز قاری کو اجرت پر لے کر اونٹ پر بٹھا دیا اور روانہ ہو گیا۔ قاری دن اور رات راستہ میں تلاوت قرآن کرتا رہا، یہاں تک کہ یہ قافلہ اس مقام تک پہنچ گیا جہاں یہ گھات لگائے بیٹھے تھے۔ اتفاق سے قاری نے یہ آیت تلاوت کی:

"الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ وما نزل من الحق"

"کیا ابھی تک مومنوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے ڈر جائیں۔؟"

حضرت فضیل نے جب یہ سنا تو ان کے دل پر رقت طاری ہو گئی۔ فضیل کے دل پر فضل خدا نے غلبہ دکھایا اور اسی لحہ انہوں نے رہزنی سے توبہ کر لی۔ جن جن کے مال لوٹے تھے ان کے نام لکھ رکھے تھے ان سب کو راضی کیا۔

Marfat.com

حقیقی تائب:

ایک دن اسی حساب میں لگے ہوئے تھے۔فوراً ذہن میں آیا کہ فلاں علاقے میں فلاں آدمی کا مال لوٹا تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آدمی کے مال کا حساب لگایا تو اتنا مال جمع کیا،اپنے سر پر گٹھڑی اٹھائی اور چلتے چلتے اس آدمی کے گھر پہنچ گئے۔یہ واقعہ تقریباً چوری سے بیس سال بعد پیش آیا۔حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ مال لے کر اس کے گھر میں داخل ہوئے۔سر سے مال اتارا اور پوچھا:

''گھر والا کہاں ہے۔؟''

ایک بوڑھا آدمی ایک چھڑی سے ٹیک لگاتا ہوا آیا۔اپنے مال سے لپٹ گیا اور کہنے لگا:

''خدایا! تیرا شکر ہے۔بیس سال بعد میرا مال مجھے مل گیا۔''

وہ آدمی حضرت فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا لگا:

''تم کون ہو۔؟''

آپ فرمانے لگے:

''یہ نہ پوچھو۔اپنا مال گنو کتنا ہے۔؟''

وہ آدمی گن کر کہنے لگا:

''ٹھیک ہے۔میرا مال پورا ہے۔''

حضرت فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے:

''اے مال والے! جو بیس سال میں نے تیرا مال استعمال کیا،خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔!''

بوڑھا کہنے لگا:

''اس وقت تک معافی نہیں دوں گا جب تک تم یہ نہیں بتاتے کہ بیس سال بعد وہ کونسی چیز ہے جو تمہیں پھر میرے گھر واپس لے آئی۔''

حضرت فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

''میری اس سیاہ داستان کے بارے میں نہ پوچھو! خدارا! معاف کر دو۔''

Marfat.com

بوڑھا کہنے لگا:

"میں معاف نہ کروں گا۔"

جب اصرار بڑھا تو حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے:

"اے بوڑھے! میں تمہیں کیا بتاؤں۔؟ یہ تیرا مال لانے والا فضیل ہے۔"

جب بوڑھے نے فضیل کا نام سنا تو تھرا گیا اور ٹھٹھر کر رہ گیا کہ عراق کا بہت بڑا ڈاکو اور میرا مال میرے گھر میں لایا۔؟ ڈرتے ہوئے کہنے لگا:

"فضیل! تم تو ڈاکوؤں کے سردار تھے۔؟"

آپ نے فرمایا:

"بابا! ڈاکو کا سردار تھا لیکن خدا نے دل کی دنیا بدل دی۔ بیس سال سے معافی مانگ رہا ہوں اور امید ہے کہ میرا جرم معاف ہو جائے گا۔"

مصاحبت ابوحنیفہ واحادیث:

آپ مکہ مکرمہ چلے گئے اور عرصہ تک وہاں مقیم رہے اور بکثرت اولیاء اللہ سے ملاقاتیں کیں۔ پھر وہ کوفہ آگئے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس مبارک میں مدت تک رہے۔ ان سے بکثرت روایات مروی ہیں جو محدثین کے نزدیک بہت مقبول ہیں۔

کماحقہ معرفت:

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے حقائق و معرفت میں اعلیٰ درجہ کی گفتگو کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کا قول ہے:

"من عرف اللہ حق معرفتہ عبدہ بکل طاقۃ"

"جسے اللہ تعالیٰ کی کماحقہ معرفت حاصل ہوگئی وہ مقدور بھر اس کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔"

اس لئے کہ اس کی معرفت اس کے احسان و کرم کی پہچان کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور جب اس کے احسان و کرم کی پہچان ہو جائے تو اس نے اس کو دوست بنا لیا۔ جب اسے دوست بنا لیا تو گویا اس نے مقدور بھر اطاعت و عبادت کر لی، کیونکہ دوست کا کوئی حکم مشکل

Marfat.com

ودشوار نہیں ہوتا۔ اسی بناء پر جتنی دوستی زیادہ ہوگی اتنا ہی اطاعت وعبادت کا ذوق بڑھتا جائے گا اور دوستی کی زیادتی ہی معرفت کی حقیقت ہے۔

چنانچہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے اٹھے، پھر آپ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ مجھے خیال گزرا کہ شاید کسی دوسرے حجرے میں تشریف لے گئے ہیں۔ میں اٹھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل دی، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلمکی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے صبح کی اذان دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدستور نماز میں مشغول رہے۔ نماز صبح ادا فرمانے کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرے میں تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے خون جاری تھا۔ میں نے رو کر عرض کیا:

"یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفور فرمایا۔ اس بشارت کی موجودگی میں اتنی مشقت کیوں برداشت فرماتے ہیں؟ ایسا تو وہ کرے جس کی آخرت محفوظ نہ ہو۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے: "افلا اکون عبدا شکورا" "کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔؟"

یعنی اللہ تعالیٰ مجھے ایسی بشارت دے اور تم یہ چاہتی ہو کہ میں اس کی بندگی نہ کروں اور مقدور بھر شکر گزاری بھی نہ کروں۔؟

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج پچاس نمازیں قبول فرمائی تھیں اور آپ نے انہیں گراں نہ جانا تھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار عرض کرنے پر دوبارہ جا کر پانچ نمازیں کرائیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کی سرشت میں فرمان الٰہی کی مخالفت کا شائبہ بھی نہ تھا۔

"المحبة هي الموافقة"

Marfat.com

''اس لئے کہ محبت نام ہی موافقت کا ہے۔''

حقیقت دنیا:

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

''الدنیادار المرضیٰ والناس فیھامجانین، وللمجانین فی دار المرضیٰ الغل والقید''

''یہ دنیا بیماری کا گھر ہے، لوگ اس پر دیوانے ہیں اور دیوانوں کو بیمارستان میں طوق وسلاسل سے مقید رکھا جاتا ہے۔''

مطلب یہ کہ ہماری خواہشیں ہماری زنجیریں اور ہمارے گناہ ہماری قید ہیں۔

قرض الٰہی:

فضل بن ربیع بیان فرماتے ہیں کہ میں خلیفہ ہارون الرشید کے ساتھ حج کے لئے مکہ مکرمہ گیا۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد ہارون الرشید نے مجھ سے کہا:

''اگر مردانِ خدا میں سے کوئی یہاں موجود ہے تو ہم اس کی زیارت کے لئے جائیں گے۔''

میں نے کہا:

''ہاں! اس جگہ حضرت عبدالرزاق صنعانی ہیں۔''

اس نے کہا:

''مجھے ان کے پاس لے چلو۔!''

جب ہم ان کے پاس پہنچے تو بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ رخصت کے وقت ہارون رشید نے مجھ سے کہا:

''ان سے دریافت کرو کہ کی ان کے ذمہ کچھ قرضہ ہے۔؟''

انہوں نے کہا:

''ہاں! قرضہ ہے۔''

ہارون الرشید نے مجھ سے کہا:

''ان کا قرضہ ادا کردو۔''

Marfat.com

جب ہم وہاں سے واپس آئے تو اس نے کہا:

''اے فضل! میرا دل کسی اور بزرگ سے بھی ملنے کا متمنی ہے۔''

میں نے کہا:

''یہاں حضرت سفیان بن عیینہ بھی جلوہ گر ہیں۔''

اس نے کہا:

''ان کے پاس بھی لے چلو۔''

چنانچہ جب حاضر ہوئے تو دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ واپسی کے وقت خلیفہ نے مجھے اشارہ کیا کہ میں ان سے بھی قرض کے بارے میں دریافت کروں۔ میں نے پوچھا تو انہوں فرمایا:

''ہاں قرض ہے۔!''

خلیفہ نے مجھے حکم دیا کہ ان کا قرض بھی ادا کر دو۔ باہر آ کر خلفیہ نے مجھ سے کہا:

''اے فضل! ابھی میرا دل سیر نہیں ہوا۔ کسی اور بزرگ سے بھی ملاقات کراؤ۔''

میں نے کہا:

''مجھے یاد آیا۔ یہاں حضرت فضیل بن عیاض بھی تشریف فرما ہیں۔''

پھر ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اوپر ایک گوشہ میں بیٹھے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ میں نے دستک دی۔ استفسار ہوا:

''کون ہے۔؟''

میں نے جواب دیا:

''امیر المومنین آئے ہیں۔''

انہوں نے فرمایا:

''مالی و لامیر المومنین''

''مجھے امیر المومنین سے اور انہیں مجھ سے کیا سروکار۔؟''

میں نے کہا:

''سبحان اللہ! کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں ہے:

Marfat.com

"لیس للعبدان یذل نفسه فی طاعة اللّٰه"

"کسی بندے کے لائق نہیں کہ اطاعت الٰہی میں خود کو ذلیل کرے۔"

آپ نے فرمایا:

"حضور کا ارشاد حق ہے، لیکن رضائے الٰہی اس کے حضور میں دائمی عزت ہے۔ تم میری اس حالت کو ذلیل گمان کرتے ہو۔؟ حالانکہ میں اطاعت الٰہی میں اپنی عزت جانتا ہوں۔"

اس کے بعد نیچے آ کر دروازہ کھول دیا، چراغ بجھا دیا اور مکان کے ایک کونے میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ مصافحہ کے وقت ہارون الرشید کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے مس ہوا تو حضرت فضیل نے فرمایا:

"افسوس ہے کہ اتنا نرم و نازک ہاتھ دوزخ میں جلے گا۔ کاش! کہ یہ ہاتھ خدا کے عذاب سے محفوظ رہتا۔"

ہارون الرشید یہ سن کر رونے لگا اور اتنا رویا کہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا:

"اے فضیل! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔؟"

آپ نے فرمایا:

"اے امیر المومنین! تیرا (نسلی) باپ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے اپنی قوم پر امیر بنا دیجئے۔؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے چچا! میں نے تم کو تمہاری جان پر امیر بنا دیا کیونکہ ایک سانس اگر اطاعت الٰہی میں گزرے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ لوگ ہزار سال تک تمہاری فرمانبرداری کریں۔"

"لان الامارة یوم القیٰمة الندامة"

"اس لئے کہ عہدہ سے قیامت کے دن بجز ندامت و شرمندگی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔"

Marfat.com

ہارون الرشید نے کہا:

''کچھ اور بھی نصیحت فرمایئے۔!''

حضرت فضیل نے فرمایا:

''جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کو لوگوں نے خلافت پر فائز کرنا چاہا تو انہوں نے سالم بن عبداللہ، رجاء بن حیوۃ اور محمد بن کعب قرظی کو بلایا اور ان سے کہا:''لوگوں نے مجھے اس بلا و مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ مجھے کیا تدبیر کرنی چاہیئے کیونکہ امارت کو میں بلا سمجھتا ہوں۔ اگرچہ لوگ اسے نعمت خیال کرتے ہیں۔'' ان میں سے ایک نے کہا:''اے عمر بن عبدالعزیز! اگر آپ چاہتے ہیں کہ روز قیامت عذاب الٰہی سے رستگاری ہو تو مسلمانوں، بزرگوں اور بوڑھوں کو اپنے باپ کی مانند اور جوانوں کو بھائی اور بچوں کو اپنی اولاد کی مانند سمجھیں اور ان سب کے ساتھ وہی سلوک کیجیے جو خاندان کا سربراہ باپ اپنے بھائیوں، فرزندوں اور دیگر عیال کے ساتھ کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ممالک اسلامیہ ایک گھر کی مانند ہیں اور ان میں رہنے والے اہل وعیال:

''زراباك واكرم اخاك واحسن على ولدك''

''اپنے بڑوں کی زیارت کرو اور بھائیوں کی عزت کرو اور چھوٹوں سے پیار و محبت کرو۔''

اس کے بعد حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اے امیر المومنین! مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تمہارا یہ خوبصورت چہرہ دوزخ کی آگ میں نہ جھلسایا جائے، خدا کا خوف رکھو اور اس کا حق بہترین طریق پر ادا کرو۔''

اس کے بعد ہارون الرشید نے عرض کیا:

''آپ پر کچھ قرض ہے۔؟''

حضرت فضیل نے جواب دیا:

''خدا کا قرض میری گردن پر ہے۔ وہ اس کی اطاعت ہے۔ میں فکرمند ہوں

Marfat.com

کہ اس وجہ میں میری گرفت نہ ہو جائے۔"

ہارون الرشید نے عرض کیا:

"بار قرض سے میری مراد لوگوں کا قرض ہے۔؟"

آپ نے فرمایا:

"اللہ عزوجل کا شکر احسان ہے! اس نے مجھے بہت کچھ نعمت دے رکھی ہے! مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے کہ لوگوں سے بیان کرتا پھروں۔"

ہارون الرشید نے ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی آپ کے آگے رکھ دی اور عرض کیا:

"اسے اپنی ضرورتوں پر خرچ فرمایئے۔!"

حضرت فضیل نے فرمایا:

"اے امیر المومنین! میری اتنی نصیحتوں نے تم پر کچھ اثر نہیں کیا اور ابھی تک ظلم واستبداد کی روش پر قائم ہو۔؟"

ہاران رشید نے کہا:

"میں نے آپ پر کیا ظلم واستبداد کیا ہے۔؟"

حضرت فضیل نے فرمایا:

"میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے ابتلاء میں ڈالنا چاہتے ہو۔؟ کیا یہ ظلم و جفا نہیں ہے۔؟"

یہ سن کر ہارون الرشید اور میں (فضل بن ربیع) دونوں رونے لگے اور روتے ہوئے باہر آگئے۔ اس کے بعد ہارون الرشید نے مجھے کہا:

"اے فضل بن ربیع! بادشاہ درحقیقت حضرت فضیل ہیں اور یہ سب ان کے دبدبہ کی دلیل ہے جو دنیا اور دارالآخرت میں انہیں حاصل ہے۔ دنیا کی تمام زیب وزینت ان کی نظر میں بے وقعت اور حقیر ہے۔ اہل دنیا کی خاطر تواضع کرنی بھی انہوں نے اسی لئے ترک کر رکھی ہے۔"

آپ کے فضائل ومناقب اس سے کہیں زیادہ ہیں جتنے کہ لکھے جاسکتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 7:

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

سفینہ تحقیق:

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ، سفینہ تحقیق وکرامت، صمصام شرف اندر ولایت حضرت ابوالفیض ذوالنون ابن ابرہیم مصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کا نام ثوبان تھا ثوبی نزاد تھے۔ اہل معرفت اور مشائخ طریقت میں آپ بڑے برگزیدہ تھے۔ آپ نے ریاضت ومشقت اور طریق ملامت کو پسند رکھا تھا۔

انتظار رسول:

مصر کے تمام رہنے والے آپ کے مرتبہ کی عظمت کو پہچاننے میں عاجز رہے اور اہل زمانہ آپ کے حال سے ناواقف رہے۔ یہاں تک کہ مصر میں کسی نے بھی آپ کے حال و جمال کو انتقال کے وقت تک نہ پہچانا۔ جس رات آپ نے رحلت فرمائی تو اس رات ستر لوگوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"خدا کا ایک محبوب بندہ دنیا سے رخصت ہو کر آرہا ہے۔ میں اس کے استقبال کے لئے آیا ہوں۔"

بوقت وفات:

جب حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی تو ان کی پیشانی پر یہ لکھا تھا:

"ھٰذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ قتیل اللہ"

"یہ اللہ کا محبوب ہے۔ اللہ کی محبت میں فوت ہوا۔ یہ خدا کا شہید ہے۔"

پرندوں کا سایہ کرنا:

لوگوں نے جب آپ کا جنازہ کندھوں پر اٹھایا تو فضا کے پرندوں نے پر باندھ کر جنازہ پر سایہ کیا۔ ان واقعات کو دیکھ کر اپنے کئے ہوئے ظلم وجفا پر لوگ پشیمان ہوئے

Marfat.com

اور صدق دل سے توبہ کرنے لگے۔

عارف کی ہر گھڑی:

طریقت وحقیقت اور علوم معرفت میں آپ کے کلمات نہایت محدود ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"العارف کل یوم اخشع لانہ فی کل ساعۃ من الرب القرب"

"خشیت الٰہی میں عارف کا ہر لحظہ بڑھ کر ہے، اس لئے کہ اس کی ہر گھڑی رب سے زیادہ قریب ہے۔"

کیونکہ بندہ جتنا زیادہ قریب ہوگا اس کی حیرت وخشوع اور زیادہ ہوگی۔ چونکہ وہ بارگاہ حق کے دبدبہ کا زیادہ شناسا ہوتا ہے اور اس کے دل پر جلال حق غالب ہوتا ہے۔ جب وہ خود کو اس سے دور دیکھے گا تو اس کے وصال میں اور کوشش کرے گا اس طرح خشوع پر خشوع کی حالت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مکالمہ کے وقت عرض کیا:

"یارب این اطلبك"

"خدایا! تجھے کہاں تلاش کروں۔؟"

حق تعالیٰ نے فرمایا:

"عند المنکسرۃ قلوبھم"

"شکستہ دل اور اپنے صفائے قلب سے مایوس شدہ لوگوں کے پاس۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

"اے رب! مجھ سے زیادہ شکستہ دل اور ناامید شخص اور کون ہوگا۔؟"

ارشاد فرمایا:

"میں وہیں ہوں جہاں تم ہو۔"

معلوم ہوا کہ ایسا مدعی معرفت جو بے خوف وخشوع ہو وہ جاہل ہے، عارف نہیں ہے، کیونکہ معرفت کی حقیقت کی سب سے بڑی علامت صدق ارادت ہے اور صدق ارادت

Marfat.com

خدا کے سوا ہر سبب کے فنا کرنے والی اور تمام نسبتوں کو قطع کرنے والی ہوتی ہے۔

اسم اعظم:

یوسف بن حسین کہتے ہیں مجھے بتایا گیا کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ اسم اعظم جانتے تھے۔ میں مصر گیا اور ایک سال ان کی خدمت کی۔ پھر گزارش کی:

''استاد محترم! میں نے ایک سال آپ کی خدمت کی ہے۔ اب میرا آپ پر ایک حق ہے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ اسم اعظم جانتے ہیں۔ آپ نے اچھی طرح میری جانچ پڑتال کر لی ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی بھی اس امانت کا حق دار نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اسم اعظم سکھا دیں۔''

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ گویا انہوں نے مجھے یہ اشارہ کیا کہ عنقریب بتا دیں گے۔ چھ مہینے کے بعد انہوں نے مجھے ایک برتن دیا جو رومال سے ڈھانپا ہوا تھا۔ حضرت ذوالنون حجرہ میں رہتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

''فطاط میں ہمارے فلاں دوست کے پاس لے جاؤ اور یہ برتن انہیں دے دینا۔''

میں نے وہ برتن اٹھایا اور چلتا رہا۔ اسی سوچ میں غلطاں تھا کہ حضرت ذوالنون جیسا شخص فلاں کو تحفہ بھیج رہا ہے۔؟ یہ کیا چیز ہو سکتی ہے؟ مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ اس دوران میں دریائے نیل کے پل پر پہنچ گیا تھا۔ میں نے ڈھکن اٹھایا تو ایک چوہے نے چھلانگ لگائی اور میرے منہ پر آ پڑی۔ مجھے سخت غصہ آیا۔ میں نے کہا:

''حضرت ذوالنون بھی عجیب آدمی ہیں۔ مجھ سے مذاق کرتے ہیں۔''

میں غصہ سے بھرا ہوا واپس آیا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو میرے چہرے کو دیکھ کر سب کچھ سمجھ گئے۔

آپ نے فرمایا:

''احمق! ہم نے ایک چوہا بطور امانت دے کر تمہیں آزمایا لیکن تم آزمائش میں پورے نہ اترے۔ اسم اعظم جیسی امانت کی حفاظت کیسے کرو گے۔؟''

Marfat.com

سچائی کی تلوار:

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''الصدق سیف اللّٰہ فی ارضہ ماوضع علی شئی الاقطعہ''

''اللہ کی سرزمین میں سچائی اس کی تلوار ہے۔ جس چیز پر پڑ جاتی ہے اسے کاٹ دیتی ہے۔''

صدق یہ ہے کہ مسبب الاسباب کی طرف نظر ہو، نہ کہ عالم اسباب کی طرف۔ کیونکہ جب تک سبب قائم و برقرار ہے اس وقت تک صدق ساقط و بعید ہے۔

دعائے ذوالنون:

ایک مرتبہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی میں سوار دریائے نیل میں سفر کر رہے تھے۔ سامنے سے ایک کشتی آ رہی تھی۔ جس میں لوگ ناچ کر خوب خوشیاں منا رہے تھے اور ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ آپ کے رفقاء نے آپ سے عرض کیا:

''اے شیخ! دعا کیجئے! اللہ تعالیٰ ان سب کو غرق کر دے تا کہ ان کی نحوست سے مخلوق خدا پاک ہو۔''

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی:

''خدایا! جس طرح تو نے دنیا میں آج ان کو خوش و شادمانی بخشی اسی طرح اس جہان میں ان کو خوشی و مسرت عطا فرما۔''

آپ کے رفقاء اس دعا کو سن کر حیران رہ گئے۔ جب وہ کشتی آمنے سامنے ہوئی اور لوگوں کی نظریں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ پر پڑیں تو رو کر معذرت کرنے لگے، اپنے آلات موسیقی کو توڑ کر دریا میں پھینک دیا اور تائب ہو کر حق کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رفقاء سے فرمایا:

''اس جہان کی خوشی و مسرت اس جہان میں توبہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ دیکھ لو اسب کی مرادیں حاصل ہو گئیں۔ تمہاری بھی، ان کی بھی اور کسی کو کوئی رنج و تکلیف بھی نہ پہنچی۔''

Marfat.com

یہ واقعہ آپ کی اس شفقت و مہربانی پر دلالت کرتا ہے جو کہ آپ کو مسلمانوں کے ساتھ تھی۔ آپ کی یہ خوبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تھی۔ کیونکہ کافروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم وستم روا رکھنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ اس کے باوجود آپ کی صفت رحمت میں کبھی فرق نہ آیا تھا اور کبھی بددعا نہیں فرمائی، بلکہ ہر بار یہی دعا کی:

"اللهم اهد قومي فانهم لا يعلمون"

"خدایا! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نادان ہیں۔"

عمل اللہ کے لیے یا جنت کے لیے:

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ اپنے رشد و ہدایت کے بارے میں خود بیان فرمایا ہے کہ میں بیت المقدس سے مصر کی طرف آ رہا تھا۔ مجھے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا۔ میں نے دل میں یہ خیال کیا کہ اس سے کچھ پوچھنا چاہیے۔ جب قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ کبڑی سی بوڑھی عورت ہے۔ پشم کا جبہ پہنے اور ہاتھ میں عصا ولوٹا لیے ہوئے تھی۔ میں نے اس سے پوچھا:

"من الی این"

"اب کدھر کا ارادہ ہے۔؟"

اس نے کہا:

"قالت الی اللّٰه"

"خدا کی طرف۔"

میرے پاس ایک دینار تھا، میں نے وہ اسے دینا چاہا۔ اس نے ایک طمانچہ میرے رخسار پر مار کر کہا:

"اے ذوالنون! تو نے جو مجھے سمجھا ہے وہ تیری نافہمی ہے۔ میں خدا کے لئے ہی کام کرتی ہوں، اس کی عبادت کرتی ہوں اور اسی سے مانگتی ہوں۔ کسی دوسرے سے کچھ نہیں لیتی۔"

یہ کہا اور آگے بڑھ گئی۔

اس واقعہ میں لطیف رمز و اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ اس بوڑھی نے کہا:

Marfat.com

"میں خدا کے لئے ہی کام کرتی ہوں۔"

یہ صدق و محبت کی دلیل ہے کیونکہ لوگوں کا کام دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ جو کام کرتے ہیں اس کے بارے میں یہ گمان رکھتے ہیں کہ اسی کے لئے کیا ہے، حالانکہ وہ اپنے ہی لئے کرتے ہیں۔ اگر اس عمل میں خواہش نفس کا دخل نہ ہو، لیکن یہ خواہش تو بہر حال ہوتی ہے کہ اس جہان میں اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ دوسرا یہ کہ وہ اس جہان کے اجر و ثواب کی خواہش اور اس جہان میں ریا و سمع کے دخل سے اپنے عمل کو مبرا رکھتے ہیں۔ جو شخص ایسا عمل کرے گا وہ خالص اللہ تعالیٰ کے فرمان کی عظمت اور اس کی محبت کے اقتضاء پر مبنی ہوگا اور اس کے فرمان کی بجا آوری میں اجر و ثواب کی طمع نہ ہوگی۔ اول گروہ کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر عمل خیر پر گمان رکھتے ہیں کہ اس کے لئے کیا ہے حالانکہ وہ زادِ آخرت کے لئے ہوتا ہے، اگرچہ یہ جائز ہے، لیکن اسے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ فرمانبردار کی اطاعت کا اجر اس شخص سے زیادہ ہے جو معصیت میں مبتلا ہو، کیونکہ معصیت میں خوشی کچھ دیر کی ہوتی ہے اور اطاعت کی خوشی دائمی ہے۔ رب بے نیاز کو مخلوق کے مجاہدے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور نہ ہی ان کے نہ کرنے سے اس کا کچھ نقصان ہے۔ اگر سارا جہان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صدق کے ہم پلہ ہو جائے تو اس کا فائدہ انہیں کو ہوگا نہ کہ خدا کو۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ان احسنتم احسنتم لانفسکم و ان اساتم فلھا"

"اگر تم نیک عمل کرتے ہو تو اپنے لئے ہی اچھا کرتے ہو اور اگر برے عمل کرو تو وہ بھی تمہارے ہی لئے ہے۔"

فرمان الٰہی ہے:

"و من جاھد انما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العالمین"

"جو مجاہدہ کرتا ہے وہ اپنے لئے ہی مجاہدہ کرتا ہے، کیونکہ اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔"

لوگ عافیت کے لئے اطاعت کرتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ خدا کے لئے کر رہے ہیں، لیکن اپنے محبوب کی راہ پر چلنا اور ہی چیز ہے۔ ایسے لوگوں کی نگاہیں کسی اور طرف

Marfat.com

نہیں اٹھتیں۔ واللہ اعلم۔!

☆☆☆

فصل نمبر 8:

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ

مرید خضر:

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ امیر الامراء، سالک طریقت القاء، حضرت ابواسحاق ابراہیم بن ادہم منصور رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ اپنے زمانہ اور اپنے سلوک میں منفرد اور سید اقران تھے۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے مرید تھے۔ آپ نے بکثرت قدمائے مشائخ کی صحبت پائی اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہو کر تحصیل علم کیا۔

بادشاہی سے فقر تک:

ابتدائے حال یہ ہے کہ آپ بلخ کے امیر تھے۔ ایک دن شکار کے لئے نکلے ایک ہرن کے تعاقب میں گھوڑا ڈال دیا اور لشکر سے بچھڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہرن کو قوت گویائی عطا فرمائی اور اس سے بزبان فصیح کہا:

"الھذا ام بھٰذا المرت"

"اے ابراہیم! کیا تم اس کام کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔؟"

یہ بات آپکی توبہ کا سبب بنی اور آپ نے اسی وقت دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے زہد وورع کی زندگی اپنالی۔ آپ نے حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت سفیان ثوری کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی صحبت اختیار کی۔ توبہ کے بعد اپنے ہاتھ کی کمائی کے سوا کچھ نہ کھایا۔

حقائق تصوف:

طریقت و معرفت میں آپ کے اشارات ظاہر اور کرامتیں مشہور ہیں۔ تصوف کے حقائق میں آپ کے کمالات نہایت لطیف و نفیس ہیں۔

علوم کی چابیاں:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

''مفاتیح العلوم ابراھیم''

''حضرت ابراہیم ادہم طریقت و معرفت کے علوم کی کنجیاں ہیں۔''

لوگوں سے کنارہ کشی:

حضرت براہیم بن ادہم رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اتخذ اللّٰہ صاحبا و ذر الناس جانبا''

''اللہ تعالیٰ کی صحبت اختیار کر کے لوگوں کو ایک طرف چھوڑ دو۔''

مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ جب بندہ کا تعلقِ خاطر درست ہو اور اس کی محبت اخلاص ہو تو حق تعالیٰ سے یہ صحیح تعلق خلق سے کنارہ کشی کا مقتضی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خلق سے محبت رکھنا خالق کی باتوں سے جدا ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ سے صحبت اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ اخلاص کے ساتھ اس کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ اطاعت میں اخلاص جب ہی پیدا ہوتا ہے جبکہ محبت الٰہی میں خلوص ہو اور حق تعالیٰ سے محبت میں خلوص جب پیدا ہوتا ہے جب کہ وہ نفسانی خواہشات کا دشمن بن جائے۔ جو شخص کہ نفسانی خواہشات کا تابع بنا وہ خدا سے جدا ہو گیا اور جس نے نفسانی خواہشات کو نکال پھینکا وہ رحمت الٰہی سے بہرہ ور ہو گیا۔ گویا کہ تم اپنے وجود سے خود ہی تمام خلق ہو۔ جب تم نے اپنی ذات سے اعراض کر لیا تو گویا ساری خلقت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ لیکن وہ شخص جو خلقت سے تو کنارہ کشی اختیار کر لے مگر اپنی نفسانی خواہش کا غلام بنا رہے تو یہ ظلم ہے، کیونکہ ساری خلقت جس حالت میں ہے وہ تو حکم و تقدیر سے ہے، مگر تمہارا معاملہ تمہارے ساتھ ہے۔

طالب حق کی ظاہری و باطنی استقامت دو چیزوں پر ہے۔ ایک علم سے متعلق ہے اور دوسری عمل سے۔ وہ اچھی بری تقدیر کا جاننا ہے۔ اس لئے عالم میں کوئی شیٔ متحرک کو ساکن اور ساکن کو متحرک نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ ہر چیز کو اور اس میں حرکت و سکون کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور وہ جو عمل سے متعلق ہے وہ فرمان الٰہی کا بجا لانا ہے۔ معاملہ کی صحت مکلفات احکام الٰہیہ کا تحفظ اور وہ حال جو تقدیر الٰہی سے متعلق ہو فرمان الٰہی کے ترک کے لئے حجت

نہیں بن سکتا۔ لہٰذا خلق سے کنارہ کشی اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتی جب تک وہ خود سے کنارہ کش نہ ہو جائے۔ جب خود سے کنارہ کش ہو جاؤ گے تو تمام خلق سے کنارہ کشی حاصل ہو جائے گی اور یہی حاصل مراد ہے۔ جب حق تعالیٰ سے لگاؤ پیدا ہو گیا تو امرحق کی اقامت کے لئے ثابت قسمی میسر آجائے گی۔ معلوم ہوا کہ خلق کے ساتھ کسی حال میں چین و راحت پانا جائز نہیں ہے۔ اگر حق کے سوا کسی غیر سے چین و راحت چاہو گے تو یہ غیر کے ساتھ راحت پانا ہوگا اور یہ بات توحید کے منافی ہے۔ اپنی ذات سے آرام پانا تو سراسر ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے حضرت شیخ ابوالحسن سالبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے:

> "بلی کا حکم ماننا اپنے نفس کی پیروی سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس سے محبت برائے خدا ہے اور اپنے نفس کی محبت اور اس کی پیروی خواہشات نفسانیہ کی پرورش ہے۔"

اسم اعظم:

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں بیابان میں پہنچا تو ایک بوڑھے نے مجھ سے کہا:

> "اے ابراہیم! تم جانتے ہو یہ کون سا مقام ہے جہاں بغیر توشہ کے سفر کر رہے ہو۔؟"

میں نے سمجھ لیا کہ یہ شیطان ہے (جو غیر کی طرف مجھے پھیرنا چاہتا ہے) میرے پاس اس وقت چار سکے تھے جو اس زنبیل کی قیمت کے تھے جسے میں نے کوفہ میں خود فروخت کیا تھا۔ انہیں جیب سے نکال کر پھینک دیا اور عہد کیا کہ ہر میل پر چار سو رکعت نماز پڑھوں گا۔ میں چار سال بیابان میں رہا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر وقت بے مشقت مجھے روزی عطا فرمائی۔ اسی اثناء میں حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت حاصل ہوئی اور مجھے اسم اعظم کی تعلیم دی۔ اس وقت میرا دل یکدم غیر سے خالی ہو گیا۔ و باللہ التوفیق۔!

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 9:

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

تاج اہل معاملت:

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ سر یر آرائے معرفت، تاج اہل معاملت، حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ مجاہدے میں عظیم الشان اور برہان کبیر تھے۔ معاملات طریقت میں کامل مہارت رکھتے تھے۔

صحبت و بیعت:

آپ نے حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی صحبت پائی اور اپنے ماموں حضرت علی بن حشرم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ارادت کی۔ آپ علم اصول و فروع کے عالم تھے۔

سبب قبولیت بارگاہ الٰہی:

ابتدا کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک دن نشہ کی حالت میں گھر سے نکلے۔ راستہ میں ایک کاغذ کا پرزہ پڑا ملا جس پر "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" تحریر تھا۔ آپ نے تعظیم سے اٹھا کر خوشبو سے معطر کر کے اسے پاک جگہ پر رکھ دیا۔ اسی رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"یابشر طیبت اسمی فبعزتی لاطیبن اسمك فی الدنیا والاخرة"

"اے بشر! تو نے میرے نام کو خوشبو میں بسایا۔ قسم ہے مجھے اپنی عزت کی! میں تمہارے نام کی خوشبو کو دنیا و آخرت میں پھیلاؤں گا۔ یہاں تک کہ جو بھی تمہارا نام لے گا یا سنے گا اس کے دل کو راحت نصیب ہو گی۔"

خواب سے بیدار ہوتے ہی توبہ کی اور مضبوطی کے ساتھ طریقۂ زہد پر گامزن ہو گئے۔

حافی کی وجہ تسمیہ:

حق تعالیٰ کا مشاہدہ کا غلبہ اس حد تک شدید تھا کہ ہمیشہ ننگے پاؤں رہے۔ لوگوں نے

Marfat.com

اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

''زمین خدا کا فرش ہے، میں جائز نہیں سمجھتا کہ فرش پر چلوں کہ میرے پاؤں اور اس کے فرش کے درمیان کوئی چیز حائل ہو۔''

آپ کی معرفت کا یہ عجیب معاملہ ہے کہ جوتوں کو بھی حجاب سمجھ لیا۔

دو دانق کا جوتا:

بشر بن حارث کا قول ہے کہ میں ابن عمران کے دروازے پر آیا اور دستک دی۔ اندر سے آواز آئی:

''کون؟''

میں نے کہا:

''بشر حافی۔''

ایک بچی نے اندر سے جواب دیا:

''اگر آپ دو دانق کا جوتا خرید لیں تو کم از کم حافی (ننگا) آپ کا لقب تو نہ رہے۔!''

عزت و شرافت کا معیار:

آپ فرماتے ہیں:

''من اراد ان یکون عزیز افی الدنیا وشریفا فی الآخرۃ فلیجتنب ثلاثا لایسأل احداحاجۃ ولا احداُبسوئٍ ولایجیب احداُالی الطعام''

''جو یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں عزت والا اور آخرت میں شرافت والا ہو اسے لازم ہے کہ تین باتوں سے اجتناب کرے۔ ایک یہ کہ کسی سے اپنی ضرورت بیان نہ کرے، دوسرا یہ کہ کسی کو برا نہ کہے اور تیسرا یہ کہ کسی کے کھانے کی دعوت قبول نہ کرے، کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوگی اسے مخلوق کی احتیاج نہ ہوگی۔''

چونکہ خلق کی احتیاج عدم معرفت کی دلیل ہے۔ اگر وہ خدا کو قاضی الحاجات جانتا تو کسی غیر سے احتیاج برآری نہ چاہے گا۔

Marfat.com

"لان استعانة المخلوق الی المخلوق کا ستعانة المسجون الی المسجون"

"اس لئے کہ مخلوق کا مخلوق سے طالب امداد ہونا ایسا ہی ہے جیسے قیدی کا قیدی سے مدد مانگنا۔"

کسی کو برا نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خدا کے حکم سے تصرف کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ شخص اور اس کا فعل بد دونوں خدا کی مخلوق ہیں۔ اس کی پیدا کردہ چیز کو برا کہنا خدا کی طرف مراجعت کرنا ہے۔ کسی فعل میں عیب ڈالنا یا فاعل میں عیب نکالنا برابر ہے، سوائے اس کے کہ خدا نے جسے برا کہا اس کی موافقت میں برا کہا جائے، جیسے فساق و فجار اور کفارہ وغیرہ۔

اسی طرح کسی کے کھانے کی دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ روزی رساں حق تعالیٰ ہے، اگر وہ مخلوق کو تیری روزی کا ذریعہ بنائے تو مخلوق کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ یہ وہ روزی ہے جسے خدا نے تیرے پاس پہنچایا ہے نہ یہ کہ کسی مخلوق نے روزی دی ہے۔ اگر روزی دینے والا بندہ یہ سمجھے کہ یہ روزی اس کی طرف سے ہے اور اس بنا پر تجھ سے احسان جتاتا ہے تو اسے قبول نہ کرو۔ اس لئے کہ روزی میں کسی کا کسی پر احسان نہیں ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 10:

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

محبت کے آسمان:

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ معرفت و محبت کے آسمان حضرت ابوسعید طیفور بن عیسیٰ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ تمام مشائخ طریقت میں جلیل القدر ہیں۔ آپ کا حال سب سے رفیع تر ہے۔ آپ کی جلالت شان کے بارے میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ابو یزید منا بمنزل جبرئیل من الملائکتة"

"صوفیاء کرام میں ابو یزید کی شان ایسی ہے جیسے فرشتوں میں جبریل علیہ

Marfat.com

السلام کی ہے۔"

تصوف کے دس امام:

آپ کے اباء واجداد بسطام کے رہنے والے مجوسی تھے۔ تصوف میں جو دس امام گزرے ہیں ان میں سے ایک آپ ہیں۔ حقائق ومعرفت میں آپ سے بڑھ کر کسی کو دسترس اور قوت انبساط نہیں ہے۔ طریقت وشریعت کے تمام علوم، ان کے احوال کے آپ بہت بڑے عالم اور ان سے محبت کرنے والے تھے۔ ملحدین کا وہ مردود گروہ جو خود کو آپ کی وضع وطریق کا پابند بتاتا ہے آپ کا حال ان کے بالکل خلاف تھا۔

مجاہدہ وتحصیل علم طریقت:

آپ کا ابتدائی زمانہ مجاہدے اور تحصیل علم طریقت میں گزرا تھا۔ آپ خود ہی فرماتے ہیں:

"عملت فی المجاھدۃ ثلٰثین سنۃ فما وجدت شیئا اشد علی من العلم ومتابعتہ ولو لا اختلاف العلماء لبقیت واختلاف العلماء رحمۃ الافی تجدید التوحید"

"میں نے تیس سال مجاہدے میں گزارے، لیکن علم اور اس کی متابعت سے زیادہ سخت ودشوار کوئی چیز مجھ پر نہیں گزری۔ اگر مسائل میں علماء کا اختلاف نہ ہوتا تو میں رہ جاتا اور دین حق کی معرفت نہ ہوسکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء کا اختلاف رحمت ہے، مگر توحید خالص میں اختلاف مضر ہے۔"

علم وجہالت اور مقام شریعت وطریقت:

انسانی طبیعت جہل کی طرف زیادہ مائل ہے، کیوں کہ بے علم آدمی بوجہ جہالت بہت سے کام بے رنج وتعب کر گزرتا ہے لیکن علم کے ساتھ ایک قدم بھی بغیر دشواری کے نہیں چل سکتا۔ شریعت کی راہ جہان کی تمام راہوں سے زیادہ باریک وپر خطر ہے۔ ہر حال میں بندے کے لئے یہی سزاوار ہے کہ اگر بلند مقامات اور احوال رفیعہ سے گزرنا مشکل ہو تو میدان شریعت میں اتر جائے، اس لئے کہ اگر اس سے ہر چیز گم ہو جائے تو وہ شریعت کے دائرے میں تو قائم رہے گا۔

Marfat.com

مرید کے لئے سب سے بڑی آفت سلوک کے معاملات کا ترک ہے اور مدعیان کا ذب کے تمام دعوے میدان شریعت میں پراگندہ ہو جاتے ہیں اور شریعت کے مقابلہ میں تمام زبانیں گنگ اور خاموش ہو جاتی ہیں۔

جنت ایک شئے ہے:

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الجنة لا خطر لها لاهل المحبة واهل المحبة محجوبون بمحبتهم"

"اہل محبت کے نزدیک جنت کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ وہ تو اپنی محبت میں ہی مستغرق رہتے ہیں، کیونکہ جنت ایک مخلوق شئے ہے اگرچہ وہ بلند عزت ہے"

لیکن حق تعالیٰ کی محبت ایسی صفت ہے جو غیر مخلوق ہے۔ جو شخص غیر مخلوق سے ہٹ کر مخلوق کی طرف دھیان رکھے گا وہ علائق دنیا میں پھنس جائے گا۔ خدا کے محبوبوں کے نزدیک مخلوق کی کوئی عزت و منزلت نہیں ہوتی۔ وہ خدا کی محبت ہی میں مگن رہتے ہیں، اس لئے کہ وجود اور ہستی دوئی کو چاہتی ہے اور اصل توحید میں دوئی ناممکن ہے۔ محبوبانِ خدا کا راستہ وحدانیت سے وحدانیت کی طرف ہے اور محبت کی راہ محبت کی علت ہے۔

اگر کوئی مرید اللہ تعالیٰ سے محبت و دوستی اس خیال سے کرے کہ وہ مرید ہو جائے یا مراد بن جائے۔ اگرچہ وہ مرید حق ہو یا مرید بندہ، مراد حق ہو یا مراد بندہ، بہر صورت یہ خیال اس کے لئے آفت ہے۔ اس لئے کہ اگر مرید حق ہو کر مراد بندہ ہو جائے تو مراد حق میں ہستی بندہ ثابت ہو گی اور اگر مرید بندہ ہو کر مراد حق کا طالب ہو تو مخلوق کی ارادت کی وہاں گنجائش نہیں۔ دونوں حالتوں میں یہ آفت ہے۔ کیونکہ محبت میں ہستی کا ثبوت ہے۔ لہٰذا وہی شخص محب صادق ہے جو بقائے محبت میں کامل طور سے فنا ہو جائے، کیونکہ اس کی فنا ہی میں محبت کی بقا ہے۔

خالی مکان:

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

Marfat.com

"پہلی مرتبہ جب مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا تو خالی مکان دیکھ کر میں نے گمان کیا کہ حج مقبول نہیں ہوا، کیونکہ میں نے ایسے پتھر تو دنیا میں بہت دیکھے ہیں اور جب دوسری مرتبہ حاضر ہوا تو خانہ کعبہ کو بھی دیکھا اور صاحب خانہ کو بھی۔ اس وقت میری سمجھ میں آیا کہ ابھی میں حقیقت توحید سے دور ہوں۔ جب تیسری بار حاضر ہوا تو صاحب خانہ ہی نظر آیا۔ گھر نظر نہیں آیا۔ اس وقت غیب سے ندا آئی: "اے بایزید! جب تم نے اپنے آپ کو نہ دیکھا اور سارے عالم کو دیکھا تو تم مشرف نہ ہوئے، لیکن جب تم نے سارے عالم کو نہ دیکھا اور اپنے آپ پر نظر رکھی تو اب تم مشرف ہو گئے۔" اسی وقت اس خیال سے توبہ کی۔ بلکہ میں نے توبہ کی اور اپنی ہستی کی رویت سے بھی توبہ کی۔"

یہ واقعہ آپ کی درستگی حال میں بہت اہم ولطیف ہے اور صاحبان حال کے لئے یہ عمدہ نشانی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 11:

حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب رغائب:

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ امام فنون، جاسوس ظنون، حضرت ابو عبد اللہ الحارث اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ علم اصول و فروع کے عالم اور اپنے وقت کے تمام اہل علم کے مرجع تھے۔ علم تصوف میں رغائب نامی کتاب آپ ہی کی تصنیف ہے۔ اس کے سوا بکثرت تصانیف ہیں۔ آپ ہر فن میں بلند مرتبہ اور بلند ہمت تھے۔ اپنے زمانہ میں آپ بغداد میں شیخ المشائخ کہلاتے تھے۔

علم وعمل اور عالم وجاہل:

آپ کا ارشاد ہے:

"العلم بحرکات القلوب فی مطالعۃ الغیوب اشرف من

Marfat.com

العمل بحركات الجوارح"

"دل کی حرکتوں کے علم محل غیب میں اس عمل سے زیادہ اشرف ہے جو اعضاء کی حرکتوں سے حاصل کیا جائے۔"

اس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ علم محل کمال ہے اور جہل مقام طلب۔ علمِ حضور اس سے بہتر ہے کہ جہل کی چوکھٹ پر کھڑا رہے، کیونکہ آدمی کو علم درجہ کمال تک پہنچاتا ہے اور جہالت تو چوکھٹ سے بھی گزرنے نہیں دیتی۔ درحقیقت علم عمل سے افضل ہے۔ علم ہی کے ذریعہ حق تعالیٰ کی معرفت سے حاصل ہو سکتی ہے، لیکن صرف عمل سے اسے نہیں پا سکتے۔ اگر بغیر علم کے عمل حق تعالیٰ تک پہنچا سکتا تو نصاریٰ اور راہب اپنے ریاضت و مجاہدے کی شدت کی وجہ سے مشاہدے تک پہنچ چکے ہوتے اور مسلمان قلت عمل کی بنا پر غیوبت میں نافرمان و نامراد ہوتے۔ معلوم ہوا کہ عمل بندہ کی صفت ہے اور علم خدا کی صفت۔ بعض ناقلوں نے آپ کے مقولہ میں دونوں جگہ عمل کو بیان کیا ہے جو کہ غلط اور محال ہے، کیونکہ بندہ کا عمل حرکات قلب سے تعلق نہیں رکھتا اور اگر اس سے فکر اور احوال باطن کا مراقبہ مراد ہو تو یہ بذات خود نادر ہے، کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"تفكر ساعة خير من عبادة ستين سنة"

"ایک گھڑی دین میں غور و فکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔"

درحقیقت اعمال باطن اعمال جوارح یعنی ظاہری عمل سے افضل ہے اور احوال و اعمال باطن کی تاثیر درحقیقت اعمال ظاہری سے مکمل و جامع ہے۔ بزرگوں کا ارشاد ہے:

"نوم العالم عبادة وسهر الجاهل معصية"

"عالم کا سونا عبادت ہے اور جاہل کا جاگنا معصیت۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ سونے اور جاگنے میں جب اس کا باطن مغلوب ہوتا ہے تو ظاہر یعنی جسم بھی مغلوب ہوتا ہے۔ اس لئے غلبہ حق سے باطن کا مغلوب ہونا اس نفس سے بہتر ہے جو مجاہدے کے ظاہری حرکتوں میں نفس کا غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔

خدا کے ہو کے رہو ورنہ خود نہ رہو:

حضرت محاسبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن ایک درویش سے فرمایا:

"کن للّٰہ الافلا تکن"

"خدا کے ہو کے رہو ورنہ خود نہ رہو۔"

مطلب یہ کہ حق کے ساتھ باقی رہو اور اپنے وجود کے ساتھ فانی ہو جاؤ یعنی صفائے باطن کے ساتھ خاطر جمع رہو یا فقر سے پراگندہ۔ گویا اپنی ہستی کو فنا کر کے حق کے ساتھ باقی رہو یا کسی صفت پر قائم رہو۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا:

"اسجدو الادم۔"

"آدم کے لئے سجدہ کرو۔"

یا اس فرمانِ الٰہی کی صفت بن جاؤ:

"ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا"

"کیا انسان پر ایسا وقت نہیں آیا جب کہ قابل ذکر شئے نہ تھا۔؟"

لہٰذا اگر تم اپنے اختیار سے حق کے ساتھ ہو گئے تو روز قیامت اپنی خودی کے ساتھ ہو گے اور اگر اپنے اختیار سے حق کے ساتھ نہ ہو گے بلکہ اختیار کو فنا کر دو گے تو قیامت میں حق کے ساتھ ہو گے۔ یہ معنی بہت دقیق و لطیف ہیں۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 12:

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

حصول جاہ و مرتبہ سے بے نیاز:

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ وہ ہیں جو لوگوں سے کنارہ کش اور حصول جاہ و مرتبہ سے بے نیاز ہیں یعنی حضرت ابو سلیمان داؤد بن طائی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ اکابر مشائخ طریقت اور سادات اہل تصوف میں اپنے عہد کے بے نظیر تھے۔

مصاحبت وارادت:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور حضرت فضیل اور ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہما

Marfat.com

کے ہم عصر اور حبیب راعی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔تمام علوم میں کمال مہارت اور علم فقہ میں فقیہ الفقہاء کہلواتے تھے۔گوشہ نشینی اختیار کر کے ہر جاہ و مرتبہ سے بے نیاز ہو گئے تھے۔کمال زہد و تقویٰ کے مالک تھے۔آپ کے فضائل و مناقب اور معاملات عالم میں مشہور ہیں۔حقائق و معرفت میں کامل دسترس حاصل تھی۔

خواہشوں کے گلے پر چھری:

آپ نے ایک مرید سے فرمایا:

"ان اردت السلامة سلم علی الدنیا وان اردت الکرامة کبر علی الآخرة"

"اے فرزند! اگر تو سلامتی چاہتا ہے تو دنیا کو چھوڑ دے اور اگر بزرگی چاہتا ہے تو آخرت کے انعام و اکرام کی خواہشوں کے گلے پر چھری پھیر دے۔"

کیونکہ یہ دونوں مقام حجاب کے ہیں اور تمام خواہشیں انہیں دونوں چیزوں میں مستور ہیں۔جو شخص جسم سے فارغ ہونا چاہے اس سے کہو کہ دنیا سے کنارہ کش ہو جائے اور جو شخص روح سے فراغت چاہے اس سے کہو کہ آخرت کی خواہش کو دل سے نکال دے۔

محمد بن حسن اور امام ابو یوسف:

آپ حضرت محمد بن حسن رحمہ اللہ کی صحبت میں بکثرت رہا کرتے تھے اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قریب تک نہ پھٹکتے تھے۔لوگوں نے ان سے پوچھا:

"یہ دونوں شخص بہت بڑے عالم ہیں۔کیا وجہ ہے کہ ایک کو تو آپ عزیز رکھتے ہیں اور دوسرے کو قریب تک نہیں آنے دیتے۔؟"

آپ نے فرمایا:

"وجہ یہ ہے کہ حضرت امام محمد بن حسن نے دنیاوی مال دے کر علم حاصل کیا ہے اور ان کا علم دین کی عزت اور دنیا کی ذلت کا موجب ہے۔جبکہ امام ابو یوسف نے درویشی و مسکینی دے کو علم حاصل کیا اور اپنے علم کو عزت و منزلت کا ذریعہ بنایا ہے۔اس لئے وہ امام محمد ابن حسن کے ہم پلہ نہیں ہیں۔"

Marfat.com

فقراء کی چشم باکمال:

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"میں نے حضرت داؤد طائی کی مانند دنیا کو حقیر و کمتر جاننے والا کسی کو بھی نہیں دیکھا۔ اس لئے کہ وہ دنیا اور اہل دنیا کو ذلیل و حقیر جانتے اور فقراء کی چشم کمال سے دیکھتے تھے۔ اگرچہ وہ ہر آفت ہو۔ آپ کے مناقب بکثرت ہیں۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 13:

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

منقطع از جملہ علائق:

طریقت کے امام، شیخ اہل طریقت، منقطع از جملہ علائق، حضرت ابوالحسن بن مغلس سقطی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں تھے۔ تصوف کے تمام علوم میں آپ کی بڑی عظمت و شان تھی۔

پہلے باطنی مقامات کی ترتیب و احول پر غور کرنے والے:

سب سے پہلے جس نے باطنی مقامات کی ترتیب اور بسط احوال میں غور و خوض کیا ہے وہ آپ ہی تھے۔ عراق کے بکثرت مشائخ آپ کے مرید تھے۔ آپ نے حضرت حبیب رائی کو دیکھا، ان کی صحبت پائی اور حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔

سبب تغیر احوال:

آپ بغداد کے کباڑ فروش تھے۔ کسی وجہ سے جب بغداد کا یہ بازار جل گیا تو لوگوں نے خبر دی کہ آپ کی دکان بھی جل گئی ہے۔ آپ نے فرمایا:

"میں اس کی فکر سے آزاد ہو گیا۔"

جب لوگوں نے دیکھا کہ ان کی دکان محفوظ ہے اور اس کے اردگرد کی تمام دکانیں جل گئی ہیں تو آپ کو اس کی خبر دی۔ آپ دکان پر تشریف لائے، اسے سلامت دیکھ کر اس کا

Marfat.com

تمام مال واسباب فقراء میں تقسیم کردیا اور تصوف کی راہ اختیار کرلی۔

دنیاوی مال سے بیزار ہونا:

لوگوں نے جب مال کی بابت دریافت کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دن حضرت حبیب رائی رحمۃ اللہ علیہ میری دکان کے آگے سے گزرے تو میں نے روٹی کا ایک ٹکڑا انہیں دیا جس طرح تمام فقیروں کو دیا جاتا ہے۔ انہوں نے مجھے یہ دعا دی:

"خیرك الله"

"اللہ تجھے خیر کی توفیق دے۔"

جب سے میرے کان نے یہ دعا سنی ہے میں دنیاوی مال سے بیزار ہوگیا اور اس سے نجات پانے کی تدبیر کرنے لگا۔

آداب عیادت کی دعا:

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اسہال کی شکایت ہوگئی۔ کچھ علماء میری عیادت کے لئے آئے اور کافی دیر تک بیٹھے رہے۔ ان کے بیٹھنے سے مجھے شدید تکلیف ہوئی۔ وہ کہنے لگے:

"حضرت! دعا فرمایئے۔!"

میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا:

"اے اللہ! ہمیں عیادت کے آداب سکھا۔"

حجاب کی ذلت کا عذاب:

آپ یہ دعا بکثرت مانگا کرتے تھے:

"اللهم مهما عذبتني به من شئ فلا تعذبني بذل الحجاب"

"خدایا! جب کبھی تو مجھے کسی چیز کا عذاب دینا چاہے تو مجھے حجاب کی ذلت کا عذاب نہ دینا۔"

اس لئے کہ جب میں حجاب میں نہ ہوں گا تو تیرا عذاب وبلا میرے لئے تیرے ذکر و مشاہدے کے ذریعہ آسان ہوجائے گا اور جب میں حجاب میں ہوں گا تو اس حجاب کی ذلت

Marfat.com

میں تیری یہ نعمتیں مجھے ہلاک کر دیں گی۔

معلوم ہوا کہ جو بلا مشاہدے کی حالت میں واقع ہوتی ہے وہ بلا نہیں ہوتی، لیکن وہ نعمت جو حجاب کی حالت میں ہو وہ ابتلا ہے۔ دوزخ میں حجاب سے بڑھ کر کوئی عذاب شدید وسخت تر نہ ہوگا، کیونکہ اگر دوزخ میں دوزخی اللہ تعالیٰ کے مشاہدے اور مکاشفہ میں ہوں تو گنہگار مسلمان جنت کو ہرگز یاد نہ کریں۔ اس لئے کہ دیدار الٰہی جسموں میں خوشی و مسرت کی ایسی لہر دوڑا دیتا ہے کہ جسم پر بلا و عذاب کا ہوش ہی نہیں رہتا۔ جنت میں کشف و مشاہدۂ الٰہی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے، کیونکہ جنت کی تمام نعمتیں بلکہ اس سے مزید دگنی نعمتیں میسر ہوں، لیکن حق تعالیٰ کے مشاہدے سے حجاب میں ہوں تو یہ ان کے دلوں کے لئے موجب ہلاکت ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں اور محبوبوں کے دلوں کو ہر حال میں بینا رکھتا ہے۔ تاکہ وہ تمام بشری مشقت و ریاضت کو برداشت کر سکیں۔ ایسی حالت میں یقیناً ان کی دعا یہی ہونی چاہئے کہ تیرے حجاب کے مقابلہ میں ہر قسم کا عذاب پیارا ہے۔ جب تک ہمارے دلوں پر تیرا جمال ظاہر و منکشف ہے بلا و ابتلاء کا کوئی اندیشہ نہیں۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 14:

حضرت شفیق بن ابراہیم ازدی رحمۃ اللہ علیہ

مایہ زہد و تقویٰ:

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ سرفہرست اہل بلا و بلوئی، مایہ زہد و تقویٰ حضرت ابو علی شفیق بن ابراہیم ازدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ صوفیاء کرام کے مقتداء، ہنما ، جملہ علوم شرعیہ کے عالم اور حقیقت و معرفت کے دانا تھے۔

علم تصوف میں تصانیف:

علم تصوف میں آپ کی تصانیف بکثرت ہیں۔ حضرت ابرہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔ بکثرت مشائخ عظام سے ملاقات کی اور ان کی مجالس میں حاضر رہے۔

اہل اطاعت اور اہل معصیت:

آپ کا ارشاد ہے:

''جعل اللّٰہ اھل طاعۃ احیاء فی مماتھم واھل المعاصی مواتا فی حیوتھم''

''اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبرداروں کی موت کو بھی زندگی قرار دیا ہے اور نافرمانوں کی زندگی کو مردہ قرار دیا ہے۔''

یعنی مطیع اگرچہ مردہ ہو مگر زندہ ہے، کیونکہ فرشتے ان کی اطاعت پر قیامت تک آفریں کہتے رہتے ہیں اور ان کا اجر وثواب بڑھتا رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ موت کے فنا کے بعد بھی بقا کے ساتھ باقی ہیں اور اجر وثواب لیتے رہیں گے۔

مرنے سے پہلے:

ایک بوڑھا شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا:

''اے شیخ! میں بہت گنہگار ہوں۔ توبہ کے قصد سے حاضر ہوا ہوں۔''

آپ نے فرمایا:

''تم دیر سے آئے ہو۔''

بوڑھے نے کہا:

''نہیں جلدی ہی آیا ہوں۔''

آپ نے فرمایا:

''وہ کیسے۔؟''

اس نے کہا:

''جو شخص مرنے سے پہلے چاہے کچھ دیر سے ہی پہنچے جلدی ہی آتا ہے۔''

غلام کا شاگرد:

آپ کی توبہ کا ابتدائی واقعہ یہ ہے کہ ایک سال بلخ میں شدید قحط پڑا۔ لوگ ایک دوسرے کو کھانے لگے۔ سب لوگ غمزدہ اور پریشان حال تھے۔ ایک غلام کو دیکھا کہ بازار میں ہنستا اور خوشی مناتا پھر رہا تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا:

Marfat.com

"تجھے شرم نہیں آتی کہ تو ہنسے خوشی پھر رہا ہے، جبکہ تمام مسلمان غمزدہ اور پریشان حال ہیں۔؟"

اس نے جواب دیا:

"مجھے کوئی غم واندیشہ نہیں ہے۔ میں اس کا غلام ہوں جو اس شہر کا مالک ہے۔ اس نے میرے دل سے ہر پریشانی کو دور کر دیا ہے۔"

حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے غلام کی یہ بات گوش دل سے سن کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

"اے خدا! یہ غلام جس کا آقا صرف ایک شہر کا مالک ہے وہ اس قدر خوش ہے تو تو مالک الملک ہے اور ہمارے رزق کا ضامن ہے، پھر بھلا ہم اس قدر فکر مند اور پریشان کیوں ہیں۔؟"

اس خیال کے آتے ہی آپ نے دنیاوی مشاغل سے منہ موڑ لیا اور راہ حق میں لگ گئے۔ پھر کبھی روزی کا فکر وغم نہ کیا۔ آپ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ اس غلام کا شاگرد ہوں اور جو کچھ میں نے پایا ہے اس سے پایا ہے۔ آپ کا یہ کہنا از راہِ تواضع تھا۔ آپ کے مناقب بہت مشہور ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 15:

حضرت عبدالرحمٰن عطیہ درانی رحمۃ اللہ علیہ

صوفیاء کے پھول:

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ اپنے وقت کے شیخ، راہ حق میں یگانہ، حضرت ابوسلیمان عبدالرحمٰن عطیہ درانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ صوفیاء کے محبوب اور ان کے دلوں کے پھول تھے۔

دلوں کی حفاظت اور اعضاء کی نگہداشت کے معلم:

آپ نے شدید ریاضت ومجاہدے کیے علم وقت کے عالم، آفات نفس اور اس کی

Marfat.com

گھاتوں کی معرفت سے باخبر تھے۔سلوک میں آپ کے اقوال لطیف ہیں۔آپ نے دلوں کی حفاظت اور اعضاء کی نگہداشت کے بارے میں بہت کچھ بیان فرمایا ہے۔

خوف پر امید کا غلبہ:

آپ کا قول ہے:

''اذا غلب الرجاء علی الخوف فسد الوقت''

''جب خوف پر امید غالب آجاتی ہے تو وقت میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔''

اس لئے کہ وقت حال کا نگہبان ہوتا ہے۔جب تک بندہ حال کی رعایت کرتا ہے تو اس کا خوف دل پر غالب رہتا ہے اور جب وہ خوف جاتا رہتا ہے تو وہ رعایت کو ترک کر کے اپنے وقت میں خلل انداز ہوتا ہے۔اگر امید پر خوف کو غالب کرے تو اس کی توحید باطل ہوتی ہے، کیونکہ خوف کا غلبہ ناامیدی اور مایوسی سے ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی رحمت سے مایوس و ناامید ہونا شرک ہے۔لہٰذا توحید کا تحفظ امید کی صحت پر موقوف ہے۔وقت کا تحفظ اس کے خوف کے تحفظ میں، جب دونوں برابر ہوں گے تو توحید اور وقت دونوں محفوظ رہیں گے۔توحید کی حفاظت سے بندہ مومن بنتا ہے اور وقت کی حفاظت سے بندہ مطیع ہو جاتا ہے۔اس کا تعلق خاص مشاہدے سے ہے۔اس میں مکمل اعتماد و بھروسہ ہے۔خوف کا تعلق خاص مجاہدے سے ہے کہ اس میں مکمل اضطراب و پریشانی ہے۔مشاہدہ مجاہدے کی میراث ہے اور یہ وہ مراد ہے کہ سب کی امیدیں ناامیدی سے ظاہر ہوتی ہیں۔جو شخص اپنے عمل کے سبب اپنی نجات سے ناامید ہو تو ایسی ناامیدی حق تعالیٰ کی جانب سے اس کو نجات کا ثمرہ دے گی، اسے ایسی راہ دکھائے گی جس سے خوشی کے دروازے کھل جائیں گے، اس کا دل طبعی آفتوں سے محفوظ رہے گا اور تمام اسرار منکشف ہو جائیں گے۔

حضرت احمد بن الحواری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات تنہائی میں نماز پڑھی۔مجھے اس میں بڑا سرور و لطف آیا۔دوسرے دن اس کا تذکرہ حضرت ابوسلیمان سے کیا۔آپ نے فرمایا:

''تم ابھی کمزور ہو، کیونکہ تمہارے دل میں ابھی تک لوگوں کا خیال موجود ہے۔اس وجہ سے خلوت میں تمہاری اور حالت ہوتی ہے اور ظاہر میں کچھ

Marfat.com

اور۔حالانکہ دونوں حالتوں میں کچھ فرق نہ ہونا چاہئے۔“

بندے کے لئے کوئی چیز حق تعالیٰ سے حجاب کا موجب نہ بنے۔ دلہا کی مجمع عام میں جلوہ نمائی کرائی جاتی ہے تاکہ خاص و عام کی نظر دولہا پر پڑے۔ اس نمائش میں دولھا کی عزت افزائی ہوتی ہے۔(یہی حال عارف باللہ کا ہوتا ہے) لیکن عارف باللہ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے مقصود حقیقی کے سوا کسی اور طرف نظر ڈالے، کیونکہ غیر کی طرف نظر اٹھانا اس کی ذلت کا موجب ہے۔ اگر ساری مخلوق اس مطیع عارف باللہ کی کیفیت کو دیکھے تو اس کی عزت میں فرق نہیں آتا، لیکن اگر وہ عارف اپنی عزت کی طرف نظر ڈالے اور اپنے وجود کو دیکھنے لگے تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

☆☆☆

فصل نمبر 16:

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

ابوالمحفوظ:

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ متعلق درگاہ رضا، پروردہ حضرت علی بن موسیٰ رضا، ابوالمحفوظ حضرت معروف بن کرخی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

متقدمین سادات:

آپ متقدمین سادات مشائخ میں سے تھے۔ جوانمردی، انکساری اور ورع و تقویٰ میں معروف و زبان زد تھے۔

تذکرہ موخر کرنے کی وجہ:

آپ کا تذکرہ پہلے آنا چاہئے تھا، لیکن دو بزرگوں کی موافقت کی وجہ سے مؤخر ہو گیا۔ ان میں سے ایک تو صاحب نقل ہیں اور دوسرے صاحب تصرف۔ یعنی ایک بزرگ تو شیخ مبارک ابو عبدالرحمٰن سلمیٰ ہیں انہوں نے اپنی کتاب میں اسی ترتیب سے ذکر فرمایا اور دوسرے استاذ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہما ہیں، انہوں نے بھی اپنی کتاب کے شروع میں آپ کا ذکر اسی طرح پر کیا ہے۔ میں نے بھی انہیں کی پیروی میں یہ ترتیب برقرار

Marfat.com

رکھی۔ اس لئے کہ آپ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ اور حضرت داؤد طائی کے مرید تھے۔

قبول اسلام:

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ پہلے غیر مسلم تھے۔ حضرت امام علی بن موسیٰ رضا آپ کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ آپ نے ان کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔ حضرت معروف کرخی کے فضائل ومناقب فنون علم میں بکثرت ہیں۔

تین اہم ترین صفات:

آپ کا ارشاد ہے:

"للفتیان ثلث علامات وفاء بلا خلاف ومدح بلا جود عطاء بلا سوال"

"مردانِ خدا کی تین نشانیاں ہیں۔ ہر لحظہ وفا پر عمل کرے، بغیر طمع کے تعریف کرے اور بغیر مانگے دے۔"

ہر لحظہ وفا پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنی بندگی میں احکام کی مخالفت اور فرمانِ خدا کی معصیت کو اپنے اوپر حرام کرلے۔

بغیر طمع کے تعریف کرنا یہ ہے کہ جس کی بھلائی نہ دیکھی ہو پھر بھی اس کی تعریف کرے۔

بغیر مانگے دینا یہ ہے کہ جب مال ہو تو اس کی تقسیم میں کوتاہی نہ کرے۔ اسے جب کسی کی احتیاج معلوم ہو جائے تو اسے سوال کرنے کی ذلت کا موقع نہ دے۔

یہ اخلاق اگرچہ ہر مسلمان میں ہونے چاہئیں، لیکن لوگ ان خوبیوں سے ناآشنا اور بیگانے ہیں۔ یہ تینوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ وہ اپنے بندوں کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی یہ صفات حقیقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ دوستوں کے ساتھ فیاضی میں کمی نہیں کرتا۔ خواہ بندہ وفا کرنے میں کتنا ہی ناحق شناس ہو۔ اللہ تعالیٰ کی وفا کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل میں اپنے بندوں کو قبل اس کے کہ ان سے کوئی عمل خیر ہو مخاطب فرماتا ہے اور انہیں یاد فرماتا ہے، آج دنیا میں ان کے افعال کے باوجود انہیں نظر انداز نہیں کرتا اور مدح بلا جود تو

Marfat.com

اس کے سوا کوئی کر ہی نہیں سکتا، کیونکہ وہ کسی بندے کے فعل کا محتاج ہے ہی نہیں۔اس کے باوجود بندے کی قلیل حمد وثنا پر اس کی تعریف کرتا ہے۔

یہی حال عطائے بے سوال کا ہے۔اس کے سوا کوئی ایسا کر ہی نہیں سکتا۔اس لئے کہ وہ کریم ہے، ہر ایک کے حال کا واقف وعلیم ہے اور ہر ایک کے مقصد کو بغیر سوال کے پورا کرتا ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو معزز ومکرم کرنا چاہتا ہے تو اسے بزرگی عنایت فرماتا ہے، اپنے قربِ خاص سے نوازتا ہے اور اپنی تینوں مذکور صفات کو استعمال فرماتا ہے ۔جو بندہ اپنی مقدور بھر ان صفات واخلاق کے ساتھ سلوک کرتا ہے اصطلاح تصوف میں اسے "فتوۃ" "جوان مرد" کہا جاتا ہے اور جوان مردوں کی فہرست میں اس کا نام درج کیا جاتا ہے۔یہ تینوں صفتیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 17:

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ

زین العبا:

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ زین عباد، جمال اوتاد، حضرت ابو عبد الرحمٰن حاتم عنوان الاصم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

قدم قدم پر صدق وطریقت کا رستہ:

آپ بلخ کے برگزیدہ مشائخ اور خراساں کے اکابر میں سے ہیں۔آپ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ابتداء سے انتہا تک ایک قدم صدق وطریقت کے خلاف نہ رکھا۔حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صديق زماننا حاتم الاصم"

"ہمارے زمانے کے صدیق حضرت حاتم اصم ہیں۔"

Marfat.com

رعونت طبع:

رویت الٰہی، آفات نفس اور رعونت طبع کے دقائق میں آپ کا کلام بہت ارفع ہے۔ علم تصوف میں آپ کی بکثرت تصانیف ہیں۔

تین شہوتیں اور ان کا حل:

آپ کا ارشاد ہے:

"الشهوة ثلاثة شهوة في الاكل وشهوة في الكلام، وشهوة في النظر، فاحفظ الاكل بالثقة واللسان بالصدق والنظر بالعبرة"

"تین قسم کی شہوتیں یعنی نفسانی خواہشات ہیں۔ ایک شہوت کھانے کی ہے، دوسری گفتگو کی شہوت ہے اور تیسری شہوت نظر کی۔ لہٰذا ان کی حفاظت اس طرح کرو کہ اپنے رزق کے لئے خدا پر بھروسہ کرو، زبان سے سچ بولو اور آنکھ سے عبرت حاصل کرو۔"

جس نے خوراک میں توکل کیا وہ لذت طعام کے فتنہ سے محفوظ رہا، جس نے زبان کو سچائی کا عادی بنا لیا وہ زبان کے فتنہ سے محفوظ رہا اور جس نے آنکھ سے درست کام لیا وہ نظر کے فتنہ سے دور رہا۔

توکل کی اصل وحقیقت صدق واخلاص میں ہے۔ اس لئے کہ آدمی جب ہر معاملہ میں صدق واخلاص سے کام لے گا اور خدا کی روزی رسانی پر اعتماد رکھے گا اور زبان کو عبادت میں نظر کو اس کی معرفت میں مشغول رکھے گا تو بندہ جو کھائے گا اور جو پئے گا وہ درستی کے ساتھ ہوگا، جو بات کرے گا وہ بھلائی کے ساتھ ہوگی۔ جب خدا کو سچا مانے گا تو اس کا ذکر زبان پر ہوگا اور جب سچ دیکھے گا تو اسی کو دیکھے گا۔

یہ اس لئے کہ اس کے عطیہ نعمت کو اس کی اجازت کے بغیر کھانا حلال نہیں اور اس کے ذکر کے سوا زبان پر کسی اور کا ذکر لانا سچائی نہیں اور اس کے جمال کے سوا موجودات میں کسی اور پر نظر ڈالنا جائز نہیں ہے۔ جب اس سے لے کر اس کی اجازت سے کھائے گا تو اس میں اسکی کی خواہش کا دخل نہ ہوگا، لیکن جب اپنی خواہش سے کھائے گا اگر چہ وہ شئی حلال ہی

Marfat.com

کیوں نہ ہو تو یہ شہوت کہلائے گی۔ اسی طرح جب اپنی خواہش سے بولے گا اگرچہ اسی کا ذکر ہو تو یہ جھوٹ اور شہوت ہوئی اور جب اپنی خواہش سے دیکھے گا، چاہے وہ صفات الٰہی کے استدلال ہی میں ہو تو وبال و شہوت ہوگی۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 18:

حضرت امام محمد ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت و شریعت کے اماموں میں سے ایک بزرگ امام مطلبی حضرت ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے اکابرین میں سے تھے اور تمام علوم کے مشہور و معروف امام گزرے ہیں۔ فقہ، ورع و تقویٰ میں آپ کے فضائل مشہور اور کلام ارفع ہے۔

آپ جب تک مدینہ منورہ میں رہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تلمذ رہا اور جب عراق تشریف لائے تو امام محمد بن حسن رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے۔

آپ کی طبیعت ہمیشہ گوشہ نشینی کی طرف مائل رہی اور طریقت کے حقائق کی جستجو میں مشغول رہے، یہاں تک کہ لوگ آپ کے گرد جمع ہو کر آپ کی اقتداء کرنے لگے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی ان ہی میں سے ہیں۔ آپ ہر حال میں خصائل حمیدہ کے عامل رہے۔ ابتداء میں صوفیاء کے زمرے میں رہے مگر دل میں کرختگی رہی، لیکن جب حضرت شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور ان کی صحبت اختیار کی تو جہاں کہیں رہے طالب صادق رہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی آدمی نے مسئلہ پوچھا کہ میں نے یہ قسم اٹھائی ہے کہ اگر میں یہ پھل کھاؤں یا پھینکوں تو میری بیوی کو طلاق۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"نصف کھالو اور نصف پھینک دو۔"

آپ کا ارشاد ہے:

"اذا رأیت العالم یشتغل بالرخص والتاویل فلن یحیی

Marfat.com

منه یشئی"

"جب تم ایسے عالم کو دیکھو جو رخصت وتاویل کا متلاشی رہتا ہے تو تم اس سے کچھ بھی حاصل نہ کرسکو گے۔"

مطلب یہ کہ علماء چونکہ مخلوقات کے پیش رو ہیں، اس لئے انہیں عزیمت کی راہ پر گامزن رہنا چاہئے (اگر غیر عالم میں عزیمت پائی گئی تو عمل میں غیر عالم آگے بڑھ جائے گا۔) حالانکہ کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ (کوئی غیر عالم) ان سے آگے بڑھ کر قدم رکھے۔ خواہ کسی معنی میں ہو۔ راہ حق کا اصول احتیاط اور مجاہدے میں مبالغہ کے بغیر ممکن نہیں اور عالم میں رخصت یہ ہے کہ ایسا کام کرے جس میں آسانی ہو اور مجاہدے سے فرار کی راہ نکل جائے۔

جب خواص یعنی علماء ہی عوام کے درجہ میں اتر آئیں اور ہر عمل میں رخصت تلاش کرنے لگیں تو پھر ان سے کیا حاصل ہوگا؟ اس کے ماسوا ایک بات یہ بھی ہے کہ رخصت کے درجے میں ہونے میں فرمانِ الٰہی کا استخفاف بھی ہے۔ علماء چونکہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اور کوئی دوست اپنے دوست کے حکم کا استخفاف کرسکتا ہے نہ اس کو سبک کرسکتا ہے اور نہ علماء حق ہی عوام کے درجہ میں آنا گوارا کرسکتے ہیں۔ بلکہ وہ ہر حال میں احتیاط اور عزیمت کو ہی اختیار کرنا پسند کریں گے۔

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! مجھے ایک روایت پہنچی ہے کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے اوتاد اولیاء اور ابرار ہیں۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"راوی نے میری یہ حدیث تم تک صحیح پہنچائی ہے۔"

میں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! پھر تو مجھے ان میں سے کسی کو دکھایا جائے۔؟"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

"محمد بن ادریس ان میں سے ایک ہیں۔"

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مطلبی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد سے ہیں۔ آپ پیشوا وا کابر اولیاء میں یکتا ہیں، دین مبین کے ایک رکن ہیں اور قریش کے وہ عالم ہیں جنہوں نے طبقات ارض کو علم سے پر کر دیا ہے۔

جب آپ کے وصال کا وقت قریب آ گیا تو آپ کے پاس آپ کے شاگرد جمع ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

"اے ابو یعقوب! تم تو اپنی بیڑیوں میں ہی مرو گے اور اے مزنی! تمہارے لئے مصر میں شراتوں پر شرارتیں ہوں گی اور اے ابن عبد الحکم! تم اپنے باپ کے مذہب پر لوٹ جاؤ گے اور اے ربیع! تم میری کتابوں کی اشاعت میں فائدہ مند ہو گے۔ ابو یعقوب اٹھو کہ تم بیڑیاں ڈالے جاؤ گے۔"

پھر ایسا ہی ہوا جیسا حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ آپ کی وفات 204 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 19:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ شیخ سنت، قاطع بدعت، حضرت ابو محمد احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ ورع، تقویٰ اور حافظ حدیث نبوی ہونے میں مخصوص ہیں۔ تمام مشائخ طریقت اور علماء شریعت آپ کو مقتدا مانتے ہیں۔ آپ نے مشائخ کبار میں حضرت ذوالنون مصری، بشر حافی، سری سقطی اور معروف کرخی رحمہم اللہ کی صحبتیں پائی ہیں۔

آپ ظاہر الکرامت اور صحیح الفراست تھے۔ آج کچھ مشتبہ لوگ ان سے اپنا تعلق ظاہر کرتے ہیں لیکن وہ مفتری اور کذاب ہیں۔ آپ تمام تہمات سے پاک و مبرا ہیں۔ اصول دین و مذہب میں آپ کے وہی معتقدات ہیں جو تمام علمائے اہل سنت کے نزدیک مختار

Marfat.com

ہیں۔ جب بغداد میں معتزلہ کا غلبہ وتسلط ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ آپ کو اتنی اذیت وتکلیف پہنچائی جائے کہ آپ قرآن مجید کو مخلوق کہنے پر مجبور ہو جائیں، باوجودیکہ آپ ضعیف العمر اور کمزور ولاغر ہو چکے تھے پھر آپ کے ہاتھوں کو کندھوں سے کھینچ کر باندھ دیا گیا اور آپ کے جسم پر ایک ہزار کوڑے مارے گئے، لیکن آپ نے ان کی موافقت میں اپنے علم وضمیر کے خلاف کہنا گوارا نہ فرمایا۔ اس دوران آپ کا ازار بند کھل گیا چونکہ آپ کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے ایک غیبی ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے آپ کے ازار بند کو باندھ دیا۔ جب ان لوگوں نے آپ کی حقانیت کی یہ دلیل دیکھی تو آپ کو چھوڑ دیا۔ انہیں کوڑوں کے زخموں کے نتیجہ میں آپ کا انتقال ہوا۔

آخر وقت میں آپ سے لوگوں نے دریافت کیا:

"ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جنہوں نے آپ پر کوڑے برسائے۔؟"

آپ نے فرمایا:

"میں کیا کہہ سکتا ہوں بجز اس کے کہ انہوں نے خدا کی راہ میں اس گمان پر کوڑے مارے ہیں کہ (معاذ اللہ) میں باطل پر ہوں اور وہ حق پر ہیں۔ میں محض زخمی ہونے پر قیامت کے دن ان سے جھگڑا نہیں کروں گا۔"

یہ آپ کے علم وبردباری اور تفویض الی اللہ کا عالم تھا، رضی اللہ عنہ۔ طریقت وسلوک میں آپ کا کلام بہت ارفع وبلند ہے۔ آپ سے جو بھی کوئی مسئلہ دریافت کرتا اور وہ سلوک اور طریقت سے متعلق ہوتا تو جواب عنایت فرما دیتے اور اگر حقائق ومعرفت سے تعلق رکھتا تو حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیتے تھے۔

چنانچہ ایک دن کسی نے آپ سے دریافت کیا:

"ما الاخلاص"

"اخلاص کیا ہے۔؟"

آپ نے فرمایا:

"الاخلاص ھو الخلاص من آفات الاعمال"

Marfat.com

"اخلاص یہ ہے کہ تم اعمال کی آفتوں سے محفوظ رہو۔"
مطلب یہ ہے کہ عمل ایسا ہونا چاہئے جو سمع وریا سے خالی ہو اور وہ آفت رسیدہ نہ ہو۔ پھر اس نے سوال کیا:

"ما التوکل"

"توکل کیا ہے۔؟"

آپ نے فرمایا

"الثقة بالله"

"روزی رسانی میں اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد و بھروسہ رکھنا۔"

پھر اس نے سوال کیا:

"ما الرضا"

"رضا کیا ہے۔؟"

آپ نے فرمایا:

"تسلیم الامور الی اللّٰہ"

"تمام کاموں کو خدا کے حوالہ کرنا اور راضی برضا رہنا۔"

پھر اس نے سوال کیا:

"ما المحبة"

"محبت کیا ہے۔؟"

آپ نے فرمایا:

"یہ بات حضرت بشر حافی سے دریافت کرو۔ جب تک وہ حیات ہیں میں اس کا جواب نہیں دوں گا۔"

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تمام زندگی معتزلہ کی طعن و تشنیع اور ان کے ظلم وستم میں گزری اور بعد وفات متشبہ کے افتراء واتہام کا نشانہ بنے رہے۔ یہاں تک کہ اہل سنت وجماعت آپ کے احوال پر کما حقہ واقف نہ ہو سکے اور عدم واقفیت کی وجہ سے ان پر اتہام رکھے گئے، حالانکہ وہ اس سے بری ہیں۔ واللہ اعلم۔!

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 20:

حضرت احمد بن ابی الجواری رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ سراج وقت، متحمل آفات حضرت ابوالحسن احمد بن ابی الجواری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ طریقت اور صحیح احادیث نبویہ کی روایات کے تمام علوم وفنون اوران کے ارشارات میں آپ کا کلام بلند ولطیف ہے۔ تمام علم میں علمائے وقت آپ سے رجوع کرتے رہے ہیں۔ آپ حضرت ابوسلیمان کے مرید تھے اور حضرت سفیان بن عیینہ اور مروان بن معاویہ قاری رحمہم اللہ کے صحبت یافتہ تھے۔ آپ نے ادب کے ہر مسئلہ میں ہر ایک سے استفادہ کیا ہے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"الدنیا مزبلة ومجمع الکلاب واقل من الکلاب من عکف علیها فان الکلب یأخذمنها حاجته وینصرف والمحب لها لایزول رنها ولایتر کها مجال"

"یہ دنیا گندگی کا ڈھیر اور کتوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ وہ شخص کتے سے بھی کمتر ہے جو اس پر جم کر بیٹھ جائے، کیونکہ کتا اس ڈھیر سے اپنی حاجت پوری کر کے چلا جاتا ہے، لیکن دنیا سے محبت کرنے والا اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا اور نہ کسی حالت میں اسے چھوڑتا ہے۔"

آپ کا ارشاد اس بات کی دلیل ہے کہ آپ دنیا پرستوں سے کنارہ کش رہتے تھے۔ اہل طریقت کے لئے دنیا میں آزاردہ رہنا موجب مسرت وانبساط ہے۔ آپ نے ابتداء میں تحصیل علم کیا اور درجہ امامت تک پہنچے۔ پھر اپنی کتابوں کو اٹھا کر دریا برد کرایا اور فرمایا:

"نعم الدلیل انت واماالاشتغال بالدلیل بعدالوصول الی المدلول محال"

Marfat.com

"اے خدا! تو بذات خود دلیل ہے۔ مدلول کے پالینے کے بعد دلیل ہی میں مشغول رہنا محال ہے۔"

کیونکہ دلیل تو اس وقت تک کام دیتی ہے جب تک سالک حصول مقصد کی راہ میں ہوتا ہے۔ حصول مقصد کے بعد دلیل کی کیا حاجت۔؟

اس کے بعد فرمایا:

"وصلت فقد فصلت"

"مجھے وصل اللہ ہو گیا۔ اب میں دلیل کے جھنجھٹ سے آزاد ہوں۔"

اس کے بعد راہ سے چمٹے رہنا محض مشغولیت ہے۔ اب فراغت ہی فراغت ہے۔ فراغت و شغل کے اصول میں ایک قائدہ اور ایک نسبت ہے اور یہ دونوں بندے کی صفتیں ہیں۔ فصل و وصل، عنایت حق اور اس کا ازلی ارادہ بندے کے لئے یہ خیر خواہی ہے۔ جو شغل و فراغت کے دوران بندے کو حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا وصول کو اصول نہیں اور دائمی و مجاورت کا اتحاد روا نہیں۔ کیونکہ خدا کا وصل بندے کی کرامت اور اس کی عزت افزائی ہے اور اس سے جدائی اس کی اہانت و تذلیل ہے۔ اس کی صفات کا تغیر جائز نہیں ہے۔

اس ارشاد میں لفظ وصول سے ان بزرگ کی مراد وصول راہ حق ہے۔ اس لئے کہ طریقت کی کتابوں میں اس کی تعبیر راہ حق سے بھی کی گئی ہے۔ جب تک راہ واضح ہوگئی تو عبارت یعنی دلیل منقطع ہو جاتی ہے، کیونکہ دلیل و عبادت کی اب چنداں حاجت باقی نہیں رہتی۔ عبارت کی تو اس وقت تک ضرورت رہتی ہے جب تک کہ مقصود مخفی ہو۔ جب مشاہدہ حاصل ہو گیا تو عبارت کی احتیاج مفقود ہوگئی۔ جب معرفت کلی صحت میں زبانیں گنگ ہیں تو کتابوں کی عبارتیں بدرجہ اولیٰ بیکار ہیں۔

ان کے سوا دیگر بعض مشائخ نے بھی اس طرح کتابوں کو ضائع کیا ہے، جیسے شیخ المشائخ ابو سعید فضل اللہ بن محمد مہیسنی وغیرہ ہیں اور کچھ ایسے بھی رسمی نقال ہیں جنہوں نے اپنی جہالت کے باوجود ان آزاد شیوخ کی تقلید کی ہے۔ بلاشبہ ان مقدس آزاد بزرگوں نے انقطاع علائق، ترک التفات اور ماسویٰ اللہ سے دل کو فارغ کر کے کمال حاصل کیا۔ ان کی یہ کیفیت سکر کی حالت ہے۔ مبتدی اور نو آموز آدمی کو ایسا نہیں چاہئے کیونکہ متمکن یعنی مقام

Marfat.com

رفیع پر فائز ہونے والے کے لئے جب دونوں جہان حجاب نہیں بنتے تو کاغذ کے پرزے اس کے لئے کیا حجاب بنیں گے۔؟ جب دل ہی علائق کے جدا ہو گیا تو کاغذ کے پرزے کی کیا قدر و قیمت ہے۔؟ لیکن کتابوں کو دریا برد سے ان کی مراد تحقیق معنی سے عبارات کی نفی ہے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ لہٰذا سب سے بہتر یہی ہے کہ عبارت کو زبان سے ادا نہ کیا جائے اس لئے کہ جو کتاب میں مکتوب ہے اور جو عبارت زبان پر جاری ہے یہ عبارت اس عبارت سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔

مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت احمد بن ابی الجواری نے اپنے غلبہ حال میں کسی کو اس کے سننے کے قبل نہیں پایا اور اپنے حال کی وضاحت و تشریح کاغذوں پر تحریر فرمائی۔ جب بہت جمع ہو گئے اور کسی کو اہل نہ پایا تو اس کو منتشر کرنے کے لئے دریا برد کر دیا اور فرمایا:

"نعم الدلیل انت"

لیکن ان کا یہ فرمانا:

"مدلول کے پالینے کے بعد دلیل میں ہی مشغول رہنا محال ہے۔"

تو یہ قول بھی محتمل ہے۔ ممکن ہے ان کے پاس بکثرت کتابیں جمع ہو گئی ہوں اور وہ کتابیں ان کو اوراد و وظائف سے باز رکھتی ہوں تو انہوں نے اس شغل کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا ہو اس طرح دل کی فراغت چاہی ہو۔ تاکہ عبارت کو چھوڑ کر اس کے معنی کی طرف رجوع ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆

فصل نمبر 21:

حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم حضرمی رحمۃ اللہ علیہ

منجملہ آئمہ متقدمین، سالکان طریقت حق کے سردار، اہل تحقیق کی جانوں کے جمال، حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم حضرمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو بارگاہ الٰہی کے بزرگ ترین احرار بندوں اور صوفیاء کبار کے اماموں میں سے تھے۔ آپ اپنے عہد میں بے نظیر تھے۔ ہر معانی میں آپ کا کلام ارفع اور عبارتیں عمدہ ہیں۔

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"دعونی فی بلائی واسمعوا مالکم الستم من اولاد آدم الذی خلقه الله تعالٰی بیده ونفخ فیه من روحه واسجدله الملائکة ثم امره' بامر فخالف فاذا کان اول الدن در دیافکیف کان آخره"

مجھے اپنی بلاؤں میں چھوڑ دو۔ سنو! تم کیا اسی آدم کی اولاد میں سے نہیں ہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کر کے اپنی طرف سے ان میں روح پھونکی اور انہیں فرشتوں سے سجدہ کریا۔ پھر ایک حکم دیا تو اس کی بھی خلاف ورزی کی۔ جب کہ شروع ہی میں تلچھٹ ہے تو آخر میں کیا ہوگا۔؟"

آپ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ سراسر مخالف حق بن جائے گا اور اگر اس پر عنایت حق ہو جائے تو سراپا محبت ہو جائے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حسن عنایت کو سمجھ کر اپنے معاملات کی برائی کا اس سے موازنہ کرتے رہنا چاہئے اور اپنی تمام عمر اسی موازنہ میں گزار دینی چاہئے۔

وباللہ التوفیق۔

☆☆☆

فصل نمبر 22:

حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ:

1: حضرت بہلول رحمتہ اللہ علیہ کا گزر کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا۔ وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔ ان کی تعداد دس تھی۔ انہوں نے باہم طے کیا کہ حضرت بہلول رحمتہ اللہ علیہ سے چھیڑ چھاڑ کرنی چاہئے۔ انہوں نے کہا:

"بہلول! اس درخت پر چھڑ کر دکھاؤ۔ تمہیں دس درہم دیئے جائیں گے۔!"

انہوں نے کہا:

"ٹھیک۔"

Marfat.com

اوراوپر چڑھ گئے۔ انہوں نے دس درہم دیئے۔ بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے جیب میں ڈال لئے اور کہنے لگے:

"اب سیڑھی لاؤ۔!"

انہوں نے کہا:

"تمہاری شرط تو یہ نہ تھی۔؟"

انہوں نے کہا:

"تمہاری نہیں یہ میری شرط تھی۔!"

حضرت بہلول بن عمرو کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے۔ ہارون الرشید نے انہیں اپنے پاس بلایا تھا اور ان کے اشعار و نوادرات سنے تھے۔ انہیں عارف اسرار حقیقت بھی کہا جاتا ہے۔

2: کوفہ کے کسی امیر کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔ وہ از حد غمگین تھا حتیٰ کہ اس نے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔ حضرت بہلول رحمتہ اللہ علیہ اس کے پاس گئے اور غمزدہ ہونے کا سبب پوچھا۔ اس کے بتانے پر فرمانے لگے:

"کیا تم اللہ رب العزت کی عطا پر جزع فزع کرتے ہو۔؟ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ اس کی جگہ تمہارے پاس میرے جیسے لڑکے ہوتے۔؟"

یہ سن کر امیر کا سارا غم دور ہو گیا۔

3: ایک دن لڑکوں سے بھاگتے ہوئے حضرت بہلول رحمتہ اللہ علیہ ایک گھر میں گھس گئے۔ صاحب خانہ جس کی دو مینڈھیاں تھیں سامنے کھڑا تھا۔ زور سے چلایا:

"تمہیں کس نے میرے گھر میں داخل کیا ہے۔"

وہ کہنے لگے:

"یَاذَاالْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی لْاَرْضِ"

(القرآن المجید، سورۃ الکہف، آیت نمبر: ۹۴)

"اے ذالقرنین! (دو مینڈھوں والے) یاجوج اور ماجوج نے اس علاقہ میں بڑا فساد برپا کر رکھا ہے۔" (لوگ مجھے ستا رہے تھے تو میں تیرے گھر میں پناہ

Marfat.com

کے لیے آ گیا ہوں۔)

4: اسی طرح ایک دفعہ بچوں نے انہیں گھیر لیا۔ وہ دوڑ کر ایک گھر میں داخل ہو گئے۔ گھر کے مالک نے انہیں کھانے کی دعوت دی۔ وہ کھانے میں شریک ہو گئے۔ بچے دروازے پر چیخ رہے تھے اور حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے تھے:

"فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ"

(القرآن المجید، سورۃ الحدید، آیت نمبر:۱۳)

"پس کھڑی کر دی جائے گی ان کے اور اہل ایمان کے درمیان ایک دیوار جس کا ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے باطن میں رحمت اور اس کے ظاہر کی جانب عذاب ہوگا۔

5: حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو فوت ہو گیا تھا۔ اس کے ترکہ میں کچھ نہ تھا اور پسماندگان میں بیٹا، بیٹی اور بیوی تھے۔ حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"بیٹے کے لئے یتیمی، بیٹی کے لئے سایہ شفقت سے محرومی اور بیوی کے لئے گھر کی بربادی ہے۔ باقی سب کچھ عصبہ کے لئے ہے۔"

عصبہ سے مراد وہ قریبی رشتہ دار ہیں جن کا میراث میں حصہ مقرر نہیں۔ حصہ داروں کو دینے کے بعد اگر کچھ بچے تو انہیں دے دیا جاتا ہے۔

حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ اور ابن علیان دونوں ایک دفعہ موسیٰ بن مہدی کے دربار میں چلے گئے۔ اس نے ابن علیان سے پوچھا:

"علیان کو کیا معنی ہے۔؟"

جواباً علیان نے کہا:

"موسیٰ کا کیا معنی ہے۔؟"

موسیٰ نے برافروختہ ہو کر کہا:

"حرامی کو پکڑ لو۔"

Marfat.com

یہ سن کر علیان نے بے نیازی سے حضرت بہلول رحمتہ اللہ علیہ کی طرف دیکھا اور کہا:

"تم اسے پکڑ لو۔! پہلے ہم دو تھے اب تین ہو گئے ہیں۔!"

☆☆☆

فصل نمبر 23:

حضرت احمد بن خضرویہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ سرفہرست جوانمرداں، آفتاب خراساں، حضرت ابو حامد احمد بن خصرویہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ حال کی بلندی اور وقت کی بزرگی کے اعتبار سے مخصوص ہیں۔ اپنے زمانہ میں اہل طریقت کے مقتداء اور محبوب خاص وعام تھے۔ طریق ملامت کو پسند کرتے اور فوجی لباس زیب تن رکھتے تھے۔ آپ کی زوجہ فاطمہ حاکم بلخ کی دختر تھیں۔ ان کا مقام بھی طریقت میں عظیم تھا۔ جب انہیں توبہ کی توفیق میسر ہوئی تو کسی کو حضرت احمد بن خضرویہ کے پاس بھیجا کہ وہ اپنا پیام میرے والد کے پاس بھیجیں، لیکن آپ نے منظور نہ کیا۔ دوبارہ پھر کسی کو بھیجا اور کہلوایا:

"اے احمد! میں آپ کو اس سے زیادہ مرد خدا جانتی تھی کہ آپ ایک عورت کو راہ حق میں رہبری کریں گے۔ نہ کہ رہزنی۔"

اس کے بعد آپ نے امیر بلخ کے پاس فاطمہ کے لئے پیغام بھیجا۔ اس نے اسے برکت جان کر قبول کر لیا اور فاطمہ ان کی زوجیت میں آ گئیں۔ فاطمہ نے دنیاوی مشاغل ترک کر کے حضرت احمد بن خضرویہ کے ساتھ گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ آپ اکثر بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے جایا کرتے تھے اور فاطمہ بھی ان کے ساتھ جایا کرتی تھیں۔

پہلی مرتبہ جب فاطمہ اپنے شوہر کے ساتھ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گئیں تو چہرے سے نقاب اٹھا کر گستاخانہ کلام شروع کر دیا۔ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حرکت پر بڑا تعجب کیا اور طیش میں آ کر کہا:

"اے فاطمہ! حضرت بایزید کے ساتھ یہ کیسی گستاخی ہے؟ تمہاری بداخلاقی کی وجہ مجھے معلوم ہونی چاہئے۔"

Marfat.com

فاطمہ نے کہا:

"اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ میری طبیعت کے محرم ہیں اور حضرت بایزید میری طریقت کے۔ میں آپ سے اپنی خواہش کے تحت رسم و راہ رکھتی ہوں اور ان سے خدا کے لئے۔ یہ مجھے خدا سے ملاتے ہیں۔"

غرضیکہ فاطمہ حضرت بایزید کے ساتھ ہمیشہ شوخ چشم رہیں۔ اتفاق سے ایک دن حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے نگاہ اوپر اٹھائی تو فاطمہ کے ہاتھ میں مہندی کا رنگ لگا دیکھا۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"تم نے اپنے ہاتھوں میں مہندی کیوں لگائی ہے۔؟"

فاطمہ نے کہا:

"اے بایزید! جب تک تم نے میرے ہاتھوں کو اور اس کی مہندی کو نہ دیکھا تو مجھے تم سے خوشی تھی۔ اب جبکہ تم نے مجھ پر نظر اٹھائی تو اب تمہاری صحبت مجھ پر حرام ہوگئی۔"

اس کے بعد دونوں وہاں سے کوچ کر کے نیشا پور چلے آئے اور یہیں قیام کر لیا۔ نیشا پور کے مشائخ اور عام لوگ حضرت احمد خضرویہ سے بہت خوش ہوئے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ بلخ جاتے ہوئے نیشا پور آئے تو حضرت احمد نے ان کی دعوت کا ارادہ کیا اور اس سلسلہ میں اپنی زوجہ سے مشورہ کیا کہ کیا کیا سامان ہونا چاہئے۔؟ انہوں نے کہا کہ اتنی گائیں، اتنی بھیڑیں، تنی شمعیں، اتنا عطر، اتنا سامان اور ان کے علاوہ اتنے گدھے بھی منگوا لیں۔

حضرت احمد رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا:

"اس سامان کے ساتھ گدھوں کی کیا ضرورت۔؟"

فاطمہ نے کہا:

"انہیں بھی کھلانا چاہئے۔"

فاطمہ کی انہیں خوبیوں کی وجہ سے حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"من اراد ان ینظر الی رجل من الرجال مختفی تحت لباس

Marfat.com

النسوان فلینظر الی فاطمة"
"جو خواہش رکھتا ہے کہ کسی مرد خدا کو نسوانی لباس میں ملبوس دیکھے اسے چاہئے کہ وہ فاطمہ کو دیکھے۔"

حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لو لا احمد بن خضرویه ما ظهرت الفتوة"
"اگر احمد بن خضرویہ نہ ہوتے تو جوانمردی ظاہر ہی نہ ہوتی۔"

حضرت احمد بن خضرویہ رحمہ اللہ کا کلام بلند اور انفاس مذہب ہیں۔ طریقت اور آداب طریقت کے فن میں آپ کی تصانیف مشہور اور حقائق میں آپ کے نکات معروف ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"الطریق واضح والحق لایح والراعی قداسمع فماالتحیر بعدالالمن العمٰی"
"راہ ظاہر، حق آشکار اور نگہبان خوب سننے والا ہے۔ اس کے بعد متحیر اور پریشان رہنا بجز اندھے پن کے کچھ نہیں۔"

مطلب یہ کہ راہ کی تلاش کے کیا معنی وہ تو روز روشن کی طرح واضح ہے تو اپنے آپ کو تلاش کر تو خود کہاں بھٹک رہا ہے۔؟ جب تو نے اپنے آپ کو پالیا تو راہ حق پر لگ جائے گا، کیونکہ راہ حق اس سے زیادہ ظاہر ہے جتنا طالب کی طلب کے تحت آئے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"استر عز فکرك عن الخلق"
"اپنے فقر کی عزت کو لوگوں سے پوشیدہ رکھو۔"

لوگوں سے یہ کہتے نہ پھرو کہ میں درویش ہوں۔ تا کہ تمہارا بھید نہ کھل جائے۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور اس کا اکرام ہے۔ آپ ایک واقعہ مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک درویش نے ماہ رمضان میں کسی تونگر کی دعوت کی۔ حالانکہ اس کے گھر میں صرف ایک سوکھی ہوئی روٹی تھی، چنانچہ وہ روٹی اس نے تونگر کے سامنے رکھ دی۔ جب تونگر واپس گیا تو اس نے اشرفی کی ایک تھیلی اس درویش کے پاس بھیجی۔ درویش نے تھیلی

واپس کر کے کہلوایا:

''یہ اس کی سزا ہے جو اپنے بھید کو نا جنسیوں پر کھولتا ہے۔''

یہی ان کے فقر کی صداقت کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم۔!

☆☆☆

فصل نمبر 24:

حضرت عسکر بن حسین نخشبی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ امام متوکلاں، برگزیدہ اہل زماں، ابو تراب حضرت عسکر بن الحسین نخشبی نفسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ خراساں کے بزرگ ترین سادات مشائخ اور مشہور جوانمردوں میں سے تھے۔ آپ کا زہد و تقویٰ مشہور و معروف تھا۔ آبادی و صحرا میں ہر جگہ آپ کی بکثرت کرامتیں اور بے شمار عجائب دیکھے گئے۔ صوفیاء اور سالکوں میں آپ بہت دانشور تھے۔ جنگلوں میں بسیرا رکھتے، حتیٰ کہ بصریٰ کے جنگل ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔ چند سال کے بعد جب مسلمانوں کا ایک قافلہ اس طرف سے گزرا تو آپ کو روبقبلہ قیام میں مردہ پایا۔ آپ کا جسم خشک ہو چکا تھا۔ آگے لوٹا رکھا ہوا تھا اور عصا ہاتھ میں تھا۔ اس اثناء میں نہ کوئی درندہ ان کے قریب گیا اور نہ کسی انسان کے نشان قدم پائے گئے۔

آپ کا ارشاد ہے:

''الفقیر قوته ما وجد ولباسه ماستر ومشکنه حیث نزل''

''درویش کی غذا وہی ہے جو اسے مل جائے، اس کا پہناوا وہی ہے جس سے ستر پوشی ہو جائے اور اس کا مکان وہی ہے جہاں ٹھہر جائے۔''

مطلب یہ ہے کہ درویش کی غذا میں اس کی اپنی کوئی پسند نہیں ہوتی، لباس میں بھی اس کی پسند کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور مکان بھی وہی ہوتا ہے جہاں وہ ٹھہر جائے۔ کوئی خاص جگہ یا ٹھکانا نہیں۔ ان تینوں باتوں سے تصرف کرنا مشغولیت ہے۔ سارے جہان کی بلائیں انہی تین چیزوں میں ہیں۔ جبکہ وہ اس میں تصرف کرے۔ یہ بات معاملہ سے متعلق ہے ورنہ

Marfat.com

ازروئے تحقیق درویش کی غذا وجد ہے، اس کا لباس تقویٰ اور اس کا مسکن غیب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وان لو استقاموا علی الطریقۃ لا سقیناھم ماءً غدقاً"

"اگر وہ طریقت کی استقامت رکھیں تو ہم یقیناً انہیں شیریں اور ستھرا پانی پلائیں گے۔"

اور فرمایا:

"ولباس التقویٰ ذالك خیر"

"اور تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"الفقر وطن الغیب"

"فقر غیب کا وطن ہے۔"

معلوم ہوا کہ درویش کا کھانا پینا شراب قربت، اس کا لباس تقویٰ ومجاہدہ اور اس کا وطن غیب اور انتظار وصل ہے۔ لہٰذا طریقت کی راہ واضح اور اس کا معاملہ ظاہر و روشن ہے اور یہی کمال کا درجہ ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 25:

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں سے ایک بزرگ محبت و وفا کی زبان، ولایت وطریقت کی زینت حضرت ابوزکریا یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کا حال بلند، نیک خصلت اور حقیقت میں حق تعالیٰ کی امید پر کامل ثابت قدم تھے۔ حضرت حضرمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو یحییٰ پیدا فرمائے ہیں۔ ایک انبیاء میں جو حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام ہیں اور دوسرے اولیاء میں جو حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام خوف الٰہی کی راہ پر اس طرح گامزن رہے کہ تمام مدعیان

Marfat.com

خوف نجات سے ناامید ہو گئے اور حضرت یحییٰ بن معاذ حق تعالیٰ کی امید پر ایسے قائم رہے کہ تمام مدعیانِ امید ہاتھ باندھے کھڑے رہے۔

لوگوں نے حضرت حصری سے دریافت کیا:

”حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا حال تو معلوم ہے، لیکن حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا حال کس طرح معلوم ہوا۔؟“

انہوں نے جواب دیا:

”مجھے معلوم ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں رہے اور نہ کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔ معملات طریقت اور اس کے مجاہدے میں اتنے کامل تھے کہ ایسی طاقت کوئی دوسرا نہیں رکھتا تھا۔“

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی محب نے دریافت کیا:

”اے شیخ! آپ کا مقام تو مقام رجا یعنی امید ہے لیکن آپ کا سلوک تو خائفوں جیسا ہے۔؟“

آپ نے فرمایا:

”اے فرزند! سنو! بندگی کو چھوڑنا ضلالت وگمراہی ہے اور خوف ورجا ایمان کے دوستون ہیں۔ یہ محال ہے کہ کوئی شخص اپنے مجاہدے میں کسی رکن ایمان کو ضلالت وگمراہی میں ڈال دے۔ خائف اپنے خوف کو دور کرنے کے لئے عبادت وبندگی کرتا ہے اور امید وار وصال الٰہی کی امید میں۔ جب تک عبات نہ ہو تو نہ خوف کا وجود درست نہ رجا کا اور جب عبادت موجود ہو تو یہ خوف ورجا سب عبادت بن جاتا ہے۔ جہاں محض عبادت ہو تو ایسی عبادت سودمند نہیں ہوتی۔“

آپ کی بکثرت تصانیف ہیں اور آپ کے نکتے اور ارشادات انوکھے ہیں۔ خلفائے راشدین کے بعد صوفیاء کرام میں سے آپ ہی نے منبر پر وعظ ونصیحت فرمائی۔ میں ان کے کلام کو بہت پسند کرتا ہوں، چونکہ طبیعت میں رقت اور سماعت میں لذت پیدا کرنے والا اور اصل میں دقیق اور عبارت میں مفید ہوتا ہے۔

Marfat.com

آپ کا ارشاد ہے:

''الدنیا دار الاشتغال والآخرۃ دار الاھوال ولا یزال العبد بین الاشغال والاھوال حتیٰ یستقر بہ القرار اما الی الجنۃ واما الی النار''

''یہ دنیا مشغولیتوں کی جگہ ہے اور آخرت ہول و دہشت کا مقام۔ ہر بندہ ان دونوں کے درمیان ہمیشہ رہتا ہے، یہاں تک کہ کسی ایک جگہ وہ قرار حاصل کر لے خواہ وہ جنت ہو یا دوزخ۔؟''

خوشی و مسرت کے مقام میں وہ دل ہے جو دنیا میں مشغولیتوں سے اور آخرت میں ہولناکیوں سے محفوظ رہا ہے اور دونوں جہان سے توجہ ہٹا کر واصل بحق ہو گیا۔

آپ کا مذہب تونگری کو مفلسی پر ترجیح دینا تھا۔ جب شہر رے میں آپ پر بار قرض زیادہ ہو گیا تو خراسان کا قصد فرمایا اور جب بلخ پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کو روک لیا تاکہ کچھ عرصہ وعظ و نصیحت فرمائیں۔ وہاں کے لوگوں نے ایک لاکھ کی تھیلی پیش کی۔ آپ وہ تھیلی لے کر بار قرض اتارنے کے لئے بار شہر کی طرف واپس ہوئے۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے ڈاکہ ڈال کر تمام روپیہ چھین لیا۔ آپ خالی ہاتھ نیشاپور آ گئے۔ آپ نے وہیں وفات پائی۔ آپ ہر حال میں صاحب عزت اور وجیہہ و باوقار تھے۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 26:

حضرت عمر بن سالم حدادی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ خراسان کے شیخ المشائخ، زمین و زماں کے نادر، حضرت ابو حفص عمر بن سالم حدادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ صوفیاء کے بزرگ و سردار اور تمام مشائخ کے ممدوح تھے۔ حضرت ابو عبداللہ دینوری کے صحبت یافتہ اور حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق تھے۔ کرمان سے شاہ شجاع رحمۃ اللہ علیہ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے۔

Marfat.com

آپ جب بغداد میں وہاں کے مشائخ سے ملاقات کرنے تشریف لائے تو عربی زبان سے ناواقف تھے۔ اس لئے مریدوں کے واسطے سے گفتگو کی، مگر خیال کیا کہ یہ بڑے عیب کی بات ہے کہ خراسان کے شیخ المشائخ کے لئے ترجمان کی ضرورت ہو۔ چنانچہ جب آپ مسجد شونیز میں پہنچے تو بغداد کے تمام مشائخ کو ملاقات کی دعوت دی اور ان سے عربی میں فصیح گفتگو فرمائی۔ یہاں تک کہ تمام مشائخ آپ کی فصاحت پر ششدرہ گئے۔

بغداد کے مشائخ نے آپ سے سوال کیا:

''مالافتوۃ''

''جوانمردی کیا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''بہتر یہ ہے کہ پہلے آپ میں سے کوئی صاحب اپنی رائے ظاہر فرمائیں۔''

چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''الفتوۃ عندی ترك الرئویة واسقاط النسبة''

''میرے نزدیک جوان مردی یہ ہے کہ جو عمل کیا جائے اسے نہ خود دیکھے اور نہ کسی کو اپنی طرف منسوب کرے۔''

اس پر ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ما الحسن ما قالالشیخ ولکن الفتوۃ عندی اداء الانصاف وترك مطالبة الانصاف''

''شیخ نے نہایت عمدہ بات فرمائی ہے، لیکن میرے نزدیک جوانمردی یہ ہے کہ خود تو دوسروں کے ساتھ انصاف کرنے میں کوتاہی نہ کرے مگر دوسروں سے اپنے لئے انصاف کا خواہاں نہ ہو۔''

یہ سن کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''قوموایا اصحابنا فقدزاد ابو حفص علی آدم وذریة''

''اے میرے ہمراہیو! اٹھو! یقیناً ابو حفص آدم اور ان کی اولاد پر بازی لے گئے ہیں۔''

Marfat.com

آپ کی ابتدائے توبہ کا واقعہ بڑا ہی عجیب ہے۔ عالم شباب میں ایک لونڈی پر آپ فریفتہ ہو گئے۔ ہر چند منانے کے تدبیریں کیں، مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ لوگوں نے بتایا کہ نیشاپور میں ایک یہودی رہتا ہے جو سحر و عمل کے ذریعہ سے کام کو آسان کر سکتا ہے۔ ابو حفص اس کے پاس پہنچے اور اس سے اپنا حال بیان کیا۔ یہودی نے کہا:

"اے ابو حفص! تمہیں چالیس دن نماز چھوڑنا ہوگی اور اس اثناء میں نہ تو زبان و دل پر خدا کا نام لانا ہوگا اور نہ نیکی کا کوئی کام۔ اگر اس پر راضی ہو تو میں جنتر منتر پڑھتا ہوں تا کہ تمہاری مراد بر آئے۔"

حضرت ابو حفص نے یہودی کی یہ شرط مان لی اور چالیس دن اس طرح گزار دیئے۔ یہودی نے اپنا سحر و عمل کیا مگر ان کی مراد بر نہ آئی۔ یہودی کہنے لگا:

"غالباً تم نے شرط پوری نہیں کی۔ ضرور تم سے کوئی خلاف ورزی ہوئی ہے اور نیکی کا کوئی کام کیا ہے۔ ذرا سوچ کر بتاؤ۔؟"

حضرت ابو حفص نے کہا:

"میں نے کوئی نیکی نہیں کی اور نہ ظاہر و باطن میں کوئی عمل خیر کیا۔ البتہ ایک دن میں نے راستہ میں پتھر پڑا دیکھا اس خیال اسے پاؤں سے ہٹا دیا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگ جائے۔"

اس پر یہودی کہنے لگا:

"افسوس ہے! تم نے چالیس دن تک اس کے حکم کی نافرمانی کی اور اسے فراموش کئے رکھا، لیکن خدا نے تیرے ایک عمل کو بھی ضائع نہیں جانے دیا۔"

یہ سن کر حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے صدق دل سے توبہ کی اور وہ یہودی بھی اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ آہن گری کا پیشہ کرتے تھے۔ جب بیاہ رد پہنچے تو حضرت ابو عبد اللہ باوردی سے ملاقات کی اور ان سے بیعت کی۔ جب نیشاپور واپس آئے تو ایک دن بازار میں ایک نابینا کو قرآن کریم کی تلاوت کرتے دیکھا۔ آپ اپنی دکان میں بیٹھے سنتے رہے۔ ان پر اتنی محویت اور وجد کی کیفیت طاری ہوئی کہ بے خودی میں بغیر دست

Marfat.com

پناہ کے بھٹی سے گرم سلاخ لوہا ہاتھ ڈال کر نکال لیا۔شاگردوں نے استاد کی یہ محویت واستغراق دیکھا توان کے ہوش اڑ گئے۔جب آپ کا استغراق ختم ہوا تو اس پیشہ کو چھوڑ دیا۔پھر دکان میں نہیں گئے۔

آپ فرماتے ہیں:

"ترکت العمل ثم رجعت الیه ثم ترکنی العمل فلم ارجع الیه"

"میں نے ایک مرتبہ اپنے پیشہ کو چھوڑ کر دوبارہ اسے اختیار کیا، لیکن پھر اس پیشہ نے مجھے چھوڑ دیا۔اس کے بعد میں نے پھر کبھی ادھر متوجہ نہ ہوا۔"

بندے کو جو چیز ہنر اور دستکاری سے حاصل ہو اس کے کرنے سے بہتر ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے، کیونکہ تمام اکتسابات آفتوں کے محل ہیں۔قابل قدر اور لائق اعتناء تو وہ چیز ہے جو غیب سے بلا تکلف آئے اور جس جگہ بھی بندے کا دخل واختیار شامل ہوگا وہاں اس سے حقیقت کے لطائف زائل ہو جائیں گے، اس لئے بندہ پر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا ازخود اختیار نہیں ہے، کیونکہ عطاء وزوال اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کی تقدیر سے ہے۔جب عطا ہوتی ہے تو اسی طرف سے لینا بھی ہوتا ہے اور جب زوال ہو تو اسی کی طرف سے ترک بھی ہے۔جب ایسی حالت ہو جائے تو اسی کی قدر و قیمت ہوتی ہے، کیونکہ اخذ و ترک کا قیام اس کی طرف سے ہے۔نہ یہ کہ بندہ اپنی کوشش سے نفع یا دفع کرتا ہے۔معلوم ہوا کہ اگر مرید ہزار برس قبول حق کی کوشش کرے تو یہ ممکن نہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی حق تعالیٰ قبولیت شرف دے دے، اس لئے کہ قبولیت تو ازل سے مقرر ہے اور دائمی مسرت پہلے ہی سے شامل ہے۔بندے کے لئے تو بجز اخلاص کے کوئی راہ رکھی ہی نہیں۔اس لئے وہی بندہ صاحب عزت ہے جو عالم اسباب کی نسبت کو چھوڑ کر مسبب الاسباب سے لو لگائے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 27:

حضرت حمدون بن احمد بن قصار رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ طبقہ ملامتیہ کے سردار، گرفتار بلاو علامت، حضرت ابو صالح حمدون بن احمد بن عمارۃ القصار رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ مشائخ متقدمین میں متورع اور علم فقہ میں بدرجہ اتم عالم تھے۔ حضرت امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے متبع اور طریقت میں حضرت ابو تراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ آپ علی نصر آبادی کے خاندان سے تھے۔ سلوک کے ہر معاملہ میں آپ کے اشارات اور مجاہدے کی تمام اقسام میں آپ کے ارشادات موجود ہیں۔

چونکہ آپ کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا اس لئے نیشاپور کے تمام اکابرین آپ کے رشدو ہدایات کے منتظر رہتے، لیکن آپ سب کو یہی جواب دیتے کہ ابھی میرا دل دنیا اور حصول مرتبت سے خالی نہیں ہوا، اس حال میں میرا وعظ فرمانا سودمند نہ ہوگا اور نہ دلوں پر اثر انداز ہوگا۔ جو وعظ دلوں پر اثر نہ کرے اس میں علم کا استخفار اور شریعت کا استہزاء ہے۔ وعظ کرنا اس پر واجب ہے جس کی خاموشی دین میں خلل انداز نہ ہو اور جب کچھ کہے تو خلل دور ہو جائے۔ علماء نے سوال کیا:

"ہمارے وعظ کے مقابلہ میں اسلاف کا وعظ کس وجہ سے دلوں پر زیادہ اثر انداز ہوتا تھا۔؟"

آپ نے فرمایا:

"لانهم تكلموا العز الاسلام ونجات النفوس ورضاء الرحمٰن ونحن نتكلم لعز النفس وطلب الدنيا وقبول الخلق".

"اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلاف اسلام کی بہتری، لوگوں کی نجات اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے وعظ کہتے تھے اور ہم اپنی ذات کی عزت، دنیا اور مقبول خلائق ہونے کے لئے وعظ کرتے ہیں۔"

Marfat.com

لہٰذا جو شخص رضائے الٰہی کے لئے بات کرتا ہے اس کی زبان سے حق بات نکلتی ہے اور اس میں دبدبہ و جلال ہوتا ہے کہ شرپسندوں کے دل بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ جو شخص اپنی ذات کو سامنے رکھ کر بات کرتا ہے اس میں رسوائی اور ذلت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ ایسی باتوں سے لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس کے کہنے سے نہ کہنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ وہ حقانیت سے خالی بات ہوتی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 28:

حضرت منصور عمار رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ شیخ باوقار، مشرف خواطر و اسرار، حضرت ابوالسری منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ درجہ و مرتبہ کے اعتبار سے مشائخ کبار میں سے ہیں۔ عراق کے اکابر میں سے آپ مقبول اہل خراسان تھے۔ پند و نصائح میں حسن کلام اور نکتہ رسی تھی۔ ہر علم و فن میں وعظ فرماتے، درایت و روایت اور احکام و معاملات کی گتھیاں سلجھاتے تھے۔ بعض صوفیاء تو تعریف میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے:

"سبحان من جعل قلوب العارفين اوعية الذكر وقلوب الذاهدين اوعية التوكل وقلوب المتوكلين اوعية الرضا وقلوب الفقراء اوعية القناعة وقلوب اهل الدنيا اوعية الطمع"

"وہ ذات پاک ہے جس نے عارفوں کے دلوں کو ذکر کی جگہ، زاہدوں کے دلوں کو توکل کی جگہ، توکل کرنے والوں کے دلوں کو رضا کی جگہ، درویشوں کے دلوں کو قناعت کی جگہ اور دنیا داروں کے دلوں کو حرص کی جگہ قرار دیا ہے۔"

اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب جسم و اعضاء پیدا فرمائے تو اس میں اس قسم کی طاقت و توانائی بخشی۔ مثلاً: ہاتھوں کا پکڑنے کا آلہ، پاؤں کو چلنے کی

Marfat.com

طاقت، آنکھوں کو بینائی کا ذریعہ، کانوں کو سننے کے لئے اور زبان کو بولنے کے لیے پیدا فرمایا۔ ان کی تخلیق وظہور میں کوئی اختلاف نہ رکھا، لیکن جب دلوں کو پیدا فرمایا تو ہر دل کی مراد مختلف، ہر دل کا ارادہ مختلف اور ہر دل کی خواہش گوناگوں پیدا فرمائی۔ چنانچہ کسی دل کو معرفت کی جگہ، کسی دل کو گمراہی کا مقام، کسی دل کو قناعت کی جگہ اور کسی دل کو حرص ولالچ کا مقام بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے دل سے بڑھ کر کوئی چیز نرالی پیدا نہیں کی۔

آپ کا ارشاد ہے:

"الناس رجلان عارف بنفسه فشغله في المجاهدات والرياضة وعارف بربه وشغله بخدمة وعبادة ومرضاة"

"لوگ دو قسم کے ہیں یا وہ اپنے نفس کے عارف ہوں گے یا حق تعالیٰ کے عارف۔ اگر وہ اپنے نفس کے عارف ہیں تو ان کا مشغلہ ریاضت ومجاہدہ ہے اور اگر وہ حق تعالیٰ کے عارف ہیں تو ان کا مشغلہ خدمت عبادت اور طلب رضا ہے۔"

لہٰذا جو عارف نفس ہوتے ہیں ان کی نظر عبادت وریاضت پر ہوتی ہے تاکہ درجہ ومقام حاصل کریں اور جو عارف رب ہوتے ہیں ان کی نظر عبادت وریاضت کی طرف نہیں ہوتی، بلکہ وہ عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خود سب کچھ ہو جائیں۔

"فشتان مابين الرتبتين"

"ان دونوں مرتبوں میں بڑا بعد والا ہے۔"

ایک بندہ مجاہدے میں قائم ہے اور دوسرا مشاہدے میں۔ واللہ اعلم!

آپ کا قول ہے:

"الناس رجال مفتقر الى الله فهو في اعلى الدرجات على لسان الشريعة والآخر لايرى الافتقار لماعلم من فراغ الله من الخلق والرزق والاجل والحيات والسعادة والشقاوة وهو في افتقاره اليه واستغنائه به عن غيره"

"لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک خدا کی طرف محتاج تو ان کا درجہ شریعت کی

Marfat.com

ظاہری زبان میں بہت بلند ہے۔دوسرا وہ ہے جو اپنی نیاز مندی کو دیکھتا ہی نہیں،اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل ہی میں ہر مخلوق کے رزق، موت وحیات سعادت وشقاوت کو لکھ دیا ہے۔وہ خدا سے اپنی نیاز مندی میں خالص غیروں سے بے پرواہ ہے۔"

لہٰذا پہلا شخص افتقار کی شان میں تقدیر پر دیکھنے کی وجہ سے رویت احتیاج میں محجوب ہے اور وہ دوسرا شخص جو اپنی نیاز مندی کی رویت کو چھوڑے ہوئے ہے وہ اپنی نیاز مندی کی رویت میں مکاشفہ اور استغناء میں ہے۔گویا ایک نعمت کے ساتھ ہے دوسرا نعمت دینے والے کے ساتھ،لیکن وہ جو نعمت کے ساتھ نعمت کی رویت میں ہو اگرچہ وہ غنی ہے،مگر دراصل فقیر ہے اور جو منعم کے ساتھ ہے اور اس کی رویت مشاہدے میں ہے،اگرچہ وہ فقیر ہے،مگر وہ دراصل غنی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 29:

حضرت احمد بن عاصم انطا کی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ ممدوح اولیاء،قدوۂ اہل رضا،حضرت عبد اللہ احمد بن عاصم انطا کی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔آپ خاصانِ خدا اور ساداتِ صوفیاء میں سے ہیں۔علوم شریعت وطریقت اور ان کے فروع واصول کے عالم تھے۔طویل عمر پائی اور متقدمین مشائخ کی صحبت میں رہے۔تبع تابعین کا زمانہ پایا،آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت بشر حافی،سری سقطی کے ہم زمانہ اور حضرت حارث محاسی رحمہم اللہ کے مرید تھے۔آپ نے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور ان کی صحبت میں رہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہر شیخ نے آپ کی تعریف وتوصیف کی ہے۔طریقت اور اس کے فنون میں آپ کا کلام ارفع اور لطائف دل پسند ہیں۔آپ کا ارشاد ہے:

"انفع الفقر ما كنت به متجملا وبه راضيا"

"نفع ترین درویشی وہ ہے جس کے ذریعہ تم صاحب جمال بن کر اس سے

راضی رہو۔"

مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کے نزدیک جمال تو یہ ہے کہ بندہ ہر ناز و نعم کا مالک اور مختار ہے، لیکن درویشی میں جمال یہ ہے کہ اسباب کی نفی اور اثبات اور مسبب اور اس سے رغیب کچھ نہ ہو اور بندہ خدا کے احکام سے راضی رہے۔ اس لئے کہ درویشی سبب کی عدم موجودگی کا نام ہے اور تونگری سبب کے ساتھ اپنے لئے ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ سبب محلِ حجاب ہے اور ترک کا سبب محلِ کشف اور دونوں جہان میں جمال کشف و رضا کے اندر ہے۔ سارے جہان کی تختی حجاب ہے۔ یہ بیان تونگری پر درویشی کی فضیلت میں واضح اور ظاہر ہے۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 30:

حضرت ابو عبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ

آئمہ طریقت میں سے ایک بزرگ سالک طریق ورع و تقویٰ، امت میں مشابہ زہد حضرت یحیٰی علیہ السلام، حضرت ابو عبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ طریقت کے ہر حال میں زاہد و تابع اور احادیث میں آپ کی روایت بلند مرتبہ رکھتی ہے۔ آپ فقہ اور سلوک میں امام ثوری کے پابند ہیں۔ آپ ان کے اصحاب کے دیکھنے والے اور ان کی صحبت میں رہنے والے تھے۔ آپ کا کلام سلوک و طریقت میں پر مغز ہے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"من اراد ان یکون حیا فی حیٰوته فلا یسکن الطمع فی قلبه"

"جو شخص اپنی زندگی کو سکون قلب کے ساتھ گزارنا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ دل میں طمع کو جگہ دے۔"

حق کی وہ لذت کام و دہن سے بھی بے نیاز رہے۔ اس لئے کہ حریص آدمی طمع دنیا میں مردہ حال ہوتا ہے۔ حرص و لالچ سے دل پر مہر سی لگ جاتی ہے اور اس میں کوئی شک

وشبہ کی گنجائش نہیں کہ مہر شدہ دل مردہ ہوتا ہے۔ سب سے عمدہ اور بہتر دل وہ ہے جو ماسوی اللہ سب کے لئے مردہ اور حق تعالیٰ کے لئے زندہ رہے، کیونکہ حق تعالیٰ نے دل کو عزت دینے والا پیدا کیا ہے اور وہ اپنے ذکر سے دل کو عزت بخشتا ہے اور طمع دنیا سے دل کو ذلیل کرتا ہے۔

آپ کا ارشاد ہے:

''خلق اللّٰہ تعالی القلوب مساکن الذکر فصارت مساکن الشھوات من القلوب الاخوف مزعج او شوق مغلق''

''اللہ تعالیٰ نے دلوں کو ذکر کا مقام بنایا ہے۔ پھر جب وہ نفس کی پیروی کرتے ہیں تو خواہشات کی جگہ بن جاتی ہے۔ شہوتوں سے دلوں کی پاکیزگی یا تو بے قرار کرنے والے خوف سے ہوتی ہے یا بے آرام کرنے والے شوق سے۔''

معلوم ہوا کہ خوف اور شوق ایمان کے دو ستون ہیں۔ جبکہ دل ایمان کا مسکن ہے تو اس کے لائق ذکر و قناعت چاہئے، نہ کہ طمع و غفلت۔ لہٰذا مومن باخلاص کا دل نہ طماع ہو سکتا ہے اور نہ خواہشات کا غلام، کیونکہ طمع و شہوت موجب وحشت ہیں۔ اس سے دل پریشان رہتا ہے اور ایمان سے غافل و بے خبر کر دیتا ہے۔ ایمان کا حق سے انس و محبت اور ماسویٰ اللہ سے وحشت و نفرت ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''الطماع مستوجش منه کل واحد''

''طمع کرنے والے سے ہر ایک ڈرتا اور پریشان ہوتا ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 31:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ طریقت کے شیخ المشائخ، شریعت کے امام آئمہ، حضرت ابوالقاسم جنید بن محمد بن جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

Marfat.com

آپ علمائے ظاہر اور اربابِ قلوب دونوں میں مقبول تھے۔فنونِ علم میں کامل، سلوک ومعاملات کے اصول، فروع میں امام ومفتی اور امام ثوری کے مصاحب تھے۔آپ کا کلام بلند پایہ اور احوال کامل ہیں۔یہاں تک کے تمام اہل طریقت آپ کی امامت پر اتفاق رکھتے ہیں اور کسی مدعی ومتصرف نے آپ پر اعتراض نہیں کیا ہے۔

آپ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے اور انہیں کے مرید تھے۔ایک مرتبہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا:

"کیا کوئی مرید اپنے پیر سے بلند مرتبہ ہوا ہے۔؟"

آپ نے فرمایا:

"ہاں !اور اس کا ثبوت ظاہر ہے کہ حضرت جنید کا درجہ میرے درجہ سے بلند ہے۔"

حالانکہ ان کا یہ فرمانا ازراہِ انکسار وتواضع تھا۔مگر انہوں نے جو فرمایا بصیرت سے فرمایا۔امر واقعہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے سے بلند کا درجہ نہیں دیکھ سکتا، کیونکہ دیدار تحت تعلق ہے اور ان کا یہ فرمان دلیل واضح ہے کہ انہوں نے حضرت جنید کو اپنے سے بلند مقام پر پایا جب بھی انہیں دیکھا۔اگرچہ انہوں نے بلندی میں دیکھا، لیکن درحقیقت وہ ان کے تحت ہی ہے۔

چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں مریدوں نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا:

"اے شیخ !ہمیں ایسی نصیحت فرمایا کیجئے !جس سے ہمارے دلوں کو چین وقرار آئے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جب تک میرے شیخ اپنے مقام پر جلوہ افروز ہیں میں کوئی تلقین نہیں کرسکتا۔"

یہاں تک کہ ایک رات آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"اے جنید! لوگوں کو پندونصائح کیوں نہیں کیا کرتے تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے

Marfat.com

ذریعہ ایک جہان کو نجات عطا فرمائے۔؟"

جب آپ بیدار ہوئے تو آپ یہ خیال فرمار ہے تھے کہ میرا درجہ میرے شیخ کے درجہ میں پیوست ہو گیا ہے اور مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت و تبلیغ کا امر فرمایا ہے ۔جب صبح ہوئی تو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرید کو بھیجا کہ جب جنید نماز فجر کا سلام پھیریں تو ان سے کہنا:

"تم نے مریدوں کے کہنے سے تعلیم و تبلیغ نہ کی اور نہ مشائخ بغداد کی سفارش قبول کی۔سب کی درخواستوں کو رد کرتے رہے۔میرا پیغام بھی پہنچا جب بھی تبلیغ شروع نہیں کی ۔اب تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی ہو چکا ہے ۔اب تو حکم بجالاؤ۔"

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس وقت میں نے جانا کہ میرا شیخ میرے دل سے بخوبی واقف ہے اور وہ میری ظاہری و باطنی ہر حالت سے باخبر ہیں۔ان کا درجہ میرے درجہ سے بلند ہے، کیونکہ وہ تو میرے اسرار سے واقف ہیں اور میں تو ان کے احوال سے بے خبر ہوں۔"

اس کے بعد میں اپنے شیخ کے دربار میں حاضر ہوا اور توبہ استغفار کیا۔میں نے عرض کیا:

"حضرت! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے۔؟"

انہوں نے فرمایا:

"میں نے خواب میں رب العزت جل وعلا کو دیکھا۔اس نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنید کے پاس بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کو وعظ و تبلیغ کیا کریں تاکہ بغداد کے لوگوں کی دلی مراد بر آئے۔"

اس واقعہ کی روشن دلیل یہ ہے کہ مرشد جس حال میں بھی ہو وہ مریدوں کی ہر حالت سے باخبر ہوتا ہے۔

آپ کا کلام بہت بلند اور پر مغز و لطیف ہے۔چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

''کلام انبیاء نباء عن الحضور و کلام الصدیقین اشارات عن المشاهده''

''نبیوں کا کلام حضورِ حق کی اطلاع دیتا ہے اور صدیقوں کا کلام مشاہدے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔''

خبر کی صحت نظر سے مشاہدے کی صحت فکر سے ہوتی ہے۔ خبر عین ذات کو دیکھے بغیر نہیں دی جا سکتی اور اشارہ غیر کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ غرضیکہ صدیقین کا جو حد کمال اور انتہا ہے وہ انبیاء علیہ السلام کے حالات کی ابتدا ہے۔ نبی و ولی کے درمیان یہ فرق اور ان کی فضیلت جو نبیوں کو اولیاء پر ہے اس سے واضح اور ظاہر ہے۔ بخلاف ملحدوں کے ان دو گروہوں کے جو فضیلت میں انبیاء کو موخر اور اولیاء کو مقدم کہتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے دل میں شیطان کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ایک روز میں مسجد کے باہر کے دروازے پر کھڑا تھا کہ دور سے ایک بوڑھا آتا ہوا نظر پڑا۔ جب میں نے اس کی صورت دیکھی تو مجھ پر شدید نفرت کا غلبہ ہوا ۔جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے کہا:

''اے بوڑھے! تو کون ہے؟ کہ تیری مہیب شکل کو میری آنکھوں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتیں اور تیری موجودگی سے میرے دل کو سخت وحشت ہو رہی ہے۔؟''

اس نے کہا:

''میں وہی ابلیس ہوں جس کے دیکھنے کی تم نے تمنا کی تھی۔''

میں نے کہا:

''او ملعون! حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے باز رکھا۔؟''

شیطان نے کہا:

''اے جنید! تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں غیر خدا کو سجدہ کر لیتا۔؟''

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابلیس کی یہ بات سن کر میں ہکا بکا اور ششدر رہ گیا

اور مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اتنے میں غیب سے ندا آئی:

"قل له كذبت لو كنت عبدا مامور ألما خرجت من امره ونهيه فسمع النداء من قلبي فصاح وقال احرقتني بالله وغاب"

"اے جنید! اس ملعون سے کہو تو جھوٹا ہے۔ اگر تو فرمان بردار ہوتا تو اس کے حکم کا کیوں انکار کرتا۔؟"

شیطان نے میرے دل کے اندر سے یہ آواز سنی تو وہ چیخا اور کہنے لگا:

"خدا کی قسم! تم نے مجھے جلا دیا۔"

پھر اچانک وہ غائب ہو گیا۔

یہ حکایت آپ کی حفاظت و عصمت کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی نگہداشت فرماتا ہے اور ہر حال میں انہیں شیطان کے شر و فساد سے محفوظ رکھتا ہے۔

آپ کے ایک مرید کے دل میں یہ گمان پیدا ہو گیا کہ وہ کس درجہ پر پہنچ گیا ہے اور وہ منہ موڑ کر چلا گیا۔ اس کے بعد ایک دن اس خیال سے آیا کہ وہ آپ کا تجربہ کرے۔ آپ اپنی بزرگی سے اس کے دلی خیالات سے باخبر ہو چکے تھے۔ اس نے آپ سے ایک سوال کیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اس کا جواب لفظوں میں چاہتا ہے یا معنی میں۔؟"

اس نے کہا:

"دونوں شکلوں میں۔"

آپ نے فرمایا:

"اگر لفظوں میں چاہتا ہے تو اگر تو نے اپنا تجربہ کر لیا ہے تو میرے تجربہ کی تجھے حاجت نہیں، حالانکہ کہ تو میرے تجربہ کے لئے آیا ہے اور تو معنوی تجربہ چاہتا ہے تو میں تجھے اسی وقت ولایت سے معزول کرتا ہوں۔"

فوراً اور اسی لمحہ اس مرید کا چہرہ کالا ہو گیا اور وہ کہنے لگا کہ یقین کی راحت میرے دل سے جاتی رہی ہے۔ پھر وہ توبہ و استغفار میں مشغول ہو گیا اور فضول باتوں سے تائب ہو گیا

Marfat.com

۔اس وقت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا:

”تو اسے نہیں جانتا کہ اولیاء اللہ کے اسرار کے والی اور حاکم ہوتے ہیں۔تو ان کے زخم کی طاقت نہیں رکھتا۔“

پھر آپ نے اس دم کیا اور وہ دوبارہ اپنی مراد پر بحال ہوگیا۔اس کے بعد اس نے مشائخ سے بدگمانی رکھنے سے توبہ کرلی۔

☆☆☆

فصل نمبر 32:

حضرت ابوالحسن احمد بن محمد نوری رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ شیخ المشائخ،شریعت کے امام الائمہ ،بادشاہ اہل تصوف،بری از آفت تکلف،حضرت ابوالحسن احمد بن محمد خراسانی نوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔جو تصوف کے معاملات میں عمدہ کلمات میں ظاہر تر اور مجاہدوں میں واضح تر تھے۔تصوف میں آپ کا اپنا ایک خاص مشرب ہے۔صوفیاء کی جماعت آپ کو نوری کہتی اور ان کی اقتداء و پیروی کرتی ہے۔

صوفیوں کے بارہ گروہ ہیں جن میں سے دو گروہ مردود ہو چکے ہیں اور دس مقبول ہیں ۔ان مقبول گروہوں میں ایک گروہ محاسبیوں کا ہے،دوسرا قصاریوں کا،تیسرا اسیفوریوں کا، چوتھا جنیدیوں کا،پانچواں نوریوں کا،چھٹا سہیلیوں کا،ساتواں حکیموں کا،آٹھواں حرازیوں کا،نواں خفیفوں کا اور دسواں سیاریوں کا ہے۔یہ دسوں گروہ محقق اور اہل سنت و جماعت ہیں،لیکن وہ دو گروہ جو مردود ہیں ان میں سے ایک حلولیوں کا جو حلول و امتزاج سے منسوب ہے اور سالمی اور ماشبہ ان سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسرا گروہ حلاجیوں کا ہے جو ترک شریعت کے قائل ہیں۔انہوں نے الحاد کی راہ اختیار کی جس سے وہ ملحود و بے دین ہو گئے۔اباحتی اور فارسی ان ہی سے متعلق ہیں۔

ترک مداہنت،جوانمردی کی رفعت اور دائمی مجاہدے نوریوں کے طریق کی قابل تعریف خصوصیات ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہیں مسند صدارت پر تشریف فرما دیکھ کر میں نے کہا:

"یا ابا القاسم غشیتهم فصدروك ونصحتهم فرمونی بالحجارة"

"اے ابوالقاسم! آپ نے ان سے حق کو چھپایا تو انہوں نے آپ کو مسند صدارت پر بٹھایا اور میں نے ان کو نصیحت کی تو انہوں نے مجھ پر پتھر پھینکے۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ مداہنت خواہشات کے ساتھ موافقت کو اپنے خلاف سمجھتی ہے اور آدمی چونکہ اس چیز کا دشمن ہوتا ہے جو اس کی خواہش کے خلاف ہو اور اس کو پسند کرتا ہے جو اس کی خواہش کے موافق ہو۔

حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے فریق اور ان کے شیخ طریقت حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت نوری رحمۃ اللہ علیہ نے بکثرت مشائخ سے ملاقات کی اور ان کی صحبت میں رہے۔ آپ حضرت احمد بن ابی الجواری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملے ہیں۔

طریقت وتصوف میں آپ کے اشارات لطیف اور پسندیدہ ہیں اور فنون علم میں آپ کے نکات بہت بلند ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے:

"الجمع بالحق تفرقة عن غیره جمع بالحق"

"حق کے ساتھ جمع ہونا اس کے غیر سے جدائی ہے اور اس کے غیر سے جدائی حق کے ساتھ ملنا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو حق تعالیٰ کے قریب ہے وہ ماسویٰ اللہ سے جدا ہے۔ اصلاح طریقت میں اسی کو جمع کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حق سے واصل ہونا فکر خلائق سے علیحدگی ہے۔ جس وقت خلق سے کنارہ کشی ہو جائے تب حق سے وصال درست ہوگا اور جب حق تعالیٰ سے وصال درست ہے تو خلق سے اعراض صحیح ہوگا۔ کیونکہ:

"الضدان لا یجتمعان"

"ایک ساتھ دو ضدیں جمع نہیں ہو سکتیں۔"

Marfat.com

ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے تین شبانہ روز اپنے گھر میں کھڑے ہو کر شور مچایا۔ لوگوں نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر حال بیان کیا۔ آپ اٹھ کر فوراً تشریف لائے اور فرمایا:

"اے ابوالحسن! اگر تم جانتے ہو کہ اس شوروغل میں کچھ بھلائی ہے تو بتاؤ میں بھی شوروغل کروں اور اگر تم جانتے ہو کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں تو دل کو رضائے الٰہی کے حوالے کر دینا چاہئے تا کہ تمہارا دل خوش و خرم رہے۔"

چنانچہ حضرت نوری رحمۃ اللہ علیہ اس سے باز آ گئے اور کہنے لگے:

"اے ابوالقاسم! آپ کیسے اچھے ہمارے استاذ و رہنما ہیں۔"

آپ کا ارشاد ہے:

"اعز الاشیاء فی زماننا شیئان عالم یستفید بعلمه و عارف ینطق عن الحقیقة"

"ہمارے زمانہ میں دو چیزیں بہت پیاری ہیں۔ ایک وہ جو اپنے علم سے کام لے اور دوسرا وہ عارف جو حقیقت کو بیان کرے۔"

مطلب یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں علم و معرفت دونوں عزیز ہیں۔ اس لئے کہ بے عمل علم بجائے خود جہالت و نادانی ہے اور بغیر حقیقت کے معرفت ناشناسی ہے۔

آپ نے اپنے زمانہ کے حالات اور نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ ورنہ آپ خود اپنے تمام اوقات میں عزیز ہوئے ہیں اور آج بھی عزیز ہیں۔

جو شخص عالم اور عارف کی جستجو میں سرگرداں رہتا ہے وہ اپنے حال میں پریشان رہتا ہے اور وہ کبھی علم و عارف کو نہ پا سکے گا۔ حالانکہ اسے اپنی ذات میں تلاش کرنا چاہئے تا کہ اسے سارا جہان عالم و عارف نظر آئے اور خود کو حوالہ خدا کر دے تا کہ جہان کو عارف نظر آئے، کیونکہ عالم و عارف بہت پیارا اور عزیز ہوتا ہے اور عزیز و محبوب دشواری سے حاصل ہوتا ہے۔ جس چیز کا ادراک دشوار ہو اس کے حاصل کرنے میں وقت کی اضاعت ہے۔ خود اپنے میں علم و معرفت کو حاصل کرنا چاہئے اور اپنے ہی اندر علم و حقیقت کے چشمے جاری کرنے چاہئیں۔

Marfat.com

آپ کا ارشاد ہے:

"من عالم الاشیاء باللّٰہ فرجوعہ فی کل شئی الی اللّٰہ"

"جو شخص ہر چیز کو خدا کی طرف سے جانتا اور سمجھتا ہے وہ ہر شے کو دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس لئے کہ ملک اور ملک دونوں کا قیام مالک کے ساتھ ہوتا ہے۔"

لہٰذا تسکینِ خاطر خالقِ کائنات کو دیکھنے سے ہی حاصل ہوتی ہے نہ کہ پیدا شدہ اشیاء کو دیکھنے سے، کیونکہ اگر اشیاء کو افعال کی علت بنائے گا تو غم و فکر میں مبتلا ہو جائے گا اور کسی شئے کی طرف اس کا متوجہ ہونا شرک ہوگا۔ اگر اشیاء کو فعل کا سبب قرار دے گا تو وہ سبب از خود قائم نہیں ہوتا بلکہ اس کا قیام مسبب کے ساتھ ہوتا ہے اور جب وہ مسبب الاسباب کی طرف متوجہ ہو گیا تو وہ غیر میں مشغول ہونے سے نجات پائے گا۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 33:

حضرت سید بن اسمٰعیل حیری رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ پیشوائے سلف، یادگارِ صلحاء، حضرت ابو عثمان سید بن اسماعیل حیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ متقدمین میں بزرگ تر اور اپنے زمانہ میں منفرد تھے۔ اولیاء اللہ کے دلوں میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ ابتداء میں حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے، پھر شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں عرصہ تک رہے۔ بعد ازیں حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے نیشاپور آگئے، ان کی صحبت میں رہے اور تمام عمر وہیں گزار دی۔

آپ خود اپنی سرگزشت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بچپن ہی سے میرا دل حقیقت کی طلب میں لگا ہوا تھا اور اہل ظاہر سے میرا دل متنفر تھا۔ میرا دل جانتا تھا کہ عام لوگ جس ظاہری حالت میں ہیں یقیناً اس کے سوا کوئی باطنی حالت ضرور ہوگی؟ یہاں تک کہ میں بالغ ہو گیا۔ ایک دن میں حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں پہنچا تو وہاں میں

Marfat.com

نے باطنی حقیقت اور مقصود کا چشمہ بہتا ہوا دیکھا۔ میں نے ان کی صحبت اختیار کر لی حتیٰ کہ ایک جماعت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے ان کی صحبت میں آئی۔ لوگوں نے ان کی باتیں مجھے سنائیں تو میرا دل ان کی زیارت کے لئے بے تاب ہو گیا۔ پھر میں نے رے سے کرمان جانے کا عزم کیا۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح شاہ شجاع کی صحبت میسر آجائے مگر انہوں نے مجھے اجازت نہ دی اور فرمایا:

"چونکہ تم مقام رجا کے پروردہ اور صحبت یافتہ ہو اور تم نے یحییٰ بن معاذ کی صحبت اٹھائی ہے جو کہ مقام رجا پر فائز ہیں اس لئے جسے مشرب رجا مل جائے وہ طریقت پر گامزن نہیں رہ سکتا، کیونکہ رجا کی تقلید سے کاہلی اور سستی آجاتی ہے۔"

میں نے بہت منت وسماجت کی اور بیس دن ڈیوڑھی پر پڑا رہا۔ تب کہیں جا کر قدم بوسی کی اجازت ملی۔ ایک عرصہ تک ان کی صحبت میں رہا۔ وہ مرد خدا تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے نیشاپور کا ارادہ کیا تو میں بھی ان کے ہمراہ ہو گیا۔ جب ہم ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے تو شاہ شجاع رحمۃ اللہ علیہ قبا زیب تن کئے ہوئے تھے۔ حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ نے جب انہیں دیکھا تو تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے، استقبال کے لئے دوڑے اور فرمایا:

"وجدت فی القباء ماطلبت فی العباء"

"جسے میں گدری میں دیکھنا چاہتا تھا وہ قبا میں ملبوس ہے۔؟"

وہ عرصہ دراز تک وہاں رہے اور میری تمام کوششیں حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں حصول اسرار میں صرف ہوئیں، لیکن شاہ کا دبدبہ اور ان کی خدمت کا التزام مجھے مانع رہا۔ مگر حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ میری دلی خواہش کو بھی ملاحظہ فرما رہے تھے اور میں دل میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا تھا کہ مجھے حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اس طرح میسر آئے کہ شاہ شجاع رحمۃ اللہ علیہ آزردہ خاطر نہ ہوں۔ غرضیکہ جب شاہ نے واپسی کا قصد کیا تو میں نے بھی ان کی ہمسفری کے لئے سفری لباس پہن لیا۔ حالانکہ میرا دل حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کا گرویدہ ہو چکا تھا۔ اس وقت حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ سے فرمایا:

Marfat.com

"فرزند کو خوش دلی کے ساتھ یہاں چھوڑ دو تو میرے لئے باعث مسرت ہوگا۔"

شاہ نے میری طرف رخ پھیر کر فرمایا:

"اجب الشیخ"

"شیخ کی خواہش کو قبول کرو۔!"

بالآخر شاہ چلے گئے اور میں وہیں رہ گیا۔ میں نے حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بڑے عجائب و غرائب دیکھے۔ مجھ پر ان کی بڑی شفقت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو تین بزرگوں کی صحبت میں تین منزلوں سے گزارا اور وہ تینوں خود ان کے اشارات میں موجود ہیں۔ یعنی مقام رجا حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں، مقام غیرت شاہ شجاع رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں اور مقام شفقت حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں حاصل ہوا۔

تارکیت میں یہ جائز ہے کہ مرید پانچ یا چھ یا اس سے زائد شیوخ کی صحبت میں رہ کر کوئی خاص منزل حاصل کرے اور شیخ اور اس کی صحبت اسے کسی خاص کام کا کشف کرائے، لیکن سب سے بہتر یہ خصلت ہے کہ مرید اپنے مقام سے کسی شیخ کو ملوث نہ کرے اور اس مقام میں ان کی نہایت کو ظاہر نہ کرے، بلکہ یوں کہے کہ ان کی صحبت میں میرا اتنا حصہ تھا۔ ان کا مرتبہ تو اس سے بلند تر تھا۔ البتہ میرے نصیب میں ان کی صحبت سے اس سے زیادہ حصہ مقدر نہ تھا۔ ایسی روش ادب کے نزدیک ہے۔ اس لئے کہ سالکانِ حق کو کسی کے مقام واحوال سے سروکار نہیں ہوتا۔

حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے نیشا پور اور خراسان میں تصوف کا اظہار کیا اور حضرت جنید، حضرت رویم، یوسف بن حسین اور محمد بن فضل بلخی رحمہم اللہ کی خدمت میں بھی حاضر رہے۔ مشائخ کے دلوں سے کسی نے اتنا فائدہ نہ اٹھایا ہوگا جتنا حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھایا۔ مشائخ اور اہل نیشا پور نے آپ کو منبر پر بٹھایا تا کہ لوگوں کو تصوف کے رموز نکات سمجھائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں بلند اور عالم طریقت کے فنون میں آپ کی روایتیں وقیع ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

"حق لمن عزه الله بالمعرفة ان لا يذل له بالمعصية"

"اللہ تعالیٰ جسے معرفت سے معزز فرمائے اسے واجب ہے کہ وہ معصیت کے ذریعہ خود کو ذلیل نہ کرے۔"

اس ارشاد کا تعلق بندے کے کسب و مجاہدے اور امورِ حق کی دائمی رعایت سے ہے۔ اگر تم اس راہ پر گامزن ہو جو کہ اس کے لائق ہے تو یاد رکھو کہ حق تعالیٰ جب کسی بندے کو معرفت سے نوازے تو وہ گناہ میں مبتلا ہو کر خود کو ذلیل نہ بنائے، کیونکہ معرفت حق تعالیٰ کی عطا اور اس کی عنایت ہے، جبکہ معصیت بندے کا فعل ہے۔ جسے حق تعالیٰ کی عطا کی عزت مل جاتی ہے اس کے لئے ناممکن ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے کسی فعل کے ذریعہ اسے ذلیل کرے۔

☆☆☆

فصل نمبر 34:

حضرت احمد بن یحییٰ بن جلال رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ، سہیل اوج معرفت، قلب محبت، حضرت ابو عبداللہ احمد بن یحییٰ بن جلال رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ بزرگانِ قوم اور ساداتِ وقت میں سے تھے۔ خصلت و سیرت عمدہ اور حضرت جنید ابوالحسن نوری اور دیگر اکابر طریقت کے صحبت یافتہ تھے۔ حقائق میں آپ کا کلام ارفع اور اشارات لطیف ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے:

"همُ العارف الى مولاه ولم يعطف على شيئى سواه"

"عارف کا عزم و ارادہ مولیٰ کی طرف ہوتا ہے اس کے سوا کسی چیز کی طرف وہ مائل ہی نہیں ہوتا۔"

عدمِ میلان کی وجہ یہ ہے کہ عارف کو معرفت کے سوا کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ جب اس کے دل کو خزانہ معرفت حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی ہمت کا مقصود دیدارِ الٰہی کے سوا کچھ نہیں ہوتا، کیونکہ افکار کی پراگندگی غم و فکر پیدا کرتی ہے اور اس کے لئے بارگاہِ حق میں مانع و حجاب

Marfat.com

بن جاتی ہے۔

آپ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے ایک خوبصورت اور حسین مجوسی لڑکے کو دیکھا۔ میں اس کا حسن و جمال دیکھ کر دنگ رہ گیا اور اس کے روبرو جا کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ادھر سے ہوا۔ میں نے ان سے عرض کیا:

''اے استاد! اللہ تعالیٰ ایسے حسین و جمیل چہرے کو دوزخ میں جلائے گا۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اے فرزند! یہ نفس کا کھیل ہے جو تجھے لاحق ہوا ہے۔ یہ نظارۂ عبرت نہیں ہے، کیونکہ اگر تو اسے بنگاہِ عبرت دیکھے تو عالم کے ہر ذرے میں ایسے ہی عجوبے موجود پائے گا۔ تجھے بہت جلد مشیت الٰہیہ کی بے حرمتی کی بناء پر سزا ملنے والی ہے۔''

یہ فرما کر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ منہ پھیر کر تشریف لے گئے تو اسی وقت میرے حافظہ سے قرآن کریم فراموش ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں نے برسوں اللہ سے مدد مانگی اور توبہ کی تب کہیں جا کر دوبارہ پھر قرآن کریم کی نعمت مجھے حاصل ہوئی۔ اب مجھ یہ جرأت نہیں ہے کہ موجودات عالم میں کسی چیز کی طرف ملتفت ہوں اور اپنی محبت کو اس کائنات میں عبرت کی نظر سے دیکھنے میں ضائع کروں۔

☆☆☆

فصل نمبر 35:

حضرت رویم بن احمد رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ وحید العصر، امام الدہر، حضرت رویم بن احمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اجلۂ سادات مشائخ اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے مقربین خاص اور رازداروں میں سے تھے۔ آپ فقیہ الفقہاء حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مشرب تھے۔ علم تفسیر و قرأت میں کمال مہارت رکھتے تھے اور اپنے زمانہ میں تمام علوم و فنون

Marfat.com

میں ایسے منفرد تھے کہ کوئی آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔

علم حال، رفعت مقام اور نیک خصلتی میں یگانہ روزگار اور ریاضت شدیدہ میں یکتا و بے مثال تھے۔ اپنی عمر کے آخری آیام میں۔ (اپنا مقام باطنی چھپانے کے لئے) منصب قضاء پر فائز ہو گئے تھے۔ آپ کا درجہ در پردہ ہونے کی وجہ سے زیادہ کامل تھا۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہم امور دنیا سے فراغت پا کر (یادِ حق) میں مشغول ہوئے ہیں اور رویم نے امور دنیا میں مشغول ہونے کے باوجود یادِ حق کے لئے فراغت حاصل کر لی ہے۔''

آپ کی تصانیف بکثرت ہیں۔ خاص کر آپ کی کتاب جس کا نام ''غلطة الواجدین'' ہے مجھے بہت پسند ہے۔

ایک شخص نے آپ سے پوچھا:

''كيف حالك''

''آپ کا کیسا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''كيف حال من دينة هواه وهمته دنياه ليس هو بصالح تقي ولا بعارف نقي''

''تم اس کا حال کیا پوچھتے ہو کہ جس کا حال یہ ہے کہ اس کا دین اس کی خواہش اور اس کی ہمت اس کی دنیا ہے۔ نہ وہ صالح متقی ہے اور نہ عارف مصفی۔؟''

آپ کا یہ اشارہ نفس کے عیبوں کی طرف ہے۔ اس لئے کہ نفس کے نزدیک ہوا کا نام دین ہے اور ہوا کے پیروکار اسے دین کا نام دیتے اور اس کی پیروی کو شریعت کی متابعت کہتے ہیں۔ جو بھی نفس کی خواہش پر چلے گا اگرچہ وہ مبتدع ہو اہل ہوا کے اندر دین دار کہلوئے گا اور جو اس کے خلاف چلے گا اگرچہ وہ متقی ہی کیوں نہ ہو اسے بے دین کہا جائے گا۔ ہمارے زمانہ میں یہ فتنہ و فساد ایک دوسرے میں عام ہے۔ لہٰذا جن کی ایسی حالت ہو ہم ان کی صحبت سے پناہ مانگتے ہیں۔ درحقیقت شیخ نے سائل کے جواب میں اہل زمانہ کے

Marfat.com

حال کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سائل کو اس حال کے مطابق پایا ہو تو آپ نے اپنے اوپر ڈال کر اس کا حال اس طرح بیان کیا ہو اور اپنا حال مخفی رکھا ہو۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 36:

حضرت یوسف بن حسین رازی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ نادر زمانہ، رفیع المنزلت حضرت ابو یعقوب یوسف بن حسین رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو وقت کے اکابر آئمہ اور متقدمین مشائخ میں سے تھے۔ آپ نے بہت عمدہ زندگی گزاری۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید، بکثرت مشائخ کے صحبت یافتہ اور ان کے خدمت گزار تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"اذل الناس الفقیر الطماع واعزھم المحب لمحبوبه الصدیق"

"لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل لالچی درویش ہے اور ان سب سے زیادہ صاحب عزت درویش صادق ہے۔"

کیونکہ لالچ درویش کو دونوں جہان میں خوار کر دیتا ہے، اس لئے کہ بجائے خود درویشی اہل دنیا کی نظر میں حقیر و ذلیل ہے اور جب اس کے ساتھ لالچ بھی شامل ہو جائے تو اور زیادہ ذلیل بنا دیتی ہے۔ لہٰذا صاحب عزت تونگر، ذلیل درویش سے بہت اچھا ہے اور طمع و لالچ سے درویش محض فریبی اور جھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا محب بھی اپنے محبوب کی نظر میں تمام مخلوق سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ محب خود اپنے محبوب کے مقابلہ میں بہت ذلیل جانتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ انکساری سے پیش آتا ہے یہ بھی طمع و لالچ کا نتیجہ ہے۔ جب طبیعت سے طمع جاتی رہتی ہے تو ہر ذلت میں وہ عزت پاتا ہے۔ چنانچہ جب تک زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کی طامع رہی وہ ہمیشہ ذلیل تر ہوتی رہی اور جب طمع جاتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا حسن و جمال اور عالم شباب انہیں واپس کر دیا۔ یہ قائدہ ہے کہ محبت

Marfat.com

جتنا محبوب کے سامنے آنے کی کوشش کرے گا محبوب اتنا ہی دور ہو جاتا ہے۔ جب دوستی کو ہاتھ میں لے اور محض دوستی میں دوست سے کنارہ کش ہو اور صرف دوستی ہی پر اکتفاء کرے تو لامحالہ دوست اس کی طرف متوجہ ہوگا۔

درحقیقت محبّ کی عزت اس وقت تک ہے جب تک وہ وصل کی طمع نہ کرے اور جب محبّ میں وصال کی ہوس پیدا ہو اور وصل میسر نہ آئے تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ ذلیل ہو جاتا ہے اور جس محبّ کو دوستی میں دوست کے وصال وفراق سے بے نیازی نہ ہو اس کی محبت غرض مندانہ ہوتی ہے۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 37:

حضرت ابوالحسن سمنون بن عبداللہ خواص رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ آفتاب اہل محبت، قدوۂ اہل معاملت، حضرت ابوالحسن سمنون بن عبداللہ خواص رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے۔ محبت میں آپ کا مرتبہ بلند تھا۔ تمام مشائخ و بزرگ جانتے تھے اور سمنون المحب کہتے تھے۔ حالانکہ وہ خود اپنے کو سمنون الکذب کہا کرتے تھے۔ آپ نے غلام الخلیل سے بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ اس نے خلیفہ وقت کے آگے ناممکن ومحال جھوٹی گواہیاں دیں جس سے تمام مشائخ آزردہ رہے۔ یہ غلام الخلیل ایک ریاکار آدمی تھا جو صوفی و پارسا ہونے کا مدعی تھا۔ جس نے خود کو بادشاہ کا حضوری اور اس کا نائب وخلیفہ مشہور کر رکھا تھا اور پکا دنیا دار اور چغل خور انسان تھا۔ جیسے چغلی خور اور جھوٹے لوگ آج بھی پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ مدعی درویشوں اور مشائخ کی بدگوئیاں حکام و امراء کے سامنے کرتا رہتا تھا، تا کہ ایسے لوگوں کی رسائی آمروں اور حاکموں تک نہ ہونے پائے اور خود اس کا مرتبہ برقرار رہے۔ مقام مسرت ہے کہ حضرت سمنون اور اُن مشائخ کے زمانہ میں صرف ایک ہی ایسا بد خصلت تھا، ورنہ اس زمانہ میں تو ہر محقق کے لئے ایک لاکھ غلام الخلیل جیسے بدطینت موجود ہیں۔

Marfat.com

بغداد میں جب حضرت سمنون رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ کا غلغلہ بلند ہوا اور ہر ایک آپ کی نزدیکی کا خواہاں ہوا تو غلام الخلیل اس سے رنجیدہ ہوا اور اس نے کئی باتیں گھڑ لیں۔ یہاں تک کہ ایک خوبصورت عورت کو حضرت سمنون رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا۔ حضرت سمنون رحمۃ اللہ علیہ کی نظر جب اس کے جمال پر پڑی تو عورت نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ آپ نے اسے جھڑک دیا۔ پھر وہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچی اور ان سے کہا:

"آپ سمنون سے فرمائیں کہ وہ مجھ سے نکاح کر لیں۔"

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی یہ درخواست ناپسند آئی اور اسے جھڑک کر نکال دیا۔ اس کے بعد وہ غلام الخلیل کے پاس آئی اور اس سے ان عورتوں کی مانند جو دھتکاری جاتی ہیں اور اتہام طرازی شروع کر دیتی ہیں آپ پر تہمت دھرنے لگی اور قسم قسم کی باتیں بنا کر کہنے لگی کہ جو سنتا ان سے برگشتہ ہو جاتا۔ حتیٰ کہ خلیفہ وقت کو ان سے اتنا برگشتہ کر دیا کہ اس نے انہیں قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ جب جلاد کو بلایا گیا، اس نے خلیفہ سے قتل کی اجازت مانگی اور خلیفہ نے قتل کی اجازت دینی چاہی تو اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ جب اس رات وہ سویا تو خواب میں اسے خبردار کیا گیا کہ تیرے ملک اور حکومت کا زوال حضرت سمنون رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے وابستہ ہے۔ دوسرے دن خلیفہ نے ان سے معافی مانگی اور حسن سلوک سے پیش آیا۔

حقیقت و محبت میں آپ کا کلام بلند اور اشارات دقیق ہیں۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ جب وہ حجاز سے واپس آ رہے تھے تو شہر "فید" کے لوگوں نے درخواست کی کہ منبر پر تشریف فرما ہو کر کچھ پند و نصائح فرمائیں۔ آپ منبر پر وعظ کے لئے تشریف لے گئے۔ کوئی متوجہ نہ ہوا۔ آپ نے اپنا رخ مسجد کی قندیلوں کی طرف کر کے فرمایا:

"اے قندیلو! میں تم سے مخاطب ہوں۔"

دفعتاً سب قندیلیں گر کر چکنا چور ہو گئیں۔

آپ کا ارشاد ہے:

"لا یعبر عن شئی الا بما ھو ادق منہ ولا شئی ادق من المحبۃ فیم یعبر عنھا"

Marfat.com

"چیزوں کی تعبیر اس سے زیادہ دقیق چیز سے ہوتی ہے، کیونکہ محبت سے زیادہ ادق چیز کوئی نہیں ہے۔ اس کی تعبیر کسی چیز سے نہیں کی جا سکتی۔"

مطلب یہ ہے کہ محبت کے مفہوم کو الفاظ وعبارت میں ادا نہیں کیا جا سکتا، چونکہ عبارات معبر یعنی معنی کی صفت ہے اور محبت محبوب کی صفت ہے۔ لہٰذا عبارت کے ذریعہ اس کی حقیقت کا ادراک ناممکن ہے۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 38:

حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

از آئمہ طریقت، شاہ شیوخ، تغیرات زمانہ سے محفوظ، حضرت ابو الفوارس، شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو خانوادۂ سلاطین سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ اپنے زمانہ میں بے نظیر اور ابو تراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بکثرت مشائخ سے ملاقات کی۔ حضرت ابو عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں آپ کا مختصر حال مذکور ہے۔ تصوف میں آپ کی کتب وتحریریں مشہور ہیں آپ کو "مرآۃ الحکماء" یعنی دانشمندوں کا آئینہ کہا جاتا تھا۔ آپ کا کلام بلند ہے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"لاهل الفضل مالم يروه فاذا رأوه فضل لهم ولاهل الولاية مالم يروها فاذا رأوها فلا ولاية لهم"

"صاحب فضیلت کو اس وقت تک فضیلت ہے جب تک کہ اپنی فضیلت کو نہ دیکھے۔ جب اسے دیکھ لیا تو اب اس کی کوئی فضیلت نہیں۔ ایسے ہی صاحب ولایت کے لئے اس وقت تک ولایت ہے جب تک کہ وہ اس کی نظر سے پوشیدہ ہے۔ جب اسے نظر آ گئی تو اب اس کے لئے کوئی ولایت نہیں۔"

مطلب یہ ہے کہ فضیلت ایسی صفت ہے جسے فاضل نہیں دیکھتا، اسی طرح ولایت بھی ایسی صفت ہے جسے ولی نہیں دیکھتا۔ جس نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں فاضل ہوں یا ولی

Marfat.com

ہوں تو وہ نہ فاضل ہے اور نہ ولی۔

آپ کی سیرت کے تذکرے میں مذکور ہے کہ آپ چالیس سال تک نہیں سوئے اور جب سوئے تو انہیں خواب میں دیدارِ الٰہی نصیب ہوا۔ انہوں نے عرض کیا:

"اے خدا! تجھے تو میں بیداری میں تلاش کر رہا تھا، مگر تو خواب میں ملا۔؟"

ارشاد فرمایا:

"اے شاہ! تو نے بیداری کی وجہ ہی سے خواب میں نعمت دیدار پائی۔ اگر تو وہاں سوتا تو یہاں نہ پاتا۔"

☆☆☆

فصل نمبر 39:

حضرت معرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ، دلوں کے سرور، باطن کے نور، حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اکابر سادات اہل طریقت میں سے تھے۔ علم طریقت کے حقائق میں آپ کی تصانیف مشہور ہیں۔ اپنی نسبت ارادت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کرتے تھے۔ ان کے بعد انہوں نے حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور ان کی صحبت پائی۔ اصول میں آپ امام وقت تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"لایقع علی کیفیة الوجد عبارة لانه سر اللّٰه عند المومنین"

"مردانِ خدا کے وجد کی کیفیت عبارت سے ادا نہیں کی جا سکتی، کیونکہ وہ حق کا بھید ہے جو مومنوں کے لئے ہے۔"

اس لئے کہ جن لفظوں کو مرکب کر کے مفہوم ادا کیا جائے گا وہ حق تعالیٰ کا بھید نہیں ہوگا۔ بندوں کی ہر سعی تکلف و تصرف پر مبنی ہے اور اسرارِ ربانی اس سے بہت دور ہیں۔

حضرت عمرو جب اصفہان تشریف لائے تو ایک نوجوان آپ کی صحبت میں شامل

Marfat.com

ہوگیا۔اس کا باپ ان کی صحبت سے منع کرتا تھا۔یہاں تک کہ وہ نوجوان اس غم میں بیمار پڑ گیا اور عرصہ تک صحبت میں نہ آیا۔ایک روز حضرت عمرو اپنے رفقاء کے ساتھ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔نوجوان نے اشارہ کیا کہ کسی قوال کو (بغیر مزامیر کے) بلا کر چند اشعار سنا دیجئے۔چنانچہ قوال بلا گیا اور اس نے بغیر مزامیر کے یہ شعر پڑھا:

"مالی مرضت فلم یعدنی عائد
منکم ویمرض عندکم فاعود"

"میرا عجیب حال ہے کہ میں بیمار ہوتا ہوں تو تم میں سے کوئی میری عیادت کو نہیں آتا اور جب تم بیمار ہوتے ہو تو میں بیمار پرسی کرتا ہوں۔"

نوجوان نے جب یہ شعر سنا تو اٹھ کر بیٹھ گیا اور مرض کی شدت بہت کم ہوگئی۔وہ کہنے لگا:

"اے قوال!اور کوئی شعر سناؤ۔"

چنانچہ اس نے پڑھا:

"واشد من مرضی علی صدورکم
وصدور عندکم علی شدید"

"تمہاری صحبت میں حاضری کی بندش مرض سے زیادہ سخت ہے اور تمہاری صحبت سے روکنا مجھ پر بہت دشوار ہے۔"

یہ سن کر وہ نوجوان کھڑا ہوگیا اور سارا مرض دور ہوگیا۔یہ دیکھ کر اس کے باپ نے اسے حضرت عمرو رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا۔ان کی طرف سے دل میں جو اندیشہ تھا اس کی معذرت چاہی اور توبہ کی۔وہ نوجوان مشائخ طریقت میں شامل ہے۔واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 40:

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ مالک القلوب،ماحی العیوب،حضرت ابو

Marfat.com

محمد سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو شیخ وقت اور سب کے نزدیک ستودہ صفات تھے۔ آپ صاحب ریاضت شدیدہ اور نیک خصلت تھے۔ اخلاص اور افعال کے عیوب میں آپ کا کلام لطیف ہے۔ علماء ظاہر فرماتے ہیں:

"ھو جمع بین الشرویعة والحقیقة"

"وہ شریعت وطریقت کے جامع تھے۔"

حالانکہ یہ مقولہ بجائے خود خطا کی علامت ہے۔ اس لئے کہ کسی نے شریعت وطریقت میں فرق نہیں کیا ہے، کیونکہ شریعت بغیر طریقت کے نہیں اور طریقت بغیر شریعت کے نہیں۔ یہ دونوں لازم ملزوم ہیں۔ ممکن ہے اس مقولہ سے ان کی مراد یہ ہو کہ ان کا کلام طریقت میں بہت آسان اور دلوں میں اثر کرنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب خود شریعت اور طریقت کو یکجا فرمایا تو ناممکن ہے کہ کوئی ولی ان میں فرق کرے۔ لامحالہ جو فرق کو جائز رکھتا ہے اس پر لازم آتا ہے کہ وہ ایک کو قبول کرے اور ایک کو رد کرے۔ حالانکہ شیریعت کا رد کرنا الحاد و بے دینی ہے اور طریقت کا رد کرنا کفر وشرک ہے اور جو فرق بھی نظر آتا ہے وہ معنی کا فرق نہیں ہے، بلکہ حقیقت کا فرق ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:

"لاالٰہ الا اللّٰہ حقیقة محمد رسول اللّٰہ شریعة"

"لاالٰہ الا اللہ حقیقت ہے اور محمد رسول اللہ شریعت ہے۔"

اگر کوئی صحت ایمان کی حالت میں ایک کو دوسرے سے جدا کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ اس کی یہ خواہش صحت ایمان کو باطل کرتی ہے، حالانکہ پوری شریعت حقیقت کی فرع ہے۔ جس طرح توحید کا اقرار حقیقت کی معرفت ہے اسی طرح فرمان کو بجالانا شریعت کا ہم معنی ہے۔ یہ ظاہر دار لوگ جو انہیں پسند نہ آئے اس کے منکر ہو جاتے ہیں۔ راہ حق کے اصولوں میں سے کسی اصل کا انکار خطرناک ہے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"ماطلعت الشمس ولاغربت علی اھل وجه الارض الاوھم جھالباللّٰه الامن یوثر اللّٰه علی نفسه وروحه ودنیاه وآخرته"

Marfat.com

''روئے زمین میں رہنے والوں پر اس حال میں سورج طلوع وغروب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان کی بے خبری بڑھ ہی جاتی ہے۔ بجز ان خوش نصیب لوگوں کے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ پر، اپنے اہل وعیال پر اپنی دنیا وآخرت پر مقدم رکھا ہے۔''

مطلب یہ کہ جو شخص اپنے مقدر کے دامن پر دست اندازی کرتا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے لاعلم ہے۔ کیونکہ اگر اسے معرفت ہوتی تو وہ تدبیر سے کنارہ کش ہو جاتا۔ معرفت تدبیر کے ترک کی مقتضی ہے اور اسی کا دوسرا نام تسلیم ورضا ہے ۔تدبیر کا اثبات تقدیر سے جہالت ونادانی ہے۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 41:

شیخ محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ مختار اہل حرمین، مشائخ کے قرۃ العین، حضرت ابو محمد عبداللہ محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اجلہ مشائخ میں سے تھے اور اہل عراق وخراسان کے محبوب تھے۔ حضرت احمد بن حضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور حضرت ابو عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے عظیم تعلق خاطر تھا۔ متعصب لوگوں نے اپنے جنون میں آپ کو بلخ سے نکال دیا۔ آپ وہاں سے سمرقند تشریف لے گئے اور وہیں عمر گزار دی۔

آپ کا ارشاد ہے:

''اعرف الناس باللّٰہ اشد هم مجاهدة في اوامره واتبعهم بسنة نبيه''

''لوگوں میں سب سے زیادہ عارف وہ ہے جو آدائے شریعت میں کوشاں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا سب سے زیادہ خواہاں ہے۔''

کیونکہ جو جتنا زیادہ خدا کے نزدیک ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ ادائے حکم میں حریص ہوگا اور جتنا خدا سے دور ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے کنارہ

کش ہوگا۔

آپ کا ارشاد ہے:

”عجبت لمن یقطع البوادی و القفار و المغاوز حتیٰ یصل الیٰ بیتہٖ وحرمہٖ لان فیہ اثار انبیاءہ کیف لایقطع بادیۃ وھواہ حتیٰ یصل الیٰ قلبہ لان فیہ آثار مولاہ“

”میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو جنگل وصحراء اور بیابانوں کو طے کرتا ہوا خدا کے گھر اور حرم تک تو پہنچا ہے، کیونکہ اس میں اس کے نبیوں کے آثار ہیں، لیکن وہ اپنے نفس کے جنگل اور اپنی خواہشات کی وادیوں کو طے کر کے اپنے دل تک پہنچنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا؟ حالانکہ دل میں اس کے مولیٰ کے آثار ہیں۔“

مطلب یہ کہ دل حق تعالیٰ کی معرفت کی جگہ ہے۔ وہ اس کعبہ سے بہتر ہے جو خدمت وعبادت کا قبلہ ہے۔ کعبہ وہ ہے جس کی طرف بندہ کی نظر ہو اور دل وہ ہے جس کی طرف حق تعالیٰ خود نظر فرماتا ہے۔ جہاں میرے دوست کا دل ہوگا میں وہاں ہونگا، جہاں اس کا حکم ہوگا میری مراد وہاں ہوگی، جس جگہ میرے نبیوں کے آثار ہیں وہ جگہ میرے دوستوں کا قبلہ ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 42:

حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ شیخ باخطر، فانی از صفات بشر، حضرت ابو عبداللہ محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو فنون علم کے کامل امام اور برگزیدہ شیخ المشائخ تھے۔ آپ کی تصانیف بکثرت ہیں اور ہر کتاب سے آپ کی کرامتیں ظاہر ہیں۔ آپ کی تصانیف میں کتاب ختم الولایت، کتاب النہج اور نوادر الاصول زیادہ مشہور ہیں۔ میں آپ کی ہر کتاب پر فریفتہ ہوں۔

Marfat.com

میرے شیخ نے فرمایا ہے:

''حضرت محمد بن علی ترمذی ایسے درِ یتیم ہیں جن کی مثال سارے جہان میں نہیں ہے۔''

علوم ظاہری میں بھی آپ کی کتابیں ہیں اور احادیث میں آپ کی سند بہت وقیع ہے ۔آپ نے ایک تفسیر بھی شروع کی تھی مگر آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ جس قدر تحریر فرمائی ہے وہ تمام اہل علم میں مروج ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مصاحبین میں سے کسی ایک خاص مصاحب کو فقہ پڑھائی۔ شہر ترمذ میں آپ کو حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس ولایت میں تمام دانشور صوفیاء آپ کی پیروی کرتے تھے۔ آپ کے مناقب بہت ہیں۔

آپ حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت میں بھی رہے۔ آپ کے مرید حضرت ابو بکر وراق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہر اتوار کو حضرت خضر علیہ السلام ان کے پاس آتے اور ایک دوسرے سے واقعات وحالات دریافت کرتے تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

''من جهل باوصاف العبودية يكون اجهل باوصاف الربوبية ومن لم يعرف طريق معرفة النفس لم يعرف طريق معرفة الرب بان الظاهر بلا باطن محال ودعوى الباطن بلا ظاهر محال فمعرفته اوصاف الربوبية فى الصحيح اركان العبودية ولا يصح ذالك الابالادب''

''جو شخص علمِ شریعت اور اوصافِ عبودیت سے ناواقف ہے وہ اوصاف ربوبیت سے تو اور بھی زیادہ بے خبر ہوگا۔ جو ظاہر میں معرفت نفس کی راہ سے بے خبر ہے وہ معرفت رب کی راہ یعنی طریقت سے بھی بے خبر ہوگا، کیونکہ ظاہر باطن کے ساتھ مربوط ہے اور ظاہری تعلق بغیر باطن کے محال ہے۔ نیز بغیر ظاہر کے باطن کا دعویٰ بھی باطل ہے۔ لہٰذا اوصاف ربوبیت کی معرفت ارکان عبودیت وبندگی کی صحت پر منحصر ہے۔ یہ بات صحت ادب اور احکام شریعت کی

Marfat.com

پابندی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ مشہور امام اور بڑے زبردست صوفی ہیں۔ منجملہ عارفین اور علماء عاملین کے امام ہیں۔ صوفیاء میں سے کثرت روایات وعلوسند میں ممتاز ہیں۔ ابوتراب نخبشی بلخی اور اس طبقہ سے ملاقات ہوئی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین آپ پر چڑھ آئے اور آپ کی تکفیر کی تو آپ نے اپنی سب کتابوں کو جمع کر کے دریا میں ڈال دیا اور ان کو ایک مچھلی نگل گئی۔ اس نے کئی سال کے بعد ان کو اگلا تو لوگوں نے ان سے نفع اٹھایا۔

آپ کی وفات 255 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 43:

حضرت ابوبکر محمد بن عمر وراق رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ شرف زہاد امت، مزکی اہل صفوت، حضرت ابوبکر محمد بن عمر وراق رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اکابر وزہاد مشائخ میں سے تھے۔ آپ نے حضرت احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور حضرت امام ترمذی کی صحبت پائی۔ آداب معملات میں آپ کی تصانیف بکثرت ہیں۔ مشائخ عظام آپ کو "مؤدب الاولیاء" کہتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے چند اوراق مجھے دیئے تھے کہ میں انہیں دریائے جیحون میں ڈال دوں، لیکن میرا دل ان کو دریا برد کرنے پر راضی نہ ہوا۔ میں نے ان اوراق کو اپنے گھر رکھ لیا اور حاضر ہو کر کہہ دیا کہ میں نے دریا میں ڈال دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"تم نے کیا دیکھا۔؟"

میں نے کہا:

"میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔"

Marfat.com

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"تو پھر تم نے انہیں دریا برد نہیں کیا۔ جاؤ! انہیں دریا برد کر کے آؤ۔"

چنانچہ میں گیا۔ اس وقت دل میں کئی قسم کے وسوسے لاحق ہو رہے تھے۔ بلا خران اوراق کو دریا میں ڈال دیا۔ دریا کا پانی اسی لمحہ چھٹا اور ایک صندوق نمودار ہوا۔ جس کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا اور اوراق اس صندوق میں چلے گئے۔ پھر اس کا ڈھکنا بند ہو گیا اور پانی برابر ہو کر صندوق روپوش ہو گیا۔ واپس آ کر سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا:

"ہاں! اب تم نے ڈالا ہے۔"

میں نے عرض کیا:

"اے شیخ! یہ کیا اسرار ہیں مجھ پر ظاہر فرمایئے۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میں نے اصول تحقیق میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا سمجھنا دشوار تھا۔ میرے بھائی حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ سے اسے مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کو مامور فرمایا کہ وہ ان تک پہنچا دے۔"

حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"الناس ثلثة العلماء و الامراء و الفقراء فاذافسدالعلماء فسد الطاعة و الشريعة و اذافسد الامراء فسدالمعاش و اذافسد الفقراء فسدالاخلاق"

"لوگ تین طرح کے ہیں۔ علماء، امراء اور فقراء۔ جب علماء خراب ہو جاتے ہیں تو خلق کے اطاعت واحکام تباہ ہو جاتے ہیں، جب امراء خراب ہو جاتے ہیں تو لوگوں کی معیشت تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور جب فقراء خراب ہو جاتے ہیں تو لوگوں کے اخلاق برباد ہو جاتے ہیں۔"

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 44:

حضرت ابوسعید احمد بن عیسیٰ خرازی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوسعید احمد بن عیسیٰ خرازی رحمۃ اللہ علیہ احوالِ مریداں کی زبان اور طالبانِ اوقات کی برہان تھے۔ سب سے پہلے جس نے طریق بقاوفنا کی تعریف لفظوں میں کی وہ آپ ہی تھے۔ آپ کے مناقب، عمدہ ریاضتیں اور اس کے نکتے مشہور ہیں کہ ان سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ آپ کا کلام اور آپ کے رموز اشارات بلند ہیں۔ آپ نے حضرت ذوالنون مصری، بشر حافی اور سری سقطی رحمہم اللہ کی صحبت اٹھائی ہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا فال وعجبالمن لم یر محسنا غیر اللّٰہ لا یمیل بکلیتہ الی“

”اللہ تعالیٰ نے دلوں کو اس خاصیت پر پیدا فرمایا ہے کہ جو اس پر احسان کرتا ہے اس کا دل محبت کے ساتھ اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ مجھے ایسے دل پر تعجب ہوتا ہے جو یہ دیکھنے کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی احسان کرنے والا نہیں مگر وہ خلوص دل سے خدا کی طرف مائل نہیں ہوتا۔“

حقیقت یہ ہے کہ وہی احسان کرتا ہے جو ایمانوں یعنی جانوں کا حقیقی مالک ہو۔ احسان کی تعریف یہ ہے کہ صاحب احتیاج کے ساتھ بھلائی کی جائے اور جو خود دوسرے کا احسان مند ہے وہ بھلا کسی دوسرے پر کیا احسان کرے گا؟ حقیقی ملکیت اور حقیقی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اور اسی ہی کی ذات ایسی ہے جو کسی دوسرے کے احسان سے بے نیاز ہے۔ جب بندگانِ خدا منعم ومحسن کے انعام واحسان کے اس معنی کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں تو ان کے قلوب صافیہ مکمل طور ہر وقت اس کی محبت میں غرق ہو جاتے ہیں اور وہ ہر غیر سے کنارہ کش رہتے ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 45:

حضرت علی بن محمد اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ شاہِ محققان، دلِ مریداں، حضرت ابوالحسن علی بن محمد اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ ممدوحِ مشائخ، رضا و ریاضت سے آراستہ اور فتنہ و آفت سے محفوظ تھے۔ حقائق و معاملہ میں عمدہ زبان اور دقائق و اشارات میں لطیف بیان کے حامل تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

''الحضور افضل من الیقین لان الحضور وطنات والیقین خطرات''

بارگاہِ قدسی میں حضور یقین سے افضل ہے۔ اس لیے حضور دل میں جاگزیں ہوتا ہے، اس میں غفلت جائز نہیں اور یقین میں خطرے ہیں۔ کبھی ہو کبھی نہ ہو''

لہٰذا حاضر رہنے والے حضور میں رہتے ہیں اور یقین کرنے والے چوکھٹ پر۔

نیز آپ کا ارشاد ہے:

''من وقت آدم الی قیام الساعت الناس یقولون القلب القلب وانا احب ان اری رجلا یصف القلب ویقول ایش القلب او کیف القلب فلا اری''

''اولادِ آدم قیامت تک یہی کہتے رہیں گے کہ ہائے دل ہائے دل، لیکن میں ایسے شخص کو دیکھنا پسند کرتا ہوں جو یہ کہے کہ دل کیا ہے؟ یا دل کیسا ہوتا ہے؟ لیکن میں نے ایسا شخص ابھی تک نہیں دیکھا۔''

عام لوگ گوشت کے لوتھڑے کو دل کہتے ہیں۔ وہ تو پاگلوں، دیوانوں اور بچوں میں بھی ہوتا ہے۔ اگر وہ دل نہیں ہے تو پھر دل کیا ہے جسے بجز لفظوں کے نہیں سنتا۔ یعنی اگر عقل کو دل کہیں تو وہ دل نہیں ہے، اگر روح کو دل کہیں تو وہ بھی دل نہیں ہے اور اگر علم کو دل کہیں

تو وہ بھی دل نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شواہد حق کا قیام جس دل سے کیا جاتا ہے وہ لفظ وبیان میں تو ہے لیکن ظاہر میں تو اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 46:

حضرت ابوالحسن محمد بن اسمٰعیل خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ شیخ اہل تسلیم، طریق محبت میں مستقیم، حضرت ابوالحسن محمد بن اسمٰعیل خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اپنے زمانہ میں بزرگانِ مشائخ میں سے اور معاملات میں عمدہ زبان اور مہذب بیان رکھتے تھے۔ آپ نے طویل عمر پائی۔ حضرت شبلی اور حضرت ابراہیم خواص رحمہما اللہ نے آپ کی مجلس میں توبہ کی اور حضرت شبلی کو حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں احترام وعزت کے ساتھ بھیج دیا۔

آپ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم زمانہ اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قابلِ احترام شخص تھے۔ حضرت ابوحمزہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خیر خواہی کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خیر النساج کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے جائے ولادت سامرہ سے بارادۂ حج روانہ ہوئے جب کوفہ سے گزر ہوا تو شہر پناہ کی دیوار پر ایک ریشم بننے والے نے آپ کو پکڑ لیا اور کہنے لگا:

"تو میرا غلام ہے اور تیرا نام خیر ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس معاملہ میں قضاوقدر کا ہاتھ دیکھا تو اس سے تعرض نہ کیا۔ یہاں تک کہ سالہا سال اس کے ساتھ کام کرتے رہے۔ جب بھی وہ پکارتا:

"اے خیر!"

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے:

"حاضر ہوں۔"

حتیٰ کہ وہ شخص اپنے کیے پر شرم سار ہوا اور کہنے لگا:

Marfat.com

"میں نے غلطی کی ہے۔ تم میرے غلام نہیں ہو۔ اب تم جاؤ۔"

پھر آپ وہاں سے چل کر مکہ مکرمہ آئے اور اس درجہ ومقام تک رسائی پائی۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"خیر خیرنا"

"ہمارا خیر بہت اچھا ہے۔"

آپ اسے پسند کرتے تھے کہ لوگ آپ کو خیر سے پکاریں۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

"یہ جائز نہیں ہے کہ ایک مسلمان نے میرا نام خیر رکھا ہے تو میں اسے بدل دوں۔"

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو شام کی نماز کا وقت تھا۔ جب موت کی بیہوشی میں آنکھ کھولی تو ملک الموت کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ اسی وقت آپ نے کہا:

"تف عافك الله فانما انت عبد مامور وانا عبد مامور' وامرت به لايفوتك وما امرت به فهو شئی يقوتنی فدعنی امضی امرت بی ثم امضی بماامرت به"

"اے ملک الموت! خدا تیرا بھلا کرے۔ ذرا ٹھہر جا! تو بھی بندہ فرمانبردار ہے اور میں بھی بندہ فرمانبردار ہوں۔ تجھے جو حکم دیا گیا ہے تو اسے ترک نہیں کرسکتا یعنی تم روح ضرور قبض کرو گے اور جو حکم مجھے دیا گیا ہے میں بھی اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ یعنی شام کی نماز ضرور ادا کروں گا۔ لہٰذا تم مجھے اتنی مہلت دو کہ فرمانِ الٰہی بجالاؤں۔ پھر میں تمہیں اجازت دیدوں گا کہ تم بھی خدا کا حکم بجالاؤ۔"

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پانی طلب فرمایا، وضو کر کے نماز ادا کی اور جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ اسی رات لوگوں نے خواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا:

"اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"لاتسألنی عن هذا ولكن استرحت من دنیاكم"

Marfat.com

"یہ بات مجھ سے نہ پوچھو کیوں کہ میں نے تمہاری دنیا سے رہائی پائی ہے۔"

آپ کا ارشاد ہے:

"شرح اللّٰہ صدور المتقین بنور الیقین و کشف بصائر المومنین بنور حقائق الایمان"

"اللہ نے متقیوں کے سینہ کو نور یقین سے بھر دیا ہے اور مسلمانوں کی آنکھوں کو حقائق ایمان کے نور سے منور فرما دیا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ متقیوں کے لئے یقین کے سوا کوئی چارہ نہیں اور ان کا دل نور یقین کے لئے کھولا گیا ہے۔ مومن کو ایمان کے حقائق کے سوا کوئی چارہ نہیں اور ان کی عقلوں کو بصیرتوں کے نور ایمان سے روشن کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا جہاں ایمان ہوگا یقین ہوگا اور جہاں یقین ہوگا تقویٰ بھی ہوگا، کیونکہ یہ ایک دوسرے کے قریب اور ایک دوسرے کے تابع ہیں۔

آپ کے اہل ارادت میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا:

"اے شیخ! میں نے آپ کو کل دیکھا تھا کہ آپ نے دو درہم کا سوت فروخت کیا ہے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور آپ کی لنگی میں سے میں نے وہ کھول لئے تو اس کے بعد سے میرا ہاتھ ہتھیلی پر کو مڑا ہوا رہ گیا ہے۔"

یہ سن کر حضرت خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ ہنسے اور اپنے ہاتھ سے میرے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا تو میرا ہاتھ کھل گیا۔ پھر فرمایا:

"جاؤ اور ان دونوں درہموں سے اپنے بچوں کے لئے کچھ خرید لینا مگر پھر ایسا نہ کرنا۔"

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ صاحب کرامات اور صوفیا کے بڑے مشائخ میں تھے۔ آپ کی مجلس میں شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور خواص نے توبہ کی ہے کیونکہ دونوں نے خرق عادات اور کرامتیں دیکھی تھیں۔

322 ہجری میں آپ انتقال فرما گئے۔ آپ کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 47:

حضرت ابوحمزہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کی اماموں میں سے ایک بزرگ داعی عصر، یگانۂ دھر، حضرت ابوحمزہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو خراسان کے قدماء مشائخ میں سے ہیں۔ آپ نے حضرت ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پائی اور حضرت خراز رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ توکل پر آپ کو کامل اعتماد وایقان تھا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ جا رہے تھے کہ اچانک کنویں میں گر پڑے۔ تین دن کے بعد ایک قافلہ ادھر سے گزرا اور کنویں کے کنارے اس نے پڑاؤ کیا۔ آپ نے دل میں خیال کیا کہ اہل قافلہ کو مدد کے لیے پکاریں یا نہیں؟ پھر خیال گزرا کہ آواز دینا اچھا نہیں ہے، کیونکہ یہ غیر خدا سے مدد چاہنا ہوگا اور اس کی شکایت بھی۔ گویا میں کہوں گا کہ خدا نے مجھے کنوئیں ڈالا۔ اب مت مجھے یہاں آ کر نکالو۔ اتنے میں قافلہ والے خود کنویں پر آ گئے اور کنویں جھانک کر کہنے لگے:

> "یہ کنواں سر راہ واقع ہے۔ نہ کوئی روک اس پر ہے نہ منڈیر۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی راہ گزر اس میں گر پڑے۔ آؤ مل کر اس پر چھت ڈالدیں اور اس کا دہانہ بند کریں، تاکہ اس میں کوئی گر نہ پڑے اور اس عمل خیر کا اجر خدا سے حاصل کریں۔"

حضرت ابوحمزہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی یہ بات سن کر مجھ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی اور میں اپنی زندگی سے ناامید ہوگیا۔ قافلہ والوں نے کنویں پر چھت ڈال دی اور دہانہ بند کر کے زمین ہموار کی اور چلے گئے۔ میں خدا سے دعا مانگنے لگا۔ موت کے تصور سے میرا دل بیٹھنے لگا، چونکہ اب کسی مخلوق کی مدد پہنچنے کا امکان ہی نہیں تھا۔ چنانچہ جب رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ چھت میں جنبش پیدا ہوئی۔ جب غور سے دیکھا تو نظر آیا کہ کوئی چیز دہانہ کے سر کو کھول رہی ہے، کوئی بہت بڑا جانور اپنی دم کنویں میں لٹکا رہا ہے۔ اس وقت مجھے یقین ہوا

Marfat.com

کہ یہ میری نجات کا ذریعہ ہے اور یہ حق تعالیٰ کا فرستادہ ہے۔ میں نے اس جانور کی دم پکڑ لی اور اس نے مجھ کھینچ کر باہر نکال لیا۔ اس وقت غیب سے آواز آئی:

''اے ابوحمزہ! کیسی اچھی تمہاری نجات ہے کہ جان لینے والے کے ذریعہ تمہاری جان کو نجات دلائی گئی۔؟''

لوگوں نے آپ سے سوال کیا:

''غریب یعنی اجنبی کون ہے۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''المستوحش من الالف''

''وہ شخص ہے جو الفت ومحبت الٰہی سے پریشان ووارفتہ ہو۔''

درویش کے لئے دنیا وآخرت میں کوئی وطن نہیں ہے اور وطن کے سوا الفت کرنا وحشت ہے۔ جب درویش کی الفت مخلوق سے منقطع ہوگئی تو وہ ایک طرح سے وحشت زدہ ہوگا۔ اس کی یہ حالت غربت کہلائے گی۔ یہ بہت بلند درجہ ہے۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 48:

حضرت ابوالعباس احمد بن مسروق رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ داعیِ مریداں بحکم فرمانِ الٰہی، حضرت ابو العباس احمد بن مسروق رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو خراسان کے اجلہ مشائخ واکابر میں سے ہیں اور تمام اولیاء آپ کے زمین پر اوتاد ہونے پر متفق ہیں۔

آپ نے ''قطب المدار علیہ'' کی صحبت پائی۔ لوگوں نے آپ سے ''قطب المدار علیہ'' کی بابت پوچھا کہ وہ کون ہیں۔؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی۔ البتہ! اشارات سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے آپ کی مراد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

آپ نے چالیس صاحب تمکین اولیاء کی خدمت کی اور ان سے استفادہ کیا۔ ظاہری

Marfat.com

وباطنی علوم میں آپ کو کمال دسترس حاصل تھی۔

آپ کا ارشاد ہے:

"من کان سرورہ بغیر الحق فسرورہ یورث الھمقم' ومن لم یکن انسہ فی خدمۃ ربہ فانسہ یورث الوحشۃ"

"جس کسی کی خوشی ومسرت خدا کے سوا کسی اور سے ہے تو اس کو یہ خوشی دائمی غم کا وارث بناتی ہے اور جس کا لگاؤ خدا کی خدمت وعبادت سے نہ ہو تو اس کا لگاؤ دائمی وحشت کا وارث بنادیتا ہے۔"

اس لئے کہ خدا کے سوا ہر چیز فانی ہے اور جس کی خوشی فانی چیز سے ہوگی تو جب وہ چیز فنا ہو جائے گی تو اس کے لئے بجز حسرت وغم کے کچھ نہ رہے گا۔ غیر خدا کی خدمت حقیر شئے ہے۔ جس وقت اشیاء مخلوق کی دنائت خواری ظاہر ہوگی تو اس کے لئے اس سے انس ومحبت رکھنا موجب وحشت وپریشانی ہوگا۔ لہٰذا غیر اللہ پر نظر رکھنے ہی سے سارے جہان میں غم وپریشانی ہے۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 49:

حضرت ابوعبداللہ بن احمد اسمٰعیل مغربی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ استاذِ متوکلان، شیخ محققان، حضرت ابو عبداللہ بن احمد اسماعیل مغربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو بزرگانِ سلف اور اپنے زمانہ کے مقبول اساتذہ میں سے تھے۔ مریدوں کی خوب نگہبانی فرماتے تھے۔ حضرت ابراہیم خواص اور ابراہیم شیبانی رحمہم اللہ دونوں آپ کے مرید تھے۔ آپ کا کلام عالی اور براہین واضح ہیں۔ آپ خلقت نشینی میں کامل تر تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"ما رأیت انصف من الدنیا ان خدمتھا خدمتك وان ترکتھا ترکتك"

Marfat.com

"میں نے دنیا سے زیادہ منصف چیز نہیں دیکھی۔ اگر تم اس کی خدمت کرو تو وہ تمہاری خدمت کرے گی اور اگر تم اسے چھوڑ دو تو وہ تمہیں چھوڑ دے گی۔"

مطلب یہ ہے کہ جب تک دنیا کی طلب میں رہو گے تو وہ تمہاری طلب میں رہے گی اور جب اسے چھوڑ کر خدا کے طالب بن جاؤ گے تو وہ تمہیں چھوڑ دے گی اور اس کا خطرہ تمہارے دل میں نہ رہے گا۔ لہٰذا جو صدقِ دل سے دنیا سے کنارہ کش ہوتا ہے وہ اس کے سے محفوظ رہتا ہے۔ واللہ اعلم!

آپ رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم خواص کے استاد ہیں۔ صوفیہ کی ریاست اور مریدوں کی تربیت مملکت عراق میں آپ پر ختم ہے۔ آپ کی کرامتوں میں یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت برسوں سے اندھیرا نہیں دیکھا۔ آپ اندھیری رات میں اپنے ساتھیوں سے آگے آگے ننگے سر ننگے پیر چلا کرتے تھے۔ جب ان میں کسی کو ٹھوکر لگتی تو آپ فرماتے:

"داہنے کو یا بائیں کو اور ان کو اپنے سامنے کچھ نظر نہ آتا تھا۔"

آپ کا انتقال 299 ہجری میں ایک سو بیس برس کی عمر میں طور سینا پہاڑ پر ہوا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 50:

حضرت ابو علی بن الحسن بن علی جورجانی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ شیخ زمانہ، اپنے وقت کے یگانہ، حضرت ابو علی بن الحسن بن علی جورجانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اپنے زمانہ میں بے مثل تھے۔ آپ کی تصانیف، معمولات عمل اور روایات آفات میں مشہور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ حضرت ابراہیم سمرقند رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کے مرید تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"الخلق کلهم فی میادین الغفلة یر کضون وعلے الظنون یعتمدون وعند هم انهم فی الحقیقه ینقلبون وعن

المکاشفۃ ینطقون"

"تمام مخلوق غفلت کے میدانوں میں محض ظن وگمان پر اعتماد کر کے بھاگی چلی جارہی ہے اور وہ اپنے خیال میں سمجھ رہے ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ کشف سے کر رہے ہیں۔"

آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب کچھ طبیعت کے دھوکے اور نفس کی رعونیت کی وجہ سے ہے، کیونکہ آدمی جاہل (ہونے کے بعد) باوجود اپنی جہالت پر کامل اعتماد رکھتا ہے۔ بالخصوص جاہل صوفی۔ جس طرح عالم صوفی مخلوق خدا میں سب سے بڑھ کر عزیز ہوتا ہے اسی طرح جاہل صوفی مخلوق خدا میں سب سے زیادہ ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

اس لئے کہ علماء طریقت علم وحقیقت پر گامزن ہوتے ہیں نہ کہ محض ظن وگمان پر اور جاہل صوفی کا تکیہ گمان پر ہوتا ہے نہ کہ یقین پر۔ وہ غفلت کے میدانوں میں چرتے ہیں اور گمان یہ رکھتے ہیں کہ وہ ولایت کے میدانوں میں دوڑ رہے ہیں۔ ان کا ظن وگمان پر اعتماد ہوتا ہے اور خیال یہ کرتے ہیں کہ یقین پر ہیں۔ ظاہری رسموں پر ان کا عمل ہوتا ہے اور گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ حقیقت پر ہیں۔ نفسانی خواہش سے بولتے ہیں اور گمان یہ کرتے ہیں کہ یہ مکاشفہ ہے۔ آدمی کے دماغ سے ظن وگمان کا اخراج اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ جلالِ حق یا جمالِ حق کا اسے دیدار نہ ہو جائے، کیونکہ اس کے جمال کے اظہار میں سب کچھ اسی کا دیکھنا ہے اور اس کا ظن وگمان فنا ہو جاتا ہے۔ کشف جلال میں خود کو بھی نہیں دیکھتا اور اس کا گمان سر بھی نہیں اٹھا سکتا۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 51:

حضرت ابو محمد بن احمد حسین حریری رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ باسط علوم، واضح رسوم طریقت، حضرت ابو محمد بن احمد بن الحسین حریری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے محرم اسرار تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پائی تھی۔ آپ

Marfat.com

تمام اقسام علوم کے عالم اور فقہ میں امام وقت تھے۔ آپ کو اصول میں مہارت اور طریق تصوف میں درجہ کمال حاصل تھا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے فرمایا کرتے تھے:

''میرے مریدوں کو ادب و ریاضت کی تعلیم دیا کریں۔''

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی میں آپ ان کے ولی عہد ہوتے اور ان کی جگہ تشریف رکھتے تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

''دوام الایمان وقوام الادیان و صلاح الابدان فی ثلثة خصال الاکتفاء، والاتقاء والاحتماء من اکتفی باللّٰہ صلحت سریرتہ ومن اتقی مانھی اللّٰہ عنہ استقامت سیرتہ ومن احتمٰی لم یوافقہ ارتاضت طبیعتہ فثمرة الاکتفاء، صفو المعرفة وعاقبةُ الاتقاء حسن الخلیقة وغایة الاحتماء اعتدال الطبیة''

''ایمان کا دوام، دین کا قیام اور بدن کی اصلاح کا انحصار تین چیزوں پر ہے۔ قناعت، تقویٰ اور غذا کی حفاظت۔ جس نے خدا پر اکتفا کیا اور اسی پر قناعت کی اس کے باطنی اسرار درست رہیں گے، جس نے خدا کی ممنوعہ چیزوں سے اجتناب کیا اس کی سیرت عمدہ اور مضبوط ہوجائے گی اور جس نے ناموافق غذا کھانے میں احتیاط برتی اس کی طبیعت درست رہے گی۔ لہٰذا اکتفاء وقناعت کا پھل صفائے معرفت ہے، تقویٰ کا نتیجہ پاکیزہ اخلاق سے مزین ہونا ہے اور غذا میں احتیاط کا ثمرہ تندرستی کا ضامن ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اکتفاء کرتا ہے اس کی معرفت پاک وصاف ہوجاتی ہے اور جو معاملات میں تقویٰ کا دامن تھامے رہتا ہے اس کی عادت وخصلت دنیا وآخرت میں عمدہ ہوجائے گی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من کثر صلٰوة باللیل حسن وجھه بالنھار''

''جو رات میں نماز کی کثرت رکھتا ہے اس کا چہرہ دن میں دمکتا چمکتا رہتا ہے۔''

ایک حدیث میں وارد ہے کہ روزِ قیامت اہل تقویٰ اس شان سے لائے جائیں گے کہ:

"وجوههم نور على منابر من نور"

"ان کے چہرے منور ہوں گے اور وہ نوری تختوں پر جلوہ گر ہوں گے۔"

جو غذا میں احتیاط برتتا ہے اس کا جسم بیماری سے اور اس کا نفس خواہشات سے محفوظ رہتا ہے۔ سمع وطاعت میں یہ کلام جامع ہے۔ واللہ اعلم۔

☆☆☆

فصل نمبر 52:

حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن سہل آملی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ شیخ اہل معاملہ، قدوہ اہل صفا، حضرت ابو العباس احمد بن محمد بن سہل آملی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اپنے زمانہ میں بزرگ ترین اکابر مشائخ میں سے محرم اسرار تھے۔ علم تفسیر وقرأت کے عالم اور لطائف قرآن بیان کرنے میں خاص کر ماہر تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر مریدوں میں سے تھے۔ آپ نے حضرت ابراہیم مارستانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پائی، حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور آپ کے سوا کسی کو تصوف میں مسلم و معتبر نہ گردانتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"السكون الى مالوفات الطبائع يقطع صاحبها عن بلوغ درجات الحقائق"

طبیعتوں کی مرغوبات سے چین وراحت پانے والا شخص درجات حقائق سے محروم رہ جاتا ہے۔"

جو طبعی مرغوبات سے عیش وآرام حاصل کرے گا وہ حقیقت سے محروم رہے گا۔ اس لئے کہ طبائع نفس آلات واوزار ہیں، نفس جائے حجاب اور حقیقت مقام کشف ہے۔ مرید

Marfat.com

محجوب مکاشف کے برابر چین وراحت نہیں پاتا۔ لہٰذا حقائق کا ادراک کشف کا محل ہے اور یہ حقیقت مرغوبات طبع سے اعراض کرنے میں وابستہ ہے۔

طبائع کی رغبت دو چیزوں سے ہوتی ہے۔ ایک دنیا اور اس کی چیزوں سے اور دوسرا آخرت اور اس کے احوال سے۔ لہٰذا جو دنیا سے الفت و رغبت رکھتا ہے وہ تو ہم جنس ہونے کی وجہ سے ہے، لیکن آخرت سے الفت رکھنا ظن وگمان کی بنا پر ہے۔ جو بے دیکھی اور غیر جنس ہے۔ آخرت سے الفت، گمان اور ناشناخت ہی کی وجہ سے ہے نہ کہ مشاہدۂ عینی سے۔ اگر حقیقت کی معرفت ہو جائے تو وہ اس جہان میں پگھل جائے اور جو اس جہان میں پگھل جاتا ہے اور دنیا سے قطع تعلق کر لیتا ہے تو وہ طالع کی ولایت سے گزر جاتا ہے۔ پھر کہیں جا کر کشف حقائق کا درجہ حاصل ہوتا ہے، کیونکہ عاقبت کو فنائے طبع کے بغیر سکون نہیں ملتا۔

"لان فیھا مالا خطر علی قلب بشر"

"کیونکہ تحقیق عقبیٰ میں وہ چیز ہے جس کا گزر بندے کے دل پر نہیں ہوتا۔"

آخرت کا خطرہ بھی یہی ہے کہ اس کا راستہ خطرناک ہے اور اس کا کوئی خطرہ ایسا نہیں جو دنیا میں دل کے اندر آ سکے، جبکہ آخرت کی معرفت حقیقت سے ہمارا ذہن و شعور علیحدہ ہے تو طبیعت کو اس کے تصور عینی سے کس طرح الفت ہو سکتی ہے۔؟ یہ بات صحیح ہے کہ طبیعت کو آخرت سے الفت گمان ہی کی وجہ سے ہے۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 53:

حضرت ابوالمغیث حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

منجملہ طریقت، متفرق معنی مستہلک دعویٰ حضرت ابوالمغیث الحسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو طریقت کے مشتاق اور اس کے رہین منت تھے۔ آپ کا حال قوی اور ہمت بلند تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشائخ کی رائیں مختلف ہیں۔ بعض مردود گردانتے تھے اور بعض مقبول جانتے تھے۔ چنانچہ عمرو بن عثمان مکی، ابو یعقوب نہرجوری، یعقوب اقطع

Marfat.com

اور علی بن سہل جیسے مشائخ نے آپ کو ''مردود'' قرار دیا ہے۔ جبکہ حضرت ابن عطاء، محمد بن خفیف، ابوالقاسم نصر آبادی اور تمام مشائخ متاخرین آپ کو مقبول جانتے تھے۔

تیسرا طبقہ ایسا ہے جو آپ کے بارے میں توقف کی راہ پر قائم ہے۔ ان میں حضرت جنید بغدادی، شبلی، حریری، حضرمی وغیرہ مشائخ طریقت ہیں۔

چوتھا طبقہ ایسا ہے جو جادو وغیرہ کی نسبت کرتا ہے، لیکن شیخ المشائخ ابوسعید ابوالخیر، شیخ ابوالقاسم گرگانی اور شیخ ابوالعباس شقانی رحمہم اللہ نے اسے باطنی اسرار پر محمول کیا ہے۔ ان کے نزدیک وہ بزرگ تھے، لیکن استاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر وہ ارباب معانی وحقائق میں سے ہوتے تو لوگوں کی جدائی انہیں حق سے جدا نہ ہونے دیتی اور اگر وہ مہجور طریقت اور مردود حق ہوتے تو خلق کی قبولیت سے مقبول نہ ہوتے۔؟ اب ہم بحکم تسلیم حق ان کے معاملہ کو خدا کے حوالے کرتے ہیں اور ان میں جس قدر حق کی نشانیاں پاتے ہیں اتنا ہی ہم ان کو بزرگ جانتے ہیں۔''

بہرحال چند کے سوا تمام مشائخ ان کے کمال فضل، صفائے حال اور کثرت ریاضت ومجاہدہ کے منکر نہیں ہیں۔ اس کتاب میں ان کے تذکرے کو بیان نہ کرنا بددیانتی ہوگی، کیونکہ کچھ ظاہری لوگ ان کی تکفیر کرتے ہیں، ان کے منکر ہیں اور ان کے احوال کا عذر، حیلہ اور جادو سے منسوب کرتے ہیں۔ ان کا گمان ہے کہ حسین بن منصور حلاج بغدادی ملحد ہے۔ جو محمد بن زکریا کا استاد تھا اور ابوسعید قرمطی کا ساتھی وہمعصر۔ حالانکہ وہ اور شخص ہے۔ ہم جس حسین بن منصور حلاج کا تذکرہ کر رہے ہیں ان کے بارے میں ہمیں اختلاف ہے۔ وہ فارس کے شہر بیضا کے رہنے والے ہیں۔ ان کے بارے میں مشائخ کا جو تردد ہے وہ ان کے دین ومذہب پر طعنہ زنی کے سلسلہ میں نہیں ہے، بلکہ ان کے حال اور کیفیت کے بارے میں ہے۔ کیونکہ ابتدا میں سہل بن عبداللہ تستری کے مرید ہوئے، پھر بغیر اجازت لئے ان کے پاس سے چلے گئے اور عمرو بن عثمان کی صحبت اختیار کر لی۔ پھر ان کے پاس سے بغیر اجازت چلے گئے اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت حاضر ہوئے، مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور صحبت کی اجازت نہ دی۔ اس بناء پر مشائخ ان کو مہجور گردانتے

Marfat.com

تھے۔ لہٰذا یہ مجبور معاملہ میں ہے نہ کہ اصل طریقت میں۔ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کے اس قول پر غور کرو کہ آپ نے فرمایا:

''اناو الحلاج فی شیئی واحد فخلصنی جنونی واھلکه عقله''

''میں اور حلاج دونوں ایک ہی راہ کے راہی ہیں۔ مجھے میری وارفتگی نے نجات دی اور ان کو ان کی عقل نے خراب کیا۔''

اگر وہ ایسے ہی مردود ملعون ہوتے تو حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ یہ نہ فرماتے:

''میں اور حلاج ایک ہی راہ کے راہی ہیں۔''

حضرت ابن خفیف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ھو عالمربانی''

''حلاج ربانی عالم ہیں۔''

اسی طرح کے اور بھی اقوال ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مشائخ طریقت کی ناخوشی اور عاق کر دینا طریقت میں ہجران و وحشت کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت حلاج علیہ الرحمۃ کی تصانیف بکثرت ہیں اور احوال و فروع میں ان کے رموز و کلام مہذب ہے۔

عثمان بن علی صاحب کشف المحجوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے بغداد اور اس کے گردونواح میں ان کی تصانیف میں سے پچاس کتابیں دیکھی ہیں اور کچھ خوزستان، فارس اور کراسان میں بھی ہیں۔ تمام کتابوں میں ایسی ہی باتیں تھی جس طرح نوآموز مرید ظاہر کرتا ہے۔ کچھ قوی اور کچھ کمزور۔ کچھ آسان اور کچھ سخت۔ جب کسی پر تجلی حق ہو جاتا ہے تو وہ اپنی قوت استعداد کے مطابق اپنے حال کو ظاہر کرتا ہے۔ فضل الٰہی اس کا معاون مددگار بن جاتا ہے اور جب کوئی بات مشکل و دشوار ہو یا بالخصوص جب کہ بیان کرنے والا عجلت و حیرت میں اظہار کرے تو اس کے سننے سے اذہان میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور عقل سمجھنے سے قاصر رہ جاتی ہے۔ ایسے ہی وقت کہا جاتا

Marfat.com

ہے کہ یہ بات اونچی ہے اور کچھ لوگ جہالت سے انکار کرتے ہیں اور کچھ جہالت سے اقرار کر لیتے ہیں۔ان کا اقرار بھی ان کے انکار کے مانند ہے، لیکن جب محقق اور اہل بصیرت دیکھتے ہیں تو وہ عبارت میں نہ اٹکتے ہیں اور نہ حیرت و تعجب کرتے ہیں۔ وہ مدح وذم سے بے تعلق ہو کر ان کے اقرار سے دامن بچا کر گزر جاتے ہیں۔

لیکن وہ لوگ جو اس جوانمرد کے حال پر سحر و جادو سے نسبت دیتے ہیں تو یہ محال ہے۔اس لئے کہ اہل سنت و جماعت کے اصول میں سحر و جادو اسی طرح حق ہے جیسے کرامت حق ہے، لیکن جہالت کمال میں سحر کا اظہار تو کمتر ہے، مگر اس حالت میں کرامت کا اظہار معرفت ہے۔اس لئے کہ سحر خدا کی ناراضگی کا موجب ہے تو کرامت خدا کی رضامندی کی علامت۔

اہل سنت کے صاحبان بصیرت کا اتفاق ہے کہ مسلمان زباں کار اور جادوگر نہیں ہوتے اور نہ کافر صاحب کرامت۔ کیونکہ جمع اضداد محال ہے۔حضرت حسین حلاج جب تک جامہ حیات میں رہے، درست کار رہے، عمدہ طریق پر نماز ادا کرتے تھے، بکثرت ذکر و اذکار کرتے تھے، متواتر روزہ دار رہتے تھے، پاکیزہ حمد و ثناء کیا کرتے تھے اور توحید خدا کے نکات بیان کرتے تھے ۔اگر ان کے افعال میں سحر ہوتا تو ان سب کا صدور ان سے محال تھا۔لہٰذا صحیح یہ ہے کہ یہ کرامت تھی اور کرمات بجز ولی کے متحقق نہیں ہوتی۔

اہل سنت میں کچھ حضرات ایسے ہیں جو ان کے اصول الٰہی کو رد کرتے ہیں اور اُن کلمات پر اعتراض کرتے ہیں جو امتزاج و اتحاد کی تعبیر میں ہیں۔یہ الفاظ اگرچہ تعبیر و بیان میں بہت برے ہیں لیکن مفہوم و معنی میں اتنے برے نہیں ہیں۔اس لئے کہ مغلوب الحال میں صحیح تعبیر کی قدرت نہیں ہوتی اور اپنے غلبہ حال میں وہ عبارت صحیح نہیں لا سکتا۔یہ بھی امکان ہے کہ معنی میں عبارت مشکل ہو اور تعبیر کرنے والا اظہار مقصود میں آسان عبارت لانے سے قاصر رہا ہو۔وہ منکرین جن کی فہم میں اس کے معنی صحیح نہیں آئے وہ ایسی

صورت بنا دیں کہ جس سے انکار کا جواز پیدا ہو جائے تو ایسوں کا انکار انہیں کی طرف راجع ہوگا نہ کہ معنی میں۔ بایں ہمہ میں نے بغداد اور اس کے گرد و نواح میں ایسے ملحدوں کو دیکھا ہے جو ان کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں، اپنی زندیقی کی دلیل میں ان کا کلام پیش کرتے ہیں اور خود کو وہ حلاجی کہلواتے ہیں۔ ان کے بارے میں ایسا غلو کرتے ہیں جیسے روافض محبت علی رضی اللہ عنہ کے دعویٰ میں کرتے ہیں۔

حاصل بحث یہ ہے کہ سلامتی اسی میں ہے کہ ان کے کلام کو مقتداء نہ بنایا جائے۔ اس لئے کہ وہ اپنے حال میں مغلوب تھے۔ متمکن نہ تھے اور صرف متمکن کے کلام کی ہی اقتداء کرنی چاہیے۔

الحمد اللہ! حضرت حسین بن حلاج رحمۃ اللہ علیہ مجھے دل سے مرغوب و محبوب ہیں، لیکن ان کا طریق کسی اصل پر قائم نہیں اور نہ کسی حال پر ان کی استقامت ہے۔ ان کے حالات میں فتنہ بہت ہے۔ مجھے اپنے ابتدائے ظہور کے وقت ان سے بہت تقویت ملی ہے اور دلائل حاصل ہوئے ہیں۔ اس کتاب سے قبل میں نے ان کے کلام کی ۹ شرح لکھی ہیں۔ اس میں دلائل و شواہد سے علو کلام اور ان کے صحت حال کا اثبات کیا ہے اور اپنی کتاب ''منہاج العابدین'' میں ان کی ابتداء اور ان کی انتہاء کا تذکرہ کیا ہے۔ لہٰذا جس کے طریق کی اصل کو اتنے اعتراضات اور حیلوں سے ثابت کیا جائے اس سے تعلق اور اس کی پیروی کیوں کی جائے؟ لیکن جو نفسانی خواہش کا پیروکار ہے اسے راہ راست سے کیا تعلق؟ کیونکہ وہ ایسا ہی راستہ تلاش کرتا ہے جس میں کجی اور ٹیڑھا پن ہو۔

چنانچہ حضرت حسین حلاج کا ایک قول یہ ہے:

''الالسنته مستنطقات تحت نطقها مستهلكات''

''بولنے والی زبانیں اپنی گویائی کے نیچے ہلاک ہیں (ان کے دل خاموش ہیں)''

Marfat.com

یہ عبارت سراسر آفت ہے اور حقیقی معنی میں یہ عبارت ایک قسم کی بڑ ہے، کیونکہ معنی حاصل ہوں تو عبارت مفقود نہیں ہوتی اور جب معنی مفقود ہوں تو عبارت موجود نہیں ہوتی۔ بجز اس کے کہ اس میں کوئی ایسا گمان ظاہر ہو کہ جس میں طالب کی ہلاکت مضمر ہو۔ اس لئے کہ وہ عبارت کو گمان کرتا ہے کہ یہ اس کے حقیقی معنی ہیں۔ واللہ اعلم!"

☆☆☆

فصل نمبر 54:

حضرت ابواسحٰق ابراہیم بن احمد خواص رحمۃ اللہ علیہ

جملہ بزرگان دین میں ایک بزرگ منجملہ آئمہ طریقت، سرہنگ متوکلان، سردار مستسلمان، حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جن کا توکل میں بڑا مرتبہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بکثرت مشائخ کی صحبت پائی۔ آپ کی بکثرت نشانیاں اور کرامتیں ہیں۔ طریقت کے معاملات میں آپ کی تصانیف عمدہ ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے:

"العلم کله فی کلمتین لا تکلف فی ما کیف و لاتصنیف مااستکفیت"

"سارا علم دو کلموں میں جمع ہے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا اندیشہ دل سے اٹھا دیا ہے اس میں تکلف نہ کرو۔ دوسرا یہ کہ جو کچھ تمہیں کرنا ہے وہ تم پر فرض ہے اسے ضائع نہ کرو۔ یہاں تک کہ دنیا و آخرت میں اس کے موافق بن جاؤ۔"

مطلب یہ ہے کہ تقدیر میں تکلف نہ کرو، کیونکہ ازلی قسمت تمہارے تکلف سے بدل نہیں سکتی اور اس کے کسی حکم کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرو، کیونکہ نافرمانی تمہیں عذاب میں مبتلا کردے گی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ لوگوں نے دریافت کیا:

Marfat.com

"عجائبات میں سے آپ نے کیا کیا دیکھا۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میں نے بکثرت عجائبات دیکھے ہیں، لیکن اس سے زیادہ عجیب عجوبہ کوئی نہ تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ سے اجازت چاہی کہ میں تمہاری مجلس میں شامل ہوں۔ مگر میں نے اسے منظور نہ کیا۔"

لوگوں نے پوچھا:

"اس کی کیا وجہ۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میرا منظور نہ کرنا اس لئے نہ تھا کہ میں ان سے بہتر رفیق کو چاہتا تھا بلکہ میں ڈرتا تھا کہ میں کسی غیر کے حق کے ساتھ اعتماد کر کے اپنے توکل کو ضائع نہ کر بیٹھوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفل کے بدلے فرض جاتا رہے۔"

یہ آپ کا درجہ کمال ہے۔!

☆☆☆

فصل نمبر 55:

حضرت ابوحمزہ بغدادی بزاز رحمۃ اللہ علیہ

جملہ بزرگان دین میں سے ایک بزرگ منجملہ آئمہ طریقت، محرم سر پردہ تمکین، اساس اہل یقین، حضرت ابوحمزہ بغدادی بزاز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اکابر متکلمین کے مشائخ میں سے تھے۔ آپ حضرت محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید، حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ اور حضرت نوری رحمۃ اللہ علیہ وخیر النساج رحمۃ اللہ علیہ کے ہم زمانہ تھے۔ آپ نے اکابر مشائخ کی صحبت پائی اور بغداد میں مسجد صافیہ میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ تفسیر وقرأت کے عالم تھے۔ آپ کی روایات حدیث بلند مرتبہ ہیں۔ جس وقت حضرت نوری رحمۃ اللہ علیہ پر ابتلاء کا زمانہ آیا تو آپ ان کے ساتھ تھے۔ اللہ نے سب کو نجات عطا فرمائی۔

آپ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

"اذا سلمت منك نفسك فقد اديت حقها و اذا سلم منك الخلق و قضيت حقوقهم"

"جب تمہارا جسم تم سے سلامتی پائے تو جان لو کہ تم نے اس کا حق ادا کر دیا اور جب لوگ تم سے محفوظ رہیں تو جان لو کہ تم نے ان کا حق ادا کر دیا۔"

مطلب یہ ہے کہ حق دو طرح کے ہیں:

1: اپنے اوپر اپنا حق۔

2: اپنے اوپر لوگوں کا حق۔

جب تم نے اپنے آپ کو معصیت سے محفوظ رکھا اور دنیا میں سلامتی کی راہ پر قائم رہے تو تم نے اپنے نفس کو آخرت کے عذاب سے اسے بچا لیا تو تم نے اس کا حق ادا کر دیا۔ جب تم نے لوگوں کو اپنی اذیت سے محفوظ رکھا اور ان کی بدخواہی نہ کی تو تم نے ان کا حق ادا کر دیا۔ لہٰذا کوشش کرو کہ نہ تم خود برائی میں پڑو اور نہ لوگوں کو برائی میں ڈالو۔ اس کے بعد حق تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں پوری کوشش کرو۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 56:

حضرت ابو بکر محمد بن موسیٰ واسطی رحمۃ اللہ علیہ

منجملہ آئمہ طریقت، اپنے کے امام، عالی حال، لطیف کلام، حضرت ابو بکر محمد بن موسیٰ واسطی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو محققین مشائخ میں سے تھے۔ حقائق میں آپ کا بہت بلند درجہ تھا۔ تمام مشائخ کے نزدیک آپ لائق تعریف اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم مصاحبوں میں سے تھے۔ آپ کے اظہار و بیان میں ایسی گہرائی ہوتی تھی کہ اصحاب غور و فکر کی فہم سے بالاتر ہوتی تھی۔ آپ نے کسی شہر میں مستقل اقامت اختیار نہیں کی۔ جب آپ شہر مرو میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگ آپ کی لطافت طبع اور نیک سیرتی کے گرویدہ ہو گئے اور آپ کا وعظ غور سے سنا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمر کے آخری آیام وہیں گزارے۔

Marfat.com

آپ کا ارشاد ہے:

"الذاکر فی نکرہٖ اکثر غفلۃ من الناس لذکرہ۔"

ذکر کرنے والے کو اس کی یاد میں فراموش کنندۂ ذکر سے زیادہ غفلت ہوتی ہے
۔"

اس لئے کہ جب خدا کو یاد رکھے اور اس کے ذکر کو بھول جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ خرابی تو اس میں ہے کہ تو اس کے ذکر کو یاد رکھے اور اسے بھول جائے۔ کیونکہ ذکر اور چیز ہے اور مذکور یعنی جس کا ذکر کیا جائے اور ہے۔ لہٰذا ذکر کے گمان پر ذات مذکور سے منہ موڑ لے تو اس میں غفلت زیادہ پائی جاتی ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ عین مذکور کی یاد کو فراموش کردے اور گمان بھی نہ ہو۔

بھول جانے والے کو نسیان و غیبت کی حالت میں حضور کا گمان نہیں رہتا اور ذاکر کو حالت ذکر و غیبت میں ذات مذکور کے حضور کا گمان ہوتا ہے۔ لہٰذا عدم حضور کی حالت میں حضور کا گمان بہ نسبت اس کے جو غیبت خالی از گمان ہو غفلت سے زیادہ نزدیک ہے۔ اس لئے کہ طالبانِ حق کی ہلاکت ان کے گمان میں ہے۔ کہیں گمان زیادہ اور معنی کم ہوں گے اور کہیں معنی زیادہ اور گمان کم ہوگا۔ درحقیقت ان کا گمان عقل کی اتہام طرازی ہے اور عقل کی اتہام طرازی نفس کے ارادہ سے حاصل ہوتی ہے، لیکن ہمت کا تہمت سے کوئی تعلق نہیں ۔اصل ذکر یا تو غیبت میں ہوتا ہے یا حضور میں۔ جب غائب از خود غیبت میں اور حق کے حضور میں ہو تو وہاں ذکر نہیں ہوتا بلکہ مشاہدہ ہوتا ہے اور جب بندہ حق سے غائب اور از خود حاضر ہو وہاں بھی ذکر نہیں ہوتا، کیونکہ غیبت غفلت سے ہوتی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 57:

حضرت ابو بکر بن دلف بن خجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ

منجملہ آئمہ طریقت، سکینہ احوال، سفینہ مقال، حضرت ابو بکر بن دلف بن خجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اکابر مشائخ میں سے تھے اور سب کے نزدیک قابل تعریف تھے۔ آپ کے

Marfat.com

حالت ومقالات بیان حق میں مہذب وپاکیزہ ہیں۔اشارے لطیف اور قابل ستائش ہیں ۔جیسا کہ متاخرین مشائخ فرماتے ہیں:

"ثلثة من عجائب الدنيا،اشاراتالشبلي،وونكات المرتعش وحكايات الجعفر"

"دنیا میں تین بزرگوں کی عجیب وغریب خصوصیتیں ہیں۔ایک شبلی کے اشارے،دوسرے مرتعش کے نکتے اور تیسرے جعفر کی حکایتیں۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ اکابر قوم اور سادات اہل طریقت میں سے ہیں۔ابتداء میں آپ خلیفہ وقت کے مقرب خاص تھے۔حضرت خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں توبہ کی اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق ارادت قائم کیا۔بکثرت مشائخ سے ملاقاتیں کیں۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

"قل للمومنين يغضوا من ابصارهم"

"اے نبی!مسلمانوں کو یہ حکم پہنچا دو کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں۔"

کی تفسیر میں فرمایا:

"اى ابصار الرؤس عن المحارم وابصار القلوب عماسوى الله"

"اے نبی!مسلمانوں کو یہ حکم پہنچا دو کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں۔یعنی سروں کی آنکھوں کو نامحرموں کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھنے سے بچائیں اور دلوں کی آنکھوں کو غیر اللہ کی طرف دیکھنے سے محفوظ رکھیں۔"

مطلب یہ ہے کہ دل کی آنکھوں کو انواع فکر سے محفوظ رکھو،اسے دیدار ومشاہدہ کے سوا اور کسی سے سروکار نہ کرو۔لہٰذا خواہشات کی پیروی اور نامحرموں کی طرف نظر غفلت سے ہوتی ہے۔غافلوں کے لئے اہانت آمیز مصیبت یہ ہے کہ وہ اپنے عیبوں سے جاہل ہوتے ہیں۔جو شخص دنیا میں جاہل ہے وہ آخرت میں بھی جاہل ہوگا۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے:

"من كان فى هٰذهٖ اعمٰى فهو فى الاخرة اعمٰى"

Marfat.com

"جو اس جہان میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔"

درحقیقت جب تک اللہ تعالیٰ کسی کے دل سے شہوانی خیالات کو دور نہ فرمائے اس وقت تک سر کی آنکھیں اس کے غوامض سے محفوظ نہیں ہوتیں اور جب تک اللہ تعالیٰ اپنی محبت اور اپنا ارادہ کسی کے دل میں جاگزیں نہ کرے اس وقت تک دل کی آنکھیں غیر کے نظارے سے محفوظ نہیں رہتیں۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں بازار گیا تو لوگ کہنے لگے:

"ھذا مجنون"

"یہ پاگل ہے۔"

میں نے ان کو جواب دیا:

"انا عندکم مجنون وانتم عندی اصحاء فزادنی اللہ فی جنونی وزاد صحتکم"

"میں تمہارے نزدیک پاگل ہوں اور تم میرے نزدیک ہوشیار ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ میرے جنون کو اور زیادہ کرے اور تمہارے صحت کو اور بڑھائے۔"

کیونکہ میرا جنون شدت محبت میں ہے اور تمہاری صحت قوی غفلت کی وجہ سے ہے ۔لہٰذا اللہ تعالیٰ میری دیوانگی کو بڑھائے تاکہ اس سے میری قربت اور زیادہ ہو جائے اور تمہاری ہوشیاری اور زیادہ کرے تاکہ اس سے اور زیادہ دوری ہو جائے۔ یہ فرمان غیرت مندی کی وجہ سے ہے، تاکہ آدمی ایسا نہ بنے کہ وہ صحت و دیوانگی میں فرق نہ کر سکے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن جامع رصافہ کے پاس میں نے ذہنی لحاظ سے پسماندہ ایک شخص کو دیکھا۔ وہ بالکل برہنہ تھا اور کہہ رہا تھا:

"میں اللہ کا دیوانہ ہوں۔"

میں نے کہا:

"تم پھر مسجد میں داخل ہو کر کپڑے پہن کر نماز کیوں نہیں پڑھتے۔؟"

جواباً اس نے یہ شعر پڑھے:

"وہ کہتے ہیں ہم نے زیارت کی اور ہمارا حق ادا کر دیا۔ میری حالت نے تو

Marfat.com

ان کے حقوق مجھے بھلا دیئے ہیں۔"

☆☆☆

فصل نمبر 58:

حضرت ابو محمد جعفری بن نصیر خالدی رحمۃ اللہ علیہ

منجملہ آئمہ طریقت، نرمی گفتار سے حکایت کنندۂ احوال اولیاء، حضرت ابو محمد جعفری بن نصیر خالدی علیہ الرحمۃ ہیں۔ آپ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کبار اور متقدمین مشائخ میں سے ہیں۔ فنونِ طریقت کے متبحر عالم اور تقویٰ میں مشائخ کے محافظ تھے۔ ہر فن میں آپ کا کلام ارفع ہے۔ ترک رعونت کے ہر مسئلہ میں حکایت بیان کی ہے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"التوکل استواء القلب عن الوجود والعدم"

"متوکل وہ ہے کہ اس کے دل میں وجود اور عدم برابر ہوں۔"

مطلب یہ ہے کہ رزق پانے سے دل خوش نہ ہو اور اس کے نہ ہونے سے دل غمگین نہ ہو۔ اس لئے کہ جسم مالک کی ملک ہے، اس کی پرورش اور اس کی ہلاکت دونوں مالک ہی کے قبضہ میں ہیں اور وہ اپنے ملک کو تم سے زیادہ جانتا ہے، وہ جیسا چاہے رکھے۔ تم اس میں دخل نہ دو۔ ملکیت کو مالک کے حوالہ کر کے اس سے لاتعلق ہو جاؤ۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کو بخار میں مبتلا پایا۔ میں نے عرض کیا:

"اے استاذ! آپ حق تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ صحت بخشے۔"

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میں نے کل دعا کی تھی۔ میرے دل میں آواز آئی کہ اے جنید! تمہارا جسم ہماری ملکیت ہے۔ ہمیں اختیار ہے چاہے تندرست رکھیں یا بیمار۔ تم کون ہو کہ ہمارے اور ہماری ملکیت کے درمیان دخل دو۔ اپنا اختیار ختم کر و تا کہ بندے ہو جاؤ۔"

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 59:

حضرت ابوعلی محمد بن قاسم رودباری رحمۃ اللہ علیہ

منجملہ آئمہ طریقت، شیخ محمود، معدن جود، حضرت ابوعلی محمد بن قاسم رودباری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اکابر جوانمردانِ صوفیاء کے سرخیل تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خاندان سلاطین سے تعلق رکھتے تھے اور فنون معاملات میں عظیم المرتبہ تھے۔ آپ کے مناقب ونشانیاں بکثرت اور معرفت وطریقت کے دقائق میں کلام لطیف ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے:

"المرید لا یرید لنفسہ الا ما اراد اللّٰہ لہ والمراد لا یرید من الکونین شیئا غیرہ"

"مرید وہ ہے جو اپنے لئے کچھ نہ چاہے، بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ اس کے لئے چاہے اور مراد وہ ہے جو دونوں جہان سے بجز خدا کسی چیز کو نہ چاہے۔"

مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ارادے پر راضی رہ کر اپنے لئے کوئی خواہش نہ رکھے تاکہ وہ مرید صادق بن جائے۔ محب کو زیبا ہے کہ اپنا کوئی ارادہ نہ ہو، تاکہ خدا ہی اس کی مراد ہو۔ گویا وہ حق تعالیٰ ہی کو چاہے، کسی غیر کی طلب نہ رکھے اور وہی چاہے جو خدا چاہے، کیونکہ اسے حق تعالیٰ چاہتا ہے لہٰذا وہ بجز حق کے کسی کو نہ چاہے۔ چونکہ تسلیم ورضا طریق کا ابتدائی مقام ہے اور ربوبیت کے ساتھ محبت کرنا احوال کی انتہا ہے۔ عبودیت کے تحقق سے مقامات کی نسبت ہے اور ربوبیت کی تائید سے احوال کی منزلت ہے۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے گی تو مرید خود بخود قائم اور مراد بحق قائم ہو جائے گا۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 60:

حضرت ابوالعباس قاسم بن مہدی سیاری رحمۃ اللہ علیہ

منجملہ آئمہ طریقت، خزینہ دار توحید، سمسار تفرید، حضرت ابوالعباس قاسم بن مہدی سیاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اپنے زمانہ کے امام اور علوم ظاہر اور فنون حقائق کے عالم تھے۔ حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ، بکثرت مشائخ سے ادب گرفتہ، صوفیاء کی صحبت میں از ہمہ اشرف اور راہِ الفت میں زاہد تر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بلند اور تصانیف عمدہ ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے:

"التوحید ان لا یخطر بقلبك مادون توحید"

"توحید یہ ہے کہ دل میں حق تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا تصور نہ ہو۔"

دل کے اسرار پر کسی مخلوق کا گزر نہ ہو اور نہ معاملات کی پاکیزگی میں کوئی کدورت ہو۔ اس لئے کہ غیر کا اندیشہ غیر کے اثبات سے ہے۔ جب غیر کا اثبات ہے تو حکم توحید ساقط ہے۔

حضرت ابوالعباس سیاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ مرو کے علاقے کے ایک بڑے رئیس تھے کہ کوئی شخص دولت اور مرتبہ میں آپ سے بڑھ کر نہ تھا۔ آپ نے اپنے والد کی میراث میں بہت مال و دولت پایا تھا، لیکن یہ تمام مال و منال دے کر آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو موئے مبارک حاصل کر لئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان موئے مبارک کی برکت سے سچی توبہ عطا فرمائی اور حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر ایسا کمال پایا کہ صوفیاء کے امام حنیف ہو گئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے:

"مجھے جو کچھ ملا ان موئے مبارک کی برکت سے ملا۔"

جب آپ دنیا سے رحلت فرمانے لگے تو وصیت کی کہ وہ موئے مبارک میرے منہ میں رکھ دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اسی کا اثر ہے کہ مرو میں آج بھی آپ کی قبر کا نشان ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 61:

حضرت ابوعبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ

منجملہ آئمہ طریقت، اپنے زمانہ میں تصوف کے مالک، حضرت ابوعبداللہ محمد بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کی طبیعت تکلف وتصرف سے پاک تھی۔ انواع علوم میں اپنے وقت کے امام تھے۔ مجاہدہ عظیم، حقائق میں بیان شافی اور حال عمدہ تھا۔ آپ کی تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ، حسین بن حلاج منصور رحمۃ اللہ علیہ، حریری رحمۃ اللہ علیہ اور مکہ مکرمہ میں حضرت یعقوب نہر جوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پائی تھی۔ مجرد رہ کر خوب سیاحت کی۔ آپ شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق بخشی اور بادشاہت چھوڑ کر راہِ طریقت اختیار کر لی۔ آپ کا باطن اہل معانی کے باطن پر فائق تھا۔

آپ کا ارشاد ہے:

''التوحید الاعراض عن الطبیعۃ''

''طبیعت سے منہ موڑنے ہی میں توحید کا قیام ہے۔''

اس لئے کہ طبیعت سراپا حجاب ہے جو خدا کی نعمتوں سے محجوب واندھا کر دیتی ہے، لہٰذا جب تک طبیعت سے منہ نہ موڑا جائے اس وقت تک وصال حق ممکن نہیں اور صاحب طبع حقیقت توحید سے حجاب میں رہتا ہے۔ جس وقت طبیعت کی آفتوں سے باخبر ہو گیا اس وقت توحید منکشف ہو جائے گی۔ آپ کے دلائل بکثرت ہیں۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 62:

حضرت ابوعثمان سعید بن سلام مغربی رحمۃ اللہ علیہ

منجملہ ائمہ طریقت، سیف سیادت، آفتاب نجابت، حضرت ابوعثمان سعید بن سلام مغربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اہل استقامت بزرگوں میں سے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صاحب

ریاضت وسیاست اور فنون علم میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی نشانیاں بکثرت اور براہین عمدہ ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے:

"من آثر صحبة الاغنياء على مجاندة الفقراء ابتلاء اللّٰه تعالٰى بموت القلب"

"جو درویشوں کی صحبت پر امیروں کی ہم نشینی کو ترجیح دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دل کی موت میں مبتلا کر دیتا ہے۔"

اس لئے کہ جب درویشوں کی مجلس کے مقابلہ میں تونگروں کی صحبت اختیار کرے گا تو اس کا دل حاجت کی موت سے آپ ہی مر جائے گا اور اس کا جسم وہم وگمان میں گرفتار ہو جائے گا۔ جب کہ مجلس چھوڑنے کا نتیجہ دل کی موت ہے تو صحبت سے اعراض کا کیا انجام ہوگا۔؟ ان مختصر کلمات میں صحبت اور مجانست کا فرق ظاہر ہے۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 63:

حضرت ابو القاسم ابراہیم بن محمد محمود نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

منجملہ آئمہ متقدمین، صوفیاء کے صف کے بہادر، عارفوں کے احوال کے معبر، حضرت ابو القاسم ابراہیم محمد بن محمود نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جس طرح نیشاپور میں خوارزم بادشاہ تھے اور زشاہ پور میں تمویہ بادشاہ گزرے ہیں اسی طرح آپ نیشاپور میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ فرق یہ تھا کہ وہ دنیا کی عزت رکھتے تھے اور آپ آخرت کی عزت سے مالا مال۔ آپ کا کلام انوکھا اور نشانیاں بہت ہیں۔ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کے مرید اور متاخرین اہل خراسان کے استاذ تھے۔ آپ اپنے زمانہ میں ہر فن میں اعلم واورع تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"انت بين نسبتين نسبة الى آدم ونسبة الى الحق فاذاانتسبت الى آدم دخلت فى ميادين المشهووات

Marfat.com

ومواضع الآفات والزالات وهى نسبة تحقق البشرية قال اللّٰه تعالىٰ انه كان ظلوما جهولا واذا نسبت الى الحق دخلت في مقامات الكشف والبراهين والعصمه والولاية وهى نسبة تحقق العبودية قال اللّٰه تعالىٰ و عباد الرحمٰن الذين يمشون على الارض هونا"

"تم دو نسبتوں کے درمیان ہو۔ایک نسبت حضرت آدم کی طرف ہے اور دوسری نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہے۔ جب تم آدم کی طرف منسوب ہوتے ہو تو شہوت کے میدانوں میں اور آفت کی غلط جگہوں اور مقامات میں داخل ہو جاتے ہو۔یہی وہ نسبت ہے جس سے تمہارا بشر ہونا ثابت ہے۔اسی نسبت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ابن آدم بڑا جفا کار اور نا عاقبت اندیش واقع ہوا ہے۔" لیکن جب تم اپنی نسبت حق تعالیٰ سے کرتے ہو تو تم کشف و براہین اور عصمت و ولایت کے مقامات میں داخل ہو جاتے ہو۔یہی وہ نسبت ہے جس سے حق تعالیٰ کی بندگی کا ثبوت ملتا ہے۔اسی نسبت کے اعتبار سے حق تعالیٰ نے فرمایا: "رحمٰن کے بندے زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔"

پہلی نسبت بشریت کی ہے اور دوسری نسبت عبودیت کی۔نسبت آدم تو قیامت میں منقطع ہو جائے گی، البتہ! نسبت عبودیت ہمیشہ قائم و دائم رہے گی۔اس میں تغیر و تبدل جائز نہیں رکھا گیا۔جب اپنی نسبت کو اپنی طرف یا حضرت آدم علیہ السلام سے جوڑے تو اس کا کمال یہ ہے کہ وہ کہے:

"انی ظلمت نفسی"

"میں نے اپنی جان پر زیادتی کی ہے۔"

اور جب اپنی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کرتا ہے تو وہ بندا سی کا محل بن جاتا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

"یاعبادی لا خوف علیکم الیوم"

Marfat.com

''اے میرے بندے! آج تم پر کوئی خوف نہیں۔''

واللہ اعلم۔!

یہ ہے سلف کے برگزیدہ متقدمین مشائخ کا مختصر تذکرہ۔ اگر میں اس کتاب میں تمام بزرگوں کا تذکرہ کرتا یا تشریح و تفصیل کے درپے ہوتا اور ان کے تمام حالات و واقعات کو درج کرتا تو اصل مقصود فوت ہو جاتا۔ طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے اب کچھ متاخرین صوفیاء کا تذکرہ شامل کرتا ہوں۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 7

متاخرین

آئمہ ومشائخ رحمۃ اللہ علیہم

Marfat.com

فصل نمبر 1:

محدث امام ابن جوزی

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالرحمٰن، کنیت ابوالفرج تھی اور ابن الجوزی سے مشہور ہوئے۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے:

عبدالرحمٰن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی بن عبیداللہ بن حمادی بن احمد بن محمد بن جعفر الجوزی بن عبداللہ بن القاسم بن النضر بن القاسم بن محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق قریشی تیمی بکری بغدادی حنبلی رحمۃ اللہ علیہم۔

عبدالرحمٰن ابن جوزی دعوت و اصلاح کا ایک نمونہ ہیں۔ وہ اپنے زمانے کے یکتائے روزگار مفسر، محدث، مؤرخ، مصنف اور خطیب ہیں۔ ہر موضوع پر ان کی ضخیم تصنیفات اور علمی کارنامے ہیں۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جعفر بصرہ کے ایک محلہ کی طرف منسوب تھے جس کا نام جوزہ تھا۔ اس طرح وہ جوزی کہلائے اور لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ابن الجوزی (جوزی کا بیٹا) کہہ کر پکارنے لگے۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تحریر میں لکھا ہے:

"مجھے اپنی پیدائش کا سن ٹھیک معلوم نہیں۔ ہاں! اتنا معلوم ہے کہ والد محترم کا وصال 514 ہجری میں ہوا تھا اور میری والدہ کہتی تھی کہ اس وقت تمہاری عمر تقریباً تین سال کے لگ بھگ تھی۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش 511 یا 512 ہجری بنتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں "درب الحبیب" میں پیدا ہوئے۔

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد بچپن میں انتقال کر گئے تو آپ کی والدہ اور پھوپھی نے آپ کی پرورش کی۔ آپ کے ہاں تانبے کی تجارت ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے آپ کو بعض قدیم سندوں میں ''ابن الجوزی الصفار'' لکھا گیا ہے۔

جب آپ بڑے ہوئے تو آپ کی پھوپھی آپ کو حافظ ابوالفضل ابن ناصر کے پاس لے گئیں۔ آپ نے اپنے استاذ محترم سے احادیث کی سماعت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ فرمالیا تھا۔ آپ نے آئمہ قرأۃ کی ایک جماعت سے بھی علم حاصل کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں مشہور ومعروف شخصیات شامل ہیں۔

اپنے صاحبزادے سے اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مجھے خوب یاد ہے کہ میں چھ سال کی عمر میں مکتب میں داخل ہوا۔ بڑی عمر کے طلبہ میرے ہم سبق تھے۔ مجھے یاد نہیں کہ میں کبھی راستہ میں بچوں کے ساتھ کھیلا ہوں یا زور سے ہنسا ہوں۔ سات برس کی عمر میں جامع مسجد کے سامنے کے میدان میں چلا جایا کرتا تھا اور وہاں کسی مداری یا شعبدہ باز کے حلقہ میں کھڑے ہو کر تماشہ دیکھنے کے بجائے محدث کے درس حدیث میں شریک ہوتا۔ وہ جو بھی حدیث وسیرت کی بات کہتا وہ مجھے زبانی یاد ہو جاتی۔ پھر میں گھر جا کر اسے لکھ لیتا۔ دوسرے لڑکے دجلہ کے کنارے کھیلا کرتے تھے اور میں کسی کتاب کے اوراق لے کر کسی طرف چلا جاتا اور الگ تھلگ بیٹھ کر مطالعہ میں مشغول ہو جاتا۔ میں اساتذہ وشیوخ کے حلقے میں حاضری دینے میں اس قدر جلدی کرتا تھا کہ دوڑنے کی وجہ سے میری سانس پھولنے لگتی تھی۔ صبح اور شام اسی طرح گزرتی کہ کھانے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا تھا مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مخلوق کی احسان مندی سے بچایا۔''

حدیث کی سماعت اور کتابت میں اتنا اشتغال رہا اور اپنے ہاتھ سے مرویات حدیث کی اتنی کتابت کی کہ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ انہوں نے انتقال کے وقت وصیت کی کہ ان کے غسل کا پانی اس کترن اور برادہ سے گرم کیا جائے جو حدیث کے لکھنے کے لئے قلم بنانے میں جمع ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ اتنا تھا کہ پانی گرم ہو گیا اور وہ بچا رہا۔

Marfat.com

مطالعہ کا ذوق اور اس کی حرص بچپن ہی سے بڑھی ہوئی تھی۔ بغداد شہر جو ہلاکو خان کے ہاتھوں بعد میں تباہ ہوا عظیم الشان کتابی ذخیروں اور وسیع کتب خانوں سے مالا مال تھا۔ ابن جوزی کا محبوب مشغلہ کتابوں کا مطالعہ تھا۔ ان کا مطالعہ کسی خاص فن یا موضوع سے مخصوص نہ تھا۔ وہ ہر موضوع کی کتابیں پڑھتے تھے اور ان کو آسودگی نہیں ہوتی تھی۔ ''صید الخاطر'' میں (جو ان کے خیالات وتاثرات کا کشکول ہے) لکھتے ہیں:

''میں اپنا حال عرض کرتا ہوں کہ میری طبیعت کتابوں کے مطالعہ سے کسی طرح سیر نہیں ہوتی۔ جب کسی کتاب پر نظر پڑ جاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دفینہ ہاتھ آ گیا۔ اگر میں کہوں کہ میں نے بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو یہ زیادہ نہ ہوگا اور یہ طالب علمی کا ذکر ہے۔ مجھے ان کتابوں کے مطالعہ سے سلف کے حالات واخلاق، ان کی عالی ہمتی، قوت حافظہ، ذوق عبادت اور علوم نادرہ کا ایسا اندازہ ہوا جو ان کتابوں کے مطالعہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے زمانے کے لوگوں کی سطح پست معلوم ہونے لگی اور اس وقت کے طلبہ کی کم ہمتی منکشف ہوگئی۔''

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ تصنیف وتالیف کی طرف نوعمری ہی سے متوجہ ہوئے۔ روزانہ چالیس صفحے لکھنے کا زندگی بھر معمول رہا۔ حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں:

''میں نے ان کی تالیفات شمار کیں تو ہزار تک پہنچیں۔''

حدیث میں ایسا بلند پایہ رکھتے تھے کہ دعویٰ سے کہتے تھے کہ ہر حدیث کے متعلق کہہ سکتا ہوں صحیح یا حسن۔ ادب وانشاء وخطابت میں بغداد میں ان کی نظیر نہ تھی۔

ابن جوزی نے زبانی وعظ وتقریر پر اکتفاء نہیں کی۔ انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں جنہوں نے علمی طبقہ پر اثر ڈالا اور غلط رجحانات کی اصلاح کی۔

کتاب الموضوعات میں انہوں نے ان حدیثوں کی حقیقت بیان کی ہے جن سے اس زمانہ کے اہل ہوی یا ضعیف العلم متصوفین استدلال کرتے تھے اور وہ لوگوں کی گمراہی اور صدہا غلط فہمیوں کا باعث بنتی تھیں۔ اس طرح انہوں نے اس شاخ پر کلہاڑی وتیسہ چلایا جس پر اہل بدعت نے آشیانہ بنایا تھا۔ اگرچہ اس میں ان سے کہیں کہیں بے اعتدالی ہوئی

Marfat.com

ہے اور انہوں نے کہیں کہیں سخت فیصلہ صادر کیا ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس کتاب نے ایک مفید خدمت انجام دی۔

ان کی دوسری ناقدانہ تصنیف "تلبیس ابلیس" ہے جو ان کی نقاد طبیعت اور شرعی ذوق کا اصلی نمونہ ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنے زمانہ کی پوری مسلمان سوسائٹی کا جائزہ لیا ہے اور مسلمانوں کے ہر طبقہ، ہر جماعت کو سنت و شریعت کے معیار سے دیکھا ہے، ان کی کمزوریوں، بے اعتدالیوں اور غلط فہمیوں کی نشاندہی کی ہے اور دکھلایا ہے کہ شیطان نے کس کس طرح سے اس امت کو دھوکا دیا ہے اور کن کن راہوں سے اس کے عقائد، اعمال اور اخلاق میں رخنہ اندازی کی ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں کسی طبقہ اور کسی شخص کی رعایت نہیں کی اور کسی کو معاف نہیں کیا۔ اس میں علماء و محدثین، فقہاء و واعظین، ادباء و شعراء، سلاطین و حکام، عباد و زہاد، صوفیہ و اہل دین اور عوام کی علیحدہ علیحدہ کمزوریاں، غلط رسوم و عادات، مغالطے اور بے اعتدالیاں بیان کی ہیں۔ یہ کتاب ان کی وسعت نظر، زندگی سے واقفیت، باریک بینی اور دقیقہ رسی کا کامیاب نمونہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے شیطانیت کی نفسیات و سیاست کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور مذاہب کی تاریخ اور گمراہ فرقوں کے عقائد سے وہ بہت باخبر تھے۔

اس کتاب میں اگرچہ کہیں وہ اپنی تنقید میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور انہوں نے فیصلہ کرنے میں عجلت اور شدت سے کام لیا ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس کتاب میں بڑی کارآمد چیزیں، بڑے بیش قیمت اقتباسات اور بہت سی صحیح تنقیدیں ملتی ہیں۔ اکثر جگہ ماننا پڑتا ہے کہ ان کی گرفت صحیح اور ان کی تنقید حق بجانب ہے۔ یہاں پر اس کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

1: اپنے زمانہ کے ان علماء پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں جو فقہ کے مسائل وجزئیات میں دن رات منہمک تھے اور اس فن میں موشگافیاں کرتے رہتے تھے۔

"ان فقہاء کی ایک کمزوری یہ ہے کہ ان کا سارا انہماک اسی غور وفکر میں ہے۔ انہوں نے اپنے فن میں ان چیزوں کو شامل نہیں کیا ہے جن سے قلوب میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً: قرآن مجید کی تلاوت، حدیث وسیرت کی سماعت

Marfat.com

اور صحابہ کرام کے حالات کا مطالعہ و بیان۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ محض ازالہ نجاست اور ماء متغیر کے مسائل کے بار بار دہرانے سے قلوب میں نرمی اور خشیت نہیں پیدا ہوسکتی۔ قلوب کو تذکیر اور مواعظ کی ضرورت ہے تا کہ آخرت طلبی کی ہمت اور شوق پیدا ہو۔ اختلافی مسائل اگرچہ علوم شریعت سے خارج نہیں مگر حصول مقصد کے لئے کافی نہیں ہیں۔

جو سلف کے حالات اور ان کے حقائق و اسرار سے واقف نہیں اور جن کے مذہب کو اس نے اختیار کیا ہے ان کے حالات سے وہ باخبر نہیں تو وہ ان کے راستے پر کیسے چل سکتا ہے۔؟ یاد رکھنا چاہئے کہ طبیعت چور ہے، اگر اس کو اسی زمانہ کے ساتھ چھوڑ دیا جائے گا تو وہ جو کچھ اخذ کرنا چاہتی ہے اہل زمانہ کے طبائع سے اخذ کرلے گی اور ان ہی کی طرح ہو جائے گی اور اگر متقدمین کے حالات اور طریقوں کا مطالعہ کیا جائے گا تو ان کے ساتھ چلنے کی کوشش کرے گی، ان کا رنگ اور ان کے سے اخلاق پیدا ہوں گے۔ سلف میں سے ایک بزرگ کا مقولہ ہے:

''ایک حدیث جس سے میرے دل میں رقت پیدا ہو قاضی شریح کے سو فیصلوں سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔''

2: واعظین پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان میں سے اکثر بڑی آراستہ اور بڑی پرتکلف عبارت بولتے ہیں جو اکثر بے معنی ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں مواعظ کا بڑا حصہ حضرت موسیٰ، کوہ طور، یوسف زلیخا کے قصوں سے متعلق ہوتا ہے۔ فرائض کا بہت کم تذکرہ آنے پاتا ہے۔ اسی طرح گناہ سے بچنے کا تذکرہ کبھی نہیں ہوتا۔ ایسے مواعظ سے ایک زانی، ایک سود خور کو توبہ کرنے کی ترغیب اور توفیق کیسے ہوسکتی ہے؟ اور کب عورت کو شوہر کے حقوق ادا کرنے اور اپنے تعلقات درست کرنے کا خیال پیدا ہوسکتا ہے؟ اس لئے کہ یہ مواعظ ان مضامین سے خالی ہوتے ہیں۔ ان واعظوں نے شریعت کو پس پشت ڈال دیا ہے، اسی لئے ان کا بازار خوب گرم

Marfat.com

ہے، کیونکہ حق ہمیشہ طبیعتوں پر بھاری ہوتا ہے اور باطل ہلکا اور خوشگوار۔
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ واعظ سچا اور خیر خواہ ہوتا ہے، لیکن جاہ طلبی اس کے دل میں سرایت کر چکی ہوتی ہے کہ اس کی عزت و تعظیم کی جائے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اگر دوسرا واعظ اس کے قائم مقامی کرے یا اصلاح کے کام میں اس کی مدد کرنا چاہے تو اس کو ناگوار ہوتا ہے، حالانکہ اگر یہ مخلص ہوتا تو اس کو اس سے کبھی ناگواری نہ ہوتی۔"

3: علماء پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر طلباء کسی اور عالم یا مدرس کے پاس چلے جائیں جو علم میں اس سے فائق ہے تو اس عالم کو اس سے بڑی گرانی ہوتی ہے۔ یہ مخلص کی شان نہیں ہے اس لئے کہ مخلص علماء اور مدرسین کی مثال اطباء کی سی ہے جو لوجہ اللہ مخلوق کا علاج کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر کسی مریض کو کسی طبیب کے ہاتھ سے شفا ہو جائے تو دوسرا خوش ہوتا ہے۔"

4: حکام وسلاطین پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ حضرات شریعت کے مقابلہ میں اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں۔ کبھی اس شخص کا ہاتھ کاٹتے ہیں جس کا ہاتھ کاٹنا جائز نہیں اور کبھی اس کو قتل کرتے ہیں جس کا قتل کرنا حلال نہیں۔ ان کو یہ دھوکا ہے کہ یہ سیاست ہے، جس کا دوسرا مطلب ہے ناقص شریعت۔ اس کو تکملہ اور ضمیمہ کی ضرورت ہے اور ہم اپنی رائے سے اس کی تکمیل کر رہے ہیں۔ یہ شیطان کا بہت بڑا فریب ہے، اس لئے کہ شریعت سیاست الٰہی ہے اور محال ہے کہ خدائی سیاست میں کوئی خلل یا کمی ہو جس کی وجہ سے اس کو مخلوق کی سیاست کی ضرورت ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"مافرطنافی الکتاب من شیء"

"ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔"

اور ارشاد ہے:

Marfat.com

"لا معقب لحکمہ"

"اس کا حکم کوئی مٹانے والا نہیں۔"

جو اس سیاست کا مدعی ہے وہ دراصل شریعت میں خلل اور کمی کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ کفر کی بات ہے۔

معاصی پر اصرار کے ساتھ ان بادشاہوں کو صلحاء کی ملاقات کا بھی بڑا شوق ہوتا ہے اور ان سے اپنے حق میں دعائیں کراتے ہیں۔ شیطان ان کو سمجھاتا ہے کہ اس سے گناہ کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا، حالانکہ اس خیر سے اس شر کا دفیعہ نہیں ہو سکتا۔ ایک مرتبہ ایک تاجر ایک محصول وصول کرنے والے کے پاس سے گزرا۔ اس چنگی والے نے اس کی کشتی روک لی۔ وہ تاجر اپنے زمانہ کے مشہور مردِ صالح مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور ان سے واقعہ بیان کیا۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ چنگی والے کے پاس گئے اور اس تاجر کی سفارش کی۔ اس نے ان کی بڑی تعظیم کی اور کہا:

"آپ نے کیوں زحمت فرمائی؟ وہیں سے کہلوا دیا ہوتا ہم تعمیل کرتے۔"

پھر اس نے ان سے دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے اس برتن کی طرف اشارہ کر کے (جس میں وہ چنگی کا ناجائز روپیہ وصول کر کے رکھتا تھا) فرمایا:

"اس برتن سے کہو! تمہارے لئے دعا کرے۔" "میں تمہارے حق میں کیا دعا کروں جبکہ ہزار آدمی تمہارے لئے بددعا کرتے ہیں۔ کیا ایک آدمی کی سن لی جائے گی اور ہزار کی نہ سنی جائے گی۔؟"

ان امراء اور دنیاداروں کو علماء و فقہاء سے زیادہ خلافِ شرع پیروں اور گانے بجانے والے صوفیوں سے عقیدت و محبت ہوتی ہے اور ان پر وہ بڑی فراخ دلی سے خرچ کرتے ہیں، جبکہ اہلِ علم پر ایک پیسہ خرچ کرنا ان کو بار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ علماء اطباء کی طرح ہیں اور دوا میں خرچ کرنا انسان کو بڑا بار معلوم ہوتا ہے، لیکن ان فقیروں اور قوالیوں پر خرچ کرنا ایسا ہی ہے جیسا مغنیات (گانے والی عورتوں) پر خرچ کرنا۔ یہ بھی ان کے لئے گویوں اور مداریوں کی طرح

Marfat.com

سامان تفریح اور لازمہ ریاست ہیں۔

اسی طرح سے یہ لوگ بناوٹی زاہدوں اور تارک الدنیا درویشوں کے بڑی جلدی معتقد ہوتے اور ان کو علماء پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ لوگ سب سے بڑے جاہل کے جسم پر درویشی کا لباس دیکھ لیں تو فوراً معتقد ہو جائیں گے۔ اگر وہ سر کو جھکا لے اور خشوع وخضوع کا اظہار کرے تو فریفتہ ہونے میں دیر نہیں لگتی اور کہتے ہیں:

"بھلا! درویش اور فلاں عالم کا کیا مقابلہ۔؟ یہ تارک الدنیا وہ طالب الدنیا۔ یہ اچھی غذائیں کھاتا ہے نہ شادی کرتا ہے۔"

حالانکہ یہ محض جہالت ہے اور شریعت محمدی کی تحقیر ہے کہ ایسے زہد کو علم پر ترجیح دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھے۔ ورنہ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شادیاں کرتے، پاک وصاف چیزیں کھاتے اور میٹھے اور شہد کی رغبت رکھتے ہوئے پاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بداعتقاد ہو جاتے۔"

5: عوام پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شیطان نے بہت سے لوگوں کو یہ دھوکا دے رکھا ہے کہ وہ وعظ وذکر کی مجالس میں شریک ہونا اور متاثر ہو کر رونا ہی سب کچھ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مقصود محفل خیر میں شرکت اور رقت ہے، اس لئے کہ وہ واعظوں سے اس کے فضائل سنتے رہتے ہیں۔ اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ مقصود عمل ہے۔ یہ سننا اور عمل نہ کرنا ان کے لئے گرفت کا باعث اور وبال جان ہے۔ میں ذاتی طور پر بہت سے آدمیوں کو جانتا ہوں جو سالہا سال سے مجلس واعظ میں شریک ہوتے ہیں، روتے ہیں اور متاثر ہوتے ہیں، لیکن نہ سود لینا چھوڑتے ہیں، نہ تجارت میں دھوکا دینے سے باز آتے ہیں، ارکانِ صلوٰۃ سے جیسے وہ بے خبر برسوں پہلے تھے ویسے ہی اب بھی ہیں، مسلمانوں کی غیبت اور والدین کی نافرمانی میں جس طرح پہلے مبتلا تھے اسی طرح اب بھی مبتلا ہیں۔ شیطان نے ان کو دھوکہ دے

Marfat.com

رکھا ہے کہ مجلس وعظ کی حاضری اور گریہ و بکا ان کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ بعض کو یہ سمجھا رکھا ہے کہ علماء و صالحین کی صحبت ہی مغفرت کا ذریعہ ہے۔"

6: دولت مندوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان میں سے بہت سے لوگ مساجد اور پلوں کی تعمیر میں بہت کچھ خرچ کرتے ہیں، مگر ان کا مقصود ریا اور شہرت ہوتی ہے اور یہ کہ ان کا نام چلے اور یادگار رہے۔ چنانچہ وہ اس تعمیر پر اپنا نام کندہ کرواتے ہیں۔ اگر رضائے الٰہی مقصود ہوتی تو اس کو کافی سمجھتے کہ اللہ دیکھتا اور جانتا ہے۔ ایسے لوگوں سے اگر صرف ایک دیوار بنانے کو کہا جائے جس پر ان کا نام کندہ نہ ہو تو وہ منظور نہ کریں گے۔ اس طرح رمضان المبارک میں شہرت کے لئے مساجد میں موم بتیاں دیتے ہیں، حالانکہ ان کی مسجدوں میں سال بھر اندھیرا پڑا رہتا ہے، اس لئے کہ روزانہ تھوڑا سا تیل مسجدوں میں دینے سے وہ شہرت اور ناموری حاصل نہیں ہوتی جو رمضان میں ایک موم بتی بھیج دینے سے حاصل ہوتی ہے۔

"صید الخاطر" ایک کشکول ہے جس میں مصنف نے اپنے قلبی تاثرات، بے تکلف خیالات، زندگی کے تجربات اور منتشر افکار و حوادث قلمبند کئے ہیں۔ اپنی بہت سی کمزوریوں اور غلطیوں کا اعتراف کیا ہے۔ اس کتاب میں جابجا نفس سے مکالمے، سوال و جواب، ذہنی کشمکش کی روداد، معاشرتی زندگی کے تجربے، عورتوں، نوکروں اور دوستوں کے متعلق تجربہ کی باتیں، مفید ہدایات، روزمرہ کے واقعات کی تحلیل، امراض نفسانی کا بیان، مختلف طبقات پر تنقید، نفس کا احتساب اور صدہا کام کی باتیں ہیں۔ اس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت صداقت، سادگی اور بے تکلفی ہے۔ پوری کتاب اپنے زمانہ کے ادباء و مصنفین کے طرز کے خلاف نہایت رواں و بے تکلف عبارت میں لکھی گئی ہے اور اپنے موضوع پر غالباً ایک عرب عالم و مصنف کی پہلی کتاب ہے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب میں چھوٹے چھوٹے واقعات اور روزمرہ کے مشاہدات سے بڑے بڑے نتائج نکالتے ہیں اور یہی ایک عامی اور ایک صاحب نظر میں فرق ہے۔ چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

"میں نے دو مزدوروں کو دیکھا کہ ایک بھاری شہتیر اٹھا کر لے جا رہے ہیں اور دونوں کچھ گا رہے ہیں۔ ایک مصرعہ پڑھتا ہے دوسرا ترنم کے ساتھ اس کا جواب دیتا ہے۔ ایک پڑھتا ہے تو دوسرا کان لگا کر سنتا ہے۔ پھر دوسرا اس کو دہراتا ہے یا اسی طرح کے مصرعہ سے جواب دیتا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کو محنت اور بوجھ کا احساس زیادہ ہو، لیکن اس ترکیب سے ان کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ذہن اتنی دیر دوسرے کام میں لگ کر ستا لیتا ہے، کچھ سرور حاصل کر لیتا ہے اور جواب کی فکر میں مشغول ہو کر اس میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح راستہ بھی طے ہو جاتا ہے اور بوجھ کے احساس سے غفلت بھی ہو جاتی ہے۔ اس سے میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ انسان نے شرعی ذمہ داریاں اور فرائض کا بڑا بوجھ اٹھا رکھا ہے اور سب سے بڑا بوجھ اپنے نفس کی سیاست ہے، بڑا کام یہ کہ اس کو اس کے مرغوبات سے روکا جائے اور جن چیزوں سے اس کو رغبت نہیں اس پر اس کو قائم رکھا جائے۔ میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ صبر کے راستہ کو تسلی اور نفس کی جائز دلداری کی مدد سے قطع کیا جائے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

"رات بھر چلنے سے سواریاں تھک جائیں اور فریاد کریں تو صبح کی روشنی کی امید دلاؤ اور دن چڑھے آرام کرنے کا وعدہ کر لو۔!"

اسی طرح کی حکایت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ اور ان کے ایک ساتھی کہیں جا رہے تھے۔ ساتھی کو پیاس لگی تو اس نے کہا:

"اس کنویں سے پانی پی لیں۔"

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"اگلے کنویں سے پی لیں گے۔"

جب وہ کنواں آیا تو بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے اگلے کنویں کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں تک صبر کرو۔ اسی طرح تسلی دیتے ہوئے بہت دور نکلے آئے۔ پھر

Marfat.com

اس سے کہا:

''اسی طرح دنیا کا سفر طے ہو جاتا ہے۔''

جس نے اس نکتہ کو سمجھ لیا وہ اپنے نفس کو بہلائے گا، اس کی دلجوئی کرے گا، اس سے وعدہ کرتا رہے گا تا کہ وہ اپنے بوجھ کو سنبھال سکے اور اس پر صبر کرے۔

بعض بزرگان سلف فرماتے تھے:

''اے نفس! میں تجھے تیری مرغوب چیز سے جو روکتا ہوں تو محض شفقت اور خوف کی بناء پر روکتا ہوں۔''

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

''اپنے نفس کو خدا کی طرف بڑھائے لیجاتا اور وہ روتا جاتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ ہنستا کھیلتا اللہ کی طرف بڑھنے لگا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ نفس کی خاطر داری اور ملاطفت ضروری ہے اور راستہ اسی طرح طے ہوتا ہے۔''

میں (ابن جوزی) نے دیکھا کہ شکاری کتے جب محلے کے کتوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو محلے کے کتے ان کو دیکھ کر بھونکتے ہیں، بہت شور مچاتے ہیں اور ان کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ان کتوں کی بڑی عزت ہے ان پر جھول پڑی ہے تو ان کو ان پر حسد آتا ہے، لیکن ان کے برخلاف شکاری کتے ان کی طرف توجہ نہیں کرتے، ان کو خاطر میں نہیں لاتے اور ان کے بھونکنے کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اس سے ایسا معلوم ہوا کہ شکاری کتے گویا ان کتوں کی قوم ہی میں سے نہیں ہیں۔ اس لئے مقامی کتے موٹے موٹے بدن اور بھدے اعضاء کے ہیں۔ ان میں امانت کی صفت نہیں، لیکن شکاری کتے نازک اور پھرتیلے ہیں اور جیسا ان کا بدن نازک پھرتیلا ہے اسی طرح ان کی عادات بھی مہذب ہیں۔ وہ جب شکار کرتے ہیں تو کیا مجال ہے کہ اس کو منہ لگائیں۔ مالک کے ڈر سے یا اس کے احسانات کے شکریہ میں وہ اس شکار کو جوں کا توں پہنچا دیتے ہیں۔ اس سے ایک بات تو میں یہ سمجھا کہ بدن اور اخلاق میں خاص مناسبت ہوتی ہے۔ اگر وہ لطیف ہے تو یہ بھی لطیف ہیں

Marfat.com

۔دوسرا یہ معلوم ہوا کہ آدمی کو اس پر حسد نہیں آتا جس کو وہ اپنے طبقہ یا اپنی سطح کا نہیں سمجھتا۔اسی لئے جس کو اللہ تعالیٰ ایمان وعقل کی دولت سے سرفراز کرے اس کو اپنے اس حاسد پر حسد نہیں ہوتا جو ایمان وعقل سے محروم ہو اور وہ اس کو قابل التفات ہی نہیں سمجھتا۔اس لئے کہ وہ دوسرے عالم میں ہے اور یہ دوسرے عالم میں۔وہ دنیا کی بناء پر حسد کرتا ہے اور اس کا مطمح نظر آخرت ہے اور دونوں میں "بعد المشرقین" جیسی دوری ہے۔"

اما ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ واقعات کی پوری تحلیل کرتے ہیں اور خود اپنی زندگی کے واقعات میں نفس سے حکیمانہ مکالمہ کرتے ہیں۔ایک مرتبہ انہوں نے دعا کی۔ایک دوسرے صالح بزرگ دعا میں شریک تھے۔دعا قبول ہوئی لیکن کس کی دعا قبول ہوئی اس پر ان کا اپنے نفس سے مکالمہ ہوا۔وہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ ایسا معاملہ پیش آیا جس میں اللہ سے مانگنے اور دعا کی ضرورت تھی۔میں نے دعا کی اور اللہ سے سوال کیا۔ایک صاحب اصلاح اور اہل خیر بھی میرے ساتھ دعا میں شریک ہو گئے۔میں نے قبولیت کے آثار دیکھے تو میرے نفس نے کہا:

"یہ اس بزرگ کی دعا کا نتیجہ ہے،تمہاری دعا کا نتیجہ نہیں۔"

میں نے کہا:

"مجھے ایسے گناہوں اور کوتاہیوں کا علم ہے جن کی وجہ سے واقعی مجھے اس کا حق نہیں کہ میری دعا قبول ہو،لیکن کیا تعجب ہے کہ میری ہی دعا قبول ہوئی ہو۔اس لئے کہ یہ مرد صالح ان گناہوں اور تقصیرات سے محفوظ ہے جس کا مجھے اپنے متعلق علم ہے،لیکن مجھ میں اور اس میں ایک فرق ہے۔مجھے اس تقصیر کی بنا پر شکستگی اور ندامت ہے اور اس بزرگ کو اپنے معاملہ پر فرحت وسرور ہے او رکبھی اعتراف تقصیر ایسی ضرورتوں کے موقع پر زیادہ کارآمد اور اپنے اعمال کی بنا پر فضل کا طالب نہیں تو اگر میں ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ ندامت سے گردن جھکا کر اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہوں کہ خدایا! مجھے محض اپنے فضل سے عطا فرما۔بالکل خالی ہاتھ ہوں! مجھے امید ہے کہ میری سن لی جائے

Marfat.com

گی۔ ممکن ہے کہ اس بزرگ کی نظر اپنے حسن عمل پر پڑے اور یہ اس کے لئے روگ بن جائے تو اے میرے نفس! میرا دل زیادہ نہ توڑ۔ وہ پہلے ہی بہت ٹوٹا ہوا ہے۔ مجھے اپنے حالات کا ایسا علم ہے جس کا تقاضا ادب و تواضع ہے پھر اپنی تقصیروں کا اقرار ہے۔ جس چیز کا میں نے سوال کیا ہے اس کا بے حد محتاج ہوں اور جس سے سوال کیا ہے اس کے فضل کا یقین ہے۔ یہ سب باتیں اس عابد کو حاصل نہیں تو اللہ اس کی عبادت میں برکت کرے۔ میرا تو اعتراف تقصیر ہی بڑے کام کی چیز ہے۔"

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ایک مرتبہ ایک ایسے معاملہ میں جو شرعاً مکروہ تھا مجھے کچھ کشمکش درپیش تھی ۔نفس کچھ تاویلیں سامنے لاتا تھا، کراہت کو نظر سے ہٹاتا تھا، درحقیقت اس کی تاویلات فاسد تھیں اور کراہت کی کھلی دلیل موجود تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور دعا کی کہ اس کیفیت کو دور فرما دے۔ میں نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی۔ میرے درس کے سلسلے میں سورہ یوسف شروع ہو رہی تھی۔ میں نے وہیں سے شروع کیا، وہ خیال دل پر مستولی تھا، مجھے کچھ خبر نہ ہوئی کہ میں نے کیا پڑھا۔ جب اس آیت پر پہنچا:

"قال معاذاللہ انہ ربی احسن مثوای"

تو میں چونکا اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں ہی اس آیت کا مخاطب ہوں۔ مجھے دفعتاً ہوش آیا، آنکھوں سے غفلت کا پردہ دور ہوا اور میں نے اپنے نفس سے کہا:

"تو نے خیال کیا۔؟ حضرت یوسف علیہ السلام آزاد تھے، وہ زبردستی اور ظلم سے غلام بنا کر بیچے گئے، انہوں نے اس شخص کا اتنا حق مانا جس نے ان کے ساتھ سلوک کیا تھا اور اس کو اپنا آقا کہا، حالانکہ نہ وہ غلام تھے نہ ان کا کوئی آقا تھا۔ پھر اپنی حق شناسی کی وجہ یہ بیان کیا کہ "احسن مثوای" مجھے اچھی طرح سے رکھا۔ اب ذرا اپنے اوپر غور کر! تو حقیقتہً غلام ہے ایسے آقا کا جو تیرے وجود

کے وقت سے برابر تیرے ساتھ احسانات کرتا رہا اور اتنے بار اس نے تیری پردہ پوشی کی جس کا کوئی شمار نہیں۔ تجھے یاد نہیں کہ اس نے کس طرح تیری پرورش کی، تجھے سکھایا پڑھایا، تجھے روزی دی، تیری حفاظت کی، خیر کے اسباب مہیا کیے، بہترین راستہ پر تجھے ڈالا، ہر مکروہ و دشمنی سے تجھے بچایا، حسن صورت ظاہری کے ساتھ باطنی ذکاوت و جودت طبع عنایت فرمائی اور علوم کو تیرے لئے سہل بنا دیا۔ یہاں تک کہ مختصر سے عرصے میں تجھے وہ علوم حاصل ہوئے جو دوسرے کو طویل عرصے میں نصیب نہیں ہوئے۔ اسی نے تیری زبان پر علوم کو رواں کیا، فصاحت و بلاغت کے ساتھ ان کی تعبیر کی قوت عطا فرمائی، مخلوق سے تیرے عیوب کو چھپایا، ان کا معاملہ تیرے ساتھ حسن ظن کا رہا، تیرا رزق بغیر اہتمام و تکلف کے تجھ تک پہنچایا، کسی کا احسان مند نہیں بنایا اور وہ بھی فراغت و اطمینان و کشائش کے ساتھ۔ بخدا! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے کس کس احسان کا تذکرہ کیا جائے۔ حسن صورت کا یا صحت اعضاء کا، سلامت مزاج یا اعتدال ترکیب کا، لطافت طبع یا دنائت و ابتذال (گھٹیا اور لچرپن) سے بری ہونے کا، بچپن ہی سے سیدھے اور معتدل راستہ کی توفیق کا یا بے حیائیوں اور لغزشوں سے حفاظت کا، منقولات کی ترجیح اور حدیث و سنت سے کی اتباع اور تقلید جامد سے نجات کا یا مبتدع کی پیروی اور اس کے سلسلہ میں شمولیت سے محفوظ رہنے کا۔ مجھے تو بس یہی آیت بار بار یاد آتی ہے:

"ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها"

کتنے دشمنوں نے تیرے لئے جال بچھایا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے بچایا۔ کتنے مخالفوں نے تجھ کو سبق کرنا چاہا اور اس نے تجھے سر بلندی عطا فرمائی، کتنی نعمتوں سے دوسرے محروم رہے اور تو ان سے سیراب کیا گیا اور کتنے آدمی دنیا سے نامراد چلے گئے اور تو شاد کام و فائز المرام ہے۔ اس حالت میں تیرے دن گزر رہے ہیں کہ تیرا جسم صحیح سالم، دین محفوظ، علم روز افزاں، دلی مقاصد

Marfat.com

پورے، اگر کوئی مقصد بر نہیں آتا تو اس کی طرف سے صبر پیدا کر دیا جاتا ہے اور تجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پورا نہ ہونے میں حکمتِ الٰہی تھی۔ یہاں تک تجھے یقین آجاتا ہے کہ یہ تیرے حق میں بہتر تھا۔ اگر میں پچھلے احسانات کو گننا شروع کروں تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں اور وہ ختم نہ ہوں اور تجھے معلوم ہے جن احسانات کا تذکرہ میں نے نہیں کیا ہے وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں جن کا ذکر میں نے کیا ہے اور اِن کی طرف بھی میں تو نے صرف اشارہ کیا ہے، ان کو بیان نہیں کیا۔ اس سب کے ساتھ مجھ کو ایسا فعل کرنا کیسے زیب دیتا ہے جو اس کی مرضی کے خلاف ہو۔؟

''معاذاللہ انہ ربی احسن مثوای انہ لا یفلح الظالمون''

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ایسے مسئلہ پر عمل کیا جس کی بعض مذاہب (فقہیہ) میں گنجائش تھی اور دوسرے مذاہب میں وہ جائز نہ تھا۔ اس پر عمل کرنے سے مجھے اپنے قلب میں بڑی قساوت محسوس ہوئی اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں راندۂ درگاہ اور معتوب ہو گیا۔ مجھے کچھ محرومی اور گہری تاریکی محسوس ہوئی۔ میرے نفس نے کہا:

''یہ کیا بات ہے؟ تم تو دائرۂ فقہاء سے نکلے نہیں۔''

میں نے کہا:

''اے نفس بد! تیرے سوال کا جواب دو طرح سے ہے۔ اول تو یہ کہ تو نے اپنے عقیدہ کے خلاف تاویل کی۔ اگر خود تجھ سے فتویٰ لیا جاتا تو تو اس کا فتوی نہ دیتا۔''

اس نے کہا:

''اگر میں اس کے جواز کا قائل نہ ہوتا تو کرتا کیوں۔؟''

میں نے کہا:

''اپنے اس خیال کو دوسرے کے لئے بھی فتویٰ کے طور پر پسند نہیں کرتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تجھے ظلمت کے اس احساس پر خوش ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ تیرا دل میں نور نہ ہوتا تو تجھ پر یہ اثر ہی نہ پڑتا۔''

اس نے کہا:

''بہر حال! مجھے اس ظلمت سے جو پلٹ پلٹ کر آتی ہے وحشت ہے۔''

میں نے کہا:

''تو پھر اس فعل کے ترک کا عزم کر لے اور فرض کر لے تو نے جس کو ترک کیا ہے وہ بالاجماع جائز ہے، تب بھی بر بنائے ورع و تقویٰ اس کو چھوڑنے کا وعدہ کر۔''

چنانچہ اس عمل کی وجہ سے اس کو نجات ملی۔''

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ علوم دینیہ میں اشتغال اور فقہ حدیث میں کمال کے ساتھ ساتھ فن تاریخ کی اہمیت و ضرورت کے بھی بڑے قائل اور اس کی تعلیم کے مبلغ ہیں۔ ان کے نزدیک تاریخ سے ناواقفیت کی بنا پر علماء و فقہاء سے اپنی کتابوں میں بعض بڑی افسوس ناک فروگزاشتیں ہوئی ہیں جو ان کے منصب اور علم و فضل کے شایان شان نہیں۔ اس لئے وہ طالب علم کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ فن سے فی الجملہ واقف ہو اور تاریخ سے اتنی واقفیت رکھتا ہو کہ کوئی بڑی تاریخی غلطی نہ کر بیٹھے جو اس کی خفت کا باعث ہو۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

1: ''فقیہ کو چاہئے کہ فن کے ہر حصہ سے واقف ہو۔ وہ تاریخ ہو یا حدیث، لغت ہو یا کوئی دوسرا فن۔ اس لئے کہ فقہ تمام علوم کا محتاج ہے۔ اس لئے فقیہ کو ہر فن کے ضروری حصہ سے واقف ہونا چاہئے۔ میں نے بعض فقہاء کو کہتے سنا ہے:

''شیخ شبلی اور قاضی شریح ایک مجلس میں جمع ہوئے۔''

مجھے سن کر تعجب ہوا کہ ان کو دونوں بزرگوں کے زمانہ کا فاصلہ انہیں کیوں معلوم نہیں۔

2: ایک عالم نے ایک مباحثہ کے دوران کہا:

''حضرت علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان زوجیت منقطع نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت علی نے سیدہ کو غسل دیا۔''

میں نے کہا:

''خدا تمہارا بھلا کرے پھر حضرت علی نے حضرت فاطمہ کے بعد ان کی بھانجی امامہ بنت زینب سے نکاح کیسے کیا۔؟''

Marfat.com

3: اسی طرح میں نے امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم میں ایسی تاریخی فروگزارشتیں دیکھیں جن سے مجھے سخت حیرت ہوئی کہ انہوں نے کس طرح مختلف واقعات اور تاریخ کو آپس میں ملا دیا۔ میں نے ان تاریخی اغلاط کو ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے۔

4: اسی طرح انہوں نے اپنی کتاب ''مستظہری'' میں لکھا ہے (جس کو انہوں نے مستظہر باللہ کی خدمت میں پیش کیا تھا):

''بعض اہل علم کہتے ہیں کہ سلیمان ابن عبدالملک نے ابوحازم سے کہلایا کہ مجھے اپنے ناشتے میں سے کچھ تبرکاً بھیجو۔'' انہوں نے ان کے پاس ابلا ہوا چوکر بھیجا۔ سلیمان نے اس کا ناشتہ کیا پھر اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا اور اس سے عبدالعزیز پیدا ہوئے۔ عبدالعزیز سے عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔

حالانکہ یہ سخت مغالطہ ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے عمر ابن عبدالعزیز کو سلیمان بن عبدالملک کا پوتا قرار دیا حالانکہ وہ اس کے چچا تھے۔

شیخ ابوالمعالی جوینی نے اپنی کتاب ''الشامل'' کے آخر میں جو اصل فقہ میں ہے لکھا ہے کہ اہل باطن کی ایک جماعت ناقل ہے کہ حلاج جنابی قرمطی اور ابن المقفع نے سلطنتوں کے نظام کے لئے مملکت کی تخریب اور عوام کی استمالت کی سازش کی اور ہر ایک نے ایک ایک ملک کی ذمہ داری لے لی۔ جنابی نے احساء میں سکونت اختیار کر لی، ابن المقفع ترکستان کے حدود میں جا بسا اور حلاج نے بغداد کو مرکز بنا لیا۔ اس پر اس کے دونوں ساتھیوں نے فیصلہ کر دیا کہ وہ ہلاک ہو جائے گا اور اپنے مقصد میں ناکام ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اہل بغداد دھوکا نہیں کھاتے اور بڑے مردم شناس اور فہیم ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ کاش ناقل کو یہ معلوم ہوتا کہ حلاج نے ابن المقفع کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ اس لئے کہ ابن المقفع کے قتل کا منصور نے حکم دیا تھا اور یہ 144 ہجری کا واقعہ ہے۔ درآں حالانکہ ابوسعید الجنابی کا ظہور 286 ہجری میں ہوا اور حلاج 309 ہجری میں مقتول ہوا۔ اس بنا پر قرمطی اور حلاج کا

Marfat.com

زمانہ قریب قریب ہے لیکن ابن المقفع بہت متقدم ہے۔ اس کے ان دونوں سے ملنے اور سازش کرنے کا کوئی امکان نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر صاحب علم کو چاہئے کہ دوسرے علوم سے بھی تعلق رکھے اور اس کو کچھ نہ کچھ مطالعہ ہو۔ اس لئے کہ ہر علم کا دوسرے علم سے تعلق ہے۔ ایک محدث کے لئے یہ بات کتنی معیوب ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق اس سے فتوی لیا جائے اور وہ جواب نہ دے سکے۔ اس لئے کہ وہ طرق حدیث کے جمع کرنے میں مشغول ہے اور اس کو مسائل وجزیات کے علم سے فرصت ہی نہیں ہوئی۔ اسی طرح ایک فقیہ کے لئے یہ بات کتنی نامناسب ہے کہ اس سے ایک حدیث کا مطلب پوچھا جائے اور وہ حدیث کی صحت اور اس کے مفہوم سے بالکل ناواقف ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ایسی بلند ہمت عطا فرمائے جو پست اور بے ہمتی کی باتوں کو گوارہ نہ کرے۔"

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس تنقید اور مشورہ پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ایک مبسوط کتاب "المنتظم فی تاریخ الملوك والامم" لکھی جو دس جلدوں میں ہے اور ابتداء اسلام سے لے کر 574 ہجری تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ مصنف پہلے سن لکھتے ہیں پھر اس کے اہم واقعات وحالات کا تذکرہ کرتے ہیں پھر اس میں جن ممتاز قابل ذکر اشخاص کا انتقال ہوا ہے ان کے حالات بیان کرتے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب حالات وتذکرہ دونوں کی ایک جامع تاریخ ہے۔

اس طرح ان کی تاریخ پر ایک مختصر کتاب بھی ہے۔ اس کا نام "تلقیح فهوم اهل الاثر فی عیون التاریخ والسیر" ہے۔ یہ کتاب ایک تاریخی بیاض کی حیثیت رکھتی ہے جس میں بہت سے معلومات یکجا کر دی گئی ہیں۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ باوجود محدث وفقیہ ہونے کے اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے کہ قلب کی اصلاح اور ذوق وشوق پیدا کرنے کے لئے موثر واقعات اور سلف صالحین کے حالات کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ "تلبیس ابلیس" اور "صید الخاطر" دونوں میں فقہاء محدثین اور طلباء کو اس کا مشورہ دیتے ہیں اور اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں:

Marfat.com

''میں نے دیکھا کہ فقہ اور سماع حدیث میں انہماک اور مشغولیت قلب میں صلاحیت پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اس کی تدبیر یہی ہے کہ اس کے ساتھ موثر واقعات اور سلف صالحین کے حالات کا مطالعہ بھی شامل کیا جائے۔ حرام وحلال کا تذکرہ خالی قلب میں رقت پیدا کرنے کے لئے کچھ زیادہ سودمند نہیں۔ قلوب میں رقت پیدا ہوتی ہے موثر احادیث وحکایات سے اور سلف صالحین کے حالات سے۔ اس لئے کہ ان نقول وروایات کا جو مقصود ہے وہ ان کو حاصل تھا۔ احکام پر ان کا عمل شکلی اور ظاہری نہ تھا، بلکہ ان کو ان کا اصلی ذوق اور لب لباب حاصل تھا۔ یہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں وہ عملی تجربہ اور خود آزمائش کرنے کے بعد ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ عموماً محدثین اور طلبہ فن حدیث کی ساری توجہ جدلیات اور حریف کو زیر کرنے والے علم کی طرف ہوتی ہے، بھلا ان چیزوں کے ساتھ قلب میں کیا گداز اور رقت پیدا ہو سکتی ہے۔؟ سلف کی ایک جماعت کسی نیک بزرگ شخص سے محض اس کے طور طریقہ کو دیکھنے کے لئے ملنے جاتی تھی، علم کے استفادہ کے لئے نہیں۔ اس لئے کہ یہ طور طریقہ اس کے علم کا اصلی پھل تھا۔ اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لو اور فقہ وحدیث کی تحصیل میں سلف صالحین اور زہاد امت کی سیرت کا مطالعہ ضرور شامل کرو تاکہ اس سے تمہارے دل میں رقت پیدا ہو۔''

ابن جوزی نے اس غرض کے لئے سلف صالحین اور صلحائے امت میں سے بہت سارے متقدمین اور مشاہیر کی مستقل سیرتیں لکھی ہیں مثلاً: حضرت حسن بصری، سیدنا عمر بن عبدالعزیز، حضرت سفیان ثوری، حضرت ابراہیم بن ادہم، حضرت بشر حافی، امام احمد ابن حنبل، حضرت معروف کرخی اور ان کے مستقل تذکروں کے علاوہ ایک جامع تذکرہ ''صفۃ الصفوۃ'' لکھا جو چار جلدوں میں ہے۔ دراصل یہ ابونعیم اصبہانی کی مشہور کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' کی تہذیب وتنقیح ہے جس کو ابن جوزی نے مناسب حذف واضافہ اور تلخیص کے ساتھ محدثانہ ومورخانہ طرز پر مرتب کیا ہے۔ اس کتاب میں جو حالات وواقعات آئے ہیں وہ موثر ودل گداز ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخی حیثیت سے مستند بھی ہیں اور مبالغہ آمیز

Marfat.com

روایات اور حشو وزائد سے پاک بھی۔

560 ہجری میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت دی گئی کہ آپ باب البدر میں سلطان کی موجودگی میں وعظ کریں۔ چاشت کے وقت سے لے کر عصر کے بعد تک لوگ اپنے لیے جگہ کا انتظام کرتے رہے۔ وہاں پر چبوترے تھے جو کرائے پر لیے گئے۔ چنانچہ ایک آدمی کی جگہ دو تین قیراط سونے پر ملتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ باب البدر میں عرفہ کے روز وعظ کے لیے تشریف لے گئے تو لوگ چاشت ہی کے وقت سے حاضر ہونے لگے۔ گرمی سخت تھی اور لوگ روزہ سے تھے۔ اس روز عجیب امور میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے آپ کے سر پر سایہ تانا جس کو دس آدمی ظہر سے عصر تک پکڑے رہے اور لوگوں نے ان کو پانچ قیراط سونا دیا۔ آپ کی تقریر سننے والے سامعین کے لیے بہت سے پنکھے دوگنی قیمت پر خریدے گئے۔

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے عاشوراء کے دن جامع مسجد منصور میں وعظ کیا جس میں تقریباً ایک لاکھ سامعین شریک ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

"اہل حربیہ نے مجھے کہا کہ آپ ہمارے لیے تقریر کریں۔ میں نے چھ ربیع الاول جمعرات کے روز کا وعدہ کر لیا۔ میں باب بصرہ سے چل کر مغرب کے بعد حربیہ میں داخل ہوا تو وہاں لوگ بہت سی مشعلیں ہمراہ لیے مجھ سے ملے اور میرے ساتھ چلنے لگے۔ جب میں باب بصرہ سے نکلا تو میں نے حربیہ والوں کو دیکھا کہ اتنی مشعلیں لیکر آرہے ہیں جن کا شمار ممکن نہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ میدان روشنی سے جھلملا رہا ہے اور محلے کے لوگ، عورتیں اور بچے مجھے دیکھنے کے لیے نکلے ہیں۔ میدان میں اس قدر بھیڑ تھی جیسا کہ بدھ کے دن بازار میں ہوتی ہے۔ اگر کہا جائے کہ ان کی سامعین کی تعداد تین لاکھ تھی تو یہ بات لغو نہ ہوگی۔"

حاصل کلام یہ کہ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ کی نظیر نہ دیکھی گئی اور نہ سنی گئی۔ آپ کے وعظ سے غافل نصیحت حاصل کرتے تھے، جاہل علم کی باتیں سیکھتے تھے، گنہگار توبہ کرتے تھے اور مشرک مسلمان ہوتے تھے۔

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میرے ہاتھ پر ایک لاکھ سے زائد آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔''

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی فصاحت و بلاغت اور حسن خطابت پر مؤرخین کا اتفاق ہے۔ ان کی مجلس وعظ کی مقبولیت اور لوگوں کے اژدھام کا یہ بھی ایک بڑا سبب تھا کہ انہوں نے ''صید الخاطر'' میں اپنی اس ذہنی کشمکش کا بھی ذکر کیا ہے کہ نفس نے ان کو اس کی ترغیب دی کہ وہ اس کا اہتمام بالکل چھوڑ دیں اور الفاظ کی طرف بالکل توجہ نہ کریں، کیونکہ یہ سب تکلف اور تصنع ہے، لیکن انہوں نے اپنے علم اور فقہ سے اس خیال کو رفع کیا اور اپنے نفس کو سمجھایا کہ حسن کلام ایک خداداد قابلیت، ایک ہتھیار اور ایک کمال کی بات ہے۔ نہ کہ نقص اور عیب، اس لئے ان کو دعوت و تبلیغ میں اس سے کام لینا چاہئے، اس کی ناقدری نہیں کرنی چاہئے، اس طرح ان کے دل میں کئی بار بشدت اس کا خیال پیدا ہوا کہ وہ اس وعظ گوئی اور دعوت و تبلیغ کو چھوڑ کر زہد و انقطاع کی زندگی اختیار کرلیں اور لوگوں سے بالکل بالکل یکسو ہو کر گوشہ نشین ہو جائیں، مگر انہوں نے دلائل براہین سے اور اپنے نفس سے مفصل مباحثہ و مناظرہ کر کے اس خیال کو ہٹایا اور اس کو قائل کیا کہ یہ القاء شیطانی ہے۔ شیطان یہ دیکھ نہیں سکتا کہ ہزار آدمی اس کے جال سے نکل کر ہدایت کے راستے پر آ جائیں۔ انبیاء علیہم السلام کا راستہ دعوت و تبلیغ کا تھا اور ان کی زندگی اجتماع اختلاط کی تھی۔ اس میں نفس کا چور یہ ہے کہ وہ بیکاری اور تعطل کو پسند کرتا ہے اور جدوجہد سے بھاگتا ہے۔ اس میں جاہ طلبی بھی ہے اس لئے کہ عزلت و گوشہ نشینی اور زہد و انقطاع کی زندگی عوام کے لئے زیادہ باعث کشش اور جاذب توجہ ہے۔ غرض یہ کہ شیطان کو افادہ عوام عمومی دعوت کے کام سے ہٹا نہیں سکا، انہوں نے اپنی ساری دماغی صلاحیتیں اور خدا کی بخشی ہوئی طاقتیں اصلاح پر لگا دیں اور نصف صدی سے زیادہ پورے انہماک و قوت کے ساتھ و اصلاح افادہ کے کام میں مشغول رہے۔

الغرض آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ آپ کے انقلاب انگیز مواعظ اور دروس تھے۔ جنہوں نے سارے بغداد کو زیروزبر کر رکھا تھا۔ خلفاء، سلاطین، وزراء اور اکابر علماء آپ کی مجالس وعظ میں بڑے اہتمام اور شوق سے آیا کرتے

Marfat.com

تھے۔آپ کے وعظ کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگ غش کھا کھا کر گر تے ،سامعین کی چیخیں نکل جاتیں اور آنسوؤں کی جھڑیاں بہہ جاتیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ مجالس وعظ میں بدعات ومنکرات کی کھل کر تردید کیا کرتے تھے۔عقائد صحیحہ اور سنت کا اظہار برملا کیا کرتے۔اپنی بے مثل خطابت، زبردست علمیت اور عوام الناس میں مقبولیت کی وجہ سے بدعقیدہ لوگوں کو ان کی تردید کا حوصلہ نہ ہوا۔خلفاء، سلاطین، وزراء اور اکابر علماء ان کے دروس میں بڑے اہتمام اور بڑے شوق سے شرکت کرتے۔ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک لاکھ آدمی وعظ میں شمار کیے گئے۔دس پندرہ ہزار آدمیوں سے تو کسی طرح کم نہ ہوتے۔تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگ غش کھا کھا کر گرتے، وجد وشوق میں گریبان پھاڑتے ،لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں ،آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں اور توبہ کرنے والوں کا کچھ شمار نہ تھا۔اندازہ کیا گیا ہے کہ بیس ہزار یہودی وعیسائی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی۔ابن جوزی نے اپنی مجالس وعظ میں بدعات، منکرات کی کھل کر تردید کی، عقائد صحیحہ اور سنت کا اظہار کیا، اپنی بے مثل خطابت ، زبردست علمیت اور عام رجوع کی وجہ سے اہل بدعت کو ان کی تردید کا حوصلہ نہ ہوا۔سنت کو ان کے مواعظ و درس اور تصنیفات سے بہت فروغ ہوا۔خلیفہ وقت اور امراء بھی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے (جو اس زمانے میں مسلک سلف اور طریقہ اہلسنت کی نشانی سمجھے جاتے تھے) معتقد اور ان کے مذہب کی طرف مائل ہو گئے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اس لازوال دولت کے ساتھ دولت دنیا، دولت، عافیت اور دولت جمال سے بھی بہرہ مند تھے۔موفق عبداللطیف کہتے ہیں:

”وہ نہایت خوش پوشاک، خوش خوراک، خوش مذاق اور نفیس الطبع تھے۔“

ابن الدبیثی کہتے ہیں:

”ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ شیریں زبان، شیوہ بیان، خوش آواز، موزوں قامت اور خوش اندام تھے۔“

ان کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ فراخ دست اور باحرمت رکھا۔اپنی صحت اور اعتدال مزاج کا بڑا اہتمام رکھتے تھے اور ایسی چیزوں کا استعمال کرتے رہتے جو ذکاوت ولطافت مزاج

Marfat.com

میں معین ہیں۔ "صید الخاطر" میں جا بجا صحت کی حفاظت، اعتدال مزاج اور بد پرہیزی سے پرہیز کرنے کی تلقین کی ہے۔ "تلبیس ابلیس" میں زہد کے مبالغہ آمیز اور تشددانہ عجمی رجحانات پر جا بجا تنقید کی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ابوالمظفر لکھتے ہیں:

"امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر میں کم از کم دس ہزار آدمی حاضر ہوتے تھے اور بسا اوقات ان کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں آپ کی مقبولیت اور ہیبت تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا سے رغبت نہ تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی اور بیس ہزار یہود و عیسائی مسلمان ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھوں سے دو ہزار کتابیں لکھیں۔ آپ ہفتہ وار قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ مکان سے مسجد کو نماز، جمعہ اور وعظ کے لیے نکلا کرتے تھے۔ بغیر وجہ کے گھر سے نہ نکلا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کسی سے مذاق نہ کیا اور نہ ہی کبھی کوئی مشتبہ چیز کھائی۔"

ان علمی کمالات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کو دیانت و تقویٰ اور ذوق عبادت کی دولت عطا فرمائی تھی۔ ان کے نواسہ ابوالمظفر کہتے ہیں:

"میرے نانا (ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ) ہر ہفتہ ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے، کبھی کسی سے مذاق نہیں کیا، بچپن میں کسی بچے کے ساتھ کھیلے نہیں اور کبھی کوئی مشتبہ چیز نہیں کھائی۔ ساری عمر ان کا یہی حال رہا۔"

ابن النجار کہتے ہیں:

"ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کو اذواق صحیحہ حاصل تھے اور وہ حلاوت مناجات و لذت دعاء کے ذوق سے آشنا تھے۔"

ابن الفارسی کا بیان ہے:

"ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ شب بیدار تھے اور ذکر اللہ سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے۔ ان کی تصنیفات اور حالات سے خود معلوم ہوتا ہے کہ چشم بینا اور دل

Marfat.com

بیدار رکھتے تھے اور جمعیت خاطر اور تعلق مع اللہ کو سرمایہ زندگی سمجھتے تھے۔ اس میں کمی آنے سے بے چین و مضطرب ہو جاتے تھے۔"

"صید الخاطر" میں اپنی ایک حالت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابتدائے عمر ہی سے میرے اندر طریق زہد اختیار کرنے کی رغبت اور اندرونی تقاضا تھا۔ روزے اور نوافل کا اہتمام والتزام تھا اور تنہائی مرغوب تھی۔ اس وقت میرے دل کی بڑی اچھی حالت تھی۔ میری چشمِ بصیرت روشن اور سریع الادراک تھی۔ عمر کا جو لمحہ بغیر اطاعت سے گزر جاتا اس پر افسوس ہوتا۔ ایک ایک گھڑی غنیمت معلوم ہوتی اور زیادہ سے زیادہ عمل اور خدا کی رضا کا کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک تعلق، انس اور دعا میں لذت وحلاوت محسوس ہوتی۔ اس کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ بعض حکام واہل کار انِ سلطنت میری تقریر اور وعظ سے متاثر ہوئے اور انہوں نے مجھے اپنی طرف مائل کیا۔ میری طبیعت بھی مائل ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حلاوت جو دعا ومناجات میں محسوس ہوتی تھی جاتی رہی۔ پھر دوسرے حاکم نے اپنی طرف مائل کیا۔ میں (مشتبہ چیزوں کے ڈر سے) اس کے اختلاط اور کھانے پینے سے بچتا تھا اور میری حالت کچھ بری نہ تھی۔ پھر رفتہ رفتہ تاویل کا دروازہ کھل گیا اور میں نے مناجات میں آزادی سے کام لیا تو وہ ساری کیفیت جاتی رہی۔ جتنا میں ان حاکموں سے ملتا اور ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا قلب کی تاریکی بڑھتی جاتی۔ یہاں تک ایسا محسوس ہوا کہ وہ روشنی بجھ گئی اور قلب تاریک ہو گیا۔ اس صورت حال سے میری طبیعت میں ایک بے چینی پیدا ہوئی' اس بے چینی کا اثر مجلس وعظ کے سامعین پر یہ پڑا کہ وہ بھی بے چین اور متاثر ہونے لگے۔ اس بے چینی کے اثر سے ان کو بکثرت توبہ اور اصلاح کی توفیق ہوتی اور میں خالی ہاتھ کا خالی ہاتھ رہتا۔ اپنی اس مفلسی اور بدقسمتی کو دیکھ کر میرا اضطراب اور بڑھا لیکن کوئی علاج بن نہ آیا۔ آخر میں نے صالحین کی قبور کی زیارت کی اور اللہ سے اپنے دل کی اصلاح کی دعا کی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم نے

Marfat.com

میری دستگیری کی اور مجھے کشاں کشاں خلوت کی طرف مائل کیا جس سے مجھے وحشت تھی اور وہ دل جو میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا پھر قابو میں آیا اور جو حالت مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی تھی اس کا عیب مجھ پر ظاہر ہوا۔ میں اس خواب غفلت سے بیدار ہوا اور میں نے اپنے مہربان و شفیق آقا (اللہ تعالیٰ) کا دل کھول کر شکر ادا کیا۔"

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی خاص صفت ان کی عالی ہمتی اور کسب کمالات اور جامعیت کا شوق ہے۔ جس کا اظہار انہوں نے اپنے خیالات میں جابجا کیا ہے۔ انہوں نے جب کبھی مشہور حوصلہ مندوں اور بلند ہمتوں کا جائزہ لیا ہے ان کی حوصلہ مندی اپنی بلند ہمتی کے سامنے پست اور محدود نظر آئی ہے۔ "صید الخاطر" میں ایک جگہ تفصیل سے لکھتے ہیں:

"انسان کیلئے سب سے بڑی ابتلاء اس کی بلند ہمتی ہے، اس لئے کہ جس کی ہمت بلند ہوتی ہے وہ بلند سے بلند مراتب کا انتخاب کرتا ہے۔ پھر کبھی زمانہ مساعد نہیں ہوتا۔ کبھی وسائل مفقود ہوتے ہیں تو ایسا شخص ہمیشہ کوفت میں رہتا ہے۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بلند حوصلہ عطا فرمایا ہے اور اس کی وجہ سے میں بھی تکلیف میں ہوں لیکن میں یہ بھی نہیں کہتا کہ کاش مجھے یہ بلند حوصلہ نہ عطا ہوتا۔ اس لئے کہ زندگی کا پورا لطف بے فکری، بے عقلی اور بے حسی کے بغیر نہیں۔ صاحب عقل یہ گوارہ نہیں کرسکتا کہ اس کی عقل کم کردی جائے اور زندگی کا لطف بڑھا دیا جائے۔ میں نے کئی آدمیوں کو دیکھا کہ وہ اپنی بلند ہمتی کا بڑی اہمیت سے ذکر کرتے ہیں لیکن غور کیا تو معلوم ہوا کہ ان کی ساری بلند ہمتی صرف ایک ہی صنف اور شعبہ میں ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے شعبوں میں (جو بعض اوقات ان کے شعبہ سے زیادہ اہم ہوتے ہیں) ان کو اپنی کمی یا پستی کی کوئی پرواہ نہیں۔ شریف رضی اپنے ایک شعر میں کہتا ہے:

"ہر جسم کی لاغری کا ایک سبب ہے اور میرے جسم کی مصیبت میری بلند ہمتی ہے۔"

لیکن میں نے اس کے حالات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ حکومت کے سوا اس کا کوئی مطمح نظر نہ تھا۔ ابو مسلم خراسانی اپنی جوانی کے زمانے میں سوتا نہ تھا۔ کسی

Marfat.com

نے اس سے سبب پوچھا تو اس نے کہا:

"دماغ روشن، ہمت بلند، نفس بلندیوں کا حریص، اس سب کے ہوتے ہوئے پست اور محدود زندگی میں بھلا نیند کس طرح آئے گی۔؟"

کسی نے کہا:

"تمہاری تسکین کس طرح ہو سکتی ہے۔؟"

اس نے کہا:

"صرف اس طرح کہ سلطنت حاصل ہو جائے۔"

لوگوں نے کہا:

"اس کی کوشش کرو۔!"

اس نے کہا:

"یہ خطروں میں پڑنے اور جان کی بازی لگائے بغیر ممکن نہیں۔"

لوگوں نے کہا:

"پھر کیا مانع ہے؟"

اس نے کہا:

"عقل روکتی ہے۔"

پوچھا گیا:

"پھر کیا ارادہ ہے؟"

اس نے کہا:

"پھر عقل کا مشورہ قبول نہیں کروں گا اور نادانی کے ہاتھ میں اپنے باگ دوڑ دے دوں گا۔ نادانی سے خطرہ مول لوں گا اور جہاں عقل کے بغیر کام نہیں چلتا وہاں عقل سے کام لوں گا۔ اس لئے کہ گم نامی اور افلاس لازم وملزوم ہیں۔"

میں نے اس فریب خوردہ حوصلہ مند ابو مسلم کے حالات پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ اس نے سب سے اہم مسئلے ہی کی بیخ کنی کر دی اور وہ مسئلہ آخرت ہے۔ وہ

Marfat.com

حکومت کی طلب میں دیوانہ رہا، اس کی خاطر اس نے کتنا خون بہایا، کتنے بندگان خدا کو قتل کیا اور یہاں تک اس کو دنیاوی لذتوں کا ایک قلیل حصہ حاصل ہوا جو اس کا مطلوب تھا لیکن اس کو آٹھ سال سے زیادہ اس سے لطف اندوز ہونے کا موقع نہ ملا کہ اس کو دھوکہ سے قتل کر دیا گیا۔ وہ اپنی عقل سے اپنا کوئی بندوبست نہ کر سکا اور اور (سفاح کے ہاتھوں) قتل ہو کر دنیا سے بڑی بری حالت میں رخصت ہو گیا۔ اسی طرح متنبی نے اپنی بلند ہمتی اور حوصلہ مندی کا بڑا ترانہ گایا ہے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ اس کو محض دنیا کی ہوس تھی۔

لیکن میری عالی ہمتی کا معاملہ عجیب ہے۔ میں علم کا وہ درجہ حاصل کرنا چاہتا ہوں جہاں تک مجھے یقین ہے کہ میں پہنچ نہیں سکوں گا۔ اس لئے کہ میں تمام علوم کا حصول چاہتا ہوں۔ خواہ ان کا کچھ موضوع ہو۔ پھر ان میں سے ہر علم کی تکمیل اور احاطہ چاہتا ہوں اور اس مقصد کے ایک حصہ کا حصول بھی اس چھوٹی سی عمر میں ناممکن ہے۔ پھر میرا یہ حال ہے کہ اگر کسی فن میں کسی کو کمال حاصل ہوتا ہے اور دوسرے فن میں وہ ناقص ہوتا ہے تو وہ مجھے ناقص نظر آتا ہے۔ مثلاً: محدث فقہ سے بے بہرہ ہے، فقیہ حدیث سے بے خبر۔ میرے نزدیک علم کا نقص ہمت کی پستی کا نتیجہ ہے۔ پھر علم سے میرا مقصد پورا پورا عمل ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ مجھ میں بشر حافی کی احتیاط اور معروف کرخی کا زہد جمع ہو جائے۔ پھر یہ بات تصانیف کے مطالعہ، عامۃ الناس اور بندگان خدا کو تعلیم وافادہ اور ان کے ساتھ رہنے سہنے کے مشاغل کے ساتھ بہت مشکل ہے۔ پھر میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ مخلوق سے بھی مستغنی رہوں اور بجائے ان کا احسان لینے کے ان پر احسان کرنے کے قابل بن سکوں۔ درآں حالانکہ علم کے ساتھ اشتغال کسب معاش سے مانع ہے۔ دوسرے کا ممنون ہونے اور ان کے سلوک وہدایا کو قبول کرنے کو میری ہمت گوارہ نہیں کرتی۔ پھر مجھے اولاد کی بھی خواہش ہے اور بلند پائے تصانیف کا بھی شوق ہے تاکہ یہ سب میری یادگار دنیا سے جانے کے بعد میرے قائم مقام ہوں۔ اس کا اہتمام کیا جائے تو دل کے پسندیدہ اور

محبوب مشغلہ خلوت وتنہائی میں فرق آتا ہے اور طبیعت میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ پھر مجھے طیبات ومستحسنات سے جائز لطف لینے کا بھی شوق ہے، لیکن اس میں مال کی کمی سدِّ راہ ہے۔ پھر اگر اس کا سامان بھی ہو جائے تو جمعیت خاطر رخصت۔ اسی طرح میں ان غذاؤں اور ایسے کھانے پینے کا بھی شائق ہوں جو جسم کے موافق اور اس کے لئے مفید ہوں، اس لئے کہ میرا جسم نفاست پسند اور شائق واقع ہوا ہے لیکن مال کی کمی یہاں بھی رکاوٹ بنتی ہے۔ یہ سب درحقیقت اضداد کو جمع کرنے کی کوشش ہے۔ بھلا اس عالی ہستی کا مقابلہ وہ لوگ کیا کرسکتے ہیں جن کو صرف دنیا مطلوب ہے۔ پھر میری خواہش یہ بھی ہے کہ دنیا کا حصول اس طرح ہو کہ میرے دین پر آنچ نہ آئے اور وہ بالکل محفوظ ہو اور نہ میرے علم وعمل پر کچھ اثر پڑے۔ میری بے چینی کا کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے۔؟ ایک طرف مجھے شب بیداری عزیز ہے، احتیاط وتقوی کا اہتمام ہے اور دوسری طرف علم کی اشاعت وافادہ تصنیف وتالیف اور جسم کے مطابق غذائیں بھی مطلوب ہیں اور یہ بغیر قلب کی مشغولیت کے ممکن نہیں۔ ایک طرف لوگوں سے ملنا جلنا اور اس کی تعلیم بھی ضروری ہے اور دوسری طرف خلوت وتنہائی کہ دعاء ومناجات کی حلاوت میں کمی ہے تو اس پر سخت تاسف ورنج ہوتا ہے۔ متعلقین کے لئے قوت مالا یموت کا انتظام کیا جائے تو زہد واحتیاط کے معیار میں فرق آتا ہے، لیکن میں نے ساری تکلیف اور کوفت کو گوارا کر رکھا ہے اور راضی برضا ہو گیا ہوں۔ شاید! میری اصلاح وترقی اسی تکلیف وکشمکش میں ہے۔ اس لئے کہ بلند ہمت ان اعمال کی فکر میں رہتے ہیں جو خدا کے یہاں باعث تقرب ہیں۔ میں اپنی سانسوں کی حفاظت کرتا ہوں اور اس سے احتیاط کرتا ہوں کہ ایک سانس بھی لایعنی کام میں صرف ہو۔ اگر میرا مطلوب حاصل ہو گیا تو سبحان اللہ ورنہ:

"نية المومن خير من عمله"

"مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔"

Marfat.com

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں آپ کے صاجزادے محی الدین، پوتے شمس الدین یوسف بن فرغلی واعظ، حافظ عبدالغنی، ابن الدبیثی، ابن النجار، ابن الخلیل، التقی الیلدانی، ابن عبدالدائم اور النجیب عبداللطیف خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ابوالمظفر شمس الدین یوسف فرغلی واعظ کہتے ہیں:

''میرے دادا امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ 7 رمضان 597 کو ہفتہ کے دن سلطان کی والدہ کی قبر کے نیچے (جو معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے متصل ہے) وعظ کے لیے بیٹھے۔ میں بھی وہیں موجود تھا۔ آپ نے چند غمناک اشعار پر تقریر ختم کی۔ آپ گھر گئے تو اسی دن بیمار ہو گئے۔ آپ پانچ دن تک بیمار رہے اور بالآخر 12 رمضان المبارک کو جمعرات کے دن مغرب کی نماز کے بعد اپنے گھر میں وفات پائی۔ میری والدہ کہتی تھی:

''ابوالمظفر! تمارے دادا کو میں نے فوت ہونے سے پہلے یہ بار بار کہتے سنا کہ میں کیا کتابوں پر عمل کروں گا۔؟ کتابیں تو میرے لیے ختم ہو گئیں۔''

آپ کو غسل دینے کے لیے شیخ ناصر الدین سکینہ اور ضیاء الدین بن خیبر صبح کے وقت تشریف لائے، سارے بغداد کے لوگ جمع ہو گئے اور دوکانیں بند ہو گئیں۔ ہم نے جنازے کی چارپائی کو رسیاں باندھ کر لوگوں کے حوالے کر دیا۔ جنازہ اسی قبر کے پاس لایا گیا جہاں آپ نے آخری مرتبہ تقریر فرمائی تھی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بیٹے ابوالقاسم علی نے پڑھائی کیوں کہ مشہور علماء بھیڑ ہونے کی وجہ سے جنازہ تک نہ پہنچ سکے۔ پھر جنازے کو جامع مسجد منصور لے جایا گیا اور لوگوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ وہ دن سخت بھیڑ کی وجہ سے عید کا دن معلوم ہوتا تھا۔ اژدھام کی وجہ سے ہم جنازہ کو لے کر مقبرہ باب حرب میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس نماز جمعہ تک نہ پہنچ سکے۔ گرمی کا موسم تھا۔ بہت سے لوگوں نے شدت کی تاب نہ لا کر روزے توڑ دیے اور پانی کے تالابوں میں جا گرے۔ تمام لوگوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کا سخت صدمہ تھا۔ وہ بہت روئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس تمام رمضان قرآن خوانی کرتے رہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 2:

ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ

نام، ولادت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام ابو الفرج زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب حنبلی تھا اور آپ ابن رجب سے مشہور ہیں۔ آپ حنبلی المسلک عالم تھے۔ بغداد و دمشق میں رہے اور دمشق میں ہی انتقال فرمایا۔

آپ شہر بغداد میں 736 ہجری کو ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے۔

تالیفات:

ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی علوم دین کے لیے وقف کر دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فن قرأت، علم حدیث، علم فقہ و تاریخ اور فن ادب و زہد میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی جمیع کتب مستند ہیں اور اسی طرح آپ کی شخصیت بھی مسلم و معتبر ہے۔ آپ اہل سنت و جماعت کے ساتھ وابستہ تھے۔ آپ نے پچاس سے زائد کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ کی ساری کتب بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ علماء میں مشہور ہے کہ امام جلال الدین سیوطی، امام ابن جوزی، امام غزالی اور امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جس بھی موضوع پر قلم اٹھاتے اس موضوع کا حق ادا کر دیتے۔

امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل کتب بہت ہی مشہور ترین کتب ہیں:

1: طبقات حنابلہ۔ 2: اہوال القبور واحوال اہلہا الی النشور۔
3: قواعد فقہیہ۔ 4: صفت الجنۃ۔
5: اہوال القیامۃ۔ 6: شرح علل ترمذی۔
7: جامع العلوم والحکم۔ 8: الاستخراج الاحکام الخروج۔
9: القواعد الکبریٰ فی الفروع۔ 10: لطائف المعارف۔
11: فضل علم السلف علی الخلف۔ 12: مختصر شعب الایمان۔
13: التخویف من النار والتعریف بحال دار البوار۔

Marfat.com

وصال:

امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر کے آخری ایام میں ایک قبر کھودنے والے کے پاس تشریف لے گئے اور قبرستان کے ایک حصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''میرے لیے یہاں قبر کھود۔''

گورکن نے قبر کھود دی تو آپ اس میں اترے، اسے پسند کیا اور اس میں لیٹ گئے۔

پھر فرمایا:

''یہ قبر بہت عمدہ ہے۔''

اس کے کچھ ہی دن بعد ماہ رمضان 795 ہجری میں آپ کا انتقال ہو گیا اور آپ کو باب صغیر دمشق کے قبرستان کی اسی قبر میں دفن کیا گیا جس کو آپ نے خود تیار کروایا تھا۔

اللہ تعالیٰ آپ علیہ الرحمۃ کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

☆☆☆

فصل نمبر 3:

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:

ان کا نام احمد، ابوالحسین کنیت، قدوری نسبت اور والد کا نام محمد ہے۔ جائے پیدائش بغداد ہے جہاں آپ ۳۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ شجرۂ نسب یہ ہے: ابوالحسین احمد بن ابی بکر محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادی القدوری۔

لفظ قدوری کی تحقیق:

مشہور مورخ ابن خلکان اپنی کتاب ''وفات الاعیان'' میں لکھتے ہیں کہ لفظ قدور (بضم قاف والدال وسکون الواو) قدر کی جمع ہے جس کے معنی ہانڈی یا دیگ کے ہیں۔ مصنف کے اس لقب سے منسوب ہونے کا سبب مجھے معلوم نہیں۔ البتہ صاحب مدینۃ العلوم نے اس بارے میں دو قول پیش کئے ہیں اور کہا یا تو قدر اس گاؤں کا نام ہے جس کے امام

Marfat.com

موصوف باشندے تھے اوریا چونکہ اوراس کے آباؤ واجداد دیگ سازی کے پیشے سے منسلک تھے اس لئے وہ اس سے منسوب ہو کر قدوری کہلائے۔

تحصیل علم:

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے علم فقہ اور علم حدیث رکن الاسلام ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی جرجانی متوفی ۳۱۸ ہجری سے حاصل کیا۔ جوامام ابوبکر احمد جصاص کے شاگرد ہیں اورابوبکر جصاص شیخ ابوالحسن عبیداللہ کرخی کے شاگرد رشید ہیں اور امام کرخی شیخ ابوسعید بروعی کے خوشہ چیں ہیں اور ابوسعید بروعی علامہ موسیٰ رازی کے فیض یافتہ ہیں اور موسیٰ رازی امام محمد شیبانی کے علم پرورده اور مایۂ ناز فرزند ہیں۔ گویا امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ واسطوں سے امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کیا ہے۔

حدیث محمد بن علی بن سوید اور عبیداللہ بن محمد جوشنی سے روایت کرتے ہیں۔

ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، قاضی القضاۃ ابوعبداللہ محمد بن محمد دامغانی اور قاضی مفضل بن مسعود بن محمد بن یحییٰ بن ابی الفرج شوخی متوفی ۴۴۳ ہجری صاحب اخبار النحویین وغیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

"میں نے آپ سے حدیث لکھی ہے آپ صدوق تھے اور حدیث کی روایات کم کرتے تھے۔"

علامہ سمعانی فرماتے ہیں۔

"کان فقیھا صدوقا انھت الیه ریاسته اصحب ابی حنیفة بالعراق وعزعذھم قدره وارتفع جاھه وکان حسن العبارة فی النظر مدیمالتلاوة القرآن"

"آپ فقیہ اور صدوق تھے۔ آپ کی وجہ سے عراق میں ریاست مذہب حنفیہ کمال پر پہنچی اور آپ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ آپ کی تقریر تحریر میں بڑی دل کشی تھی۔ آپ ہمیشہ تلاوت قرآن کرتے تھے۔"

ابومحمد القاضی نے طبقات الفقہاء میں آپ کا تذکرہ کیا اور پرزور الفاظ میں

Marfat.com

تعریف کی ہے۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے چھ واسطوں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۵۰ ہجری) سے علم حاصل کیا۔ ان کے اور شیخ ابو حامد اسفرآئینی (متوفی ۴۰۸ھ) کے درمیان مدت تک مناظرے ہوتے رہے۔ انہوں نے متعدد تالیفات یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے "کتاب التجرید" بہت اہم ہے۔ یہ سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں اصحاب حنفیہ اور شافعیہ کے اختلافی مسائل پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ باقی کتابوں میں کتاب التقریب، مسائل الخلاف، شرح ادب القاضی اور شرح مختصر الکرخی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اہل کمال کی قدردانی:

اختلاف عقائد و اختلاف جزئیات کے باوجود مخالفین سے حسن سلوک اور اہل کمال کی قدردانی ہمارے اسلاف کا عام شیوہ رہا ہے۔ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابوحامد اسفرائنی شافعی کے مابین ہمیشہ علمی اور حدیثی مناظرے رہے ہیں، مگر امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ پھر بھی ان کی نہایت تعظیم کرتے تھے۔

فقہی مقام:

ابن کمال پاشا نے امام قدوری اور صاحب ہدایہ کو پانچویں طبقہ میں شمار کیا ہے جن کی کارکردگی صرف اتنی ہی ہوتی ہے کہ صاحب مذہب سے جو مختلف روایتیں ہوں ان میں سے کون افضل ہے اور کون مفضول اس کو بتاتے ہیں:

"کقولھم ھذا اولیٰ۔ ھذا اصح روایۃً"

لیکن اکثر علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حضرات قاضی خاں وغیرہ سے بڑھے ہوئے ہیں اور بالغرض بڑھے ہوئے نہ ہوں تو برابر کے ضرور ہیں۔ پس امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی تیسرے طبقہ میں شمار کرنا چاہیے۔

کرامت عجیبہ:

مختصر القدوری آج سے قریباً ایک ہزار برس پیشتر کی تصنیف ہے۔ اس کے مولف نے بیسیوں کتابوں سے تقریباً بارہ ہزار ضروری مسائل اخذ کر کے ترتیب دیا ہے۔ اس کی مقبولیت اور عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا

Marfat.com

ہے کہ کم وبیش تیس علماء نے اس کی شرحیں لکھیں جن میں حنفی فقہ کی شہرہ آفاق کتاب الھدایہ نہایت بلند مقام کی مالک اور مستند تصور کی جاتی ہے۔ کتاب مختصر القدوری کا متن بالعموم تمام دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔

شارح کتاب الھدایہ علامہ بدرالدین عینی نے اس کے بارے میں ایک حیرت انگیز واقعہ نقل کیا ہے کہ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ جب اپنی تالیف سے فارغ ہوئے تو اسے ہمراہ لے کر سفر حج پر چلے گئے۔ جب فریضہ حج ادا کر چکے تو حق تعالیٰ سے دعا کی:

"بارالٰہا! اگر مجھ سے اس کی تالیف کے دوران کوئی بھول چوک یا خطا ہوگئی ہے تو مجھے اس پر مطلع فرمادے۔"

اس کے بعد جب انہوں نے کتاب کھول کر اس کے ایک ورق کا معائنہ کیا تو پانچ چھ مقامات سے متن کا کچھ حصہ غائب ہو چکا تھا۔

بنا کے آئینہ دیکھے ہے پہلے آئینہ گر
ہنر پرور اپنے بھی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں

مختصر القدوری میں 16 کتب اور 62 ابواب ہیں اور بیسیوں کتابوں سے تقریباً بارہ ہزار ضروری مسائل کا انتخاب ہے۔ یہ کتاب عہد تصنیف سے آج تک پڑھی جا رہی ہے۔ قدرت نے اس کتاب کی عظمت حنفی مسلمانوں میں اس بڑھادی ہے کہ طاش کبریٰ زادہ نے لکھا ہے:

"ان هذا المختصر تبرك به العلماء حتى جربوا قرأته اوقات الشدائد وايام الطاعون"

"علماء نے اس کتاب سے برکت حاصل کی ہے اور مصائب وطاعون میں اس کو آزمایا ہے۔"

صاحب مصباح انوارالادعیہ نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص اس کو حفظ کر لے وہ فقر وفاقہ سے مامون رہے گا۔ نیز جو شخص اس کو کسی صالح استاد سے پڑھے اور وہ ختم کے وقت برکت کی دعا کرے تو انشاء اللہ! وہ اس کے مسائل کی شمار کے موافق دراہم کا مالک ہوگا۔

Marfat.com

کشف الظنون وغیرہ میں اور چیزیں بھی اس سلسلہ میں نقل کی گئی ہیں کم از کم اتنا تو ہمیں بھی ماننا چاہئے کہ مصنف کے تقویٰ اور تقدس کا اثر پڑھنے والوں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

رحلت:

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے شہر بغداد میں بعمر 66 سال اتوار کے روز ۵ رجب ۴۲۸ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اسی روز درب ابی خلف میں مدفون ہوئے، لیکن بعدازاں آپ کی نعش کو شارع منصور کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ اب آپ ابوبکر خوارزمی حنفی کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ مادہ تاریخ وفات "لامع الغور" ہے۔

ہزاراں فیض برجان وتنش باد
بجاناں دیدۂ جاں روشنش باد

☆☆☆

فصل نمبر 4:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

نام، ولادت:

آپ کا نام ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن بن الکمال ابوبکر بن محمد سیوطی شافعی تھا۔ آپ بعد نماز مغرب اتوار کی شب یکم رجب 849 ہجری میں مصر کے مشہور شہر قاہرہ میں پیدا ہوئے۔

گھرانہ:

جس گھرانے میں آپ کی ولادت ہوئی وہ علم وعرفان کا اپنے وقت میں مخزن اعلیٰ تھا۔ آپ کے برادران حفاظ قرآن اور عالم تھے۔ آپ کے والد جید شافعی عالم، فقیہ وقت، کئی کتب کے مصنف اور قاضی تھے۔ اپنے گھر میں روزانہ ایک قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔

Marfat.com

وفاتِ والد:

جب آپ پانچ برس سات ماہ کے تھے اور قرآن پاک کو سورۃ تحریم تک حفظ کر چکے تھے تو آپ کے والد محترم کی وفات ہوگئی۔ ان کے اس یتیمی کے زمانہ میں مشہور حنفی عالم امام کمال بن ہمام صاحب فتح القدیر شرح ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی کفالت فرمائی۔

آپ کو آپ کے والد گرامی نے بچپن میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بٹھایا اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

حصولِ علم:

آٹھ سال کی عمر میں آپ نے حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ صرف، نحو، لغت، فقہ اور عقائد کی کتب کے متون یاد کر لئے تھے۔ پھر آپ نے حصول علم کے لئے شام، حجاز، یمن، ہندوستان اور دمیاط وغیرہ ممالک اور شہروں کا سفر کیا۔ آپ نے دوران طالب علمی حج کے موقعہ پر آب زمزم جن مقاصد کے لئے نوش فرمایا ان میں سے دو یہ تھے:

1: ''علم فقہ میں اپنے استاد حضرت سراج الدین بلقینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کمال حاصل کروں۔''

2: ''علم حدیث میں حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مرتبہ پر فائز ہو جاؤں۔''

اساتذہ:

آپ نے نو سو سے زائد اساتذہ کرام سے علم حاصل کیا جن میں اس زمانہ کے مذاہب اربعہ کے آئمہ کبار بلا امتیاز شامل ہیں۔ مثلاً: امام سراج الدین بلقینی حنفی، شرف الدین مناوی شافعی، تقی الدین شمنی، محی الدین محمد بن سلیمان رومی حنفی، سیف الدین حنفی، علامہ ابن ہمام حنفی، علامہ جلال الدین محلی شافعی، العز احمد بن ابراہیم حنبلی رحمۃ اللہ علیہم۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ میں سے حضرت امام عبدالوہاب شعرانی، امام ابن طولون اور محمد بن علی حنفی رحمۃ اللہ علیہم بہت ممتاز ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو درج ذیل علوم وفنون کی معرفت حاصل تھی:

1: تفسیر۔
2: متعلقات تفسیر۔
3: قرأت۔
4: حدیث۔
5: متعلقات حدیث۔
6: دعوات واذکار۔
7: فقہ۔
8: علوم متعلقہ فقہ۔
9: فن اصول۔
10: علم تصوف۔
11: فن عربیت۔
12: متعلقات عربیت۔
13: فن تاریخ وادب۔
14: علم نحو۔
15: علم معانی۔
16: علم بیان۔
17: علم بدیع۔
18: علم جدل۔
19: علم صرف۔
20: علم انشاء۔
21: علم ترسیل۔
22: علم فرائض۔
23: علم میراث۔

تصنیفات:

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی تعداد ایک قول کے مطابق چھ سو اور دوسرے کے مطابق سات سو ہے۔ چھ سو کتب کے ناموں کی مکمل فہرست بھی ہدیۃ العارفین میں موجود ہے۔

آپ نے تقریباً ہر اسلامی موضوع اور مسئلہ پر اپنی تحقیقات اور تصنیفات پیش فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثرت عبادت و تعلیم اور کثرت مطالعہ کے ساتھ کثرت تالیفات وتصنیفات کی بہت بڑی نعمت عطاء فرمائی تھی۔ اگر ان کی تالیفات عام ہو جائیں تو آج علماء کرام کو بہت سے مسائل پر لکھنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

سترہ سال کی عمر میں آپ نے سب سے پہلی کتاب "ریاض الطالبین" تحریر فرمائی جس میں آپ نے "اعوذ باللہ" اور "بسم اللہ" کے متعلق علوم جمع فرمائے۔ تصنیف کے ابتدائی زمانہ میں آپ نے مختلف علوم کی کتب کی خلاصے اور شرحیں تصنیف فرمائیں۔ بعد میں مستقل

Marfat.com

تصانیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کی بہت سی کتب کئی کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں اور بہت سی مختصر رسالوں پر۔ آپ کی سب کتب تمام مکتبہ ہائے فکر کے علماء کے ہاں عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔

علمی مقام:

آپ کا علمی مقام آپ کے اساتذہ اور تلامذہ کے ساتھ ساتھ آپ کی کتب سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ آپ دو لاکھ احادیث کے حافظ تھے۔ آپ نے اپنے تفصیلی حالات ''حسن المحاضرہ فی اکبار مصر والقاہرہ'' میں تحریر فرمائے ہیں۔

آخر عمر میں آپ نے اس بات کا اظہار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں تمام علوم اجتہاد جمع فرما دیئے ہیں، اس پر اس زمانہ کے علماء نے ان سے اختلاف بھی کیا، لیکن حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جواب میں کئی کتب تالیف فرمائیں اور ان کے تفصیلی جوابات لکھے۔ ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا نام ''الرد علی من اخلد الی الارض'' رکھا (مطبوعہ ہے) اس میں فرماتے ہیں:

> ''اس وقت پوری روئے زمین پر حضرت خضر علیہ السلام، قطبوں اور اللہ کے ولیوں کے سوا کوئی آدمی علم حدیث اور عربی دانی میں مجھ سے آگے نہیں ہے۔''

مسند تدریس:

آپ عمر کے سترہویں سال سے لغت اور علم فقہ کی مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے۔ حدیث کے املاء کے لئے 872 ہجری میں مسند نشین ہوئے جس کے لئے ان کے استاد مکرم شیخ تقی الدین شمنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تصدیق فرمائی۔

سلسلہ تولید:

آپ نے اپنی جسمانی اولاد نہیں چھوڑی۔

وصال:

وفات کے سات روز قبل داہنے بازو میں ورم اٹھا جو وفات کا سبب بنا۔ شب جمعہ 19 جمادی الاولی 911 ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی عمر 61 سال، دس ماہ اور اٹھارہ دن ہوئی۔

Marfat.com

نماز جنازہ:

آپ کا پہلا جنازہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بعد نماز جمعہ جامع مسجد احمد باریقی میں پڑھا جس میں خلق کثیر شریک ہوئی اور آپ کا دوسرا جنازہ جامع مسجد جدید مصر میں پڑھا گیا۔آپ کا مزار مبارک اہل علم حضرات اور عوام کی زیارت گاہ ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 5:

حضرت ابوالعباس احمد بن محمد قصاب رحمۃ اللہ علیہ

منجملہ متاخرین آئمہ طریقت، طراز طریق ولایت، جمال اہل ہدایت، حضرت ابو العباس احمد بن محمد قصاب رحمۃ اللہ ہیں۔آپ نے ماوراء النہر کے صوفیاء متقدمین سے ملاقات کی اور ان کی صحبت میں رہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ علو حال، صدق فراست، کثرت برہان اور زہد و کرامت میں مشہور و معروف تھے۔

امام طبرستان حضرت ابوعبداللہ خیاطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کا ایک فضل یہ ہے کہ وہ کسی کو بغیر تعلیم کے ایسا بنادیتا ہے۔جب ہم کو اصول دین اور توحید کے دقائق میں کوئی مسئلہ دشوار و مشکل نظر آتا ہے تو ہم جن سے جا کر حل کر لیتے ہیں وہ حضرت ابوالعباس قصاب ہیں۔“

چونکہ آپ امی تھے، لیکن علم تصوف اور اصول دین میں آپ کا کلام بہت ارفع تھا ۔آپ کی حالت ابتداء و انتہا بہت اعلیٰ اور نیک سیرت تھے۔“

ایک بچہ اونٹ پر بوجھ لادے بازار میں جا رہا تھا۔اس بازار میں کیچڑ بہت تھا۔اونٹ کا پاؤں پھسلا، وہ گر پڑا اور اس کا پاؤں ٹوٹ گیا۔لوگوں نے چاہا کہ اونٹ کی کمر سے بوجھ اتار لیں لیکن بچہ ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگ رہا تھا اور روتا جا رہا تھا۔اتفاق سے ادھر حضرت ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کا گذر ہوا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا:

”کیا بات ہے۔؟“

لوگوں نے کہا:

''اونٹ کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اونٹ کی نکیل تھامی اور آسمان کی طرف منہ کر کے دعا مانگی:

''اے خدا! اس اونٹ کا پاؤں ٹھیک کر دے اور اگر تو درست کرنا نہیں چاہتا تو اس قصابی کا دل بچے کے رونے سے کیوں جلاتا ہے۔''

اسی وقت اونٹ کھڑا ہو گیا اور دوڑنے لگا۔

آپ کا ارشاد ہے:

''سارے عالم کو خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں اخلاق اللہ سے متصف ہونا چاہئے۔ ورنہ وہ رنج میں رہیں گے۔''

اس لئے کہ جب تم حق تعالیٰ کی خصلت کے عادی بن گئے تو بلاء و ابتلا کی حالت میں رغبت زیادہ پاؤ گے۔ کیونکہ بلا پر بلا نہیں آتی۔ اگر حق کے خوگر نہ ہو گے تو بلا کی حالت میں تم آزردہ دل ہو گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خوشی و سختی دونوں مقدر فرمائے ہیں۔ وہ اپنی تقدیر کو بدلتا نہیں ہے، لہٰذا اس کے حکم پر ہمارا راضی ہونا ہماری راحت کا سبب ہوگا۔ جو بھی اس کا عادی ہوگا اس کا دل راحت پائے گا۔ اگر اس سے اعراض کرو گے تو تقدیر کے نازل ہونے پر آزردہ رہو گے۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 6:

حضرت ابو علی بن حسین بن محمد دقاق رحمۃ اللہ علیہ

از آئمہ متاخرین، بیان مریداں، برہان محققاں، حضرت ابو علی بن حسین بن محمد دقاق رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اپنے فن کے امام، زمانہ میں بے نظیر اور کشف راہ حق میں بیان صریح اور زبان فصیح رکھتے تھے۔ بکثرت مشائخ سے ملاقات کی اور ان کی صحبت پائی۔ آپ حضرت نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

"من آنس بغیره ضعف فی حاله ومن نطق من غیره کذب فی مقاله"

"جو حق تعالیٰ کے ماسوا کسی اور سے انس رکھے وہ اپنے حال میں کمزور ہے اور جو اس کے غیر کی بات کرے وہ اپنے کلام میں جھوٹا ہے۔"

اس لئے کہ غیر سے انس رکھنا معرفت کی کمی کی بنا پر ہے اور خدا سے انس رکھنا غیر کی وحشت سے محفوظ رہتا ہے۔ جو غیر سے ڈرنے والا ہوتا ہے وہ غیر سے بات تک نہیں کر سکتا۔

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں ان کی مجلس میں اس لئے گیا کہ میں ان سے متوکلین کا حال دریافت کروں۔ آپ اس وقت طبری کا نفیس عمامہ سر پر باندھے ہوئے تھے۔ میرا دل دستار پر مائل ہو گیا۔ میں نے ان سے عرض کیا:

"اے شیخ! توکل کیا ہے۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"توکل یہ ہے کہ تم لوگوں کی دستار کا لالچ نہ کرو۔"

یہ فرما کر اپنا عمامہ میرے آگے ڈال دیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 7:

حضرت ابو حسن علی بن احمد خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

از آئمہ متاخرین، شرف اہل زمانہ، در زمانہ خود یگانہ، حضرت ابوالحسن علی بن احمد خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو برگزیدہ جلیل القدر مشائخ میں سے ہیں۔ تمام اولیاء کے ممدوح رہے۔ حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی زیارت کا قصد کیا۔ انہوں نے انکے ساتھ ہر فن کے لطیف محاورات استعمال کیے۔

جب شیخ ابو سعید نے واپسی کا قصد کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میں نے تمہیں اپنے زمانے کی ولایت (اور اپنی نیابت) کے لئے چن لیا۔"

حضرت ابو سعید کے خادم حسن مؤدب کہتے ہیں کہ جب وہ حضرت خرقانی رحمۃ اللہ

Marfat.com

علیہ کی خدمت میں جاتے تو خاموش رہتے یا آپ کے سوالات کے (حسن ادب واختصار کے ساتھ) جواب دیتے۔ عثمان بن علی ہجویری نے ان سے دریافت کیا:

”اے شیخ! آپ نے ایسی خاموشی کس لئے اختیار فرمائی۔“

انہوں نے فرمایا:

”ایک ہی شخص بیان کرنے لئے کافی ہے۔“

حضرت استاذ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

”جب میں خرقان کی ولایت میں داخل ہوا تو اس بزرگ کے جلال و دبدبہ کی وجہ سے میری فصاحت جاتی رہی اور میری تمام نکتہ سنجیاں ختم ہو گئیں۔ میں نے خیال کیا کہ شاید میں اپنی ولایت سے معزول کر دیا گیا ہوں۔“

ابوالحسن علی بن احمد خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

”راستے دو ہیں۔ ایک گمراہی کا اور دوسرا ہدایت کا۔ جو راستہ گمراہی کا ہے وہ بندے کا راستہ خدا کی طرف ہے اور جو راستہ ہدایت کا ہے وہ خدا کی راہ بندے کی طرف ہے۔ لہٰذا جو یہ کہے کہ میں حق تک پہنچ گیا وہ نہیں پہنچا اور جو یہ کہے کہ مجھے اس تک پہنچا دیا گیا ہے وہ پہنچ گیا۔ اس لئے کہ جو خود بخود اس تک پہنچنے کا دعویٰ کرتا ہے گویا وہ بغیر پہنچانے والے کے دعویٰ کرتا ہے اور یہ جس نے کہا کہ میں خود نہیں پہنچا پہنچایا گیا ہوں تو یہ پہنچنے سے متعلق ہے۔“

واللہ اعلم!

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 8:

حضرت محمد بن علی المعروف بہ داستانی رحمۃ اللہ علیہ

ازآئمہ متاخرین، بادشاہ وقت، اپنے زمانہ میں بیان وتعبیر میں منفرد، حضرت ابو عبداللہ محمد بن علی المعروف بہ داستانی علیہ الرحمۃ ہیں۔ جو بسطام کے رہنے والے، انواع علوم کے عالم اور برگزیدہ بارگاہِ حق تھے۔ آپ کا کلام مہذب اور اشارات لطیف ہیں۔ اس علاقہ کے امام شیخ سہلکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ خوش اعتقادی رکھتے تھے۔ ان کے کچھ انفاس شیخ سہلکی سے منقول ہیں۔ وہ بہت بلند مرتبہ اور خوش اخلاق تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"التوحيد عنك موجود وانت في التوحيد مفقود"

"تم سے متعلق توحید موجود ہے، لیکن تم توحید میں غیر موجود ہو۔"

کیونکہ توحید کا جو اقتضاء ہے اس پر تم قائم نہیں ہو۔ توحید کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ملکیت میں اپنا تصرف واختیار ختم کر دیا جائے اور اپنے تمام امور خدا کے حوالہ کر کے اس پر ثابت قدم رہے۔

حضرت سہلکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ شہر بسطام میں ایک مرتبہ ٹڈی دل نے یلغار کی اور ان کی کثرت سے تمام درخت وکھیتیاں سیاہ ہو گئیں۔ سب لوگ ہاتھ ملتے ہوئے دلفگار نکلے۔ حضرت شیخ نے مجھ سے پوچھا:

"یہ کیسا شوروغل ہے۔؟"

میں نے بتایا:

"ٹڈی آگئی ہیں۔ لوگ پریشان ہیں۔"

شیخ اٹھے اور چھت پر چڑھ کر منہ آسمان کی طرف اُٹھایا۔ اسی وقت تمام ٹڈیاں اٹھ گئیں، ظہر کی نماز تک ایک ٹڈی بھی باقی نہ رہی اور کسی درخت کا ایک پتہ تک ضائع نہ ہوا۔

Marfat.com

فصل نمبر 9:

حضرت فضل اللہ بن محمد مہینی رحمۃ اللہ علیہ

از آئمہ متاخرین، شہنشاہِ محباں، ملک الملوک صوفیاں، حضرت ابوسعید فضل اللہ بن محمد مہینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو سلطانِ وقت اور جمال طریقت تھے۔ تمام لوگ آپ سے مسخر تھے۔ کچھ آپ کے دیدار جمال سے، کچھ عقیدت اور کچھ قوت حال سے۔

آپ فنون علوم کے عالم اور نرالی شان رکھتے تھے۔ اسرار الٰہی سے مشرف حضرات میں آپ کا مرتبہ بلند تھا۔ علاوہ ازیں آپ کی نشانیاں اور براہین بکثرت ہیں اور آج بھی جہان میں ان کے آثار ظاہر ہیں۔

آپ کا ابتدائی حال یہ ہے کہ آپ مہنہ سے تحصیل علم کے لئے سرخس آئے اور حضرت ابوعلی زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں بیٹھے۔ آپ ان سے ایک دن میں تین دن کا درس لیتے اور تین دن عبادت میں گزارتے۔ یہاں تک کہ آپ کے استاد نے آپ کا رشد حال دیکھا تو تعظیم وتکریم میں اضافہ کر دیا۔ اس زمانہ میں سرخس کا حاکم شیک ابوالفضل حسن تھا۔ ایک روز آپ نہر کے کنارے جا رہے تھے کہ سامنے سے ابوالفضل آتے دکھائی دیا۔ وہ کہنے لگا:

"اے ابوسعید! تمہارا راستہ یہ نہیں ہے جس پر تم چل رہے ہو۔ اپنی راہ چلو۔"

آپ نے ان سے کچھ تعرض نہ کیا، پلٹ کر اپنی جگہ آ گئے اور ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے آپ پر ہدایت کا دروازہ کھول دیا اور مراتب علیا پر فائز کر دیا۔

حضرت شیخ ابومسلم فارسی کہتے ہیں کہ میری ان سے بڑی چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ ایک مرتبہ میں ان سے ملنے گیا۔ اس وقت میں ایک میلی سی گدڑی پہنے ہوئے تھے۔ جب میں مکان کے اندر ان کے روبرو پہنچا تو انہیں دیبائے مصری پہنے ہوئے تخت پر بیٹھے دیکھا۔ میں نے دل میں کہا:

Marfat.com

"یہ اس ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ بود و باش پر درویشی کا دعویٰ کرتے ہیں اور میں ان تمام علاقوں سے مجرد رہ کر درویشی کا مدعی ہوں۔ ان کے ساتھ میری موافقت کیسے ہوگی۔؟"

وہ مردِ خدا میرے اس دل خدشہ سے باخبر ہوگیا۔ سر اٹھا کر فرمایا:

"یا ابا مسلم افی ای دیوان وجدت من کان قلبہ قائماً فی مشاھدۃ الحق یقع علیہ اسم الفقر"

"اے ابو مسلم! تم نے کس کتاب میں پایا ہے کہ جس کا دل مشاہدۂ حق میں قائم ہو اس پر نام فقر (ناداری و مفلسی) لکھا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ اصحاب مشاہدہ تو حق تعالیٰ کے ساتھ غنی ہوتے ہیں۔ فقراء تو اربابِ مجاہدہ ہوتے ہیں۔

ابو مسلم کہتے ہیں کہ میں اپنے گمان پر پشیمان ہوا اور برے اندیشہ سے توبہ کی۔

حضرت ابو سعید کا ارشاد ہے:

"التصوف قیام القلب مع اللہ بلا واسطۃ"

"تصوف وہ ہے کہ بے واسطہ حق کے ساتھ دل کا قیام ہو۔"

یہ اشارہ مشاہدہ کی طرف ہے، مشاہدہ دوستی کے غلبہ کا نشان ہے اور صفت میں مستغرق ہونا دیدار کے شوق کا ثبوت ہے۔ صفت کا فنا ہونا حق کے ساتھ بقا کا ثبوت ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے نیشاپور سے مقام طوس جانے کا ارادہ کیا۔ راستہ میں ایک گھاٹی اتنی سرد آئی کہ موزے میں پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ ایک درویش کو خیال آیا کہ میں اپنی چادر پھاڑ کر دو ٹکڑے کر کے شیخ کے پاؤں پر لپیٹ دوں۔ چادر چونکہ عمدہ اور قیمتی تھی، ٹکڑے کرنے کو دل نے گوارہ نہ کیا۔ جب ہم طوس پہنچے تو اس درویش نے ان سے سوال کیا:

"اے شیخ! شاطانی وسوسہ اور الہام حق کے درمیان کیا فرق ہے۔؟"

انہوں نے فرمایا:

"الہام وہ تھا کہ تجھے چادر پھاڑ کر دو ٹکڑے کر کے ابو سعید کے پاؤں پر لپیٹنے کا

Marfat.com

حکم دیا گیا تا کہ وہ سردی سے محفوظ رہیں اور شیطانی وسوسہ وہ تھا کہ تجھے ایسا کرنے سے باز رکھا۔"

اس قسم کی بکثرت اور متواتر باتیں ان سے منسوب ہیں۔ مردانِ خدا کا یہی کام ہے۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 10:

حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی رحمۃ اللہ علیہ

از آئمہ متاخرین، زین اوتاد، شیخ عباد، حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ طریقت میں ارادت انہیں سے ہے۔ آپ علم تفسیر وروایات کے عالم اور تصوف میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مشرب تھے۔ حضرت حضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور حضرت سردانی کے مصاحب اور حضرت ابوعمر، حضرت ابوالحسن بن سعالیہ رحمہم اللہ کے ہم عصر تھے۔

ساٹھ سال کامل گوشہ نشینی اختیار کر کے پہاڑوں کے غاروں میں زندگی گزار دی اور اپنا نام ونشان گم رکھا۔ زیادہ تر لگام نامی پہاڑی پر اقامت رکھی۔ آپ نے بڑی عمدہ زندگی گزاری۔ آپ کی نشانیاں اور براہین بکثرت ہیں، لیکن آپ عام صوفیاء کے رسم ولباس کے پابند نہ تھے۔ اہل رسوم سے سخت بیزار تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"الدنیا یوم ولنا فیھا صوم"

"دنیا ایک دن کی ہے اور ہم اس میں روزہ دار ہیں۔"

مطلب یہ ہے کہ ہم نہ تو دنیا سے کچھ حاصل کرنے کی خواہش کرتے ہیں اور نہ اس کی بندش میں آنا چاہتے ہیں۔ ہم نے اس کی آفتوں کو دیکھ لیا ہے اور اس کے حجابات سے باخبر ہو چکے ہیں۔ ہم اس سے بھاگتے ہیں۔

شیخ عثمان بن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں وضو کراتے ہوئے آپ کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا تھا کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ جب تمام کام قسمت و تقدیر پر منحصر ہیں تو آزاد لوگ کیوں کرامت کی خواہش میں مرشدوں کے غلام بنتے پھرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اے فرزند! جو خیالات تمہارے دل میں گزر رہے ہیں میں نے جان لیا ہے۔ لہٰذا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر حکم کے لئے کوئی سبب ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی سپاہی بچہ کو تاج و تخت عطا فرماتا ہے تو وہ اسے توبہ کی توفیق دے کر کسی دوست و محبوب کی خدمت کی سعادت نصیب فرماتا ہے، تاکہ یہ خدمت اس کی کرامت کا موجب بنے۔"

اس قسم کے بکثرت لطائف روزانہ ظہور پذیر ہوتے تھے۔ جس دن آپ کی رحلت ہوئی اس وقت آپ دمشق دنیان رود کے مابین گھاٹی کے کنارے ایک گاؤں "بیت الجن" نامی میں تشریف فرما تھے اور آپ کا سر مبارک میری آغوش میں تھا۔ اس وقت کسی دوست کی طرف سے میرے دل میں کچھ رنج تھا جو انسانی خاصہ مزاج ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا:

"اے فرزند! دل کو مضبوط کرنے والا ایک مسئلہ بتاتا ہوں۔ اگر خود کو اس پر کاربند رکھو گے تو تمام رنج و فکر سے محفوظ رہو گے۔ ہر محل اور ہر حالت کو خواہ وہ نیک ہو یا بد اللہ تعالیٰ ہی نے اسے پیدا فرمایا ہے۔ لہٰذا اس کے کسی فعل پر معترض نہ ہونا چاہئے اور نہ دل کو رنجیدہ کرنا چاہئے۔"

اس کے سوا آپ نے کوئی وصیت نہ فرمائی اور اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 11:

حضرت ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازی قشیری رحمۃ اللہ علیہ

از آئمہ متاخرین، استادو امام، زین السلام، حضرت ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اپنے زمانہ میں یکتا اور قدرو منزلت میں ارفع واشرف تھے۔آپ کے حالات اور گونا گوں فضائل اہل زمانہ میں مشہور ہیں۔ ہر فن میں آپ کے لطائف موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حال وزبان کو لغویات سے محفوظ رکھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ہے:

"مثل الصوفی کعلة البرسام اوله هذیان و آخره سکوت فاذا تمکن خرس"

"صوفی سرسام کی بیماری کی مانند ہے کہ پہلے حذیان ہوتی ہے، آخر میں خاموشی، پھر جب قائم ہوجائے تو گونگا بنادیتی ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ صفوت کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک وجد کی، دوسری نمود کی۔ نمود مبتدیوں کے لئے ہے، نمود سے مراد ہذیان ہے۔ وجد منتہیوں کے لئے ہے اور حالت وجد کا بیان محال و دشوار ہوتا ہے۔ لہٰذا جب تک طالب ہے، علو ہمت سے گویا ہے اور گویائی اہل طلب کے نزدیک ہذیان ہے۔ جب وصال ہوگیا تو واصل آگئے۔ ان کے لئے بیان واشارے کی حاجت نہیں رہتی، جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مبتدی تھے تو ان کی تمام ہمتیں رویت الٰہی کی تمنا میں رہیں اور "رب ارنی انظر الیك" ("اے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا کہ میں تیرے دیدار سے مشرف ہوجاؤں۔") کی مناجات کرتے رہے۔

یہ مقصود کی نارسائی میں نمود کی تعبیر ہے اور ہمارے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم منتہی اور صاحب تمکین ہیں۔ جب آپ کا وجود مقام ہمت سے بلند ہوا اور ہمت فنا ہوئی تو ارشاد ہوا:

Marfat.com

"لا احصی ثناءً ولیک"
"میں تیری ثناء شمار نہیں کرسکتا۔"
یہ منزلت رفیع اور مقام اعلیٰ ہے۔ واللہ اعلم!

☆☆☆

فصل نمبر 12:

حضرت ابو العباس احمد بن محمد اشقانی رحمۃ اللہ علیہ

از آئمہ متاخرین، شیخ و امام اوحد، در طریق خود مفرد، حضرت ابو العباس احمد بن محمد اشقانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو فنون علم کے اصول و فروع میں امام اور ہر معانی میں کامل و اکمل تھے۔ اہل تصوف کے اکابر اور اجلہ میں آپ کا شمار ہے۔ بکثرت مشائخ سے ملاقات کی۔

آپ اہل راہ کے فنا سے تعبیر کرتے تھے اور مغلق و مشکل عبارت بولنے میں مخصوص تھے۔ جہلاء کی ایک جماعت ان کی عبارتوں کی تقلید کرتی، ان کے شطحیات کی پیروی کرتے اور غیر محمود معنی کا اتباع کرتے تھے۔ حالانکہ ان کی عبارتوں پر غور و فکر کی ضرورت تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ شریعت کی تعظیم کرتے اور ہر شخص سے کنارہ کش رہنے میں ان سے زیادہ کسی شخص کو میں نے نہیں دیکھا۔ علم اصول میں ان کی دقیق عبارتوں سے امام و محقق کے سوا کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ان کی طبیعت ہمیشہ دنیا و آخرت سے بیزار رہی اور ہمیشہ یہی کہتے رہے:

"اشتھی عدما مالا وجود لہ"
"میں ایسی فنا کا طالب ہوں جس میں وجود کا شائبہ تک نہ ہو۔"

اور فرماتے ہیں:

"ہر آدمی کو محال کی خواہش ہے مجھے محال درکار ہے۔ لیکن میں یقین سے جانتا ہوں کہ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ حالانکہ ممکن وہی ہے جس کی مجھے ضرورت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی فنا میں لے جائے گا جہاں فنا کا بھی وجود نہ ہو

Marfat.com

گا۔ کیونکہ جتنے مقامات جو کہ زمانہ میں ہیں وہ سب ہی حجاب وابتلاء ہیں اور آدمی خود اپنے حجاب کا عاشق ہے۔"

دیدار کی آرزو میں بندہ کا فنا ہونا حجاب میں آرام وسکون سے بہتر ہے اور جب کہ اللہ تعالیٰ باقی ہے اور اس پر عدم وفنا جائز ہی نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ میں اس کے قبضہ قدرت ہی میں فنا ہو جاؤں، کیونکہ ایسے فنا کے لئے ہر گز بقا نہ ہوگی۔ صحت فنا میں یہ قائدہ مضبوط ومستحکم ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 13:

حضرت ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ گرگانی رحمۃ اللہ علیہ

از آئمہ متاخرین قطب زمانہ، دروقت خود یگانہ، حضرت ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ گرگانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اپنے وقت وزمانہ میں بے نظیر وبے عدیل تھے۔ آپ کا ابتدائی حال بہت اچھا تھا۔ آپ کی مسافرت سخت اور باشرط تھی۔ لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل تھے۔ تمام طلباء آپ سے عقیدت رکھتے تھے اور مریدوں کے وقوع کشف میں ایک قسم کا نشان تھے۔

ظاہری حالت مزین اور تمام علوم میں ماہر تھے۔ آپ کا ہر مرید جہان کی زینت تھا۔ انہوں نے اپنی اولاد کو نیک چھوڑا۔

حضرت ابو علی فضل بن محمد نے ان کے حق میں اپنا نصیب نہ چھوڑا تھا، چونکہ وہ سب سے کنارہ کش رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اعراض کی برکت سے اس مقتداء کو آپ کی زبان حال بنا دیا ہے۔

عثمان بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں شیخ کے روبرو حاضر تھا اور اپنے احوال ونمود کو شمار کر رہا تھا کہ اپنی کیفیت آپ سے بیان کروں، کیونکہ آپ ہی وقت کے ناقد تھے۔ آپ نے مجھ سے شفقت فرما کر انہیں سنا۔ آپ کی توجہ اور انہماک کی وجہ سے میں نے طول

Marfat.com

کلام سے کام لیا اور یہ سمجھا کہ شاید آپ ان مقامات و کیفیات سے نہیں گزرے۔ آپ اپنے کشف باطنی سے میرے خیالات جان گئے۔ فرمانے لگے:

''اے والد کے دوست! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میرا یہ انکسار نہ تمہارے لئے ہے نہ تمہارے حال کے لئے، کیونکہ حال کا بدلنے والا محال کے محل میں آتا ہے، بلکہ میرا یہ انکسار محول احوال اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہے۔ یہ بات تمام طلباء کے لئے عام ہے صرف تمہارے ہی لیے نہیں ہے۔''

جب میں نے یہ سنا تو میں نے از خود رفتہ ہو گیا۔ انہوں نے میری باطنی حالت کا ملاحظہ فرما کر کہا:

''اے فرزند! آدمی کو اس طریقت سے اس سے زیادہ نسبت نہیں ہوتی کہ جب اسے طریقت کی طرف لگائیں تو اس کے گمان کو پھیر دیا جائے اور جب وہ گمان سے پھر جائے تو پھر اس پر خیالی تعبیر کی راہ بند کر دی جائے۔ لہٰذا نفی و اثبات اور اس کا وجود و عدم دونوں خیالی ہیں۔ آدمی کسی طرح خیالی بندش سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اس لئے چاہئے کہ وہ حق کی بندگی اختیار کرے اور اپنے دل سے تمام نسبتوں کو نکال پھینکے۔ صرف بندگی اور فرمانبرداری کی نسبت کو برقرار رکھے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 14:

حضرت ابو احمد المظفر رحمۃ اللہ علیہ

از آئمہ متاخرین، رئیس اولیاء، ناصح اصفیاء، حضرت ابو احمد المظفر بن احمد بن حمدان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کا باطن مسند جلوہ ہائے ربانی تھا۔ تصوف کے دروازے کشادہ اور سر پر تاج فراست آراستہ تھا۔ فنا و بقاء کی تشریح عمدہ اور تعبیر بلند تھی۔ شیخ المشائخ حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہمیں بارگاہ الٰہی کا قرب بندگی کی راہ سے عطا ہوا اور خواجہ المظفر کو براہِ

Marfat.com

راست خدا کی طرف سے ملا۔"

مطلب یہ ہے کہ ہم نے مجاہدے سے مشاہدہ کیا اور انہوں نے مشاہدے میں مجاہدہ کیا۔ بزرگوں کو جو کچھ بادیہ پیمائی اور قطع مسافت کے بعد ملا وہ ان کو مسند اور بالانشینی سے حاصل ہوا۔ اصحاب رعونیت و متکبرین شیخ کی اس بات کو دعویٰ پر محلول کرتے ہیں۔ حالانکہ دعویٰ عیب ہے اور کسی صورت سے اپنے حال کی صداقت کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ خاص کر جبکہ اہل معنی بیان کریں۔ ان کا فرزند رشید موجود ہے۔

حضرت خواجہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ان کے پاس موجود تھا کہ نیشاپور کا ایک مدعی آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر کہنے لگا:

"فاني شود انگاه باقي شود"

"فانی ہو جانے کے بعد باقی ہوتا ہے۔"

خواجہ المظفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"فنا پر بقا کی کیا ضرورت؟ کیونکہ فنا معدوم ہونے کو کہتے ہیں اور بقا موجود کو۔ یہ ہر ایک دوسرے کو نفی کرنے والا ہے۔ لہٰذا فنا تو معلوم ہے کہ چیز ناپید ہو جاتی ہے۔ اگر وہ موجود ہو جائے تو عین شئے نہیں ہو سکتی، بلکہ وہ بجائے خود دوسری چیز ہو گی اور یہ جائز نہیں کہ ایمان و ذات فنا ہو جائیں۔ البتہ فنائے صفت اور فنائے سبب جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ جب سبب اور صفت معدوم ہو گئی تو اب موصوف و مسبب رہ گیا اور ذات کے لئے فنا درست نہیں۔"

بندے کا اختیار بندے کی صفت ہے۔ بندہ اپنے اس اختیار کی وجہ سے اختیار حق میں محجوب ہے۔ لہٰذا اس صفت کی بناء پر بندہ حق تعالیٰ سے حجاب میں آ گیا اور یہ یقینی امر ہے کہ اختیار حق ازل ہے اور بندہ حادث۔ ازل کے لئے فنا جائز نہیں ہے اور جب اختیار حق بندہ کے بارے میں بقا نہیں تو لامحالہ بندے کا اختیار فانی ہوا اور اس کا تصرف منقطع ہو گیا۔ واللہ اعلم!

عثمان بن علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں پراگندہ حال سفری کپڑے پہنے "کرمان" ان کے پاس پہنچا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا:

Marfat.com

''اے ابوالحسن! اپنا حال بیان کرو۔؟''

میں نے عرض کیا:

''سماع چاہتا ہوں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت قوال کو بلا بھیجا۔اس کے بعد اہل عشرت کی ایک جماعت آئی۔جوش و جوانی، قوت ارادی اور سوز محبت نے مجھے کچھ کلمات سننے پر بے چین کر دیا۔کچھ عرصہ بعد جب جوش ٹھنڈا پڑا اور غلبہ کم ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا:

''سماع کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''اے شیخ! مجھے بڑی فرحت حاصل ہوئی۔''

انہوں نے فرمایا:

''جس وقت قوال کو بلایا گیا تھا اس وقت سماع کی آواز اور کوؤں کی آواز دونوں برابر تھیں، کیونکہ سماع کی طاقت اس وقت تک ہے جب تک کہ مشاہدہ نہ ہو اور جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو قدرت سماع ناپید ہو جاتی ہے۔دیکھو ایسی عادت اختیار نہ کرو کہ کہیں طبیعت ثانیہ نہ بن جائے اور مشاہدے سے دور ہو جاؤ۔''

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 8

حکایاتِ اہلِ تصوف

حکمت وموعظت

فصل نمبر 1:

شیخ سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ

1: حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ ایک دن آب زمزم کے بارے میں حدیث بیان کر رہے تھے۔ مجلس میں سے ایک آدمی اٹھا پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس لوٹ آیا اور آپ سے کہنے لگا:

''کیا یہ حدیث صحیح ہے جو آپ نے آب زمزم کے بارے میں بتائی ہے کہ آب زمزم پینے والے کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں! یہ حدیث صحیح ہے۔''

اس نے کہا:

''میں نے ابھی آب زمزم کا ایک ڈول اسی نیت سے پیا ہے کہ آپ مجھے ایک سو احادیث سنائیں۔''

آپ نے فرمایا:

''بیٹھو۔!''

پھر آپ نے اسے ایک سو احادیث سنا دیں۔

2: حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ حج کے دنوں میں باب بنی ہاشم کے قریب بلند جگہ پر بیٹھتے تا کہ لوگ انہیں دیکھ سکیں۔ وہ احادیث کا درس دیا کرتے تھے۔ ایک آدمی آپ کے پاس آیا، آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا:

''مجھے کچھ احادیث سنائیں۔''

آپ نے کچھ احادیث بیان کیں۔ اس نے مزید سننے کی فرمائش کی۔ آپ نے کچھ مزید حدیثیں سنا دیں۔ اس نے کہا:

Marfat.com

"اور احادیث سنائیے۔!"

جب اس نے بار بار اسرار کیا تو آپ نے اسے دھکے دے کر نیچے گرا دیا۔ حاجی وہاں جمع ہو گئے اور کہنے لگے:

"سفیان بن عیینہ نے ایک حاجی کو قتل کر دیا ہے۔"

جب لوگوں کی وہاں بھیڑ ہو گئی تو آپ نیچے اترے۔ اس کا سر اپنی گود میں لیا اور پوچھا:

"تمہیں کیا ہو گیا ہے۔؟"

وہ شخص اپنے پاؤں رگڑ رہا تھا اور اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ جب شور شرابہ زیادہ ہوا تو آپ نے اسے فرمایا:

"تم دیکھ نہیں رہے کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔؟"

تو اس نے آہستہ سے کہا:

"جب تک آپ مجھے سو حدیثیں نہیں سنائیں گے، میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔"

☆☆☆

فصل نمبر 2:

شامی ابدال رحمۃ اللہ علیہ

ایک مصری کہتا ہے کہ دعا اور عمل کا ہتھیار سب سے بڑھ کر ہے۔ ابتداء میں مجھ کو اس پر یقین نہ تھا۔ مصری کتب کے پڑھنے سے (جو یورپین فلاسفروں کے خیالات کا ترجمہ ہیں) میرے عقائد دگرگوں ہو گئے تھے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک دن میں اپنے ایک خانگی قصہ کے سبب نہایت تشویش اور فکر میں تھا، میرے دل کی بے قراری حد صبر سے بڑھی جاتی تھی، میں صاف صاف کہتا ہوں کہ مجھ کو عشق کا مرض تھا جس نے حواس بے ٹھکانے کر رکھے تھے، میرا مطلوب نا جائز مطلوب نہ تھا، وہ میری بیوی تھی جس سے میں محبت رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ بھی مجھے محبت کرے اور اس اندرونی اشتیاق کی قدر دان ہو جس نے مجھ کو بے اختیار کر رکھا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے دل میں کیا تھا، آیا وہ مجھ پر قربان تھی

Marfat.com

یا نہیں، مگر اتنا ضرور جانتا تھا کہ وہ میری طرح اظہار کرنے والی نہ تھی۔ اس کی خودداری اور سنجیدگی نے مجھ کو شک میں ڈال رکھا تھا۔ دل کہتا تھا یہ عورت تجھ کو خاطر میں نہیں لاتی۔

عشق جنون کی ایک شاخ ہے، میرا دماغ طرح طرح کے تخیلات قائم کرتا اور خواہ مخواہ کی وہمی شکلیں بنا کر میری بیکلی (بے قراری) کا سبب بنتا۔ آخر ایک دن توہمات کی صورت سامنے آ گئی، میں گھر میں گیا تو دیکھا کہ ایک دوسری عورت میری بیوی سے باتیں کر رہی ہے، یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی مگر مجھے شبہ ہوا کہ یہ دوسری عورت ضرور اس کو بہکاتی ہو گی۔

جب وہ چلی گئی تو میں نے اپنی اہلیہ سے سوالات کرنے شروع کیے، اس نیک بخت بی بی نے کہا:

"بدگمانی چھوڑ دو، شرفاء کے لیے یہ عار ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں کریں۔"

اتنا کہنا میرے لیے ستم ہو گیا، مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور کسی اور مرد کے خیال میں رہتی ہے۔

میں نے دیکھا کہ گھر میں ٹھہرنا خطرہ سے خالی نہیں، کیونکہ مجھ کو اپنے جنون سے ڈر تھا کہ کہیں وہ بڑھ کر کوئی ناشائستہ حرکت نہ کرا دے، اس لیے میں گھر سے نکل کر باہر آ گیا، یہ وہی پریشانی کا دن تھا جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ بار بار خیال آتا کہ اس عورت کو طلاق دے دینی چاہیے مگر پھر سوچتا کہ آخر اس کا قصور کیا دیکھا؟ اور طلاق دینے کے بعد میں کیونکر زندہ رہ سکتا ہوں۔ اس شش و پنج میں تھا کہ میرے سامنے سے ایک شخص کھجوریں اور سرمہ فروخت کرتا ہوا گزرا۔ یہ اجنبی آدمی تھا، بلکہ سینکڑوں آدمی معاش کے لیے اسی قسم کی تجارت کیا کرتے تھے، مگر میرے دل پر اس شخص کی صورت نے بڑا اثر ڈالا اور کھجوریں خریدیں۔ اثنائے خرید میں دریافت کیا:

"تم کون ہو۔؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟ کیا نام ہے۔؟ کس جگہ قیام ہے۔؟"

کھجور والے نے مسکرا کر کہا:

"مجھ کو ان سوالوں کے جواب کی فرصت نہیں ہے، اگر میری کھجوروں میں گھن یا

Marfat.com

کچھ خرابی نظر آئی ہے تو تم اس کی بابت مجھ سے کہو، ان سوالات سے کیا حاصل۔؟"

میں نے کہا:

"عربی اخلاق کے خلاف ہے اگر تم مجھ کو جواب نہ دو! کھجوروں میں تو خرابی نہیں مگر کھجور والے میں نقص ضرور ہے۔"

وہ بولا:

"کھجور والے میں نقص ہے، تو سمجھئے کہ بیوی میں نقص نہیں، بیوی والے میں کچھ خرابی ہے۔"

مجھ کو سکتہ ہو گیا یہ اس نے کیا کہا۔؟ اس کو میرے حالات کا کیونکر علم ہو گیا۔؟ ضرور یہ کوئی ولی اللہ اور صاحب کشف ہے۔

میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے، ان کو کھینچا اور اپنے دل پر رکھ لیا، جو زور زور سے دھڑک رہا تھا، کھجور والے نے مجھ کو گھور کر دیکھا اور ہاتھ چھڑا لیے۔ اس کی صورت ہیبت ناک ہو گئی تھی، آنکھوں سے شعلے نکلتے معلوم ہوتے تھے۔

غضبناک دیکھ کر میں نے عاجزی سے کہا:

"بزرگ انسان! معاف کریں اپنے بس میں نہیں ہوں، میرے ہوش کو عشق کے سانپ نے ڈس لیا ہے۔"

یہ سن کر وہ کچھ ٹھنڈا ہوا اور بولا:

"تیرا وہم غلط ہے، وہ پارسا ہے، تجھ پر فدا ہے، مگر منہ سے نہیں کہتی۔"

"بِرَأْسِ سَيِّدِي بِلَال رضى الله تعالىٰ عنه"

"میرے سردار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کی قسم!" "تیری بیوی عام عورت نہیں ہے، مردانِ غیب میں سے ہے، میں نے اس کو دونوں ابدالوں کے ساتھ پرواز کرتے دیکھا ہے۔"

"دو ابدال" اور "پرواز" کے الفاظ نے مجھ کو پھر متجب کیا، مگر دریافت کی مجال نہیں تھی، حیرت سے منہ تکنے لگا۔ بزرگ نے خود ہی فرمایا:

Marfat.com

''کیا تم نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم میں نہیں پڑھا کہ ابدال اللہ تعالیٰ کی ایک مقبول جماعت ہے، جن کا قیام عموماً شام کے ملک میں رہتا ہے۔ ابدالوں کو خدا نے بڑی بڑی طاقتیں دی ہیں، وہ آن کی آن میں لاکھوں کوس اڑ سکتے ہیں، ان کو کشف الغیب کا کمال عطا ہوتا ہے۔ تمہاری بیوی کا باپ بھی ابدال تھا، عورت کو یہ رتبہ نہیں مل سکتا۔ باپ کی موت کے بعد یہ جانشین ہوئی، تاہم اس کی روح میں یہ لطافت موجود ہے کہ ابدالوں کے سی پرواز کر سکتی ہے۔''

اتنا کہہ کر کھجوروں والے بزرگ نہایت تیزی و پھرتی سے چل دیئے اور میں بت بنا کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اسی استعجاب اور حیرانی میں گھر آ گیا، دیکھا بیوی مسکرا رہی ہے، اب میں اس سے ڈرنے لگا تھا، میں نے پیار کی نظر سے نہیں خوف وادب کی نگاہ سے اس کو دیکھا اور کہا:

''تمہارے مسکرانے کا کیا سبب ہے۔؟''

وہ بولی!

''انسان اگر اڑ سکتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ قوائے وہمی نے پرواز کی۔''

میں نے کہا:

''میں کچھ سمجھا نہیں؟ صاف صاف کہو۔''

وہ کہنے لگی:

''کھجور والے نے جو کچھ کہا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا کہ آدمی پرواز کر سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی بعض طاقتیں پرواز کرتی ہیں، میں خوش ہوں کہ تمہارے وہم اور رشک وشبہ نے کھجور والے کی باتوں سے پرواز کی اور اب تم نے مجھ کو بالکل مبہوت کر دیا۔''

میں پریشان تھا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا پیش آ رہا ہے۔؟

لیکن میں نے کہا:

''یَا حَبِیْبِہٖ بِرَاْسِ سَیِّدِی بِلَالٍ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آگے کا لفظ زبان سے نہ نکلتا تھا۔ صرف بلال تک کہنے پایا تھا کہ بیوی نظروں سے غائب ہوگئی۔ اب تو مارے خوف کے میری بُری حالت تھی۔ سہم کر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر میں آنکھ کھولی تو بیوی سامنے بیٹھی تھی مگر وہ بھی چپ تھی اور میں بھی خاموش تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈرتے ڈرتے میں نے اس تماشہ کی حقیقت دریافت کی۔ اس نے کہا:

> "یہ راز تم کو دمشق میں سیدی بلال (رضی اللہ عنہ) سے معلوم ہوگا۔ وہاں جاؤ، وہ سیدی بلال صحابی رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے مزار پر جمعہ کے دن ملیں گے، چمڑے کی ٹوپی اُن کے سر پر ہو گی اور پوستین پہنے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو تو سلام کرنا اور خاموش سامنے بیٹھ جانا۔ کچھ دریافت کریں تو مختصر جواب دینا، اپنی طرف سے دخل در معقولات نہ کرنا۔ یہ ارشاد ہو کہ کوئی مراد و مقصد ہے۔؟ تو (جواباً) سلامتی ایمان و محبت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم اور آسائش زندگی مانگنا۔"

اہلیہ کے اس بیان و مشورہ سے اور مذکورہ عجیب و غریب مشاہدہ سے سفر دمشق کا شوق دامن گیر ہوا اور میں سیدھا یہاں آیا اور حسب ہدایت جمعہ کے دن سیدی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن رسول خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے مزار پر حاضری دی، وہاں دیکھا کہ دو شخص اسی حلیہ اور لباس کے ہیں جن کا ذکر بیوی نے دیا تھا اور دونوں کی شکلیں بھی قریب قریب یکساں ہیں۔

میں پھر چکرا گیا کہ الٰہی ان میں میرے مقصود کون سے بزرگ ہیں، تاہم میں نے دونوں کو سلام کیا اور ادب کے ساتھ گردن جھکا کر بیٹھ گیا

وہ دونوں اول تو کچھ دیر مجھ کر بغور دیکھتے رہے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک صاحب نے کہا پڑھ:

"خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ"

''اسی نے آسمانوں اور زمین کو مصلحت حقانی سے پیدا کیا۔ وہی رات کو دن پر لپیٹ دیتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور چاند سورج کو مسخر کر دیا ہے۔''

میں نے (ان کے کہنے پر) تیسویں پارہ کی سورت کی یہ آیت پڑھی۔ پڑھنا تھا کہ ان دونوں کے سر غائب ہو گئے۔ میں ڈر کے مارے کانپنے لگا، قریب تھا کہ بے ہوش ہو جاؤں۔

یکا یک دیکھا کہ ان کے سر پھر موجود ہیں۔ آواز آئی:

''ہم نے تیری بیوی سے شکایت کی کہ اس کمزور دل والے کو کیوں بھیجا۔؟''

اب میرے بدن میں رعشہ ہو گیا۔ زبان بے قابو تھی، ہر چند چاہا کہ کچھ بولوں مگر بولا نہ گیا، آخر وہ خود ہی بولے:

''ہم دونوں ابدال ہیں، ہمارا نام بلال ہے۔ ہم اسرارِ الٰہی کے نشان ہیں، ہمارے وجود خاکی ہیں لیکن اربع عناصر سے ہمیں کچھ سروکار نہیں۔ خاک، ہوا، آب و آتش ہمارے زیرِ فرمان ہے، جو ہر لطیف ہم کو دیا گیا ہے، مانگ کیا مانگتا ہے، کیا کہنا چاہتا ہے۔؟''

اوسان باختہ تھے۔ بے اختیار منہ سے نکلا:

''عمل حب کا طلب گار ہوں۔''

یہ سن کر دونوں نے کہا:

''اَسَفْ اَسَفْ''

''افسوس!، افسوس!!۔''

اچھا سورہ اخلاص ایک سو بار پڑھ لیا کر۔''

اتنا کہنا تھا کہ غائب ہو گئے۔

بہت دیر تک میرے اوسان درست نہ ہوئے، آخر بہ ہزار دقت وہاں سے اٹھا، قیام گاہ پر آیا اور اسی دن مکہ معظمہ روانہ ہو گیا، گھر پہنچا تو بیوی کو صاحب فراش پایا۔ وہ سخت بخار میں مبتلا تھی، دو چار روز علاج ہوتا رہا مگر جان بر نہ ہو سکی اور انتقال ہو گیا۔

وہ دن ہے اور آج کا دن تین بار دمشق آ چکا ہوں، کوئی جمعہ آستانہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حاضری سے ناغہ نہیں کرتا، مگر پھر بھی ان بزرگوں کی صورت نظر نہ آئی،

Marfat.com

سورت اخلاص کا ورد جاری ہے، جب بھی اسکے آزمانے کا موقعہ آیا حب وتسخیر کے لیے تیر بہدف پایا۔ یہ ان ابدالوں کی زبان کا اثر ہے، اب میں نے دوسری شادی کرلی ہے، لیکن گزشتہ زندگی کے عجائبات آنکھوں سے دور نہیں ہوئے۔ اس دن سے میں نے جانا کہ واقعی دعا و عمل میں بڑی تاثیر ہوتی ہے اگر میں اپنی بیوی کے کہنے پر عمل کرتا اور ابدالوں سے اس کی بتائی ہوئی باتیں مانگتا تو آج کو دین و دُنیا کی دولت سے مالا مال ہو جاتا، مگر قسمت میں یہ نہ تھا۔

☆☆☆

فصل نمبر 3:

ابو ہذیل کا جواب

ابو ہذیل کہتا ہے کہ ایک یہودی بصرہ آیا، وہ انتہائی عیار تھا اور اس نے بصرہ کے تقریباً تمام منطقیوں کو خاموش کر دیا۔ میں نے اپنے چچا سے اس یہودی کے پاس جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میرے چچا کہنے لگے:

"بیٹے! وہ تو بصرہ کے متکلمین کی جماعت کو بھی شکست دے چکا ہے۔!"

میں نے کہا:

"جو کچھ بھی ہو اس سے بات کرنا ضروری ہے۔"

وہ مجھے لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہ لوگوں کو اس بات پر قائل کر چکا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام برحق نبی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرا چکا تھا۔ میں نے اس کے سامنے ہو کر کہا:

"تم سوال کرو گے یا میں پوچھوں۔؟"

وہ کہنے لگا:

"بیٹے! تمہیں پتہ نہیں میں نے تمہارے مشائخ سے کیا سلوک کیا ہے۔؟"

میں نے کہا:

"چھوڑیئے! ان باتوں کو یا خود سوال کیجئے یا مجھے سوال کرنے کا موقع

Marfat.com

دیجئے۔!"

وہ کہنے لگا:

"نہیں میں سوال کروں گا۔ اچھا! یہ بتاؤ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے یا نہیں؟ تم اس کا اقرار کرتے ہو یا اس کا انکار کر کے اپنے نبی کی مخالفت کرنا چاہتے ہو۔؟"

میں نے کہا:

"تم نے موسیٰ کے بارے میں جو کچھ پوچھا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ میں اس حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو تسلیم کرتا ہوں جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو تسلیم کیا ہے، ہمیں ان کی اتباع کا حکم دیا اور ان کی تشریف آوری کی بشارت دی۔ اگر تیرا سوال اس بارے میں ہے جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا اور نہ ان کی اتباع کا حکم دیا ہے تو میں اسے نہیں جانتا اور نہ ہی اس کی نبوت کو مانتا ہوں۔ وہ میرے نزدیک ذلیل شیطان ہے۔"

یہ سن کر وہ ششدرہ گیا۔ اس نے دوسرا سوال کیا:

"اچھا "تورات" کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔؟"

میں نے کہا:

"تورات کے سوال کی بھی میرے نزدیک دو صورتیں ہیں۔ اگر یہ تورات وہی ہے جو ان سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے قائل تھے تو یہ تورات برحق ہے۔ اگر تورات سے مراد وہی ہے جس کا تو دعویٰ کرتا ہے تو یہ باطل ہے اور میں اس کی تصدیق نہیں کرتا۔"

یہ سن کر وہ مبہوت ہو گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 4:

اہل تصوف کا جواب

صالحین کی ایک جماعت نے امیر کی خدمت میں ترکوں کی ایذا رسانیوں کی شکایت کی۔ امیر نے کہا:

''خود تمہارا عقیدہ ہے کہ ہر کام قضاء الٰہی سے ہوتا ہے۔ اب خود ہی بتایئے کہ میں تقدیر الٰہی کو کیسے ٹال سکتا ہوں۔؟''

ان صوفیاء میں سے ایک نے کہا:

''تقدیر والا تو خود فرما رہا ہے: ''اگر اللہ تعالیٰ نہ ہٹاتا لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تو زمین میں فساد برپا ہو جاتا۔''

(سورۂ بقرہ، آیت نمبر 253)

یہ سن کر امیر لاجواب ہو گیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 5:

واصل فی النار

حضرت خبیب بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبول اسلام سے قبل میں اور ایک ساتھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایک غزوہ کے لئے تیاری فرما رہے تھے۔ ہم نے بھی ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہم مشرکین کے خلاف مشرکین سے مدد نہیں لیتے۔''

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور شریک جہاد ہوئے۔ میں نے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا۔ اس آدمی نے بھی مجھے تلوار سے زخمی کیا تھا۔ اس کے بعد میں

Marfat.com

نے اس کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ایک دن وہ کہنے لگی: ''کاش! میں نے وہ آدمی نہ کھویا ہوتا جس نے تجھے یہ ہار (زخم کا نشان) پہنایا تھا۔'' میں نے اس سے کہا: ''کاش! تو اس آدمی کو نہ کھوئے جس نے تیرے باپ کو واصل فی النار کیا تھا۔''

☆☆☆

فصل نمبر 6:

مروان کا باپ

حضرت حویطب بن عبدالعزی رضی اللہ عنہ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ساٹھ سال زمانہ جاہلیت میں گزرے اور ساٹھ سال اسلام میں۔جب مروان بن حکم مدینے کا والی بنا تو وہ ایک دن اس سے ملنے آئے۔مروان نے پوچھا:

''کیسے آئے ہو۔؟''

انہوں نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو مروان انہیں کہنے لگا:

''اے بڈھے! تم نے اسلام بہت دیر سے قبول کیا حتیٰ کہ واقعات تم سے سبقت لے گئے۔''

وہ کہنے لگے:

''اللہ کی قسم! میں نے متعدد مرتبہ اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا لیکن ہر مرتبہ تیرا والد رکاوٹ ڈال دیتا تھا اور کہتا تھا: ''کیا محمد کے دین کی خاطر تم اپنے آباء کے دین کو ترک کرنا چاہتے ہو۔؟''

یہ سن کر مروان ندامت کے مارے چپ ہو گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 7:

اہل تصوف کا مکالمہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا:

''مجھے تم سے ایک کام ہے۔کیاتم میرا یہ کام کرو گے۔؟''

انہوں نے کہا:

''ہاں۔!''

پھر وہ کہنے لگے:

''مجھے بھی تم سے ایک کام ہے کیاتم وہ کرو گے۔؟''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''ہاں۔!''

انہوں نے کہا:

''اپنا کام بتاؤ۔؟''

وہ کہنے لگے:

''میری خواہش ہے کہ اپنی طائف کی جاگیر اور مکانات مجھے بخش دو۔!''

انہوں نے کہا:

''ٹھیک ہے۔اب تم اپنا کام بتاؤ۔!''

وہ کہنے لگے:

''میری خواہش ہے کہ تم مجھے وہ جاگیر اور مکان واپس کر دو۔!''

انہوں نے کہا:

''مجھے منظور ہے۔!''

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 8:

مفتی ابراہیم بن طہمان

مفتی ابراہیم بن طہمان کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں ایک دن ان سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کر دیا۔ ان سے کہا گیا:

”ہر مہینے تم اتنی تنخواہ وصول کرتے ہو اور تمہیں مسائل کا صحیح جواب تک معلوم نہیں۔!“

ابراہیم نے کہا:

”میں صرف ان مسائل کی تنخواہ لیتا ہوں جن کے صحیح جواب کا مجھے علم ہوتا ہے۔ اگر میں ہر مسئلے پر تنخواہ لینا شروع کر دوں تو سارا خزانہ خالی ہو جائے۔“

خلیفہ ہارون الرشید ان کے جواب سے بہت خوش ہوا، انہیں انعام دیا اور ان کی تنخواہ میں اس اضافہ کر دیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 9:

قریش کی عظمت واپس دلانے والا

ابو ربیع کہتے ہیں کہ میں 42 ہجری میں حج کے لئے گیا۔ میں نے مسجد حرام میں دیکھا کہ وہاں بہت سا مال و دولت اور کپڑے پڑے ہیں۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ خراسان کے ایک مالدار نیک آدمی علی زراد نے یہ مال و دولت اپنے قابل اعتماد خادم کے ہاتھ بھیجا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ جو قریشی حافظ ملے اسے اس قدر مال اور کپڑے دیئے جائیں۔ تلاش کرنے کے بعد تمام قریش میں صرف ایک ہی حافظ مل سکا۔ اس نے اس حافظ کو اس کا حصہ دے دیا، باقی مال و دولت واپس لے گیا اور اعلان

Marfat.com

کر دیا کہ جو قریش قرآن پاک حفظ کرے گا اسے آئندہ سال حج کے موقع پر انعام واکرام سے نوازا جائے گا۔

آئندہ سال وہ بہت سامال لے کر آیا۔ ان چیزوں کو مسجد حرام میں رکھا اور اعلان کیا کہ قریش حفاظ جمع ہو جائیں تاکہ انہیں نوازا جا سکے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بہت سے قریش حافظ جمع ہو گئے اور اپنے آپ کو امتحان کے لئے پیش کیا۔ اس تاجر نے انہیں مال ودولت اور کپڑے دینے شروع کر دیئے۔ مال ودولت اور کپڑے ختم ہو گئے لیکن بہت سے حافظ باقی بچ گئے اور اس سے انعام کا مطالبہ کرنے لگے۔ اس طرح اس نے قریش کو اپنی عظمت واپس دلا دی۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

فصل نمبر 10:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے، جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے کہ آپ نے ریح محسوس کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قسم دے کر فرمایا کہ اس شخص کو وضو کرنا چاہیے۔ جریر نے عرض کیا:

"یا حضرت! سب لوگ وضو کر کے آئیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر فرمایا:

" نعم السید کنت فی الجاھلیۃ ونعم لسید انت فی الاسلام"

"آپ جاہلیت میں بھی کتنے اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی کتنے اچھے سردار ہیں۔"

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 11:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ابن جعفر رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

"آپ کو یاد ہے جب میں، آپ اور ابن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے؟"

انہوں نے فرمایا:

"ہاں جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سوار کیا تھا اور آپ کو چھوڑ دیا تھا۔"

☆☆☆

فصل نمبر 12:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

1: خلیفہ ہارون الرشید کے پاس ایک لونڈی تھی اور جواہرات کا ایک ہار بھی سامنے پڑا تھا۔ وہ ہار سے کھیلنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ ہار گم ہو گیا تو اس نے اس لونڈی پر الزام لگا دیا۔ جب لونڈی سے ہار کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے انکار کر دیا۔ ہارون نے یہ قسم اٹھائی کہ اگر اس نے میری تصدیق نہ کی تو میری بیوی کو طلاق، میرے غلام آزاد اور مجھ پر حج لازم ہو جائے گا لیکن وہ لونڈی انکار پر مصر رہی۔ ہارون الرشید کو اندیشہ ہوا کہ اس کی قسم ٹوٹ گئی ہے۔ اس نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور مسئلہ دریافت کیا۔ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"میں اس لونڈی کے ساتھ علیحدگی میں ملنا چاہتا ہوں۔ ہمارے ساتھ ایک خادم بھی ہوگا تاکہ تمہیں اس مصیبت سے نکال سکے۔"

اس نے ایسا ہی کیا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس لونڈی سے کہا:

"امیر المومنین جب تم سے ہار کے بارے میں پوچھیں تو پہلے بار انکار کر دینا جب وہ دوبارہ پوچھیں تو کہنا میں نے ہار لیا ہے اور جب تیسری بار پوچھیں تو

پھر انکار کر دینا۔"

یہ بات طے کر کے وہ باہر نکلے اور خادم سے کہا:

"امیر المومنین کو اس بارے میں کچھ نہ بتانا۔"

پھر ہارون سے کہا:

"اے امیر المومنین! آپ مسلسل تین بار ہار کے بارے میں سوال کریں۔ یہ آپ کی تصدیق کر دے گی۔"

ہارون نے پہلی مرتبہ پوچھا تو اس نے انکار کر دیا۔ دوسری بار اس نے اقرار کر لیا۔ تیسری بار پوچھنے پر کہا:

"قسم بخدا! میں نے وہ ہار نہیں لیا، لیکن امام یوسف نے اسی طرح مجھے کہا تھا۔"

ہارون الرشید نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

"کیا ماجرا ہے۔؟"

انہوں نے فرمایا:

"اے امیر المومنین! آپ اپنی قسم سے بری ہو چکے ہیں، کیونکہ اس نے ایک دفعہ اقرار کیا ہے اور ایک دفعہ انکار اور ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے ایک بات سچی ہے۔ اس طرح آپ اپنی قسم سے بری ہو چکے ہیں۔"

ہارون الرشید یہ سن کر بہت خوش ہوا، انہیں انعام واکرام سے نوازا اور کچھ مدت کے بعد ہار بھی مل گیا۔

2: خلیفہ ہارون الرشید نے ایک مرتبہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

"فالودہ اور باداموں کے حلوہ میں سے عمدہ کون ہے۔؟"

انہوں نے کہا:

"میں غائب چیزوں کے بارے میں فیصلہ دینے سے قاصر ہوں۔!"

بادشاہ نے دونوں چیزیں لانے کا حکم دیا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کبھی اس سے لقمہ لیتے اور کبھی دوسرے سے، حتیٰ کہ پیالے نصف ہو گئے۔ پھر کہنے لگے:

"امیر المومنین! میں نے ان دونوں فریقوں سے زیادہ جھگڑالو کوئی نہیں دیکھا

۔جب بھی میں نے ایک کے حق میں فیصلہ صادر کرنے کا ارادہ کیا تو دوسرے نے اس سے قوی دلیل پیش کردی (زیادہ مزیدار نکلا)۔"

☆☆☆

فصل نمبر 13:

سخاوت و بخل

محمد بن اسماعیل کہتا ہے کہ ہمارے پاس بنو جہینہ کا ایک آدمی تھا، اس کی کنیت ابونصر تھی۔ میں نے ایک دن اس سے پوچھا:

"سخاوت کیا ہے۔؟"

کہنے لگا:

"کم جدوجہد۔"

میں نے پوچھا:

"بخل کیا ہے۔؟"

"اف" کہہ کر اس نے رخ دوسری طرف کرلیا۔ میں نے کہا:

"جواب دو۔!"

وہ کہنے لگا:

"میں آپ کو جواب دے چکا ہوں۔!"

فصل نمبر 14:

حلال ترین کھانا

پولیس افسر ابن نسوی کا ایک پڑوسی متقی اور پرہیزگار تھا۔ وہ کسی کی سفارش کے لئے ابن نسوی کے پاس آیا۔ ابن نسوی اس وقت کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے اسے کھانے کی دعوت دی، لیکن اس نے انکار کردیا۔ ابن نسوی نے کہا:

"شاید! تم یہ سمجھتے ہو کہ ابن نسوی کو حلال کھانا کیسے میسر آیا۔؟ بلا خوف

Marfat.com

کھاؤ! میں نے اس سے زیادہ حلال کھانا آج تک نہیں کھایا۔"

وہ صوفی بطور مذاق کہنے لگے:

"کیا تمہارے پاس کوئی ایسا کھانا ہو سکتا ہے جس میں شبہ نہ ہو۔؟"

ابن نسوی نے کہا:

"اگر میں اس کی تفصیل سے تمہیں آگاہ کر دوں تو کیا تم کھاؤ گے۔؟"

انہوں نے کہا:

"ہاں۔!"

ابن نسوی بیان کرنے لگا کہ کچھ دن پہلے میں اسی وقت اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکٹایا۔ لونڈی نے دروازہ کھولا تو ایک عورت اندر داخل ہوئی، میرے پاؤں پر گر گئی اور منت سماجت کرنے لگی۔ میں نے اس سے پوچھا:

"کیا بات ہے۔؟"

اس نے بتایا:

"میری دو بیٹیاں ہیں اور میرے خاوند نے نئی شادی کر لی ہے؟ نہ تو وہ میرے حقوق پورے کرتا ہے اور نہ ہی بچوں پر توجہ دیتا ہے۔ اس لئے میں بہت پریشان ہوں۔ میری خواہش ہے کہ وہ ہم دونوں کے ساتھ مساوی سلوک کرے۔"

میں نے پوچھا:

"وہ کیا کرتا ہے۔؟"

اس نے بتایا:

"وہ نانبائی ہے۔ فلاں بازار میں اس کی دکان ہے اور یہ اس کا نام ہے۔"

میں نے اس عورت سے پوچھا:

"تو کس کی بیٹی ہے۔؟"

اس نے مجھے اپنے والد کا نام بتایا اور ساتھ ہی میں نے اس سے اس کی بیٹیوں کے نام بھی پوچھ لیے۔ میں نے کہا:

Marfat.com

"پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔تمہارا خاوند تمہارے پاس لوٹ آئے گا۔"

اس عورت نے کہا:

"یہ سوت رکھ لو۔!یہ میں نے اور میری بیٹیوں نے کاتا ہے۔یہ تمہارے لئے حلال ہے۔"

میں نے کہا:

"یہ سوت لے لو اور اپنے گھر چلی جاؤ۔!"

وہ چلی گئی تو میں نے دو آدمیوں کو اس کے خاوند کی طرف بھیجا اور کہا:

"اسے حاضر کرو لیکن پریشان نہ کرنا۔"

وہ آیا تو اس کے ہوش اڑتے ہوئے تھے۔میں نے اس کہا:

"پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ میں نے تمہیں مہمانوں کے لئے کھانا پکانے کے لئے بلایا ہے۔اس کی تمہیں اجرت دی جائے گی۔"

یہ بات سن کر اسے کچھ حوصلہ ہوا اور کہنے لگا:

"میں آپ سے مزدوری نہیں لوں گا۔"

میں نے کہا:

"کیوں نہیں!ہمارا تو تمہارے ساتھ گہرا تعلق ہے۔تمہاری بیوی اور بیٹیوں کا کیا حال ہے۔؟تمہاری بیوی تو میری چچازاد بہن ہے۔"

اس نے کہا:

"سب خیریت سے ہیں۔"

میں نے کہا:

"تم عقل مند آدمی معلوم ہوتے ہو۔تمہیں اس کے بارے میں کوئی نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ بات سن کر اس نے میرے ہاتھ چومے اور میں نے اسے کہا:

"اپنی دکان پر جاؤ۔اگر کسی قسم کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں۔"

وہ شخص چلا گیا۔اسی رات اس کی بیوی میرے پاس آئی۔اس کے پاس یہ پلیٹ

Marfat.com

تھی۔ اس نے مجھے قسم دے کر کہا:

''اسے واپس نہ لوٹانا۔ آپ نے میرے اور میری اولاد کے ساتھ بڑا احسان کیا ہے۔ یہ میرے ہاتھوں کی کمائی ہے، اسے قبول فرمالو۔''

میں نے اسے قبول کرلیا۔ اب تمہی بتاؤ کہ کیا یہ میرے لئے حلال ہے۔؟

اس نے جواب دیا:

''قسم بخدا! دنیا میں اس سے زیادہ حلال کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔''

میں نے اسے کہا:

''تو پھر اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔''

☆☆☆

فصل نمبر 15:

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما

1: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ مل کر ایک دن کھیل رہے تھے کہ ایک آدمی ادھر سے گزرا۔ اس نے ان کو زور سے پکارا۔ بچے بھاگ کھڑے ہوئے ابن زبیر رضی اللہ عنہما الٹے رخ چلتے جا رہے تھے اور بچوں کو کہہ رہے تھے:

''مجھے اپنا امیر بنالو تاکہ سب مل کر اس کا مقابلہ کریں۔!''

2: ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ بچے کھیل رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر سب بھاگ گئے مگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کھڑے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس رک گئے اور پوچھا:

''تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں بھاگے؟''

وہ کہنے لگے:

''امیر المومنین! میں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ خوف محسوس کروں اور نہ ہی راستہ تنگ ہے کہ آپ کے لئے ایک طرف ہو جاؤں۔!''

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 16

گری کھجوریں

حضرت سنان بن مسلمہ (جو کہ بحرین کے امیر بھی رہے) اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک دفعہ ہم سب ہجولی مل کر کھجوریں چن رہے تھے کہ اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ادھر آ نکلے۔ آپ کو دیکھ کر سب لڑکے بکھر گئے اور میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ جب وہ میرے بالکل قریب آ گئے تو میں نے کہا:

''امیر المومنین! میں نے صرف وہی کھجوریں چنی ہیں جو خود بخود (ہوا سے) گری ہیں۔''

انہوں نے فرمایا:

''مجھے دکھاؤ!'' مجھے پتہ چل جاتا ہے۔''

چنانچہ انہوں نے میری گود میں دیکھا اور فرمایا:

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔''

میں نے کہا:

''امیر المومنین! لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ آپ کے جانے کے بعد یہ بچے مجھ پر جھپٹ پڑیں گے اور سب کھجوریں چھین کر بھاگ جائیں گے۔''

یہ سن کر امیر المومنین مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور محفوظ جگہ پہنچا کر چھوڑ دیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 17:

والد کے جود وسخا کی وجہ سے

اہل شام کے ایک آدمی کا قول ہے کہ میں جب مدینہ منورہ آیا تو ابراہیم بن ہرمہ کے گھر گیا۔ وہ خود موجود نہ تھا۔ اس کی چھوٹی بچی مٹی سے کھیل رہی تھی۔ میں نے پوچھا:

''تمہارا باپ کدھر ہے۔؟''

وہ کہنے لگی:

''عرصہ ہوا وہ کسی سخی کے پاس گیا تھا۔آج تک اس کی کوئی خبر نہیں۔''

میں نے کہا:

''ہمارے لئے اونٹ ذبح کرو ہم تمہارے مہمان ہیں۔!''

وہ کہنے لگی:

''ہمارے پاس اونٹ نہیں۔''

میں نے کہا:

''پھر بکری ہی سہی۔''

وہ کہنے لگی:

''بخدا! بکری بھی نہیں ہے۔''

میں نے کہا:

''چلو! مرغی ہی سہی۔''

وہ کہنے لگی:

''وہ بھی نہیں۔''

میں نے کہا:

''پھر انڈا ہی پکا کر لے آؤ۔''

وہ کہنے لگی:

''بخدا! ہمارے پاس وہ بھی نہیں۔''

میں نے کہا:

''پھر تو تمہارے باپ کے ان اشعار کا کوئی مقصد نہ رہا جن میں اس نے اپنی جود و سخا کے واقعات بیان کیے ہیں۔!''

وہ بچی کہنے لگی:

''ہمارے والد کے انہی افعال نے تو ہمیں یہاں تک پہنچایا ہے کہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں رہا اور ہم ٹکے ٹکے کو ترس رہے ہیں۔!''

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 9

متقدمین ومتاخرین

اہل تصوف

تعارف اور کرامات

Marfat.com

فصل نمبر1:

شیخ محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ

شیخ محمد بن المنکدر کے صاحبزدہ نے بیان کیا ہے کہ یمن کے لوگوں میں سے ایک شخص نے ان کے والد کے پاس اسی دینار امانت رکھی، خود جہاد کے ارادہ سے روانہ ہوگیا اور یہ کہہ گیا:

"اگر آپ کو خرچ کی ضرورت پڑے تو خرچ کر لیجئے! جب تک کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا میں واپس آؤں۔"

کہتے ہیں کہ یہ شخص چلا گیا۔ ادھر اہل مدینہ پر قحط آ پڑا اور بہت سخت قحط پڑا۔ والد صاحب نے ان دیناروں کو نکال کر تقسیم کر دیا۔ کچھ مدت ہی گزری تھی کہ وہ شخص آ گیا اور اپنا مال طلب کیا۔ والد صاحب نے فرمایا:

"کل میرے پاس آنا۔"

یہ کہہ کر خود رات بھر مسجد نبوی میں رہے۔ کبھی مرقد مبارک کو اور کبھی ممبر شریف کو لپٹتے۔ صبح قریب ہوگئی تو اندھیرے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا:

"اے محمد! لو!"

انہوں نے ہاتھ بڑھایا تو ایک تھیلی دی جس میں اسی دینار تھے۔ اگلے روز وہ شخص آیا اور آپ نے یہ دینار اس کو دیدیئے۔

☆☆☆

فصل نمبر2:

شیخ محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں اور محمد بن عبداللہ شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ حج کو چلے۔ ایک راستہ میں پہنچے تو ہمارے سامنے شیر آ گیا۔ میں نے شیبان سے کہا:

Marfat.com

''آپ نہیں دیکھتے کہ یہ درندہ سامنے ہے۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''سفیان! ڈرو نہیں۔''

شیر نے بھی شیبان کا یہ کلام سن لیا تو خوشامد کرنے لگا اور کتے کی طرح دم ہلانے لگا۔ شیبان رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف بڑھے اور اس کا کان اینٹھا۔ میں نے ان سے کہا:

''یہ کیا شہرت والی بات ہے۔؟''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''اے ثوری! اس میں کون سی شہرت ہے؟ اگر میں شہرت کا اندیشہ نہ کرتا تو اپنا سامان سفر مکہ مکرمہ تک اسی کی کمر پر لاد کر لے چلتا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب جنبی ہوتے اور پاس پانی نہ ہوتا تو ایک بادل آتا اور ان کے سر پر برستا۔ اس سے یہ غسل کر لیتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب جمعہ کی نماز کے لئے جاتے تھے تو اپنی بکریوں کے چاروں طرف ایک خط کھینچ جاتے اور چلے جاتے تھے۔ پھر جب تک یہ لوٹ نہ آتے نہ تو بکریاں وہاں سے ہلتی تھیں اور نہ کوئی وحشی جانور یا انسان ان کو چھیڑتا تھا۔

حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا ان کے پاس سے گزریں اور فرمایا:

''میں میں حج کا ارادہ کر رہی ہوں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آستین میں سے کچھ اشرفیاں نکال کر دے دیں کہ راستہ میں خرچ کر لینا۔ انہوں نے ہوا میں ہاتھ پھیلایا، پھر مٹھی بند کر لی تو وہ اشرفیوں سے بھری ہوئی تھی۔ پھر فرمایا:

''آپ جیب سے خرچ کرتے ہیں اور میں غیب سے خرچ کرتی ہوں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کے ساتھ بغیر زادِ راہ کے محض توکل پر حج کیا۔

یہ حضرت شیبان رحمۃ اللہ علیہ اُمی تھے اور باوجود اس کے جب کوئی مسئلہ فقہ وغیرہ کا پوچھا گیا تو نہایت عمدہ جواب دیا۔ مصر میں انتقال ہوا ہے اور قرافہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب اس احاطہ میں جس میں مزنی کی قبر ہے مدفون ہوئے ہیں۔ ان کی

Marfat.com

مزنی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے درمیان اس درزی کی قبر ہے جو بہت بڑے صلحاء میں ہوئے ہیں۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ شیبان رائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قاری کو یہ پڑھتے سنا:

''فمن یعمل مثقال ذرۃ خرا ۃ یرہ و من یعمل مثقال فرذ شریرہ''

''جو ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔''

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بھاگ گئے۔ لوگوں نے ان کو اس واقعہ کے ایک سال بعد دیکھا تو پوچھا:

''آپ بھاگ کیوں گئے تھے۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں اس دقیق حساب کی وجہ سے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔''

☆☆☆

فصل نمبر 3:

شیخ ابوعبداللہ محمد بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعبداللہ محمد بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ ایک قصائی کے پاس ٹھہرے۔ وہ قصائی آپ کو چھوڑ کر چلا گیا پھر جب لوٹا تو اس ہاتھ کا ایسا کٹ گیا کہ وہ اس سے کچھ نہ کاٹ سکا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ شیخ کی وجہ سے ہے۔ وہ شیخ کی طرف دوڑا اور عرض کیا:

''میرے آقا! مجھ سے جو حرکت سرزد ہوئی ہے اس پر گرفت نہ فرمایئے! کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سبحانہ سے توبہ کر رہا ہوں۔ آپ بھی دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تندرست کر دے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی تو اس کا ہاتھ جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا۔

Marfat.com

فصل نمبر 4:

شیخ محمد منصور طوسی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد منصور طوسی رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدعوات تھے۔آپ سے بغداد میں ایک جماعت نے پوچھا:

''کیا آج عرفہ ہے۔؟''

اور اس میں کچھ اختلاف ہو رہا تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ذرا صبر کرو۔!''

آپ حجرہ میں تشریف لے گئے۔پھر تشریف لائے اور فرمایا:

''ہاں! ہے۔!''

لوگوں نے دنوں کو شمار کیا تو وہی دن تھا جس میں وقوف عرفہ کیا گیا تھا۔پھر آپ سے پوچھا گیا:

''آپ نے کیسے معلوم کرلیا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں نے اپنے رب سے دریافت کیا تو مجھ کو وقوف عرفہ کی جگہ لوگوں کو دکھا دیا گیا۔''

آپ کا انتقال 254 ہجری میں بغداد میں ہوا۔

☆☆☆

فصل نمبر 5:

شیخ محمد بن یوسف البناء رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن یوسف البناء رحمۃ اللہ علیہ اکابر صوفیاء میں سے ہیں۔آپ چھ سو اساتذہ سے ملے ہیں اور بہت سی احادیث لکھیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں یہ دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ! یا تو میرے دل میں اپنی معرفت داخل کر دیجئے یا مجھے اپنی طرف بلا لیجئے۔''

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غیب سے کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا:

"اگر تم یہ چاہتے ہو تو ایک مہینہ تک روزے رکھو اور کسی سے بات نہ کرو۔ پھر زمزم کے قبہ میں داخل ہو اور اپنی حاجت کی دعا کرو۔"

پھر کنوئیں میں سے ایک کہنے والے کو سنا جو کہتا ہے:

"جس کو تم پسند کرو اختیار کرلو۔ مع مال کے یا معرفت مع فقر کے۔"

انہوں نے عرض کیا:

"میں نے معرفت مع فقر کے اختیار کرلی۔"

جواب دیا گیا:

"دے دی گئی۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 286 ہجری میں ہوئی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 6:

شیخ محمد بن مسلم بن عبدالرحمٰن قنطری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن مسلم قنطری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے صوفی مریدوں کی تربیت کرنے والے، بڑے بڑے متقیوں اور زاہدوں کے پیر ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ میں سے ہیں۔

آپ کی کرامتوں میں یہ ہے کہ آپ کا ایک بھانجا تھا۔ آپ نے اس کو دیکھا کہ ڈھول وغیرہ سے کھیل رہا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ بار الٰہا! اسے موت دے دے تو وہ اسی روز مرگیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 260 ہجری میں ہوئی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 7:

شیخ معلم ابوبکر تیمی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن احمد بن سید حمد ویہ معروف بہ معلم ابوبکر تیمی رحمۃ اللہ علیہ نہایت عابد، زاہد اور صاحب کرامات مشہور ہیں۔ آپ سے بہت سی باتیں خرق عادت کی نقل کی گئی ہیں ہیں۔

آپ حضرت قاسم جوئی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے اور ان سے اور دوسرے بزرگوں سے حدیثیں بھی روایت کی۔ خود ان سے ابوزرعہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اکابر علماء ان کے مقتداء تھے۔ پچاس سال نہ سیدھے لیٹے نہ پاؤں پھیلائے۔ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قادسیوں کے قبرستانوں میں رہے ہیں۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت جوئی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے ہیں۔

گیارہ سال تک کسی سے کلام نہیں کیا۔ جمعہ کی نماز کے لیے جایا کرتے تھے۔ ایک دن ابلیس ملا اور اس نے کہا:

"اے لڑکے! لوٹ جا! ہم نے جمعہ پڑھ لیا ہے۔"

یہ لوٹ گئے۔ پھر آفتاب کو دیکھا کہ آسمان کے وسط میں ہے تو پھر گئے اور جمعہ کو پا لیا۔

آپ ایک دن میں چالیس میل چل لیتے تھے اور اس میں ایک بار قرآن شریف ختم کر لیتے تھے۔ ایک روز تھک گئے اور بھوک کا غلبہ اور ضعف ہو گیا تو آپ جنگل میں ایک چشمہ پر پہنچے۔ وہاں بیٹھ گئے اور دعا کی تو ایک حبشی باندی سر کے قریب کھڑی دیکھی۔ وہ کہہ رہی تھی:

"میرے آقا نے آپ کے واسطے یہ ہدیہ بھیجا ہے اور کہا ہے کہ اگر آپ نے قبول کر لیا تو تو آزاد ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"رکھ دو۔"

جب دیکھا تو اس میں دو شیر مال ہیں اور ان کے ساتھ اُبلے ہوئے انڈے بھی۔

انہوں نے ان کو چھوڑ دیا اور فوراً دعا کے قبول ہو جانے کی وجہ سے گھبرا کر چلے گئے۔

آپ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عرصہ دراز تک کچھ نہیں پیا۔ پانی کی ضرورت ہوئی تو کنوئیں پر جا بیٹھے، رونے لگے اور دعا کی:

"اے میرے مولا! تجھے معلوم ہے کہ میں پانی کا ضرورت مند ہوں اور اس کا چھوڑ دینا مجھے شاق ہے۔"

ایک مرتبہ یہ دعا مانگی ہی تھی کہ دیوار میں سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس میں پانی کا آبخورہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک آواز آئی:

"پی لو۔!"

انہوں نے کہا:

"پانی کی ضرورت زیادہ ہے۔"

پھر وضو کیا، نماز پڑھی اور پانی پی لیا۔ اس کے بعد 80 روز تک پانی پینے کی ضرورت نہیں ہوئی۔

کچھ لوگ آپ کے مہمان ہوئے، آپ بھنا ہوا گوشت اور چپاتیاں لائے تو وہ کہنے لگے:

"یہ ہم لوگوں کا کھانا نہیں ہے۔"

آپ نے کہا:

"پھر آپ لوگوں کا کھانا کیا ہے۔؟"

انہوں نے کہا:

"سبزی۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ لا دی اور خود گوشت کھا لیا۔ آپ تو رات بھر نماز پڑھتے رہے اور وہ لوگ تمام رات سوئے رہے۔ پھر اندھیرے سے صبح کی نماز پڑھی۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یہ تو بھنے ہوئے گوشت کا عمل ہے۔ سبزی کا عمل کہاں ہے۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایک کتے نے آپ کو بھونکا تو وہ گر کر مر گیا۔

آپ کا انتقال 301 ہجری میں ہوا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 8:

شیخ محمد بن یعقوب عرجی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اکابر عارفین میں سے ہیں اور علماء عاملین کے امام ہیں۔ حارث محاسبی ان کے ساتھ رہے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں شام سے ایک میدان کے راستہ پر چلا تو ایک لق و دوق میدان پر جا پہنچا۔ کئی دن تک حیران پھرتا رہا اور نہ کچھ کھانے پینے کو ملا، نہ ہی راستہ ملا۔ یہاں تک کہ مرنے کے قریب ہو گیا تو دو راہب جاتے ہوئے ملے۔ گویا وہ کہیں قریب سے ہی چلے ہیں۔ میں نے پوچھا:

"تم دونوں جانتے ہو کہ تم اس وقت کہاں ہو۔؟"

انہوں نے کہا:

"ہم اس کے ملک، اسی کی مملکت میں ہیں اور اسی کے سامنے ہیں۔"

میں نے اپنے نفس کی طرف توجہ کی اور اس کو ملامت کرنے لگا کہ یہ راہب تو توکل کے مرتبہ پر پہنچ گئے اور تو نہیں پہنچا۔ پھر ان سے کہا:

"کیا تم مجھ کو اپنے ساتھ ہونے کی اجازت دیتے ہو۔؟"

انہوں نے کہا:

"تم کو اختیار ہے۔"

غرضیکہ میں ان کے ساتھ ہو لیا۔ جب رات تاریک ہو گئی تو وہ دونوں اپنی نمازوں کے لئے کھڑے ہوئے اور میں اپنی نماز کے لیے۔ میں نے مغرب تیمم سے پڑھی اور دونوں مجھ پر ہنسنے لگے۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو ایک نے ہاتھ سے زمین کریدی وہاں سے پانی نکل آیا اور کھانا آ کر دکھا گیا۔ مجھے تعجب ہوا۔ انہوں نے کہا:

"آؤ! اور کھا لو۔"

Marfat.com

ہم تینوں نے کھایا پیا اور میں نے نماز کی تیاری کی۔ پھر پانی زمین میں جذب ہو گیا، نظر سے اوجھل ہو گیا اور صبح تک وہ دونوں الگ نماز پڑھنے لگے۔ میں الگ پڑھتا رہا۔ پھر ہم لوگ رات تک چلتے رہے۔ جب رات ہو گئی تو ایک نے دوسرے کو نماز پڑھائی۔ پھر کچھ دعائیں مانگیں اور زمین کریدی تو پانی بھی نکل آیا اور کھانا بھی موجود ہو گیا۔ پھر جب تیسری رات ہوئی تو ان دونوں نے کہا:

”اے مسلمان! تیرا کیا حال ہے۔؟“

مجھے بہت شرم آئی اور شرم سے گڑا جانے لگا۔ میں نے دعا کی:

”اے اللہ! میں جانتا ہوں کہ میرے گناہوں نے تیرے ہاں میری کوئی عزت باقی نہیں رکھی، لیکن میں درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے رسوا نہ فرما اور ان دونوں کو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت پر بدگمانی سے خوش ہونے کا موقعہ نہ دے۔“

ابھی میں دعا سے فارغ ہی ہوا تھا کہ یکا یک ایک ابلتا ہوا چشمہ اور بہت سا کھانا نمودار ہوا۔ ہم تینوں نے خوب کھایا پیا۔ ان دونوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کیا دعا کی تھی۔ میں نے دعا بتا دی تو وہ مسلمان ہو گئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 9:

شیخ محمد بن السماک رحمۃ اللہ علیہ

احمد بن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ شیخ محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو ہم نے ان کا قارورہ لیا اور ایک طبیب کے پاس لے چلے جو نصرانی تھا۔ ہم حیرہ اور کوفہ کے درمیان تھے کہ ایک خوبصورت شخص جس میں سے خوشبو آتی تھی، عمدہ لباس پہنے ہوئے سامنے آیا۔ اس نے پوچھا:

”تم لوگ کہاں کا ارادہ کر رہے ہو۔؟“

ہم نے کہا:

Marfat.com

''فلاں طبیب کا ارادہ کر رہے ہیں کہ ان کو محمد بن سماک کا قارورہ دکھائیں گے۔''

ان صاحب نے کہا:

''سبحان اللہ! تم اللہ کے ایک ولی کے واسطے اللہ کے دشمن کی اعانت چاہتے ہو۔ اس کو زمین پر پھینک دو، ابن سماک کے پاس لوٹ جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ تکلیف کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر یہ پڑھیں: ''وبالحق انزلناہ وبالحق نزل'' (ہم نے اس کو حق کے ساتھ ہی نازل کیا ہے اور یہ حق کے ساتھ ہی نازل ہوا ہے)''

پھر وہ نوجوان ایسے غائب ہوئے کہ ہم نہ دیکھ سکے۔ ہم ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوٹ آئے اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تکلیف کے مقام پر ہاتھ رکھا اور وہ پڑھا جوان صاحب نے کہا تھا تو اسی وقت تندرست ہو گئے اور فرمایا:

''یہ خضر علیہ السلام تھے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 10:

شیخ محمد بن یوسف البولاقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ امام محمد بن یوسف البولاقی رحمۃ اللہ علیہ امام اور عالم زاہد تھے۔ ابن النجوی نے ان کے اوصاف میں کتاب کی ایک جلد مستقل لکھی ہے۔

آپ کے حالات میں یہ بھی ہے کہ ایک عورت اپنے بچہ کو لے کر سمندر پر گئی۔ کچھ حبشی لوگ جہاز میں آئے، بچہ کو پکڑا، جہاز میں بٹھا لیا اور لے کے چلے گئے۔

وہ عورت شیخ محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی عبادت گاہ سے نکل رہے تھے۔ اس نے سارا قصہ سنایا کہ حبشیوں نے اس کے بچے کو پکڑ لیا ہے اور وہ اس جہاز میں ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سمندر کی طرف روانہ ہوئے اور ہوا کو حکم دیا:

''رک جا۔''

وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے رک گئی۔ پھر آپ نے جہاز والوں کو آواز دی:
"بچہ کو اس کی ماں کو لوٹا دو!"
مگر انہوں نے انکار کر دیا اور چلتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جہاز کو حکم دیا:
"رک جا۔"
وہ وہیں رک گیا۔ پھر آپ س پانی کے اوپر چلتے ہوئے گئے، بچہ کو جہاز سے لیا اور اس کی ماں کے پاس حاضر کر دیا۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ چمڑے کی دباغت کا کام کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس مازو آئے تھے۔ خلیفہ نے کسی کو بھیجا اور اس نے ان کو لے لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خادم حاضر ہوا تو غصہ کیا کہ خلیفہ کے آدمی وہ مازو لے گئے ہیں۔ کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں ان کے افسر کے پاس جاؤں۔؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"بیٹھ جاؤ۔"
وہ خود تمہیں لوٹا دیں گے۔ جب وہ لوگ لے گئے تو انہوں نے ان کو پتھر پایا تو سمجھ لیا کہ یہ شیخ کی برکت سے ہے اور لوٹا گئے تو وہ مازو تھے۔

شیخ محمد بن یوسف البولاقی رحمۃ اللہ علیہ ابو عبداللہ تکروی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 11:

شیخ محمد بن محمد الادفوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن محمد الادفوی رحمۃ اللہ علیہ مشہور علماء اور سات ابدال میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے فرلات کے اماموں میں سے ایک جماعت کا زمانہ پایا ہے اور ان سے پڑھا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں ایک کتاب ہے جس کا نام ہے "کتاب الستغناء" آپ نے یہ کتاب لکھ کر امیر مصر کے پاس بھیجی۔ اس نے اس کے کنارہ پر بے نیازی کے الفاظ لکھ دیئے اور واپس کر دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لئے بددعا کی تو وہ تین دن بھی زندہ نہیں

Marfat.com

رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال مصر میں ہوا ہے اور قرافہ میں اوفوی کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 12:

شیخ ابو بکر محمد المالکی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو بکر محمد المالکی رحمۃ اللہ علیہ مصر کے رہنے والے ہیں اور عبدالصمد بغدادی کے پیر کے پیر ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سات ابدال میں سے ایک ہیں۔

قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ان کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک اپاہج عورت پر گزرے تو اس نے کہا:

"کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے اللہ کے واسطے۔؟"

انہوں نے فرمایا:

"میرے پاس دنیا کی کوئی چیز نہیں، لیکن اپنا ہاتھ لا۔!"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور حق تعالیٰ کے فضل سے چلنے لگی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

"مسلمان کو آگ چھوئے گی ہی نہیں اور اگر چھوئے گی تو جلائے گی نہیں۔ اگر میں شہرت کا اندیشہ نہ کرتا تو سو دفعہ ہاتھ کو آگ میں داخل کرتا اور نکال لیتا اور وہ نہ جلتا۔"

☆☆☆

فصل نمبر 13:

شیخ محمد بن مسویٰ ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن مسویٰ ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جنید بغدادی کے مریدوں میں سے بڑے آدمی ہیں اور فرغانی الاصل ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ رفیع المرتبہ اور عالیشان ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سمندر کا سفر کر رہے تھے کہ کشتی ٹوٹ گئی۔ آپ اور آپ کی اہلیہ ایک تختہ پر

Marfat.com

رہ گئے اور اسی حالت میں ان کے بچہ پیدا ہو گیا۔ ان کو بہت پیاس لگی، انہوں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ہوا میں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ میں سونے کی زنجیر ہے جس میں یاقوت کا آنجورہ ہے۔ اس نے کہا:

''دونوں پی لو۔!''

دونوں نے پانی پی لیا۔

آپ نے اس آدمی سے پوچھا:

''تم کون ہو۔؟''

اس نے جواب دیا:

''تمہارے آقا کا ایک غلام۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''تم اس مرتبہ پر کیسے پہنچ گئے۔؟''

اس نے جواب دیا:

''اُس کی مرضی پر اپنی خواہش کو قربان کرنے سے۔ اس کے صلے میں اس نے مجھے بساط فراوانیت پر بٹھا دیا جیسے کہ اب تک دیکھ رہے ہو۔''

یہ کہہ کر وہ آدمی غائب ہو گیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 14:

شیخ محمد بن محمد سلامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو جعفر محمد بن محمد سلامہ طحاوی ازدی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ حنفی ہیں۔ مصر میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی سرکردگی انہی پر ختم ہے۔ آپ مشہور اماموں سے ہیں۔ کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا مقبول ہوتی تھی۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے:

Marfat.com

''جس نے اپنے دل کو حرام سے پاک کر لیا اس کی دعا کے واسطے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔''

ایک دن ابو منصور نکین الحرزی مشہور بالجبار، امیر مصر آپ کے پاس آئے۔ جب جناب امام رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو اس پر رعب طاری ہو گیا۔ حضرت امام نے اکرام کیا اور اچھا برتاؤ کیا۔ انہوں نے عرض کیا:

''میرے آقا میں چاہتا ہوں کہ اپنی لڑکی کی آپ سے شادی کر دوں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں ایسا نہ کروں گا۔''

پھر اس نے عرض کیا:

''کیا آپ کو کوئی ضرورت ہے۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''نہیں۔''

پھر عرض کیا:

''کچھ زمین آپ کے نام کر دوں۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''نہیں۔!''

پھر اس نے عرض کیا:

''مجھ سے آپ جو چیز چاہتے ہیں فرمایئے۔!''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تم سنو گے۔؟''

عرض کیا:

''جی ہاں!''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اپنے دین کی حفاظت کرو کہ ہاتھ سے نہ نکل جائے، اپنے کو عذاب سے

Marfat.com

چھڑانے کے لئے موت سے پہلے کچھ کام کر لو اور خود کو اللہ کے بندوں پر ظلم کرنے سے بچاؤ۔"

پھر وہ آپ کو چھوڑ کر چلا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اہل مصر پر ظلم کرنا بند کر دیا تھا۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات مصر میں 321 ہجری میں ہوئی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 15:

شیخ ابوبکر محمد بن الولید الفہری طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوبکر محمد بن الولید صاحب سراج الملوک ہیں۔ صفدی نے طرطوشی کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ افضل بن امیر الجیوش نے ان کو رسدگاہ کے قریب شقیق الملک کی مسجد میں رکھ دیا اور ان کو برا سمجھا کرتا تھا۔ یہ عرصہ تک رہے اور تنگ ہو گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے کہا؟:

"ہم کب تک صبر کیے جائیں۔؟ تم جائز کھانا جمع کر لو۔"

اس نے جمع کر لیا اور تین روز تک آپ نے کھایا۔ جب مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو خادم سے فرمایا:

"میں نے اس وقت اس کے تیر مار دیا ہے۔"

جب اگلا دن ہوا افضل گھوڑے پر سوار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد مامون بن البطا کی حاکم مقرر ہوئے اور انہوں نے شیخ کا بہت اکرام کیا۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 520 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 16:

شیخ محمد بن علی بن جعفر ابوبکر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن علی بن جعفر ابوبکر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ بغداد کے رہنے والے صوفیہ کے اماموں اور

Marfat.com

اکابر عارفین میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا۔ میں نے ایک فقیر کو دیکھا جو مرا ہوا تھا، مگر ہنس رہا تھا۔ میں نے کہا:

"تم مر چکے ہو اور پھر بھی ہنس رہے ہو۔؟"

غیب سے کسی آواز دینے والے نے کہا:

"اے ابوبکر! اللہ کا عاشق ایسا ہوتا ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کیا:

"میرے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو مردہ نہ بنائے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم ہر روز چالیس مرتبہ یہ کہا کرو: **یا حی یا قیوم لاالہ الا انت**"

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے سر میں درد تھا۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو اس بارے میں عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یہ دعا لکھو: **اللھم للببوت الربویته وتعظیم الصمدیته وبسطوات الالھته وبقدم الجبروتیة وبقدرة الواحدنیة**"

حضرت ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں نے یہ دعا لکھی اور سر پر رکھ لی تو فوراً درد جاتا رہا۔"

ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں درمیان سال میں مکہ مکرمہ کے راستہ میں تھا کہ میں نے ایک بھری ہوئی ہمیانی پائی جس میں اشرفیاں چمک رہی تھی۔ میں نے ارادہ کیا کہ اسے اٹھا لوں اور مکہ مکرمہ کے فقراء میں تقسیم کر دوں تو غیب سے کسی آواز دینے والے نے آواز دی:

"اگر تم نے اسے اٹھایا تو تمہارا فقر سلب کر لیا جائے گا۔"

آپ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں سے تھے۔ ان کا انتقال مکہ مکرمہ

Marfat.com

میں 322 ہجری میں ہوا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 17:

شیخ ابو بکر محمد بن سعدون التمیمی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو بکر محمد بن سعدون التمیمی الجزیزی رحمۃ اللہ علیہ بہت عبادت گزار تھے۔ انہوں نے مصر میں چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں، پھر سو گئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ میں چاشت کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام مالک بارہ رحمۃ اللہ علیہ بارہ رکعت کہتے ہیں اور لیث رحمۃ اللہ علیہ آٹھ۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کولوں پر مارا اور تین بار فرمایا:

"مالک کی رائے درست ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے کولہوں میں درد تھا، اس رات سے جاتا رہا اور ان پر ایک نور تھا۔ جب یہ نماز پڑھتے تھے وہ چمکنے لگتا تھا۔ ان کی وفات 344 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 18:

شیخ ابو عبداللہ محمد بن خفیف الشیر ازی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابن خفیف الشیر ازی رحمۃ اللہ علیہ شوافع کے مشائخ صوفیہ کے شیخ ہیں، اولیاء عارفین کے استاد اور علم ظاہری و باطنی کے ممتاز حضرات کے اماموں میں سے ہیں۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں داخل ہوئے تو چالیس روز قیام فرمایا کہ نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے۔ پھر تشریف لے چلے تو جنگل میں کنویں کی منڈھیر پر ایک ہرن کو پانی پیتے دیکھا۔ یہ بھی پیاسے تھے۔ کنوئیں کے قریب تشریف لے گئے تو ہرن چلا گیا اور پانی کنوئیں کی تہ

میں پہنچ گیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

''اے میرے مولا! تیرے ہاں میرا مرتبہ اس ہرن جتنا بھی نہیں۔؟''

اچانک ایک کہنے والے نے کہا:

''ہم نے تمہارا امتحان کیا ہے۔تم صبر نہیں کرسکے۔ ہرن تو بغیر ڈول رسی کے آیا تھا اور تم ڈول رسی کے ساتھ آئے ہو۔''

پھر جو یہ لوٹے تو کنواں بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے پیا، پاکی حاصل کی اور ڈول میں بھر لیا۔ پھر حج کیا اور واپس آئے مگر وہ پانی ختم نہ ہوا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو جب ان کی نظر ان پر پڑی تو فرمایا:

''اگر کچھ دیر اور صبر کر لیتے تو تمہارے قدموں کے نیچے سے پانی ابل پڑتا اور تمہارے پیچھے جاری ہو جاتا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دن ایک برہمی سے مناظرہ ہو گیا۔ اس نے کہا:

''اگر تمہارا دین حق ہے تو آؤ میں اور تم چالیس روز تک کھانے سے باز رہیں۔''

دونوں نے ایسا کیا تو شیخ نے تو وہ مدت پوری کر دی اور برہمی عاجز ہو گیا۔

ایک اور برہمی نے ایک خاص مدت تک پانی کے اندر رہنے کی دعوت دی تو مدت کے پورا ہونے سے پہلے برہمی تو مر گیا اور شیخ نے مدت پوری کر دی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 371 ہجری میں ہوا ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ نماز کی صحت کے لئے خشوع شرط ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں بہت بڑی مدت تک ابدال سے ملاقات کے واسطے ملک بملک پھرتا رہا، پھر سیر و سفر سے اکتا گیا تو فارس کے شہر اصلحر میں لوٹ گیا۔ وہاں خانقاہ صوفیہ میں پہنچا تو مشائخ کی ایک جماعت کو دیکھا اور ان کے سامنے کھانے کی کوئی چیز

Marfat.com

تھی۔ وہ نو آدمی تھے جن میں سے حسن بن ابی سعد، ابوالازہر بن حیان اور کچھ اور لوگ تھے۔ میں کچھ دیر ٹھہرا رہا، پھر وضو کیا، جب میں فارغ ہو گیا تو انہوں نے مجھے جگہ دیدی۔ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور جو وہ کھا رہے تھے میں بھی کھانے لگا۔ پھر ہم سب الگ الگ ہو گئے تو میں کچھ دیر سو رہا۔ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے ابن خفیف! جن لوگوں کو تو تلاش کرتا تھا اور ان کے ساتھ بیٹھنا چاہتا تھا۔ وہ اس شہر میں یہی لوگ تھے اور تو بھی ان میں سے ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دل نے تقاضہ کیا کہ میں ان سب حضرات کو اس کی اطلاع کر دوں جو میں نے خواب میں دیکھا ہے، مگر ان کا وقار اور رعب مجھ پر غالب آ گیا۔ دن کا کچھ ہی حصہ گزرا تھا کہ شیخ ابوالحسن بن ابی سعد رحمۃ اللہ علیہ سامنے سے آئے اور فرمایا:

''اے ابو عبداللہ! جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا ہے ان کی ان سب کو اطلاع کر دو۔''

چنانچہ میں نے اطلاع کر دی۔ جب یہ خبر پھیل گئی تو وہ سب کے سب متفرق شہروں میں چلے گئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 19:

شیخ محمد بن محمد بن اسمعیل صوفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ واعظ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ابن سمعون کے نام سے مشہور ہیں۔

خطیب بغداد اپنی مشہور کتاب الکلام علی علوم الخواطر والاشارات میں کہتے ہیں کہ محمد بن محمد صوفی بغدادی زمانہ کے بے مثل اور وقت کے یکتا خطیب و عالم تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیت المقدس کا قصد کیا اور اپنے ساتھ خشک کھجوریں لے لیں۔ آپ

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کے نفس نے تر کھجوروں کا تقاضہ کیا۔ آپ اس کو ملامت کرنے لگے اور فرمایا:

''اس جگہ ہم کو تر کھجوریں کہاں سے مل سکتی ہیں۔؟''

جب افطار کا وقت ہوا اور آپ نے وہ کھولیں تو تر کھجوریں تھیں۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے کچھ نہیں کھایا۔ جب اگلا دن ہوا اور افطار کے لیے ان کو پھر کھولا تو بحالہ خشک تھیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص کو تنگدستی پیش آئی اور اس کے پاس سوائے دو موزوں کے اور کچھ نہ رہا۔ اس نے موزے نکالے اور ان کو فروخت کرنے کے لیے چلا تو ابن سمعون رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا اور یہ سوچا کہ جب لوٹوں گا تو فروخت کرلوں گا۔ جب اس شخص نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو شیخ نے پکار کر کہا:

''موزے نہ بیچنا۔ اللہ تعالیٰ تم کو رزق عطا فرمائے گا۔''

پھر ایسا ہی ہوا۔

ابن باطیش نے اپنی کتاب اثبات کرامات الاولیاء میں ابو طاہر محمد سے روایت کرکے بیان کیا ہے کہ میں ایک دن ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مجلس وعظ میں حاضر ہوا اور ابوالفتح جو اس کرسی کے برابر بیٹھے ہوئے تھے، ان پر اونگھ طاری ہوئی اور یہ سو گئے تو ابن سمعون رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر کو رک گئے۔ یہاں تک کہ وہ بیدار ہو گئے اور سر اٹھایا تو ان سے ابن سمعون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تم نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔؟''

انہوں نے کہا:

''جی ہاں!''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اس وجہ سے میں بولنے سے رک گیا تھا کہ مبادا تم گھبرا اٹھو اور یہ حالت جس میں تم تھے منقطع ہو جائے۔''

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوالفتح نیند میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کی زیارت کر رہے تھے تو ابن سمعون رحمۃ اللہ علیہ نے بیداری ہی میں زیارت کر لی۔

حضرت ابن سمعون رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 387 ہجری میں ہوا اور اپنے گھر میں ہی دفن کئے گئے۔

آپ کو تینتیس سال بعد دوسری جگہ منتقل کیا گیا تو ایسے پائے گئے کہ کفن بھی پرانا نہ ہوا تھا۔

☆☆☆

فصل نمبر 20:

شیخ محمد بن فتوح بن عبداللہ الازدی الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو عبداللہ محمد بن فتوح الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کے دادا حمید اندلسی کی طرف ہے جو کتاب الجمع من الصحیحین کے مصنف ہیں۔ یہ امام اور حافظ حدیث ہیں۔ ان کا انتقال بغداد میں 488 ہجری میں ہوا۔

ابن ماکولا کہتے ہیں:

"ہمارے دوست ابو عبداللہ الحمیدی صاحب علم و فضل اور بیدار مغز تھے۔ میں نے عفت و پاکبازی اور تقویٰ و شغلِ علم میں ان جیسا کوئی اور نہیں دیکھا۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مظفر بن رئیس الرؤسا کو وصیت کی کہ وہ ان کو حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے قریب دفن کرے، لیکن اس نے ان کی وصیت کے خلاف کیا اور باب البرز کے مقبرہ میں دفن کر دیا۔ پھر جب ایک بار مظفر نے ان کو خواب میں دیکھا تو ایسا دیکھا کہ گویا یہ ان پر مخالفت وصیت کی وجہ سے ناراض ہو رہے ہیں تو پھر صفر 491 ہجری میں باب حرب کے مقبرہ میں حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس منتقل کر دیا۔ اس وقت بھی ان کا کفن نیا، بدن نرم و نازک اور اس میں سے خوشبو مہکتی تھی۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 21:

شیخ محمد بن محمد طوسیؒ امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سیدی محی الدین بن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب روح القدس میں ذکر کیا ہے کہ ابو عبداللہ بن زین ماشبیلیہ جو افضل ترین لوگوں میں تھے امام ابو حامد غزالی کی کتابوں میں منہمک رہا کرتے تھے۔ مگر ایک رات ابوالقاسم بن احمد کی ایک تالیف جو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی رد میں تھی پڑھی تو اندھے ہو گئے۔ فوراً سجدہ میں گر پڑے، گڑگڑائے اور قسم کھائی کہ پھر کبھی اس کتاب کو نہیں پڑھیں گے اور اس کو اپنے سے دور کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ بن حرازم اپنے متوسلین کے پاس تشریف لائے اور ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ فرمایا:

"تم اس کو پہچانتے ہو۔؟"

پھر خود ہی فرمایا:

"یہ احیاء العلوم ہے۔"

شیخ بن حرازم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کیا کرتے تھے اور احیاء العلوم کو پڑھنے سے منع کیا کرتے تھے۔ انہوں نے احیاء العلوم دکھانے کے بعد سب کے سامنے اپنا جسم کھول کر دکھایا تو اس پر کوڑوں کی مار کے نشان تھے۔ پھر فرمایا:

> "خواب میں میرے پاس امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ آئے اور مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا۔ تب ہم دونوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے تھے تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: "حضور! یہ شخص یہ خیال کرتا ہے کہ میں جو کچھ آپ کی طرف سے کہتا ہوں وہ آپ نے نہیں فرمایا۔" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مارنے کا حکم عطا فرمایا اور مجھے پیٹا گیا۔"

عارف شاذلی کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا

Marfat.com

کہ آپ حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے فخر فرما رہے ہیں اور فرما رہے ہیں:

"کیا تمہاری امت میں بھی کوئی ایسا ہے۔؟"

دونوں انبیاء علیہما السلام نے عرض کیا:

"نہیں ہے۔"

عارف کبیر یمنی احمد صیاد نے خواب میں دیکھا کہ آسمانوں کے دروازے کھولے گئے اور فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوئی۔ ان کے ہمراہ سبز خلعتیں ہیں اور سواری ہے۔ پھر یہ سب ایک قبر کے سرہانے کھڑے ہو گئے۔ اس میں سے ایک شخص کو نکالا، اسے خلعت پہنایا، سواری پر سوار کیا، آسمان کی طرف لے گئے اور آسمان در آسمان ساتوں آسمانوں سے گزر گئے۔ پھر وہ ان کے بعد ستر حجاب شق کر گیا تو مجھے ان بزرگ سے تعجب ہوا اور ان کو معلوم کرنے کا ارادہ کیا تو بتایا گیا کہ یہ غزالی ہیں۔ مگر یہ علم نہیں ہو سکا کہ ان کی انتہاء کہاں تک ہے۔

عارف کبیر احمد بن صیاد یمنی نے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی صدیقیت عظمیٰ کی شہادت دی ہے۔

جب قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم کے جلا دینے کا فتویٰ دیا تو یہ امام غزالی کو پہنچ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بددعا کی تو وہ دعا ہی کے وقت حمام میں اچانک مر گئے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ مہدی نے ان کو حمام میں قتل کر دینے کا حکم دیا تھا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 505 ہجری میں ہوئی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 22:

شیخ ابو عبداللہ محمد بن الحسین بن عبدویہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حضرت ابو عبداللہ محمد بن الحسین بن عبدویہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے فقیہ اور عامل تھے۔ اصل میں عراق کے تھے۔ انہوں نے شیخ ابو الاسحٰق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے تنبیہ وغیرہ علوم کی تحصیل کی، پھر یمن آ گئے اور شہر زبید میں سکونت اختیار کر لی۔ لوگ ان کی حیات میں

Marfat.com

زیارت و برکت کے لیے ان کے پاس آیا کرتے تھے اور دعائیں کرایا کرتے تھے۔

اخیر عمر آپ رحمۃ اللہ علیہ نابینائی میں مبتلا کئے گئے۔ ان کے شاگردوں میں سے ایک فقیہ شہر نہجم میں تھے۔ ان کو علم ہوا تو وہاں ایک طبیب ماہر فن تھا یہ اس کو لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اور طبیب صاحب کے پہنچنے کی اطلاع دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مجھے طبیب کی ضرورت نہیں ہے۔"

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پوتے کو بلایا اور فرمایا کہ لکھ لو جو میں لکھواؤں۔ پھر یہ اشعار لکھوائے:

"لوگ کہتے ہیں تیری آنکھوں پر ایک مصیبت آپڑی ہے۔ گر تو نشتر سے اس کا علاج کرے گا تو بیماری جاتی رہے۔ میں نے جواب دیا کہ میرا رب اس سے میرا امتحان لے رہا ہے۔ اگر میں صبر کرلوں گا تو اس سے انعام پاؤں گا اور اگر گھبرانے لگوں گا تو ثواب سے محروم کر دیا جاؤں گا اور میرے لیے وہاں سے وبالِ خاص ہوگا۔ میں تو صابر ہوں، راضی ہوں اور شکر گزار ہوں۔ میں اس کو بدلنے والا نہیں ہوں جو اللہ نے دیا ہے۔ ہمارے شاہ کا فعل حسین اور عمدہ ہی ہوتا ہے اور اس کی صنعت کی کوئی مثال نہیں ہوتی۔ میرا رب ظلم سے متصف نہیں ہے۔ وہ اس سے بلند اور بہت بلند ہے۔"

جب ان لفظوں پر پہنچے کہ میں صابر ہوں راضی ہوں اور شکر گزار تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی اور گھر بھی روشن نظر آیا حتی کہ اپنے پوتے کو لکھتے ہوئے بھی دیکھ لیا۔ پھر جب بینائی بحال ہوگئی تو صاحبزادہ سے فرمایا:

"اس طبیب سے جو معاوضہ طے ہوا تھا وہ اسے دیدو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھ کو شفاء حاصل ہوگئی ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 525 ہجری میں ہوئی ہے اور اسی جزیرہ میں اپنی مسجد کے برابر مدفون ہوئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تربت برکت و فضل میں وہاں کی مشہور تربتوں میں ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 23:

شیخ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ صوفیاء کے امام اور فقہائے شافعیہ میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بسطام میں انتقال ہوا اور وہیں ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے برابر دفن ہوئے ہیں۔ جس دن ان کی وفات ہوئی کسی نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ دربار میں جھاڑو دے رہے ہیں، برتنوں کو بھر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں:

"کل میری قبر کے برابر ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا۔"

جب قبر کھودنیوالے نے ان کو قبر کے اندر رکھا تو وہ بہت ہی کشادہ ہوگئی۔ یہاں تک کہ یہ شخص بیہوش ہوگیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 538 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 24

حضرت ابو عبداللہ محمد البصری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ امیر اسامہ بن منقذ نے اپنی کتاب الاعتبار میں ذکر کیا ہے کہ مجھ سے شیخ امام خطیب سراج الدین ابوطاہر ابراہیم بن الحسین بن ابراہیم خطیب شہر "اسعر دبا" نے ذیقعدہ 562 ہجری میں بیان کیا کہ مجھ سے ابوالفرح بغدادی (شاید ابن الجوزی) نے بیان کیا کہ میں شیخ امام ابو عبداللہ محمد البصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بغداد میں حاضر تھا کہ ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا:

"حضور! آپ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جو میرے مہر پر حاضر ہوئے تھے۔ میرے پاس سے مہر کا کاغذ گم ہوگیا ہے میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ مجھ پر کرم فرمائیں اور قاضی کی مجلس میں شہادت دیدیں۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جب تک مٹھائی نہ لاؤ گی میں ایسا نہ کروں گا۔"

Marfat.com

وہ کھڑی رہی اور یہ سمجھی کہ شیخ مزاح فرماتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"دیر نہ لگاؤ! میں تمہارے ساتھ اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک مٹھائی نہ لاؤ گی۔"

وہ چلی گئی، پھر لوٹی اور اپنی لنگی کی جیب میں سے ایک کاغذ نکالا جس میں سوکھی ہوئی مٹھائی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کو باوجود آپ کے زہد و عفیف ہونے کے اس مانگنے سے تعجب ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کاغذ لے لیا، کھولا اور مٹھائی کو ریزہ ریزہ کر کے پھینک دیا۔ پھر جب کاغذ خالی ہو گیا اور دیکھا تو وہ اس کے مہر کا وہ کاغذ تھا جو اس کے پاس سے گم ہو گیا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"لو! اپنے مہر کا کاغذ لے لو۔ ! یہ وہی ہے۔ !"

☆☆☆

فصل نمبر 25:

حضرت محمد بن الموفق الجوشانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن الموفق الجوشانی رحمۃ اللہ علیہ مذہب شافعی کے اماموں میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کراماتوں میں یہ ہے کہ ابن ابی حصیہ نے ایک قصیدہ سے آپ کی مدح کی اور یہ انعام طلب کیا کہ اس کی اپاہج لڑکی کے لیے آپ دعا فرمادیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی اور وہ تین دن بعد اٹھ کر چلنے پھرنے لگی کہ گویا اسے کوئی مرض ہی نہ تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 587 ہجری میں ہوئی اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی طرف دفن کیے گئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 26:

حضرت ابو عبداللہ محمد بن اشرف الرندی رحمۃ اللہ علیہ

سیدی محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں ابو عبداللہ محمد بن اشرف الرندی رحمۃ اللہ علیہ سے اشبیلیہ میں ملا، ان کے پاس

Marfat.com

تین دن ٹھہرا اور لوٹ آیا تھا۔ انہوں نے ان تمام باتوں کی جوان سے جدا ہونے کے بعد مجھے پیش آنے والی تھیں حرفاً حرفاً اطلاع کر دی تھی اور پھر ایسے ہی ہوا۔"

ان کی شہرت کا سبب یہ ہوا کہ وہ اکثر ایک بہت اونچے پہاڑ پر جا کر بیٹھا کرتے۔ ایک آدمی اپنی کسی ضرورت کے لیے وہاں گیا تو اس نے نور کا ایک ستون دیکھا جس کی شعاعیں پھیل رہی ہیں اور یہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں سکتا۔ یہ اس کی طرف گیا تو یہ پایا کہ وہ نور ہمارے بزرگ حضرت ابو عبد اللہ ہیں جو کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں، اس نے ان کو مشہور کر دیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 27:

شیخ ابو عبد اللہ محمد زنہار عجمی فارسی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو عبد اللہ محمد زنہار عجمی رحمۃ اللہ علیہ حافظ زکی الدین عبد الحفیظ منذری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔ شیخ زنہار عجمی رحمۃ اللہ علیہ جب یہ مصر میں خستہ حالی میں داخل ہوئے تو ایک پیتل کے برتن بنانے والے کی دکان پر سو گئے۔ رات کو اس دکان میں چوری ہو گئی۔ دوکاندار نے پہرے والے کو پکڑا۔ پہرے دار نے کہا:

"تمہاری دکان پر سوائے اس فقیر کے اور کوئی نہیں سویا۔"

دوکاندار نے جواب دیا:

"تو اس فقیر پر چوری کی تہمت لگاتا ہے تو (میں چوری کا دعویٰ ہی نہیں کرتا صبر کرتا ہوں)؟ بس میرا ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں سے، کیونکہ اس فقیر پر نیکی کے آثار معلوم ہو رہے ہیں۔"

شیخ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر اس طباق کو کہہ دیں کہ تو سونے کا بن جا! تو وہ اللہ کے فضل سے سونے کا بن جائے۔"

یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جس طباق کی طرف اشارہ کیا تھا وہ فوراً سونے کا ہو گیا۔ آپ

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو فرمایا:

''جیسا تھا ویسا ہی ہو جا۔ میں نے تو تیری مثال بیان کی تھی۔''

وہ پھر اصلی حالت پر ہو گیا۔ دکاندار نے عرض کیا:

''حضرت میرے لیے دعا فرمائیے۔!''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے فقر کو دور فرمائے۔ دعا قبول ہو گئی اور وہ مالدار ہو گیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 28:

شیخ ابو عبداللہ محمد بن ارسلان مصری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن ارسلان مصری رحمۃ اللہ علیہ کپڑے کو ایک درہم میں سیا کرتے تھے۔ اگر کپڑے والا ان کو کھرا درہم دیتا تھا تو گریبان کھلا ہوا پاتا تھا اور اگر کھوٹا درہم دیتا تھا تو بند پاتا تھا۔ وہ لوٹتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے فرماتے:

''اپنا درہم تو لو وہ لیتا اور دوسرا دیتا تو کھلا ہوا پالیتا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات مصر میں 591 ہجری میں ہوئی ہے اور اپنے والد شیخ ارسلان رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ میں دفن ہوئے ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 29:

شیخ محمد بن احمد بن ابراہیم القرشی الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ محمد بن احمد ر   ش رحمۃ اللہ علیہ خود بیان کرتے تھے کہ جب بلادِ مصر میں بہت سخت گرانی ہو گئی۔ میں دعا کے وا   ا گیا:

''دعا نہ کرو! اس باب میں تم میں سے کسی کی دعا نہیں سنی جائے گی۔

میں نے شام کی طرف سفر کیا۔ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے

مبارک کے قریب پہنچا تو حضرت خلیل علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا:

''اے اللہ کے خلیل! آپ اپنے یہاں میری مہمانی اہل مصر کے حق میں دعا کرنا قبول فرمائیں۔''

انہوں نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اہل مصر پر کشادگی فرمادی۔

جب شیخ ابو عبداللہ بیت المقدس پہنچے تو فقیہ ابو طاہر محلی بھی ہمراہ تھے۔ فقیہ ابو طاہر ایک روز بیت المقدس کے مدرسہ پر گزرے تو اس کے دروازے پر چند فقہاء قابل تعظیم ہیئت ولباس میں بیٹھے تھے اور ان میں سے اکثر عجمی تھے۔ ان کو چونکہ یہ اپنے دل میں نوجوان سیاہ رنگ اور خستہ حال ہونے کی وجہ سے حقیر تھے، ان کو پاس کو گزرتے ہوئے شرم آئی۔ جب یہ شیخ کے پاس لوٹ کر آئے اور رات بھر صبح تک شیخ کے ہی پاس رہے تو شیخ نے فرمایا:

''اس مدرسہ پر جہاں تم کل گزرے تھے جاؤ اور اس میں مدرس ہو جاؤ۔''

فقیہ ابو طاہر فرماتے ہیں:

''مجھے تعجب ہوا اور یہ بہت بڑی بات معلوم ہوئی، بلکہ میں نے ایسا ہو جانے کو محال سمجھا۔ مگر سوائے امتثال امر کے اور کچھ ممکن بھی تھا۔''

میں مدرسہ گیا اور دل میں خیال کر رہا تھا کہ دربان مجھے اندر جانے سے ہی روک دے گا، مگر اس نے روکا نہیں اور میں اندر چلا گیا تو دیکھا کہ مدرس بیٹھا ہوا ہے اور اس کے چاروں طرف ایک بڑا سا حلقہ ہے۔ میں نے حلقہ کے اندر جانا چاہا تو حقیر و ذلیل سمجھنے کی وجہ سے کسی نے جگہ نہ دی۔ میں ان کے پیچھے ہی بیٹھ گیا۔ پھر ایک آدمی مدرسہ کے دروازہ سے داخل ہوا۔ جب مدرس نے ان کو دیکھا تو ترش رو ہوا، مگر اس کے استقبال کے لیے اٹھا اور ساری کی ساری جماعت بھی منقبض ہو گئی۔ میں نے اس شخص سے کہ جس کی پشت کے پیچھے میں تھا، کہا:

''بھائی! جماعت کی جماعت کو کیا ہوا۔؟''

اس نے کہا:

''یہ جو شخص آیا ہے بڑا مناظر و مجادل ہے۔ ہر بات میں مخالفت کرتا ہے اور اس

Marfat.com

کے جواب کی کسی کو طاقت نہیں۔ جب یہ آتا ہے تو اس کے ساتھ سوائے چاپلوسی کے شیخ کی کوئی گفتگو نہیں ہو سکتی اور کوئی شخص اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

مدرس نے اس کا استقبال کیا اور اسے اپنی جگہ بٹھایا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو اس نے ایک بہت مشکل اختلافی مسئلہ پیش کیا۔ وہ اعتراض کی تقریر پوری کر چکا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس کے اعتراض کا یاد رکھنا اور اس کا جواب کھول دیا۔

میں نے اس سے بحث کی اور ان دونوں کے درمیان کود پڑا۔ میری زبان خوب چلنے لگی تو میں نے اس کے سوال کو بھی برقرار رکھا، اس میں کوئی تغیر نہیں کیا اور یہ مناظرین کی ترتیب ہوتی تھی کہ سوال کا اعادہ کیا کرتے تھے۔ پھر میں نے اس کا جواب دیا جو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈال دیا تھا، حالانکہ میں نے علم مناظرہ کی کوئی کتاب پڑھی تھی، نہ کسی سے مناظرہ کیا تھا۔ میرے اس فعل سے ان مدرس صاحب نے بہت تعجب کیا اور بعض تو حیران رہ گئے اور اس کی وجہ سے سب کے سب میری بہت تعظیم کرنے لگے۔ مناظر صاحب نے مدرس سے کہا:

"یہ فقیہ تمہیں کہاں سے مل گیا ہے۔؟"

انہوں نے کہا:

"ہم نے تو اس کو اسی وقت دیکھا ہے۔"

مناظر نے کہا:

"مدرسے تو ایسے لوگوں کے واسطے بننے چاہئیں۔"

مدرس صاحب بہت خوش ہوئے کہ ان کے حلقہ درس میں وہ شخص ہے جس نے اس مناظر کو جواب دیا۔ پھر مدرس صاحب نے مجھ سے پوچھا:

"تمہارا نام کیا ہے۔؟"

میں نے اپنا نام بتایا تو انہوں نے فرمایا:

"میں نے تم کو یہاں کا مدرس بنا دیا۔"

پھر وہ اٹھے اور میں بھی اور جماعت بھی میرے ساتھ اُٹھ گئی۔ مدرس صاحب نے کہا:

"اے فقیہ! ہم لوگوں کی عادت یہ ہے کہ جب کسی صاحب کو مدرس بناتے ہیں اس

Marfat.com

کے مدرس بنانے کے وقت اس کو اس کے گھر تک پہنچا کر آیا کرتے ہیں۔ جب مدرسہ سے باہر آگئے تو انہوں نے خواہش کی کہ وہ اور جماعت میرے ساتھ چلیں۔ میں نے کہا:

''مجھے اس سے معاف رکھا جائے۔''

انہوں نے قبول کرلیا اور لوٹ گئے۔ جب میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا:

''اے بے بلائے ہوئے مناظر! تم نے ان کو کیوں منع کر دیا کہ وہ اپنے معمول پر عمل کریں اور تم کو تمہاری جگہ پر پہنچا دیں۔؟''

میں نے عرض کیا:

''حضرت آپ کے قلب سے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے۔''

ابو عبداللہ محمد بن احمد الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آخری صورت جس میں دنیا میرے سامنے آئی ایک حسین نوجوان عورت کی صورت تھی۔ وہ اس مسجد میں جھاڑو دیتی تھی جس میں میں رہتا تھا۔ میں نے کہا:

''تو کیوں آئی۔؟''

اس نے کہا:

''آپ کی خدمت کرنے کے لیے آئی ہوں۔''

میں نے کہا:

''خدا کی قسم! نہیں۔''

اس نے کہا:

''ضرور۔''

تو میں نے ایک لاٹھی سے جو میرے پاس تھی اشارہ کیا اور مارنے کا ارادہ کیا تو وہ ایک بڑھیا بن گئی اور مسجد میں جھاڑو دینے لگی۔ میں اس سے غافل ہوا تو پھر ایسے ہی ہو گئی جیسی تھی۔ میں اٹھا کہ اس کو نکال دوں تو وہ پھر ضعیف بڑھیا بن گئی۔ مجھے پھر اس پر رحم آ گیا۔ پھر غافل ہوا تو پھر نوجوان بن گئی۔ مجھے اس پر تغیر ہوا اور گھبرا کر اٹھا تو اس نے کہا:

''آپ زیادہ فرمائیں یا کم میں تو اسی طرح آپ کی خدمت کیا کروں گی اور اسی طرح میں نے آپ کے ہم مشربوں کی خدمت کی ہے۔''

اس دن سے اسباب میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بدر سے مکہ مکرمہ جارہا تھا۔ وہاں ایک شخص تھا جس کے پاس کھجوریں تھیں۔ وہ ان کو حاجیوں کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کررہا تھا کہ مکہ مکرمہ تک قیمت کا تم سے صبر کروں گا اور تم نہ آئے تو یہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ وہ میرے ساتھ ساتھ رہا یہاں تک کہ میں نے لے لیں، پھر اسے ہم سے پہلے سفر پیش آگیا تو اس نے مجھ سے قیمت کا مطالبہ کیا۔ میں نے کہا:

''میرے پاس تو کچھ بھی نہیں اور تم نے تو یہ کہا تھا کہ تم مکہ مکرمہ ہی میں قیمت لو گے۔؟''

اس نے کہا:

''ابھی قیمت دینا ضروری ہے۔''

اس نے مجھے بہت شدت کی تکلیف اور گالیاں دیں تو میں بدر کی مسجد میں گیا اور وہاں گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ پھر نکلا تو ایک شخص ملا کہ جیسے کوئی گاؤں کا رہنے والا ہو۔ اس پر احرام کے کپڑے بھی تھے۔ اس نے مجھے چند درہم دیئے اور میرے ہاتھ میں گن دیئے۔ میں قرض والے کے پاس گیا اور قرض ادا کردیا۔ اس کی ایذا اور بڑھ گئی اور وہ کہنے لگا:

''لوگ درہم چھپائے رہتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں اور قسم کھالیتے ہیں کہ ان کے پاس درہم نہیں ہیں، حالانکہ ان کے پاس ہوتے ہیں۔''

مگر میں اس کی اس بات پر خاموش رہا اور کوئی جوب نہیں دیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جدہ کے سمندر میں تھا اور میرے ساتھ میرا ایک ساتھی تھا۔ اسے بہت شدت کی پیاس لگی۔ میرے پاس ایک چادر تھی اور اس کے سوا اور چادر نہ تھی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا:

''کوئی ہے جو میری چادر کے عوض پانی فروخت کردے۔؟''

مگر کسی نہ دیا تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا:

''یہ چادر لو اور جہاز کے کپتان کے پاس جاؤ۔''

یہ اس کے پاس لوٹا لے کر گیا تو اس نے انہیں جھڑک دیا، اس پر چلایا اور لوٹا ہاتھ سے

Marfat.com

لے کر پھینک دیا، مگر لوٹا سمندر میں نہیں گرا، جہاز ہی میں گر گیا۔ یہ میرے پاس لوٹ آیا۔ میں نے اس کی خستہ حالی اور سخت حاجت کو دیکھا تو جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس حالت میں نہ چھوڑے گا۔ میں نے لوٹا لیا اور اس کو سمندر سے بھر لیا، اسے پیا اور سیراب ہو گیا۔ پھر لوٹا میں نے لیا اور پیا کہ میں بھی سیراب ہو گیا اور جو لوگ میرے آس پاس تھے جن کے پاس پانی نہ تھا سب نے پیا۔ پھر میں میں نے دوبارہ اسے بھرا اور آٹا گوندھا جب ہماری ضرورت پوری ہو گئی تو اب اس کے بعد بھرا تو شور اور کڑواہی پانی آیا جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں ا ور میں نے جان لیا کہ جب حاجت واقع ہوتی ہے جب ہی چیزوں کی حقیقت بدلتی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں منیٰ میں تھا۔ پیاس لگی تو پانی نہ ملا اور نہ کوئی چیز کہ جس سے پانی خرید لوں۔ میں کنوئیں پر گیا تو وہاں عجمی لوگوں کو پایا۔ میں نے ایک شخص سے کہا:

"مجھے اس لوٹے میں پانی دیدو۔"

اس نے مجھے مارا اور لوٹا میرے ہاتھ سے لے کر دور پھینک دیا۔ میں دل شکستہ اس کی طرف چلا کہ اُٹھا لاؤں تو اُس کو میٹھے پانی کے گڑے میں پایا۔ میں نے پانی بھرا، خود بھی پیا اور ساتھیوں کے لیے بھی لایا۔ جب قصہ سنایا تو وہ اس جگہ کو چلے کہ وہاں سے پانی بھر لائیں تو نہ وہاں پانی پایا نہ پانی کا کوئی نشان۔ میں سمجھا کہ حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک نشانی تھی۔

شیخ ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متوسلین پر یہ شرط لگائی تھی کہ وہ اپنے گھروں میں بس ایک ہی چیز پکایا کریں تا کہ کوئی ایک دوسرے سے ممتاز نہ رہے۔ اتفاق سے ایک صاحب نے اپنی اہلیہ سے پوچھا:

"تمہارا کیا جی چاہتا ہے کہ بازار سے لے آئیں اور پکائیں۔"

اس نے کہا:

"اپنی لڑکی سے مشورہ کر لو۔"

انہوں نے لڑکی سے پوچھا:

"تیرا کیا جی چاہتا ہے۔؟"

اس نے عرض کیا:

"میرا جو جی چاہتا ہے آپ اسے پورا نہیں کر سکتے۔"

انہوں نے کہا:

''ہاں! ہاں!! پورا کرسکتا ہوں۔ اگر چہ ایک ہزار اشرفیوں سے ہو۔ تو ضرور بتا۔''

اس نے کہا:

''قرشی بزرگ سے میری شادی کردیجئے۔''

قرشی شیخ اندھے اور کوڑھے تھے۔ ان جیسے کو کوئی عورت پسند نہیں کرسکتی تھی۔ کہتے ہیں کہ میں قرشی کے پاس آیا اور حال بتایا تو انہوں نے فرمایا:

''قاضی کو بلالو۔''

قاضی آیا اور نکاح کردیا۔ اس لڑکی کو سجا بنا کر شیخ کے یہاں حاضر کردیا۔ جب عورتیں چلی گئیں تو شیخ غسل خانہ میں گئے اور نکلے تو نوجوان حسین صورت بے داڑھی تھے۔ عمدہ کپڑے اور نفیس خوشبوئیں تھیں۔ اس نے حیاء سے اپنا چہرہ چھپالیا تو شیخ نے فرمایا:

''پردہ نہ کرو! میں قرشی ہی ہوں۔''

اس نے کہا:

''آپ قرشی ہیں۔؟''

شیخ قرشی نے اس کے اطمینان کے لیے خدا کی قسم کھائی۔ اس نے عرض کیا:

''یہ کیا حالت ہے۔؟''

شیخ قرشی نے فرمایا:

''میں تمہارے پاس اسی حالت میں رہا کروں گا اور دوسروں کے پاس اسی حالت میں لیکن میری زندگی بھر کسی کو اس کی خبر نہ کرنا۔''

اس نے عرض کیا:

''بہت اچھا، مگر میں تو آپ کی اسی حالت کو اختیار کرتی ہوں جس پر آپ لوگوں میں ہوتے ہیں۔ کوڑھ، برص اور اندھے پن کی۔''

شیخ نے فرمایا:

''اللہ تم کو بہتر جزا دے۔''

شیخ ابو یوسف ہمانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابو عبداللہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس وقت مقررہ پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن مجھ کو شیخ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

نے بھیجا کہ میں ان سے پوچھ کر آؤں کہ آج وقت مقرر فرمائیں گے یا نہیں؟ میں گیا تو جب اس میدان میں پہنچا جس میں ان کے گھر کا دروازہ تھا تو میں تردد اور ہیبت میں کھڑا رہا۔ ایک کھڑکی کھلی اور ایک باندی نے اس میں سے سر نکالا اور کہا:

"احمد شیخ فرماتے کہ ابو یوسف سے کہہ دینا کہ ہم آج وقت مقرر نہ کریں گے۔"

میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ شیخ نے بغیر میرے سوال کی جرات کئے معاملہ طے فرما دیا۔ جب میں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا، آپ لیٹے ہوئے تھے، بیٹھ گئے اور فرمایا:

"تم دروازے والے میدان میں کیوں ٹھہر گئے تھے کہ شیخ کی باندی کو کہنا پڑا۔"

میں نے عرض کیا:

"حضرت! مجھے ہیبت ہوتی ہے۔"

فرمایا:

"جب تم تنہا ہوا کرو تو ہیبت رکھا کرو اور جب میرے ساتھ ہو تو جرأت کیا کرو۔"

ان شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اس قصہ میں ان دونوں بزرگوں میں سے کس کا کشف اعلیٰ تھا؟ انہوں نے فرمایا:

"قرشی صاحب کا کیونکہ ابو یوسف صاحب نے تو مجھے بھیجا ہی تھا، ان کی توجہ میرے ساتھ تھی جو کچھ مجھے پیش آتا وہ محسوس کر ہی لیتے اور قرشی صاحب آئینہ کی طرح ہیں کہ ہر اس چیز کو محسوس فرما لیتے ہیں جو ان کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔"

شیخ القرشی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل وطن اندلس ہے، پھر مصر میں سکونت اختیار کی، پھر بیت المقدس میں اور شیخ مغرب و مصر کے بڑے لوگوں میں تھے۔ خواب میں ایک ہزار مرتبہ رب العزت کو دیکھا ہے۔ آپ کی کرامتوں میں یہ ہے کہ جب کوڑھ میں مبتلا ہو گئے تو نماز کے وقت یہ مرض جاتا رہتا اور تندرست ہو جاتے تھے۔ جب فارغ ہو جاتے تو پھر ویسے ہی ہو جاتے جیسے پہلے تھے۔

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ دریا کے ساحل پر آئے کہ عبور کر جائیں۔ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمراہ تھے، مگر کوئی کشتی نہ ملی۔ آپ نے قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑا اور پانی کے اوپر کود کر چلے گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متوسلین کو فرمایا کہ مصر سے نکل چلنے کی تیاری کرو، کیونکہ مصر میں وباء نازل ہوگئی ہے۔ یہ خبر خطیب عراقی کو پہنچ گئی تو انہوں نے فرمایا:

"ان پر وحی نازل ہوئی ہے۔؟"

قرشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا:

"وہ اس کے بعد ممبر پر نہ چڑھ سکیں گے۔"

یوں ہی ہوا کہ خطیب عراقی جمعہ سے پہلے فوت ہوگئے۔

ایک بار یہ آواز دی گئی:

"اہل مصر پر بلا نازل ہوگی۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

"کیا مصر میں بلا واقع ہو جائے گی؟ اور میں بھی انہوں میں ہوں گا۔"

کہا گیا:

"آپ ان میں سے نکل جایئے! بلا کا واقعہ ضروری ہے۔"

یہ نکل کر شام چلے گئے اور اہل مصر پر جو نازل ہوئی ان کی اہلیہ نے بیان کیا ہے کہ میں ان کے پاس سے باہر نکلی اور ان کو تنہا چھوڑ دیا تو میں نے ان کے پاس کسی کو باتیں کرتے سنا۔ میں ٹھہر گئی۔ یہاں تک کہ اس کی گفتگو ختم ہوگئی۔ میں داخل ہوئی اور پوچھا:

"یہ کون تھے۔؟"

انہوں نے فرمایا:

"خضر علیہ السلام تھے۔ نجد کے ملک سے زیتون لائے ہیں اور کہہ رہے تھے کہ اے قرشی! تم کھالو، کیونکہ اس میں تمہاری شفاء ہے۔"

میں نے کہا:

"جاؤ تم بھی اور تمہارا زیتون بھی۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں اور خود کہا ہے کہ

میں کسی ساحل پر چل رہا تھا تو مجھ سے ایک گھاس نے کہا کہ میں اس مرض کی شفا ہوں جو تم کو ہے مگر میں نے اس سے کچھ نہیں لیا۔"

شیخ ابوالعباس احمد قسطلانی کا بیان ہے کہ میں نے شیخ محمد قرشی کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں شیخ ابراہیم بن ظریف کے پاس تھا۔ ان سے پوچھا گیا:

"کیا انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ اپنے نفس پر کوئی عہد کر لے کہ بغیر مقصود حاصل ہوئے اس کے خلاف نہ کرے گا۔؟"

انہوں نے فرمایا:

"ہاں!"

اور بنی النضیر کے قصہ میں ابولبابہ کی حدیث سے استدلال کیا اور اس حدیث ہے کہ جان لو اگر وہ میرے پاس آتا تو میں اس کے لیے استغفار کرتا، لیکن جب وہ اپنے لیے ایسا کرے تو اس کو چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کے باب میں کوئی حکم فرمائیں۔

شیخ محمد القرشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو عہد کر لیا:

"بغیر اس کے کہ کوئی قدرت ظاہر ہو میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔"

میں تین دن ایسے ہی رہا اور میں ان دنوں دکان میں اپنا کام کیا کرتا تھا۔ میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ظاہر ہوا جس کے ہاتھ میں ایک برتن تھا اور برتن میں کوئی چیز تھی۔ وہ کہنے لگا:

"عشاء تک صبر کرو! تو تم اس میں سے کھاؤ گے۔"

پھر وہ غائب ہو گیا۔ میں مغرب اور عشاء کے درمیان اپنے وظیفہ میں تھا کہ دیوار پھٹی اور اس میں سے ایک حور ظاہر ہوئی جس کے ہاتھ میں وہی برتن تھا اور اس میں شہد جیسی کوئی چیز تھی۔ اس نے برتن میرے سامنے کیا اور تین بار مجھے چٹایا۔ میں بچھاڑ کر کھا گیا اور بے ہوش ہو گیا۔ پھر افاقہ ہوا تو اس کے بعد کوئی کھانا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوا، نہ اس حور کے بعد کوئی شخص مجھے حسین معلوم ہوا اور نہ میں مخلوق سے کچھ سن سکتا تھا اور اسی حال پر ایک مدت تک رہا۔

شیخ قرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں اپنے ابتدا حال میں آٹا خرید اکرتا تھا اور سارے راستہ جو مجھ سے مانگتا

Marfat.com

دیتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ گھر پہنچ جاتا تھا۔ پھر اس کو تولتا تو اتنا ہی پاتا جتنا لیا تھا۔"

شیخ نے ایک مرتبہ ایک درہم کا آٹا خریدا، سامنے سے ایک سائل آ گیا، آپ نے وہ اسے دیدیا اور چلے گئے تو اپنے ہاتھ کو بند پایا۔ کھولا تو اس میں ایک درہم تھا، اس سے پھر آٹا خریدا اور گھر لوٹ گئے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے الملک الکامل اور اس کے نائب السلطنت کے ساتھ اس برتن میں جس میں دودھ تھا کھانا کھایا تو نائب السلطنت آپ کے مرض کی وجہ سے کھانا کھانے سے رک گیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اگر تم اس مرض میں مبتلا ہاتھ کی وجہ سے کھانا کھانے سے رک گئے ہو تو میرے ساتھ اس ہاتھ کی وجہ سے کھاؤ۔"

جب ہاتھ اٹھا کر دیکھایا تو وہ چاندی کی طرح سفید تھا۔ اس میں کوئی مرض نہ تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بیت المقدس میں 599 ہجری میں ہوا ہے اور وہیں دفن کیے گئے ہیں۔ پھر آپ کے برابر ہی ابن ارسلان رحمۃ اللہ علیہ دفن کیے گئے ہیں۔

حضرت ابوعبداللہ القرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابواسحاق بن ظریف سے سنا کہ جب میں شیخ ابوحسن غالب الوفاۃ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے اپنے متوسلین سے فرمایا:

"سب جمع ہو جاؤ اور ستر مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھو اور اس کا ثواب شیخ کو بخش دو، کیونکہ مجھے بات پہنچی ہے کہ یہ مومن کے واسطے دوزخ سے فدیہ ہے۔"

ابواسحٰق کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا کیا۔ سب پڑھنے کے لیے جمع ہوئے اور اس کا ثواب شیخ کو بخش دیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شیخ ابومحمد عبداللہ المناوری کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا:

"میں تم کو ایسی چیز سکھا دوں کہ جب تم کو کوئی ضرورت ہو اس سے امداد لے لیا کرو۔؟"

Marfat.com

پھر انہوں نے فرمایا:

”یہ دعا پڑھا کرو:

”واحد یااحد یا واحد یا جواد انفحنا منك بنفحة خير

انك على كل شئ قدير“

قرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جب سے میں نے یہ سنا ہے میں اسی سے خرچ کرتا ہوں۔“

☆☆☆

فصل نمبر 30:

شیخ ابو عبداللہ محمد بن یوسف یمنی ضجاعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو عبداللہ محمد بن یوسف یمنی موضع ضجاع کی طرف منسوب ہیں۔ ضریر (اندھا) لقب سے مشہور ہیں۔ کیونکہ آپ نابینا پیدا ہوئے تھے کہ آنکھیں بالکل پچکی ہوئی تھیں اور شگاف بھی نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے امام، عالم اور عارف کامل ہوئے ہیں۔ آپ سے مخلوق کی بہت بڑی جماعت نے نفع حاصل کیا ہے اور بڑے بڑے اہل علم کی ایک جماعت نے آپ سے تحصیل کی ہے جیسے فقیہ علی بن قاسم حکمی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ جو کچھ سنتے تھے ایک ہی مرتبہ میں اسے حفظ کر لیتے تھے کم ہو یا زیادہ۔ یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ ایک ہی دفعہ سننے سے حفظ کر لی۔

فقیہ کبیر احمد بن موسیٰ بن عجیل سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو فرما رہے ہیں:

”اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر علم کھولدے تو ضریر کی قبر کی مٹی میں سے کچھ لو اور اس کو نہار منہ نگل جاؤ۔“

ان فقیہ نے ایسا ہی کیا اور اس کی برکتیں ظاہر ہو گئیں۔

جب مجاہد بادشاہ کے زمانے میں عرب میں پھوٹ پڑی اور وادی رمع وغیرہ کی آبادیاں تباہ ہو گئیں۔ فقہاء بنی زیاد کے پاس بہت سی کتابیں تھیں نہ ان کا منتقل کرنا ممکن تھا

اور نہ یہ ہو سکتا تھا کہ خود شہر سے نکل جائیں اور کتابیں چھوڑ جائیں وہ ان کی وجہ سے بہت فکر میں تھے۔ اتفاق سے شیخ طلحہ بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنے شروع شروع زمانہ میں وہاں پہنچ گئے اور شام کو وہیں رہے۔ ان حضرات کا یہ حال دیکھا تو ان کو بھی فکر ہوا۔ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فقہاء بنی زیاد سے کہہ دو کہ اپنی کتابیں ضریر کی قبر پر منتقل کر دیں، وہاں ان کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔''

جب فقیہ طلحہ بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوئے تو سب کو اطلاع کر دی۔ ان حضرات نے جلدی جلدی سب کتابیں شیخ کی قبر پر منتقل کر دیں اور یہ کتابیں تقریباً ایک سال وہیں دھوپ اور بارش میں رہیں، مگر کوئی نقصان نہیں ہوا اور نہ عرب وغیرہ میں سے کوئی ان میں سے کچھ لے سکا۔

حضرت فقیہ ضریر رحمۃ اللہ علیہ نے 600 ہجری میں انتقال کیا ہے اور ان کا مزار ان کے شہر میں مشہور ہے۔ لوگ اس کی زیارت اور برکت حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں۔

ان کا نسب قبیلہ بکر بن وائل بن ربیعہ میں ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 31:

شیخ ابو مدین شعیب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو مدین شعیب رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد بن احمد بن عمران العیاشی الیمانی ہے۔ ان کا لقب شعیب اس قدر مشہور ہو گیا کہ اسی سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے فقیہ، عالم، بہت اعتکاف کرنے والے اور گوشہ نشین تھے۔

جب ان کی وفات ہوئی اور لوگ قبر کی طرف میت کو لے کر گئے، اس وقت مؤذن اذان دے رہا تھا تو ان فقیہ کا اٹھانے والوں پر حد سے زیادہ وزن ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ جنازہ لے کر کھڑے رہنے سے عاجز ہو گئے اور نیچے رکھ دیا۔ جب مؤذن اذان سے فارغ ہو گیا تو لوگوں نے چارپائی کو حرکت دی تو ویسی ہی ہلکی تھی جیسی پہلے تھی۔ پھر جنازہ کو اٹھالیا

Marfat.com

اور قبر تک لے گئے۔ سب لوگوں کو اس سے تعجب تھا۔ متوسلین میں سے ایک صاحب نے کہا:

"فقیہ مرحوم جب موذن کو اذان دیتے سنا کرتے تھے تو کھڑے ہو جاتے تھے اور جب تک وہ فارغ نہ ہو اذان کا جواب دیا کرتے تھے۔"

☆☆☆

فصل نمبر 32:

شیخ محمد بن ابی بکر الحکمی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن ابی بکر الحکمی رحمۃ اللہ علیہ یمن کے شہر عواجہ کے رہنے والے ہیں۔ آپ بہت بڑے شیخ تھے اور یمن کے بڑے بڑے صوفیاء کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ امی تھے۔ نہ پڑھ سکتے تھے، نہ لکھ سکتے تھے۔ ایک دن فقیہ محمد الجبلی درس سے غائب تھے۔ یہ ان کی جگہ بیٹھ گئے اور درس دے دیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں بہت سے درخت تھے۔ انہوں نے ایک درخت سے فرمایا:

"ٹیڑھا ہو جا۔"

تو وہاں کے سب درخت ٹیڑھے ہو گئے اور آپ ان سے لوگوں کے لیے کھیتی کے آلات بنانے لگے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت محمد بن ابی بکر الحکمی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے کے لیے آیا، مگر ان کی وفات ہو چکی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قبر سے نکلے اور اسے بیعت کر لیا۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ کو بعض اولیاء نے بتایا ہے کہ وہ ان کی قبر پر گئے تو یہ قبر سے کمر باندھے ہوئے نکلے۔ کمر باندھنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

"ہم اب تک طلب ہیں جو یہ گمان کرتا ہے کہ اسے وصول ہو گیا وہ جھوٹا ہے، کیونکہ وصول تو محدود کی طرف ہے اور اللہ تعالیٰ حدوں سے پاک ہے۔"

دو بھائی بلادِ حرض سے موضع عواجہ پہنچے۔ جب عواجہ کے قریب آ گئے تو حضرت محمد بن

Marfat.com

ابی بکر الحکمی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بہت سے غیر معمولی حالات اور بہت سی کرامتیں سنیں، مگر سچ نہ سمجھا اور یہ دونوں عواجہ میں اس وقت تک رہے کہ یہ خبر ملی کہ ان کے باپ بیمار ہیں۔ انہوں نے اپنے شہر جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ اس وقت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے کہ آپ کا حقیقی حال معلوم کر لیں۔ جب وہ ان کی خدمت میں پہنچے تو اپنے والد کے مرض کی اطلاع دی اور یہ کہ دونوں اس وجہ سے اپنے شہر کا ارادہ کر رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا:

"تم دونوں وہاں پہنچو گے تو وہ صحت یاب ہو چکے ہوں گے اور تمہارا شہر میں داخل ہونا رات کے اخیر میں ہوگا۔ تم اپنے والد کو صبح کا وضو کرتے ہوئے پاؤ گے کہ ایک پاؤں دھو چکے ہوں گے اور دوسرا ابھی نہیں دھویا ہوگا۔"

وہ دونوں شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہوئے اور چل دیئے تو ان کا اپنے باپ کے پاس داخل ہونا اسی وقت ہوا جو وقت شیخ نے بتایا تھا اور اسی حالت پر ہوا جس پر شیخ نے کہا تھا۔ انہوں نے جو کچھ شیخ سے سنا تھا لوگوں سے کہہ دیا۔ ان شہروں میں بھی ان کی شہرت ہو گئی۔

جب شیخ علی ابدال کا انتقال ہوا تو شیخ ابوالغیث بن جمیل ان کی تعزیت کے لیے آئے اور یہ سب لوگ اپنے شیخ علی ابدال مذکور کے گاؤں میں ہی مقیم تھے۔ شیخ علی نے کہہ دیا تھا کہ وہ ایسا کریں گے اور وصیت کی تھی کہ وہ اس مقام پر ٹھہریں نہیں۔ اس لیے جب تیسرا دن ہوا تو شیخ محمد بن ابی بکر الحکمی نے شیخ ابوالغیظ سے عرض کیا:

"آج رات آپ اور آپ کے درویشوں میں سے کوئی یہاں نہ ٹھہرے، کیونکہ آپ لوگوں میں سے جو رات کو یہاں رہے گا وہ مر جائے گا۔"

شیخ ابوالغیث اور ان کے سب ساتھیوں نے تو جانے کا ارادہ کر دیا، لیکن ایک شخص شیخ محمد حکمی رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو بعید سمجھ کر رہ گیا اور شام کو وہیں رہا تو صبح کو مرا ہوا پایا گیا۔ شیخ محمد بن ابی بکر الحکمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"اسی طرح شیخ ابوالغیث کیے جائیں گے کہ جب تک میں زندہ ہوں ان کے لیے تہامہ میں سکونت نہیں ہے۔"

تو شیخ ابوالغیث تہامہ میں ٹھہر نہیں سکتے تھے، یہاں تک کہ شیخ محمد الحکمی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر سولہ سال پہاڑوں میں رہے۔

Marfat.com

شیخ ابوالغیث جب بھی اترنے کا ارادہ کرتے تو شیخ محمد حکمی ان کے حالات پر کچھ تصرف کر دیتے تھے۔ جب شیخ حکمی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو یہ اپنے پیروں میں سے کوئی چیز بیڑیوں کی طرح کھول رہے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اس کے اثر سے ہے جو شیخ محمد حکمی رحمۃ اللہ علیہ ہم پر تصرف کیا کرتے تھے۔

ایک شخص محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا:

''میرا ایک بیل چوری چلا گیا۔''

شیخ الجبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کیا تم اپنا بیل چاہتے ہو۔؟''

اس نے عرض کیا:

''جی ہاں!''

شیخ الجبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''فلاں جگہ چلے جاؤ! وہاں تم ایک شیخ کو کھیتی کرتے ہوئے دیکھو گے۔ ان کو بغیر بیل لیے مت چھوڑنا۔''

اس سے ان کی مراد خود ان کے شیخ، یمن کے مشائخ میں سے بہت بڑے شیخ محمد بن ابی بکر حکمی تھے۔ یہ ان کے پاس آیا اور ان سے کہا:

''میرا بیل لوٹا دیجئے۔''

وہ بہت ہی زیادہ ان کے پیچھے پڑا رہا اور سمجھتا رہا کہ چور یہی ہیں، کیونکہ وہ شیخ کو پہچانتا نہ تھا۔ شیخ نے پوچھا:

''تم سے یہ کس نے کہہ دیا ہے۔؟''

اُس نے کہا:

''محمد بن حسین نے۔''

پھر اس نے کہا:

''مجھے میرا بیل دے کر چھٹکارا دیجئے اور ایسی باتوں سے معاف کیجئے۔''

شیخ نے کہا:

Marfat.com

''مجھے بتاؤ تمہارا بیل کیسا کیسا تھا۔؟''

اس نے کہا:

''خود تو میرا بیل چراتے ہو اور کہتے یہ ہو کہ اس کی ہیئت سے بھی واقف نہیں۔''

شیخ نے تبسم فرمایا اور فرمایا:

''فلاں جگہ جاؤ! تم اپنے بیل کو ایک درخت سے بندھا ہوا پاؤ گے۔ اسے کھول لو اور لے لو۔''

وہ اس جگہ گیا اور جیسے کہ شیخ نے بتایا تھا بیل کو پالیا۔ بیل لے لیا اور خوش خوش لوٹ گیا۔ پھر چور آیا کہ بیل لے لے تو اسے وہاں نہ پایا اور محروم و غمگین لوٹا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 617 ہجری میں ہوا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 33:

شیخ محمد بن حسین الخیبر الجبلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن حسین الخیبر الجبلی رحمۃ اللہ علیہ اول اول فقیہ ابراہیم بن زکریا کے پاس پڑھتے تھے۔ اتفاق یہ ہوا کہ بیمار ہو گئے۔ ان کے ساتھیوں نے جو پڑھنے میں ساتھ تھے انتظار کیا جب یہ تندرست ہو گئے تو یہ اور ان کے بھائی فقیہ علی جوان کا پڑھنا سنا کرتے تھے ان کے ساتھ ہو لئے۔ یہ دونوں شیخ کے شہر کی طرف چلے۔ جب دن گرم ہو گیا تو دونوں ایک درخت کے سایہ میں آ گئے اور فقیہ محمد الخیبر الجبلی رحمۃ اللہ علیہ سو گئے۔ ایک پرندہ آیا، اس نے اپنی چونچ ان کے منہ میں ڈالی اور ان کے منہ میں کوئی ایسی چیز ڈالنے لگا جس میں بہت عمدہ خوشبو تھی۔ ان کے بھائی دیکھتے رہے، جب فقیہ محمد الخیبر رحمۃ اللہ علیہ جاگ اٹھے تو اپنے بھائی سے کہا:

''لوٹ چلو۔''

یہ دونوں اپنے شہر کو لوٹ گئے۔ پھر لوٹنے کے بعد اتفاق سے فقیہ محمد بیمار ہو گئے تو ان کے پاس ان کے شیخ فقیہ ابراہیم مع جماعت طلباء کے ملاقات کو پہنچے۔ فقیہ ابراہیم نے ان کے سامنے متعدد مسائل پیش کئے۔ انہوں نے سب کا شافی جواب دے دیا تو شیخ نے کہا:

Marfat.com

"اے فقیہ محمد! یہ علم جو تم کو دیا گیا ہے پڑھنے سے آنے والا نہیں۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر دقائق علوم کی معرفت کھول دی اور ان کی وفات 221 ہجری میں واقع ہوئی ہے۔ ان کی قبر موضع عواجہ میں ان کے پیر شیخ محمد حکمی رحمۃ اللہ علیہ کے برابر ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 34:

شیخ محمد بن علی بن محمد الجاتمی رحمۃ اللہ علیہ

یہ شیخ اکبر، سلطان العارفین سیدی محی الدین ابن العربی ہیں۔ بہت سے علماء وعارفین کے اماموں نے ان کی بہت تعریفیں کی ہیں اور ان کے علاوہ مذاہب اربعہ کے بڑے بڑے علماء عالمین نے بھی ان کی تعریفیں کی ہیں۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی صالح حاجی احمد صلیبی کہتے ہیں:

"میرا گھر شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب تھا۔ متکبرین میں سے ایک شخص عشاء کے بعد آگ لے کر آیا۔ وہ شیخ کے تابوت کو جلانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ مزار مبارک سے ہاتھ نکلا اور اس کو لے کر زمین میں دھنس گیا اور غائب ہوگیا۔ میں یہ ماجرا دیکھ رہا تھا۔ اس کے گھر والوں نے اس رات اس کو نہیں پایا تو میں نے ان کو اس قصہ کی خبر کی۔ وہ آئے اور کھودا تو اس کا سر ملا، مگر جتنا کھودتے تھے اسی قدر نیچے ہوتا اور زمین میں دھنستا چلا جاتا تھا یہاں تک کہ لوگ عاجز ہوگئے اور اس پر مٹی ڈال دی۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں ہوسکتا اور اس قدر کرامتیں ہیں کہ بیان میں نہیں آسکتیں۔ آپ کی وفات دمشق الشام میں ہوئی ہے اور موضع صالحیہ میں (جو دمشق سے باہر ہے) قاسیوں پہاڑ کے دامن میں دفن کیے گئے ہیں۔ آپ کی قبر مبارک مشہور ہے، اس پر زیارت کے لیے آمد و رفت رہتی ہے اور اس پر برکت ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اس کے قریب آپ کا ایک تکیہ اور ایک جامع مسجد ہے جو شاہ سلیم کی بنائی ہوئی ہے۔ مزار مبارک کو بھی شاہ سلیم نے ہی ظاہر کیا ہے، پہلے ظاہر نہ تھا اور خود شیخ سے یہ

Marfat.com

منقول ہے کہ جب سین شین میں داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہو جائے گی اور سلطان سلیم کا شام میں داخل ہونا 923 ہجری میں ہوا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 638 ہجری میں ہوئی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 35:

شیخ محمد الازہری العجمی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ صفی الدین بن ابی منصور نے بیان کیا ہے کہ شیخ کبیر ابوالحسن ابن الدقاق کہتے ہیں کہ ہم ایک دن دمشق میں اپنے شیخ ابوعبداللہ محمد الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں تھے اور شیخ کے متوسلین میں وہ لوگ بھی تھے جو حجاز کے تھے اور وہ بھی تھے جو عراق کے تھے۔ لوگوں نے تازہ کھجوروں کا ذکر کیا۔ حجازیوں نے کہا:

"ہمارے یہاں کی تازہ کھجور اچھی ہوتی ہے۔"

عراقیوں نے کہا:

"ہمارے یہاں کی اچھی ہوتی ہے۔"

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم تھا جس کا نام یوسف تھا۔ شیخ نے اس کی طرف دیکھا تو خادم دروازہ سے نکلا، کچھ دیر غائب رہ کر داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں ایک طباق تھا جس میں تازہ تازہ کھجوریں تھیں جیسے کہ درخت سے توڑ کر لایا ہو۔ طباق شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ شیخ نے فرمایا:

"اے حجازیو! یہ تو ہمارے بلاد کی تازہ کھجوریں ہیں۔ تم اپنے بلاد کی حاضر کرو۔"

☆☆☆

فصل نمبر 36:

شیخ نورالدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالحیی رحمۃ اللہ علیہ

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم کو سید نورالدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ سے بعض دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے باب میں یہ پہنچا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے اندر سے اپنے سلام کا یہ جواب سنا ہے:

Marfat.com

"السلام علیک یا ولدی۔"

فصل نمبر 37:

شیخ جمال المسلمین محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن علی استاد اعظم کے لقب سے مشہور تھے۔ابو علی آپ کی کنیت اور جمال المسلمین والاسلام آپ کا خطاب ہے۔آپ ممتاز علمائے اسلام کے ہار کے ایک گوہر، مشائخ شریعت کے شیخ، طریقت وحقیقت کے اماموں کے امام، علوم اور تصوف میں ماہر ہوئے تھے۔

شیخ عبدالرحمٰن سقاف رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوبیس دن قطبیت کے مقام میں رہے ہیں۔

جمال المسلمین محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم نے افریقہ میں ایک طویل سفر کیا۔اس کے گھر والوں کو اطلاع ملی کہ وہ مر گیا۔وہ بہت شکستہ دل ہوئے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ دیر سر جھکایا اور فرمایا:

"وہ افریقہ میں ہے۔مرا نہیں۔"

عرض کیا گیا:

"اس کے مرنے کی اطلاع آئی ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میں نے جنت میں دیکھا تو اسے وہاں نہیں پایا اور میرا درویش دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔"

کچھ عرصہ بعد اس کے زندہ ہونے کی خبر آگئی اور ایک عرصہ بعد وہ خود بھی آگیا۔

جمال المسلمین محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بچپن میں ایک جماعت کے ساتھ تھے اور ان سب نے جس سے جماعت چھوٹ جائے اس پر کچھ جرمانہ مقرر کیا تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ دوپہر کو سو گئے اور جب تکبیر ہوئی اس وقت بیدار ہوئے۔آپ نے ڈول کی طرف اشارہ کیا تو وہ پانی سے بھرا ہوا کنوئیں سے باہر آیا۔آپ نے وضو کیا اور جماعت کو پالیا۔

جمال المسلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی متوسلین سے کہا:

Marfat.com

''شاید! تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے۔!''

ایک شخص نے عرض کیا:

''میں نے دیکھا ہے کہ قیامت قائم ہے۔ سب اولیاء حاضر ہیں ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ شیخ محمد بن علی کھجوروں میں مشغول ہو گئے۔''

جمال المسلمین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کھجوریں جل جائیں گی۔''

بس کھجوریں سب کی سب جل گئیں تو اس شخص نے کہا:

''خدا کی قسم! میں نے خواب نہیں دیکھا۔ میں نے تو یہ اس لیے کہا کہ آپ کھجوریں مجھے دیدیں گے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ہم کو اس کی حاجت نہیں جو ہم میں اور ہمارے رب میں حائل ہو۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ عجیب وغریب باتوں کی خبر دیدیا کرتے تھے اور پھر وہ ویسے ہی ہوتی تھیں جیسے آپ فرمادیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد کے غرق ہونے کی اطلاع دی تو دجلہ اس قدر پانی سے بھر گیا کہ ہولناک طوفانی صورت اختیار کر گیا کہ شہر پناہ کے اندر پانی آگیا اور وزیر کا محل، خلیفہ کا خزانہ اور تین سو تین مکان گر گئے۔ ان گرنے میں بہت مخلوق مر گئی اور بہت سے لوگ غرق ہو گئے۔ یہ واقعہ جمادی الآخر 654 ہجری میں ہوا ہے۔

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی میں آگ لگنے کی اطلاع دی تو اسی سال رمضان کے شروع میں آگ لگ گئی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تاتاریہ کی مصیبت کی خبر بھی دیدی تھی۔ جس کے جیسا واقعہ چرخ گرداں کے نیچے واقع نہیں ہوا جو ہر طرح کی قیادت وشناخت پر مشتمل تھا اور خلیفہ بھی صفر 656 ہجری میں قتل کر دیا گیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سیلاب عظیم کی خبر دی تھی کہ حضر موت میں آئے گا۔ واقعی بہت بڑا سیلاب آیا کہ بہت سی گھاٹیاں لبریز ہو گئیں، بہت سے شہر تباہ ہو گئے اور چار سو سے زائد انسان ہلاک ہو گئے تھے۔

Marfat.com

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے شہر تریم میں 253 ہجری میں وفات پائی ہے۔ ان کی قبر مشہور ہے اور اس کی زیارت کی جاتی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک اناسی سال ہوئی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 38:

شیخ محمد بن عمر ابو بکر بن قوام رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عمر ابو بکر بن قوام رحمۃ اللہ علیہ بڑے عارفین اور ممتاز اولیاء مقربین میں سے ہیں۔ شیخ شمس الدین خابوری کہتے ہیں کہ میں شیخ کی زیارت کے لیے چلا تو میرے دل میں یہ آیا کہ شیخ سے روح کے متعلق پوچھوں گا۔ جب سامنے حاضر ہوا تو اس ہیبت کی وجہ سے جو میرے دل میں بیٹھی تھی روح کا سوال کرنا بھول گیا، جب میں رخصت ہوا اور سفر کے لیے نکلا تو شیخ نے میرے پیچھے ایک درویش کو بھیجا۔ اس نے کہا:

"شیخ سے بات کرتے جاؤ۔"

میں واپس آ کر حاضر ہوا تو شیخ نے آواز دی:

"احمد۔!"

میں نے عرض کیا:

"جی حضرت!"

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"کیا تم قرآن شریف نہیں پڑھتے۔؟"

عرض کیا:

"حضرت ضرور پڑھتا ہوں۔"

فرمایا:

"بیٹا! یہ پڑھو! ویسئلونک عن الروح قل من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (اور لوگ آپ سے روح کے باب میں پوچھتے ہیں تو

Marfat.com

آپ فرما دیجئے کہ روح تو میرے پروردگار کا ایک حکم ہے اور تم کو بہت کم علم دیا گیا ہے) بیٹا! جس چیز میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو نہیں کی ہے ہم کو اس میں گفتگو کرنا کیسے جائز ہے۔"

شیخ ابراہیم بطائحی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ شیخ محمد بن عمر ابوبکر بن قوام رحمۃ اللہ علیہ حلب پر کھڑے ہوتے اور ہم بھی ساتھ ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

"خدا کی قسم! میں اِن لوگوں میں سے اہل یمین اور اہل شمال کو پہچانتا ہوں اور اگر میں ان کا نام بتانا چاہوں تو بتا سکتا ہوں، مگر ہم لوگوں کو اس کی اجازت نہیں اور ہم مخلوق میں حق تعالیٰ کے راز کو ظاہر نہیں کر سکتے۔"

شیخ صالح عابد محمد بن ناصر شہیدی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں شیخ محمد بن عمر ابوبکر بن قوام رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا۔ آپ نے مسجد میں عصر کی نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ بہت مخلوق نے نماز پڑھی۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا:

"حضرت! مرد متمکن کی علامت کیا ہے۔؟"

مسجد میں ایک ستون تھا۔ آپ نے اس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

"مرد متمکن کی علامت یہ ہے کہ اس ستون کی طرف اشارہ کرے تو اس سے نور کے شرلے نکلنے لگیں۔"

لوگوں نے ستون کو دیکھا تو اس سے نور کے شعلے نکل رہے تھے جیسے کہ شیخ نے فرمایا تھا۔

شیخ ابراہیم الشیخ ابوطالب بطائحی سے روایت ہے کہ شیخ محمد بن عمر قوام رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا اور میں بھی حاضر تھا کہ مقام تمکین والے کی علامت کیا ہے۔؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک طباق تھا جس میں کچھ پھل اور پھلواریاں تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یہ ہے کہ اگر اس طباق کی طرف اشارہ کرے تو جو کچھ اس میں ہے سب کا سب وجد کرنے لگے۔"

دیکھا گیا تو طباق میں جو کچھ تھا سب حرکت کرنے لگا۔

حلب کی جامع مسجد کے خطیب کہتے ہیں کہ ہم کسی سفر میں شیخ محمد بن عمر ابوبکر بن قوام

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے۔ آپ کو ایک جگہ کی دعوت دی گئی۔ آپ جب اس جگہ سے قریب ہوئے تو آپ کا رنگ متغیر ہو گیا اور بہت مرتبہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ میں نے عرض کیا:

''حضرت! کیا بات ہو گئی۔؟''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جب ہم اس موضع پر آئے تو مردوں کی روحیں مجھے سلام کرنے آئیں۔ ان میں ایک نوجوان شخص بھی تھا۔ اس نے کہا کہ میں ظلم سے قتل کیا گیا ہوں۔ مجھے اس گاؤں کے دو شخصوں نے قتل کیا ہے۔ یہ دونوں بھائی تھے اور میں ان دونوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ انہوں نے ملک العزیز کے زمانہ میں مجھے قتل کر دیا اور اس لیے قتل کیا کہ انہوں نے اپنی لڑکی کے ساتھ مجھے تہمت لگائی تھی اور میں اس سے بری تھا۔''

شمس الدین موصوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں شخص جنہوں نے یہ حرکت کی تھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بات سن رہے تھے اور مجھ میں اور ان میں جان پہچان بھی تھی۔ جب میں اُن دونوں کے ساتھ الگ جمع ہوا تو دونوں نے کہا:

''جو کچھ شیخ نے فرمایا خدا کی قسم! بالکل صحیح ہے اور ہم نے ہی اس کو قتل کیا ہوا ہے۔''

میں نے کہا:

''تم کو کیا ہوا تھا جو ایسا کیا۔؟''

انہوں نے کہا:

''وہی بات تھی جو شیخ نے فرمائی ہے۔''

پھر ان سے کہا گیا:

''یہ حرکت تو کسی اور کی تھی اور وہ بری تھا جیسے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔''

شیخ معضاد بن حامد خولہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس نہر کے کھودنے میں تھے، جس کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بالس مقام تک نکال دیا ہے۔ ایک دن

Marfat.com

ہمارے ساتھ کام کرنے میں ایک بڑی مخلوق شریک ہوگئی۔ ہم لوگ کام میں ہی تھے کہ سخت کڑک، گرج اور بڑے بڑے اولے آ گئے۔ شیخ محمد یمنی نے جو شیخ کے متوسلین میں سے تھے، شیخ سے عرض کیا:

''حضرت! کڑک گرج آ گئی ہے۔ اب یہ جماعت کام سے رک جائے گی۔''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تم کام کرو اور دل مطمئن رکھو۔''

پھر جب وہ کڑک گرج ہمارے قریب کو آئی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس کے سامنے آئے اور ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت دے! داہنے بائیں کو ہو جا۔''

وہ ہم سے پھٹ گئی۔ ہم کام کرتے رہے اور ہم پر دھوپ نکلی رہی، مگر شہر میں داخل ہوئے تو پانی میں گھس گھس کر داخل ہوئے۔

شیخ صالح عابد اسماعیل بن الحسن معروف بہ ابن کروی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک سال اپنے والدین کے ساتھ حج کیا۔ جب ہم حجاز کے رقبہ میں پہنچ گئے اور قافلہ رات رہنے کے بعد چل کھڑا ہوا تو میرے والدین ہودج میں تھے اور میں اس کے نیچے نیچے چل رہا تھا کہ مجھ پر کچھ قولنج کا اثر ہو گیا۔ میں راستہ سے ایک طرف ہٹ گیا کہ آرام کرلوں، پھر قافلہ میں جا ملوں۔ میں سو گیا اور اس وقت تک خبر نہ ہوئی جب تک دھوپ نہ آ گئی۔ اب میں نہ سمجھ سکا کہ کس طرح پہنچوں اور اپنے والدین کے باب میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس فکر میں کہ ان کے ساتھ میرے سوا نہ کوئی خدمت کو ہے نہ خبر گیری کو۔ پھر اپنے اور ان کے حال پر رو پڑا۔ میں رو رہا تھا کہ ایک کہنے والے کو کہتے سنا:

''کیا تم شیخ ابوبکر بن قوام کے متوسلین میں سے نہیں ہو۔؟''

میں نے کہا:

''ہاں! ہوں۔!''

اس نے کہا:

''اللہ سے دعا کرو تمہاری دعا قبول ہوگی۔''

Marfat.com

میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کی تو خدا کی قسم ابھی میری دعا پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ غیب کا آدمی میرے سامنے آ کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

''کوئی فکر کی بات نہیں۔''

پھر اپنے ہاتھ کو میرے بازو میں دیا اور کچھ تھوڑا سا میرے ساتھ چلا اور کہا:

''یہ تمہارے والدین کا اونٹ ہے۔''

تو میں نے ان کو سنا کہ وہ مجھ پر رو رہے تھے میں نے عرض کیا کہ اب کوئی ڈر کی بات نہیں ہے اور اپنا سارا واقعہ بتایا۔

شیخ اسمعیل کہتے ہیں کہ ہم شیخ محمد بن عمر ابو بکر بن قوام رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شیخ رافع کے مقبرہ میں بیٹھے نہر فرات کی طرف دیکھ رہے تھے کہ فرات کے کنارہ پر ایک شخص نمودار ہوا۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تم اس شخص کو دیکھتے ہو جو فرات کے کنارے پر ہے۔''

ہم سب نے عرض کیا:

''جی ہاں!''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''یہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے اور میرے متوسلین میں سے ہے۔ بلاد ہند سے میری زیارت کے لیے آ رہا ہے اور اس نے عصر اپنے گھر پڑھی تھی اور پھر میری طرف چلا ہے۔ اس کے لیے زمین لپیٹ دی گئی۔ اس نے اپنے گھر سے فرات کے کنارہ تک تو ایک قدم رکھا اور فرات سے یہاں تک میرے ادب کی وجہ سے ویسے ہی چل رہا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ میں اس جگہ پر ہوں وہ یہیں آ جائے گا۔ شہر میں داخل نہ ہوگا۔''

جب وہ شخص شہر کے قریب پہنچا تو ادھر سے ہٹ گیا اور اسی جگہ کی طرف چلا گیا جہاں شیخ تھے۔ اس نے سلام کیا اور عرض کیا:

''آپ مجھے بیعت کر لیں تاکہ میں آپ کے متوسلین میں سے ہو جاؤں۔''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

Marfat.com

''میرے معبود کی عزت کی قسم! تم تو میرے ہی لوگوں میں سے ہو۔''

اس نے کہا:

''الحمدللہ! میں اسی لئے آیا تھا۔''

پھر اس نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے شہر لوٹ جانے کی اجازت چاہی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا:

''آپ کے گھر کے لوگ کہاں ہیں۔؟''

اس نے عرض کیا:

''ہندوستان میں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تم ان کے پاس سے کب چلے۔؟''

اس نے عرض کیا:

''عصر کی نماز پڑھی اور آپ کی زیارت کے لیے چل کھڑا ہوا۔''

اس پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''تم آج رات ہمارے مہمان رہو۔''

وہ بھی رات کو شیخ کے پاس رہے اور ہم لوگ بھی۔ جب صبح ہوئی تو اس نے کہا:

''اب سفر ہے۔''

شیخ اور ان کی معیت میں ہم لوگ بھی اس کو رخصت کرنے نکلے۔ جب جنگل پہنچ گئے اور وہ شیخ کو رخصت کرنے لگا تو شیخ نے اپنا ہاتھ اس کے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور دھکا دے دیا۔ وہ ہم لوگوں سے غائب ہو گیا کہ ہم اس کو نہیں دیکھ سکے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''معبود تعالیٰ شانہ کی عزت کی قسم! اس نے میرے دھکا دینے میں اپنا سر ہندوستان میں اپنے گھر کے دروازہ پر رکھ لیا۔''

شیخ صالح عابد اسمٰعیل کروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر کبیر معروف بہ اختری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ میرے والد سے بیان کر رہے تھے کہ میں الملک الکامل کے ساتھ اس وقت تھا جب انہوں نے بلاد مشرق کا قصد کیا۔ ہم لوگ بالس پہنچے تو بادشاہ نے

فخر الدین عثمان کے ساتھ ساتھ شیخ محمد بن عمر ابو بکر بن قوام رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا بھی قصد کیا اور ہم لوگ ملازمین حکومت کی ایک جماعت کے ساتھ تھے۔ ہم سب شیخ کے پاس تھے کہ لشکر کا ایک شخص آیا اور عرض کیا:

''حضرت! میرا ایک خچر جس پر پانچ ہزار درہم تھے گم ہو گیا ہے اور مجھے جناب کا ہی پتہ بتایا گیا ہے۔''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''بیٹھ جاؤ۔ معبود برحق کی قسم! اس کے لینے والے پر زمین تنگ کر دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ سوائے اس مکان کے دروازہ کے اس کے لیے اور کوئی راستہ نہیں رہا۔ وہ ابھی ابھی یہاں آجائے گا۔ جب وہ آئے گا اور بیٹھ جائے گا تو میں تم کو اشارہ کروں گا تم اٹھنا اور اپنا خچر اور مال لے لینا۔''

ہم نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سنی تو آپس میں کہا:

''جب تک وہ شخص نہ آجائے ہم بھی یہیں رہیں گے۔''

ہم لوگ بیٹھے ہوئے ہی تھے کہ وہ شخص آگیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا تو یہ اٹھا اور ہم بھی اٹھے تو دروازہ پر خچر اور مال موجود پایا اور اس کے مالک نے لے لیا۔

شیخ امام عالم شمس الدین غابوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں شیخ محمد بن عمر ابو بکر بن قوام رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ مدرسہ سلطانیہ حلب کے فقہاء کے سامنے اکثر کیا کرتا تھا۔ ان حضرات نے کہا:

''ہم بھی تمہارے ساتھ شیخ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں اور ان سے کچھ فقہ اور تفسیر وغیرہ میں پوچھیں گے۔''

ہم سب نے بالس پہنچ کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ ارادہ کر ہی چکے تھے کہ ایک درویش آیا اور کہا:

''تم کو شیخ بلاتے ہیں۔''

میں نے پوچھا:

''کہاں ہیں۔؟''

Marfat.com

اس نے جواب دیا:

”شیخ ابوالفتح کے حجرہ میں ہیں۔“

ابوالفتح شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں سے تھے۔ میں اور فقہاء کی جماعت شیخ قوام رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے چلے۔ جب ہم شیخ کے پاس حاضر ہوئے تو مجھ سے شیخ محمد عقبی نے کہا:

”ان فقہاء صاحبان کی کیا بات ہے۔؟“

میں نے کہا:

”یہ سب شیخ کی زیارت اور سلام کے لیے آئے ہیں۔“

انہوں نے کہا:

”اس وقت ایک عجیب بات ہوگئی ہے۔“

میں نے کہا:

”وہ کیا۔؟“

وہ کہنے لگے:

”ان میں سے ہر ایک کا باطن شیخ کے سامنے درندہ کی شکل میں آیا تھا۔ شیخ نے ہر ایک کو لگام دیدیا ہے۔“

مجلس بہت دیر تک ہوئی مگر ان میں سے کوئی بھی ٹھیک ٹھاک بات نہ کرسکا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا:

”تم لوگ کیوں نہیں بولتے۔؟ کیوں نہیں پوچھتے۔؟“

مگر ان میں سے کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ بول سکے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان صاحب سے جو شیخ کے داہنے ہاتھ کی طرف تھے فرمایا کہ تمہارا تو سوال یہ تھا اور اس کا جوب یہ ہے۔ پھر اور کی طرف خطاب کیا اور پھر اور کی طرف اور ہر ایک کا سوال ذکر کرتے اور جواب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ آخر والے کا نمبر بھی آگیا۔ پھر سب اٹھ کھڑے ہوئے اور استغفار کیا۔

شمس الدین غابوری کہتے ہیں کہ مجھ سے ہمارے شہر کے ایک تاجر نے بیان کیا کہ میں ایک شخص کے ساتھ حلب گیا۔ میں نوجوان تھا تو مجھے میرے گھر کے بعض آدمیوں نے

Marfat.com

پکڑ لیا، گھر لے گئے اور شراب حاضر کی۔ میں نے پینے کے لیے جام لے لیا تو دیکھتا ہوں کہ اچانک شیخ محمد بن عمر ابوبکر بن قوام رحمۃ اللہ علیہ میرے سامنے ہیں۔ انہوں نے میرے سینے میں ہاتھ مارا اور فرمایا:

"کھڑا ہو اور نکل جا!"

میں ایک اونچے مکان میں تھا۔ وہاں سے سر کے بل گر پڑا اور منہ اور سر سے خون بہنے لگا۔ میں اپنے چچا کے یہاں گیا تو مجھ میں سے خون ٹپک رہا تھا۔ انہوں نے پوچھا:

"یہ کس نے کیا ہے۔؟"

میں نے کل ماجرا عرض کیا تو انہوں نے کہا:

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے اولیاء کی عنایت اور حمایت تم پر متوجہ کر دی ہے۔"

شیخ اسمعیل بن سالم معروف بہ الکروی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میرے پاس کچھ بکریاں تھیں اور ایک چرواہا۔ وہ حسب معمول ایک روز بکریوں کو باہر لے گیا تو جو وقت لوٹنے کا تھا اس وقت نہ لوٹا۔ میں اس کی تلاش میں نکلا تو کوئی خبر نہ ملی۔ میں سیدھا حضرت شیخ محمد قوام رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے تھے۔ مجھے دیکھا تو فرمایا:

"کیا بکریاں چلی گئی ہیں۔؟"

میں نے عرض کیا:

"جی حضرت!"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ان کو بارہ آدمیوں نے پکڑ لیا ہے اور انہوں نے چرواہے کو فلاں گھاٹی میں باندھ رکھا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ ان پر نیند طاری فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا فرما دیا ہے۔ تم فلاں جگہ جاؤ تم ان کو سوتا ہوا اور رسوا پاؤ گے۔"

میں وہاں گیا جہاں کے لیے شیخ نے فرمایا تھا تو واقعہ ایسا ہی دیکھا۔ ایک بکری کھڑی

Marfat.com

ہوئی اور اپنے بچہ کو دودھ پلا رہی تھی۔ میں بکریوں کو ہانک لایا اور شہر آ گیا۔

شیخ ابراہیم البطائحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں شیخ محمد بن عمر ابوبکر بن قوام رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا:

''حضرت! رات میرا اونٹ کہیں چلا گیا اور اس پر سامان تھا۔''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے عرض کیا:

''حضرت والا! یہ شخص اپنے اونٹ کے جاتے رہنے سے پریشان ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ابراہیم! جب اس شخص نے کہا کہ میرا اونٹ تو میں نے اس کے ہاتھ میں اس کی نکیل دیکھی تھی۔ پھر غیب سے ایک تلوار ظاہر ہوئی جس نے اس کے ہاتھ سے اس کی نکیل چھڑا دی اور اس میں اس کا رزق باقی نہیں رہا۔ اب مجھے شرم آتی ہے کہ لوٹانے کی درخواست کے ساتھ پیش آؤں۔''

ایک جنازہ حاضر ہوا اور اس میں شہر کے بڑے بڑے لوگوں کی ایک جماعت تھی۔ جب میت کو دفن کرنے کے لیے بیٹھے تو قاضی اور حاکم شہر اولیاء اللہ کی کرامتوں کے باب میں اور یہ کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، گفتگو کرنے لگے۔ مگر خطیب ایک مردِ صالح تھا جب یہ لوگ اٹھے کہ میت کے گھر والوں کی تعزیت کر آئیں تو شیخ محمد قوام رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کے لیے بھی حاضر ہوئے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اے خطیب! میں تمہارے سلام کا جواب نہیں دیتا۔''

انہوں نے عرض کیا:

''حضرت کیوں۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اس لیے کہ تم نے اولیاء اللہ کی غیبت کو رد نہیں کیا اور ان کی کوئی مدد نہیں کی۔''

پھر شیخ قاضی اور حاکم شہر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''تم دونوں اولیاء اللہ کی کرامتوں کا انکار کرتے ہو۔ تو بتاؤ تمہارے پیروں کے نیچے کیا ہے۔؟''

Marfat.com

انہوں نے عرض کیا:

''معلوم نہیں!''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تمہارے پاؤں کے نیچے ایک گڑھا ہے جس میں پانچ سیڑھیوں سے اترا جاتا ہے۔ اس میں ایک شخص اور اس کی بیوی مدفون ہیں اور وہ مجھ سے گفتگو کرر ہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں ان دونوں شہروں کا ایک ہزار سال سے بادشاہ ہوں، ایک تخت پر وہ ہے اور ایک تخت پر اس کی بیوی ہے، ہم سب اسی جگہ ٹھہریں گے جب تک کہ ان کو کھول نہ لیں۔''

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھاوڑے منگوائے۔ جماعت سب کی سب حاضر تھی تو ان کو ایسا ہی پایا۔ جیسا کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ وہ گڑھا اب تک کھلا ہوا ہے اور حلب کے کنارہ پر نظر آتا ہے۔

متقی علی بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے شیخ محمد قوام رحمۃ اللہ علیہ سے جوانی میں بیعت کی تھی۔ مجھے بیت المقدس کی زیارت کا خیال ہوا۔ میں نے اصرار کیا تو مجھے اجازت دیدی اور فرمایا:

''میں اپنا باطن لوہے کے پنجرے کی طرح تمہارے اوپر کئے دیتا ہوں۔ جب تو دمشق کے پنجرے کے دروازہ پر محل کے قریب آئے تو گاؤں میں جانا، وہاں شیخ علی بن جمل کا پوچھنا اور ان کی زیارت کرنا۔ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔''

علی بن سعد کہتے ہیں کہ جب میں اس گاؤں میں پہنچا تو میں نے ان بزرگ کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے بتادیا۔ جب میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ان کے گھر والوں میں سے کوئی نکلا اور میرا نام لے کر کہا:

''علی! اندر آجاؤ کیونکہ شیخ نے تمہارے لیے تاکید کی تھی اور فرمایا تھا کہ تمہارے پاس ایک درویش آئے گا جس کا نام علی ہے اور وہ شیخ ابوبکر بن قوام کے متوسلین میں سے ہے۔ تم اس کو اندر آنے کی اجازت دیدینا یہاں تک کہ میں آجاؤں۔''

Marfat.com

میں اندر آ گیا اور بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ شیخ آ گئے۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے مرحبا فرمایا اور فرمایا:

''رات ہی میرے پاس شیخ رحمۃ اللہ علیہ آئے تھے اور تمہارے متعلق تاکید کر گئے تھے۔ اب تم کو کوئی اندیشہ نہیں، کیونکہ شیخ کا باطن لوہے کے پنجرے کی طرح تمہارے اوپر ہے۔''

میں کچھ دیر ان کے پاس رہا، پھر بیت المقدس چلا گیا۔ جب وہاں پہنچ گیا تو ایک شخص کو شہر کے باہر کھڑا دیکھا حالانکہ گرمی بہت تیز تھی۔ میں نے سلام کیا تو اس نے جواب دیا اور کہا:

''بیٹا! تم نے تو آنے میں بہت دیر کر دی۔ میں صبح سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''

مجھے اس سے ڈر لگا اور اندیشہ ہوا کہ یہی وہ اندیشہ والے ہوں گے۔ انہوں نے فرمایا:

''اے علی! ڈرو مت! شیخ میرے پاس آئے تھے اور تمہارے متعلق مجھے تاکید فرما گئے ہیں۔''

میں ان کے ساتھ ان کے گھر گیا تو انہوں نے میرے سامنے کھانا رکھا اور فرمایا:

''کھاؤ!''

میں نے کھا لیا۔ جب نماز کا وقت آیا تو انہوں نے فرمایا:

''اٹھو! حرم شریف میں نماز پڑھیں۔''

ہم دونوں اٹھے، حرم شریف جا پہنچے، پانچوں نمازیں پڑھیں اور گھر لوٹ آئے۔ پھر جب رات ہو گئی۔ وہ اٹھے اور صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ مجھے جاگتا ہوا محسوس کرتے تو بیٹھ جاتے۔ جب میں سو جاتا تو وہ کھڑے ہوتے اور نماز پڑھتے۔ میں ان کے پاس کئی روز رہا۔ پھر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی قبر انور کی زیارت کے لیے چلا۔ وہ بھی میرے ساتھ شہر سے باہر تک آئے اور مجھے رخصت کر دیا۔ پھر جب میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے قریب پہنچا تو چار ڈاکو نکل آئے۔ جب وہ مجھ سے قریب ہوئے تو یکا یک ششدر رہ گئے

Marfat.com

اور میرے پیچھے دیکھنے لگے۔ میں نے بھی دیکھا کہ ایک شخص سفید لباس منہ پر نقاب ڈالے کھڑا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا:

''تم اپنے راستہ پر چلتے رہو۔''

میں چلتا رہا اور وہ میرے ساتھ ساتھ رہا۔ حتیٰ کہ میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے مزار کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ شہر کو دیکھ لیا اور حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھڑے ہو کر دعا کرتے دیکھا۔ پھر جب میں بالس لوٹ کر آیا تو سب سے پہلے شیخ قوام رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کے لیے حاضر ہوا۔ میں نے سلام کیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تمام باتیں مجھے بتائیں جو مجھے سفر میں پیش آئی تھیں اور فرمایا:

''اگر وہ نقاب پوش نہ ہوتا تو ڈاکو تیرے کپڑے چھین لیتے۔''

تب مجھے معلوم ہوا کہ وہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔

شیخ ابراہیم بطائحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوبکر بن قوام رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا قصد کیا تو چند جماعتوں کے ساتھ ہو گیا۔ ان لوگوں نے شراب اور آلات کی باتیں کیں۔ جب میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا:

''یہ کیا حالت ہے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''حضرت! کیا؟''

انہوں نے فرمایا:

''تمہارے سامنے شراب اور آلات شراب تھے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''حضرت! میں ایسی جماعتوں کے ساتھ ہو گیا تھا جو شراب کی باتیں کرتے تھے۔ مجھ پر اسی نے یہ اثر کر دیا ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تم نے سچ کہا ہے۔ نیک لوگوں کے ساتھ رہا کرو اور بدوں سے پرہیز رکھا کرو۔''

Marfat.com

حضرت محمد بن عمر ابوبکر بن قوام رحمۃ اللہ علیہ معہ اپنے متوسلین کے دمشق میں تشریف رکھتے تھے۔ یکا یک تواضعاً آپ کی گردن جھک گئی۔ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا:

"اس وقت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد کی مجلس وعظ میں فرمایا ہے کہ میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔ تو مشرق سے مغرب تک اللہ کے ہر ولی کی گردن جھک گئی۔"

لوگوں نے اس تاریخ کو یاد کر لیا تو کچھ روز کے بعد بہت کثرت سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی یہ خبریں آئیں کہ آپ نے اس تاریخ میں یہ فرمایا تھا۔

ابتداء ابتداء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر بہت حالات طاری ہوتے تھے۔ ایک دن یہ اپنی والدہ کی زیارت کے لیے چلے تو آسمان سے ایک آواز سنی۔ سر اٹھایا تو ایک نور ہے، گویا وہ ایک زنجیر ہے کہ اس کا بعض حصہ بعض میں جڑا ہوا ہے۔ پھر وہ ان کی کمر کے اوپر جمع ہو گئی۔ انہوں نے اس کی ٹھنڈک اپنی پشت میں محسوس کی۔ اپنے شیخ کو اطلاع کی تو انہوں نے فرمایا:

"اب بولنے کی اجازت ہے۔"

پھر اس کے بعد یہ بڑے آدمی ہوئے۔ ان کا شہرہ دُور دُور تک ہو گیا اور ان کا حال بہت عظیم ہو گیا۔ خود فرماتے تھے کہ مجھے وہ حال عطا فرمایا گیا ہے کہ اگر میں یہ کہوں کہ بغداد مراکش کی جگہ ہو جائے یا اس کا عکس تو ایسا ہی ہو جائے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جماعت سے جو آپ کے ہمراہ تھی فرمایا:

"میں عرش کے ستون ایسے ہی دیکھ رہا ہوں جیسے تمہارے چہرے دیکھ رہا ہوں۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 658 ہجری میں موجن علم میں ہوئی اور وہیں ایک تابوت میں دفن کر دیئے گئے تھے۔ پھر 670 ہجری میں دمشق منتقل کئے گئے اور ساسیوں پہاڑ کے دامن میں دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر مشہور ہے اور اس کی زیارت کی جاتی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی تھی کہ مجھے تابوت میں دفن کیا جائے۔ اپنے بیٹے سے فرمایا:

"بیٹا! ضرور میں کسی مقدس زمین کی طرف منتقل کیا جاؤں گا۔"

پھر آپ دمشق منتقل کیے گئے اور اس کے ایک گوشہ میں دمرگھاٹی سے نیچے دفن کیے گئے۔

فصل نمبر 39:

شیخ محمد بن عبداللہ بن الاستاذ الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عبداللہ بن الاستاذ الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ فاطمہ کے پاس ایک گائے تھی۔ حاکم شہر نے اس کو چھین لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو اس مکان کی دیوار کے پاس جہاں وہ گائے تھی تشریف لائے اور کچھ کلمات کہے۔ وہ دیور گرگئی اور گائے اپنی مالکہ کے پاس لوٹ آئی۔

حضرت علوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو جماعت البصر ات کی جانب سے ان کی وفات کے بعد کچھ اذیتیں پہنچیں تو ان کے بعض متوسلین نے خواب میں حضرت نقبطی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ وہ فرمارہے تھے:

"میں نقبطی ہوں۔"

یہ شخص ان کو حیات میں پہچانتا تھا۔ پھر چار جگہ اللہ اکبر کہا۔ جب صبح ہوئی تو مشائخ بصرات میں چار کو ایسا پایا کہ ہر ایک اللہ اکبر کہنے کی جگہوں میں سے ایک ایک جگہ میں قتل کیا ہوا پڑا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 40:

شیخ ابوعبداللہ محمد بن یحیٰ ابی شعبۃ الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعبداللہ محمد بن یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ فقیہ، عالم اور صالحیت میں مشہور تھے۔ آپ نے ممتاز علماء کی ایک جماعت سے فقہ پڑھا اور خود ان سے بھی اور لوگوں نے فقہ حاصل کیا۔ شہر عدن میں ایک طویل عرصہ تک ایک مسجد میں محض لوجہ اللہ تعالیٰ رہے جس کو مسجد توبہ کہا جاتا تھا، مگر جب ان کا قیام طویل ہوا۔ وہ انہی کی طرف منسوب کی جانے لگی اور مسجد ابی شعبہ کے نام

Marfat.com

سے مشہور ہوگئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں کو بہت اعتقاد تھا۔ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا ارادہ کر کے آتے تھے۔

شمس الدین بلیقانی جو بڑا دولت مند تھا اس کو کوئی سخت مرض پیش آیا۔ یہاں تک کہ یاس کی حالت ہوگئی۔ وہ صبح صبح اندھیرے سے اٹھا اور اپنے گھر والوں اور دوستوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ فقیہ ابوشعبہ کی زیارت کے لئے جاؤں۔ پھر بعض ان لوگوں کے سہارے سے جو اس کے پاس تھے، فوراً اٹھا اور ان کے پاس آگیا۔

فقیہ ابوشعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حال پوچھا تو اس نے عرض کیا:

''حضرت! مجھے آپ کی برکت سے صحت ہوگئی ہے۔ اس طرح کہ میں موت کے قریب اور زندگی سے بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ آج رات اپنے چچازاد بھائی کو جو ایک عرصہ ہوا انتقال کر چکا ہے خواب میں دیکھا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے چلا۔ ہم دونوں آپ کی اس مسجد کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ میں نے کہا: ''ذرا مجھے چھوڑو کہ میں اندر جاؤں اور حضرت فقیہ کو سلام کر آؤں اور تمہارے ساتھ جہاں کا تم ارادہ کر رہے ہو چلا چلوں۔''

میں اندر آیا اور آپ کو سلام کیا۔ اپنے بھائی کی بات عرض کی اور یہ کہ وہ میرا انتظار کر رہا ہے۔ آپ نے اس کھڑکی سے اسے جھانکا، اس سے مسجد کی ایک کھڑکی کی طرف اشارہ کیا اور اس سے فرمایا: ''اے فلاں! آ جاؤ! تمہارا بھائی اس وقت تمہارے ساتھ نہیں جائے گا۔'' پھر میں بیدار ہوگیا تو اپنی فوری صحت دیکھ لی۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ حضرت یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہی برکت سے ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 676 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 41:

شیخ محمد بن ابی المجد الحرانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن ابی المجد الحرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز ممالک محروسہ کے شہر بیرہ کے قلعہ میں جامع مسجد میں بیٹھے تھے۔ آپ سے ایک جماعت نے کسی ایسی کرامت کی فرمائش کی جس

Marfat.com

سے قلوب کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ آپ نے ایک خالی صراحی لی اور اسے فرات سے بھر لیا، حالانکہ ان کے اور فرات کے درمیان دو بلند قلعوں کی اونچائی کے برابر فاصلہ تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک جماعت نے کسی خاص سبب سے کرامت طلب کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد کی جالی سے اپنا ایک پاؤں فرات کی طرف لٹکا دیا اور پانی سے بھیگا ہوا اٹھا لیا۔

محمد بن ابی المجد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شہر بیرہ کا فرمان نویس رہا ہے اور وہ مشرب باسلام ہو چکا تھا۔ ایک دن فرات کے کنارے کنارے شیخ کے ہمراہ جا رہا تھا کہ اس نے عرض کیا:

"حضرت! میں مسلمان تو ہو گیا ہوں، مگر نہ مجھے کوئی دلیل معلوم ہوئی نہ کوئی اطمینان کرنے والی بات دیکھی۔ آپ مقام تمکین کے بزرگوں میں ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کوئی ایسی کرامت دکھا دیں جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یہ کوئی ضروری بات ہے۔؟"

اس نے عرض کیا:

"جی ہاں!"

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرات کے عرض کے نصف تک پانی کے اوپر اوپر چلے گئے اور پھر لوٹ آئے اور اس کی مسافت تقریباً تین سو قدم تھی۔ پھر جوتا نکال کر جھاڑا تو اس سے غبار اڑا۔ یہ فرمان نویس شیخ کے قدموں پر گر پڑا، بوسہ دینے لگا اور عرض کیا:

"اب میرا دل مطمئن ہو گیا اور اللہ رب العالمین کے لیے اسلام لے آیا۔"

شیخ محمد حرانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے لوگوں، بہت ممتاز اولیاء اور سر برآوردگانِ طریق میں سے ہیں۔

ایک قوم کی قوم نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ہدایت پائی ہے۔ 680 ہجری میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی اور عیدگاہ میں شیخ عمر شیرازی کی قبر مبارک کی شمالی جانب دفن کیے

Marfat.com

گئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 42:

شیخ ابوعبداللہ محمد بن عباس الشعبی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوعبداللہ محمد بن عباس الشعبی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل اشعوب میں سے ہے۔ آپ دلموہ کے ایک گوشہ کے مشہور پہاڑ شامع پر رہتے تھے۔ فقیہ کے عالم، عامل، متقی اور زاہد تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے بڑے علماء سے فقہ حاصل کیا اور خود ان سے بھی بڑے بڑوں نے فقہ حاصل کیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مدت تک شہر لغز میں قاضی رہے۔ پھر تقویٰ کی وجہ سے یہ عہدہ چھوڑ دیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شہر جند کی مسجد میں آیا جایا کرتا تھا اور وہاں جماعت سے نماز پڑھتا تھا، کیونکہ مجھے اس مسجد کی فضیلت کی خبریں ملی تھیں تو جب امام اللہ اکبر کہتا تھا تو میں اوپر ہوا میں ایک جماعت کے تکبیر کہنے کی آواز سنتا تھا اور وہ امام کی نماز کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 687 ہجری میں ہوئی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 43:

شیخ ابوعبداللہ محمد بن الحسین بن ابی السعود ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن الحسین بن ابی السعود ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے فقیہ، عالم، فاضل، صالح، عامل، قرأتوں اور روایتوں والے ہیں۔ ان پر عبادت بہت ہی غالب تھی اور زہد و تقویٰ کے ساتھ ساتھ سب لوگوں سے زیادہ قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رہنے کا مقام موضع فراوی تھا۔

Marfat.com

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو غسل دینے والوں میں فقیہ ابوبکر تباعی بھی تھے۔ یہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ ان بزرگ کی ناف میں جو پانی جمع ہو گیا تھا انہوں نے اس کو اپنی آنکھوں پر لگا لیا تو اس کے بعد کبھی ان کی آنکھیں نہیں دکھیں۔

ان فقیہ کی وفات 690 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 44:

شیخ طریق محمد رحمۃ اللہ علیہ

شیخ طریق محمد رحمۃ اللہ علیہ ماردین قلعہ کے مواضعات میں سے نہر خابور کے اخیر پر رہتے تھے۔ آپ کے شاگردوں اور معتقدین کی ایک بڑی جماعت تھی۔

حضرت طریق محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جماعت کو فرمایا:

"یہ تاتاری ہیں، ضرور یہ اسلام لے آئیں گے، شاش لباس پہنچیں گے اور سب شہر ایک ہو جائیں گے۔"

جس وقت انہوں نے یہ فرمایا تھا۔ وہ لوگ اس وقت کفر اور طرح طرح کی گمراہیوں میں بہت شدت سے مبتلا تھے۔ مگر پھر جیسا انہوں نے کہا تھا ہو کر رہا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر پتھر کھایا کرتے تھے۔

بعض لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا:

"آپ کو خدا کی قسم! ہمیں بھی اس میں سے کھلا دے جو آپ کھایا کرتے ہیں۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بھی ایک پتھر دیدیا۔ انہوں نے کھایا تو بہتر سے بہتر میٹھا تھا۔

☆☆☆

فصل نمبر 45:

شیخ محمد بن اسعد بن علی بن فضل الصعمی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

حضرت ابو عبداللہ محمد بن اسعد بن علی بن فضل الصعی رحمۃ اللہ علیہ جمیم نام سے مشہور تھے۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے فقیہ، عالم، متقی اور صالح تھے۔ آپ کا درس بابرکت تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ صاحب افادات وکرامات تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک جماعت تفسیر نقاش پڑھتی تھی۔ ایک دن ان لوگوں کے پاس علم نحو کا ایک سوال آیا جس میں سب کی سب جماعت حیران رہ گئی۔ وہ لوگ شیخ الصعی رحمۃ اللہ علیہ سے جواب کی فرمائش نہیں کر سکتے تھے اور خود معلوم نہیں کر سکے، کیونکہ جانتے تھے کہ فقیہ کو علم نحو میں دستگاہ نہیں ہے۔ اس لئے اس سائل کو سوال کا جواب نہ دے سکے اور حل کی کوئی تدبیر نہ ہو سکی تو فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا، مگر خیال تھا کہ جب آپ اس کو دیکھیں گے تو انہی میں سے کسی ایک کو اشارہ فرمائیں گے کہ وہ جواب دیدے، مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو قلم اٹھایا اور ایسا کافی شافی جواب لکھ دیا جیسا علماء نحو میں سے کوئی ماہر فن لکھ سکتا تھا۔ جماعت نے غور کیا تو بہت پسند کیا، انہوں نے اس پر بہت تعجب کیا اور اس کو حضرت فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت قرار دیا۔

فقیہ صالح بن عمر کہتے ہیں کہ میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر نقاش کا سبق پڑھا کرتا تھا اور سب سنا کرتے تھے۔ شیخ اثنائے درس میں کبھی کبھی ٹول جاتے تھے، یہاں تک کہ غالب گمان یہ ہوتا تھا کہ آپ سن نہیں رہے ہیں۔ میں نے ایک روز یہ ارادہ کیا کہ پڑھنا بند کر دوں تو یکایک دیکھتا ہوں کہ فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں:

"صالح! پڑھ!"

میں پڑھنے لگا۔ پھر فقیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد آنکھیں کھول دیں اور صرف میری طرف متوجہ ہو کر تبسم فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات موضع سہفنہ میں 694ہجری میں واقع ہوئی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 46:

شیخ محمد بن ابی حمرہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد بن ابی حمرہ رحمۃ اللہ علیہ رفیع المرتبہ عظیم الشان صوفی تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں کیا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے اس پر انکار کیا، ایک مجلس منعقد کی اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اذیت دی تو آپ گھر میں گوشہ نشین ہو گئے اور دس سال تک سوائے جمعہ کے اور کسی وقت نہیں نکلتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ساتویں صدی میں ہوئی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 47:

شیخ محمد ابن الشیخ ابی بکر العرودک رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بن ابی بکر العرودک بڑے ممتاز اور طریقت کے سر برآوردہ لوگوں میں ہیں۔ کچھ لوگ 680 ہجری میں تاتاریوں سے بھاگ کر اپنے گھر والوں کے پاس سلمیہ مقام کے ایک پہاڑ پر پہنچے جو حمص سے ایک منزل ہے تو جب بدھ کے روز عصر کا وقت ہوا تو شیخ محمد بن ابکر بکر العردوک نے لڑائی کی سی تیاری کی کمر باندھی اور اپنے خیمہ کا ایک بانس یا کوئی اور ایسی چیز لی اور ہوا میں مدہوش ہو کر کھلم کھلا لڑنے لگے۔ آپ کے چاروں طرف جماعت تھی، جانتی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کسی اہم کام میں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اگلے دن جمعرات کے روز اسی وقت تک ایسا کرتے رہے، پھر مردے کی طرح گر پڑے۔ ان کی لکڑی اور سارا بدن خون میں لتھڑا ہوا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد افاقہ ہوا تو لوگ آپ کے گرد تھے اور رو رہے تھے۔ سب نے آپ کے ہاتھوں پیروں کو بوسہ دیا اور ماجرا دریافت کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میں نے تاتاریوں کے افسروں سے لڑائی کی ہے، ان میں سے بڑے افسر کو قتل کر دیا ہے اور وہ آج شکست کھا جائیں گے۔"

Marfat.com

پھر معلوم ہوا کہ تاتاریوں کو اسی جمعرات 16 رجب 680 ہجری میں شکست ہو گئی ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے 700 ہجری میں شہید ہو کر وفات پائی ہے۔ تاتاریوں میں سے ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کر دیا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہونے سے پہلے اس کی اطلاع کر دی تھی۔

☆☆☆

فصل نمبر 48:

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن احمد بن خشیبر رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ فقیہ، عالم اور عارف کامل تھے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کے طریقت کے باب میں معروف اشارات ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب آپ کو شیخ ابو الغیث بن جمیل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دعا و برکت حاصل کرنے کے لیے لے گئے۔ یہ اس وقت بچہ ہی تھے۔ ان کو مکشوف ہوا کہ شیخ ابو الغیث رحمۃ اللہ علیہ کے دو آنکھیں اور ہیں جن سے وہ پیچھے کو دیکھ لیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے والد صاحب سے اور انہوں نے شیخ سے عرض کر دیا تو شیخ نے فرمایا:

"خدا کی قسم! بیٹا تمہارے سوا انہیں کوئی نہیں دیکھ سکا۔"

پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے نام اور عظمت کے بلند ہونے کو ظاہر کیا تو ایسا ہی ہوا جیسا شیخ نے فرمایا تھا۔

ایک شخص شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن احمد بن خشیبر رحمۃ اللہ علیہ کے مکان تک ان کی ملاقات کے قصد سے چلا اور ایک زبردست مرض کی شکایت کی، جو اس کے پیر میں ہو گیا تھا اور اس کے علاج سے طبیب عاجز ہو گئے تھے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی انگلی سے ہی داغ دے دیا۔ آگ نہیں لی، بلکہ انگلی سے کچھ خطوط سے کھینچ دیئے اور فرمایا:

"اب انشاء اللہ! تم کو شکایت نہ ہو گی۔"

اس کا درد اسی وقت جاتا رہا۔ پھر سات روز بعد ان خطوط کی جگہ سے کچھ داغ دینے کا نشان پھٹ کر نکل آیا اور پھر اس کو یہ مرض کبھی نہیں ہوا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 718 ہجری میں آپ کی ہی آبادی میں ہوئی ہے جو یمن میں

Marfat.com

بیت حسین شہر کے قریب بیت الفقیہ نام سے انہی کی طرف منسوب ہوکر مشہور ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اور آپ کی اولاد واہلیہ کی قبریں بھی وہیں ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر زیارت وبرکت کے لیے قصد کر کے لوگ آتے رہتے ہیں اور وہ مشہور ہے۔بیان کیا جاتا ہے کہ اولاد جشیبر ایک نیک خاندان ہے۔کوئی زمانہ ایسا خالی نہیں جاتا کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی ولایت کے ساتھ مشہور نہ ہو۔

☆☆☆

فصل نمبر 49:

شیخ محمد بن محمد بن معبد رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن محمد بن معبد الدوعنی صوفی یمنی رحمۃ اللہ علیہ عالی مرتبہ، مشہور الذکر اور صاحب احوال وکرامات شیخ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی جنگل میں فروکش ہوتے تو وہاں نہریں پھوٹ پڑتی تھیں۔لوگ منتقل ہوہوکر وہاں آجاتے ، وہاں درخت لگاتے اور کھیتی کرنے لگتے۔جب وہ سرسبز ہوجاتی، پھل پھول آجاتے اور اہل دنیا جب شیخ اور ان کے متوسلین کے ساتھ خلط ملط ہونے لگتے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ پھر کسی اور جنگل میں منتقل ہوجاتے۔پھر وہ بھی باغ بن جاتا تھا اور ایسے ہی ہوتا رہتا تھا۔دنیا آپ کو ڈھونڈتی پھرتی تھی اور آپ اس سے بھاگتے رہتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 720 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 50:

شیخ ابی حربہ محمد بن یعقوب بن الکمیت رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابی حربہ محمد بن یعقوب الکمیت رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ابوحربہ (نیزے والا) اس لیے ہوا تھا کہ انہوں نے ایک ظالم کی طرف انگلی سے نیزہ کی طرح سے اشارہ کردیا تھا تو اسے مار ڈالا تھا۔اس کے بعد سے واقعی طور سے یا مذاق میں بھی کسی کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے

Marfat.com

تو انگلی کو اس کی طرف سے موڑ کر کرتے تھے۔ یہ حضرت ابتدائی حالات میں فقیہ ہو گئے تھے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:

''اے محمد! لوگوں کی حاجتوں میں اٹھ کھڑے ہو اور تمہارے واسطے گرم لباس، بقدر کفایت روزی اور تکمیل حوائج ہے۔''

انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ علم میں مشغول رہوں۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پھر وہی ارشاد فرمایا اور پھر تیسری بار بھی فرمایا۔ یہ بھی عرض کرتے رہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم کو کیا ہو گیا ہے کہ مخالفت کرتے ہو۔؟''

یہ فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''میں جب بھی کسی حاجت کے لیے اٹھا تو آسمان میں لکھا ہوا دیکھ لیتا تھا کہ یہ پوری کی جائے گی یا نہیں کی جائے گی اور چل یا مت چل اور میں جب چاہتا ہوں تو ایک نور کا علم زمین سے آسمان تک جس کو قدرت الٰہیہ ہی اٹھائے ہوئے ہوتی تھی جہاں بھی میں جاتا میرے آگے آگے ہوتا تھا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک بہت بڑے قافلہ کے ساتھ حج کیا۔ جب خشکی کے راستہ میں مقام محرم میں پہنچے تو جو کنواں وہاں تھا اس کو بند اور دفن پایا۔ اس طرح پانی نہ ملا تو سب لوگ بہت سخت پیاس میں مبتلا ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو پانی کے ملنے کے لیے فقیہ کے پیچھے پڑ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لڑکے کو گھاٹی کے سرے پر بھیجا اور فرمایا:

''کہنا! اے وادی!''

لڑکے نے ایسا ہی کیا۔ وہ آیا تو سیلاب اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ سب نے پانی پیا اور سیراب ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت چونکہ دیکھنے والے بہت تھے اس لیے بہت مشہور ہو گئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شیخ صالح ابراہیم اللحیانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہنا سہنا اور محبت و اخوت فی

Marfat.com

اللہ تھی۔ شیخ ابراہیم بہت زیادہ بیمار ہو گئے یہاں تک کہ زندگی سے مایوسی ہو گئی تو فقیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متوسلین ان کی موت کے وقت پر حاضر ہونے کے لیے آ گئے۔

مجمع میں سے کسی نے فقیہ سے کہا:

''حضرت! اگر آپ ان کو کچھ مہلت لے دیتے تو اچھا تھا۔''

ان پر ایک حال طاری ہوا جس کی وجہ سے وہ بے حواس ہو گئے۔ پھر افاقہ ہوا تو فرمایا:

''میں نے دس سال کی مہلت لے دی ہے۔''

شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس مرض سے اچھے ہو گئے اور دس سال کے بعد ہی انتقال فرمایا۔ ان دس سال میں ان کی اولاد بھی ہوئی ہے جو دس سالہ اولاد کہلاتی تھی۔

ان فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 724 ہجری میں موضع مریخہ میں ہوئی ہے اور وہیں آپ کی قبر ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 51:

شیخ محمد بن عبداللہ بن ابی المجد المرشدی رحمۃ اللہ علیہ

ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں بیان کیا ہے کہ میں نے اسکندریہ کے قیام کے زمانہ میں شیخ صالح عابد مخلوق سے ایک سو غیب سے خرچ کرنے والے، ابوعبداللہ المرشدی رحمۃ اللہ علیہ کو جو بڑے اولیاء اللہ اور صاحب کشف بزرگوں میں تھے سنا کہ وہ مقام منیۃ بنی المرشد میں گوشہ نشین ہیں اور وہاں ان کا ایک حجرہ ہے جس میں وہ تنہا ہیں۔ نہ کوئی خادم ہے، نہ کوئی ساتھی۔ امراء وزراء ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ہر روز متفرق لوگوں کی جماعتیں ان کے پاس آتی ہیں اور وہ سب کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہر شخص یہ نیت رکھتا ہے کہ ان کے یہاں کچھ کھانا یا پھل یا مٹھائی کھائے۔ یہ ہر ایک کو وہی دیتے جس کی وہ نیت رکھتا۔ بسا اوقات یہ چیزیں غیر موسم میں ہوتی ہیں۔

فقہاء فرمان حاصل کرنے کے لیے آتے تو یہ تقرر و معزولی کرتے اور ان کے یہ سب حالات شائع اور متواتر ہیں۔ ملک الناس نے بھی کئی بار ان کی خدمت میں حاضری دی۔

Marfat.com

میں (ابن بطوطہ) بھی اسکندریہ سے ان شیخ کی زیارت کے لیے چلا۔ میں ان شیخ کے حجرہ میں نمازِ عصر سے پہلے پہنچ گیا اور سلام عرض کیا۔ جب اندر پہنچا تو آپ کھڑے ہو گئے، معانقہ کیا اور نماز کی امامت کے لیے مجھے آگے بڑھا دیا۔ پھر جب میں نے سونے کا قصد کیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''حجرہ کی چھت پر چڑھ جاؤ!''

میں چڑھ گیا تو موسم گرمی کا تھا۔ وہیں سو گیا۔ میں حجرہ کی چھت پر سو رہا تھا کہ خواب دیکھا کہ میں ایک بہت بڑے پرندہ کے پر کے اوپر ہوں اور وہ مجھے قبلہ کی سمت میں اڑائے لیے جا رہا ہے، داہنی طرف کو جا رہا ہے، پھر مشرق میں چلا، پھر جنوب کے گوشہ کو جا رہا ہے، پھر مشرق کے گوشہ میں دور تک جا رہا ہے، پھر ایک سایہ دار سرسبز زمین پر اتر پڑتا ہے اور مجھے وہاں چھوڑ کر دیتا ہے۔ میں اس خواب سے متعجب ہوا اور میں نے اپنے دل میں یہ سوچا کہ اگر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو میری خواب کا کشف ہو گیا تو شیخ ویسے ہی ہیں جیسا بیان کیا جاتا ہے۔ میں صبح کی نماز کے لیے حاضر ہوا تو مجھے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کے لیے بڑھا دیا۔ پھر بلایا اور خواب کے بیان کرنے کو فرمایا۔ میں نے سب خواب بیان کر دیا۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تم عنقریب حج کرو گے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے حاضر ہو گے، پھر بلادِ یمن و عراق اور بلادِ ترک و بلادِ ہندوستان کی سیاحت کرو گے اور وہاں ایک طویل مدت تک رہو گے۔ تم وہاں ہمارے بھائی دلشاد سے بھی ملو گے، وہ تمہیں ایک مصیبت سے نجات دلائیں گے جس میں تم پھنس جاؤ گے۔''

پھر مجھے کچھ درہم عطا فرمائے۔ میں نے ان کو الوداع کیا اور واپس آ گیا۔ جب سے میں ان سے جدا ہوا ہوں اپنے سفروں میں بہتری ہی بہتری دیکھتا رہتا ہوں اور مجھ پر ان کی بہت برکتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ پھر میں جن جن حضرات سے ملا ہوں سوائے سیدی مولا ولی کے جو ہندوستان میں تھے اور کوئی ان جیسا نہیں ملا۔

شیخ محمد بن عبداللہ المرشدی رحمۃ اللہ علیہ تمام دیارِ مصر کے مقتداء، بہت خرچ کرنے والے

Marfat.com

تھے اور کسی سے کچھ قبول نہیں فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تین رات میں ایک ہزار سے زائد اشرفیاں خرچ کی۔ جو شخص بھی ان کے حال کا انکار کرتا تھا جب ان کے پاس پہنچ جاتا اس کا خیال بدل جاتا تھا۔ ابن سید الناس وغیرہ ایسے ہی لوگوں میں تھے۔ جب کوئی ان کے حجرے میں آتا اور نماز کا وقت آجاتا تو جو اذان دیا کرتا ہے اس کو اذان دینے کا، جو امامت کیا کرتا ہے اس کو امامت کرنے کا اور جو خطبہ دیا کرتا ہے اس کو خطبہ دینے کا بغیر اس کے کہ ان میں سے کسی کو پہچانتے ہوں اشارہ فرمایا کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ حسین شکل، نورانی صورت، جمیل ہیئت، خوش خلق اور بہت تلاوت کرنے والے تھے۔ دلوں کی باتوں پر بھی گفتگو کیا کرتے تھے جو کبھی غلط نہیں ہوتی تھیں۔ مجذوبانہ بات بہت کہتے تھے۔ اچھے عقائد تھے، حکومت میں بھی بڑی عزت تھی اور جو جو حالات ان کے نقل کئے گئے ہیں ایسے حالات اگلے زمانہ میں بھی نہیں سنے گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر شخص کے لیے وہ چیز حاضر فرمادیتے تھے جو وہ چاہتا تھا، بلکہ ایسی چیزیں بھی جو قاہرہ اور دمشق میں ہی ملتی تھیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آس پاس کے بستی والوں کو بلایا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ جب سب آگئے تو آپ تنہا اپنے حجرہ کے خلوت خانہ میں چلے گئے اور بہت دیر لگادی۔ لوگوں نے تلاش کیا تو مردہ پائے گئے۔

آپ کے پاس کھانے بہت ہوتے تھے اور کچھ معلوم نہیں کہاں سے لائے جاتے تھے، کسی سے کچھ قبول بھی نہیں فرماتے تھے، قرآن شریف حفظ فرماتے تھے اور سامع کو سنایا بھی کرتے۔

علامہ محمد مرزوق کرمانی خطیب نے لکھا ہے کہ میرے والد کے پیروں میں سے سید محمد المرشدی بھی ہیں۔ والد صاحب نے ان سے مشرق کے سفر میں ملاقات کی تھی۔ اس وقت مجھے بھی ساتھ لیا تھا اور میں تیس سال کا تھا۔ ہم شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اترے تو نماز جمعہ کا وقت تھا۔ شیخ کی عادت یہ تھی کہ مسجد میں ہی سے امام بنادیتے تھے۔ اس روز بڑے بڑے فقہاء مسجد میں سے اس قدر جمع تھے کہ ایسے لوگوں کا اس مجلس کے علاوہ اور کہیں جمع ہونا بھی مشکل تھا۔ نماز کا وقت قریب آگیا تو فقہاء اور خطیبوں میں سے جو حضرات تشریف رکھتے تھے آگے

Marfat.com

بڑھائے جانے کا انتظار کرنے لگے۔ شیخ باہر تشریف لے آئے اور دائیں بائیں دیکھا۔ میں اپنے والد صاحب کے پیچھے بیٹھا تھا۔ مجھ پر نظر پڑ گئی تو فرمایا:

''محمد! آؤ!''

میں ان کے ساتھ اٹھ گیا اور خلوت کی جگہ پہنچ گیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرضوں، شرطوں اور سنتوں کے باب میں بحث فرمائی۔ میں نے وضو کیا اور خوب خلوص نیت سے کیا۔ شیخ کو میرا وضو پسند آیا۔ وہ میرے ساتھ مسجد میں تشریف لے آئے، مجھے ممبر کی طرف کھینچا اور فرمایا:

''محمد! ممبر پر چڑھ جاؤ۔''

میں نے عرض کیا:

''حضرت! خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں کیا کہوں گا۔''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''چڑھ جاؤ۔''

پھر مجھے وہ تلوار دے دی جس پر سہارا لے کر وہاں خطیب خطبہ دیا کرتا تھا۔ میں بیٹھا ہوا سوچ رہا کہ جب اذان دینے والا فارغ ہو جائے گا تو کیا کہوں گا۔

جب اذان دینے والے فارغ ہو گئے شیخ نے مجھے آواز دی اور فرمایا:

''محمد! اٹھو اور کہو بسم اللہ!''

علامہ محمد مرزوق کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اٹھ کھڑا ہوا اور میری زبان ایسی چلی کہ مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔ ہاں! یہ بات تھی کہ میں لوگوں کو دیکھ رہا تھا کہ وہ میری طرف دیکھ رہے ہیں اور میری تقریر سے رقت میں آ رہے ہے۔ خطبہ ختم کر لیا اور اتر آیا تو شیخ نے فرمایا:

''محمد! تم نے بہت اچھا خطبہ دیا۔ ہمارے نزدیک تمہاری میزبانی یہ ہے کہ ہم تم کو خطیب مقرر کر دیں۔''

پھر سفر شروع کر دیا اور حج کیا۔ والد صاحب نے تو وہیں رہنے کا ارادہ فرما لیا اور مجھے لوٹ جانے کا حکم دیا تا کہ چچا صاحب اور تلمسان میں دوسرے رشتہ داروں کے لیے باعث انس بنا رہوں اور مجھے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے کا حکم دیا۔ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی

خدمت میں رہا۔ آپ نے والد صاحب کے متعلق دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا:

''وہ آپ کی دست بوسی کرتے اور سلام عرض کرتے تھے۔''

شیخ نے مجھے فرمایا:

''آگے آ اور اس کھجور کے درخت سے لگ جا کیونکہ جناب شعیب یعنی ابومدین نے اس کے قریب تین سال تک عبادت کی ہے۔''

پھر آپ دیر تک خلوت خانہ میں تشریف لے گئے۔ پھر باہر تشریف لے آئے، مجھے سامنے بیٹھنے کا حکم فرمایا اور فرمایا:

''محمد! تیرے والد ہمارے دوستوں اور ہمارے بھائیوں میں سے ہیں، مگر تو دنیا میں مبتلا تھا۔ تو اپنے والد کی طرف سے تشویش کا خیال کرتا ہے کہ وہ بیمار ہیں۔ تیرے والد تو خیر و عافیت سے ہیں اور وہ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر کی داہنی جانب ہیں۔ ان کی داہنی جانب خلیل مالکی اور بائیں جانب احمد قاضی مکہ مکرمہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔''

پھر آپ نے بسم اللہ پڑھی اور زمین پر ایک دائرہ کھینچا۔ پھر کھڑے ہو گئے، ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ کر پکڑا اور ان کو اپنی پشت کی طرف کر لیا، پھر دائرہ کے چاروں طرف پھرنے لگے اور تلمسان تلمسان فرمانے لگے۔ کئی بار دائرہ کا چکر کاٹا۔ پھر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اس کے بارہ میں حاجت پوری کر دی۔''

میں نے عرض کیا:

''حضرت! کیسے؟''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''انشاء اللہ! اللہ تعالیٰ ان بچوں اور عورتوں کو جو اس میں ہیں پردہ پوشی فرمادے گا اور یہ شخص جس نے محاصرہ کر رکھا ہے اس کا مالک ہو جائے گا، یعنی سلطان ابوالحسن اور ان کے لیے یہی بہتر ہے۔''

پھر بیٹھ گئے اور میں بھی سامنے بیٹھ گیا تو فرمایا:

''اے خطیب!''

Marfat.com

میں نے عرض کیا:

''حضرت! آپ کا خادم اور غلام حاضر ہے۔!''

شیخ نے فرمایا:

''میرا خطیب بن جا! تو تو خطیب ہی ہے۔''

پھر آپ نے مجھے کچھ باتوں کی خبر دی اور فرمایا:

''تو غربی جامع مسجد میں خطبہ دے گا۔''

پھر مجھے چند چھوٹی چھوٹی روغنی ٹکیاں عطا فرمائیں اور یہ زادِ راہ دے کر سفر کا حکم فرمادیا۔ تلمسان کا حال وہی ہوا کہ جو شیخ نے فرمایا تھا۔ اس میں مرینی (سلطان ابوالحسن) داخل ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے بچوں اور عورتوں کی پردہ پوشی فرمادی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات رمضان 737 ہجری میں ہوئی ہے اور اپنے حجرہ میمہ المرشد میں بلادِ مصر میں مدفون ہوئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 52:

شیخ محمد بن عبداللہ بن علوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عبداللہ بن علوی رحمۃ اللہ علیہ عارفین کے اماموں اور بڑے علمائے باعمل میں سے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ متوسلین میں سے کسی کے پاس بیٹھے تھے کہ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے، پھر لوٹے تو آپ کے کپڑوں میں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ ان صاحب نے اٹھنے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا:

''میرے متوسلین میں سے بعض کا جہاز پھٹ گیا تھا، انہوں نے مجھ سے مدد مانگی تو میں نے اس میں اپنا کپڑا لگا دیا حتیٰ کہ ان لوگوں نے اس پھٹن کو درست کرلیا اور جہاز جیسا تھا ویسا ہوگیا۔''

ایک شخص جنگل کے رہنے والے لوگوں کا مہمان ہوا۔ انہوں نے کسی خاص کھانے کا اہتمام نہیں کیا، معمولی کھانے سے اس کی میزبانی کی اور کہا کہ ہمارے ہاں سوائے اس گھی

Marfat.com

کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس نے کہا:

"میں خود اپنے ہاتھ سے اس میں سے لے لوں گا۔"

اس نے ہاتھ بڑھایا تو ایک سانپ تھا جو اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس شخص نے اپنی حرکت سے توبہ کی تو پھر سانپ کا کھی بن گیا۔ جب یہ آدمی پہنچا جہاں شیخ رحمۃ اللہ علیہ مقیم تھے۔ وہ شخص آپ کے پاس سلام کے لیے حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بولنے سے پہلے ہی کشف سے سب ماجرا بتادیا۔

آپ کے چچازاد بھائیوں میں سے کسی نے آپ کے واسطے اپنے دل میں پانچ اشرفیوں کی منت مانی۔ جب وہ آپ کے پاس آئے آپ نے اشرفیاں طلب فرمائیں۔ انہوں نے عرض کیا:

"میں نے کب پیش کرنے کا قصد کیا تھا۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"فلاں روز جبکہ فلاں کشتی میں تھے۔"

تو انہوں نے اس کا اقرار کیا۔

کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خاص مینڈھا دینے کی نیت کی، پھر وہ دوسرا مینڈھا لایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے واپس فرما کر دیا اور فرمایا:

"میرا والا مینڈھا تو ایسا ایسا تھا۔!"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حضرموت میں 743 ہجری میں ہوئی اور زنبل کے مقبرہ میں دفن ہوئے ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 53:

شیخ محمد بن موسیٰ النہاری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن موسیٰ اپنے ایک دادا کی طرف منسوب ہیں جن کا نام نہار تھا۔ شیخ محمد بن موسیٰ النہاری رحمۃ اللہ علیہ علم و عمل کے اعتبار سے اپنے اہل زمانہ میں یکتا تھے اور صاحب کرامات

Marfat.com

ومکاشفات تھے۔ جب کوئی حاضر ہوتا تو آپ اس کے باپ، دادا اور شہر کا نام بتا دیا کرتے تھے اور یہ تواتر کے درجہ کو پہنچ گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں یہ واقعہ بھی ہے کہ آپ کے پاس ایک جماعت آئی۔ جب وہ لوگ قریب آگئے تو ایک شخص نے اپنے کپڑے ایک درخت کے نیچے رکھ دیئے اور حاضر ہوا۔ پھر اس نے عرض کیا:

''میں ننگا ہوں مجھے کپڑا عطا فرمائیے!''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''یہ کیا حال ہے کہ تم جھوٹ کہتے ہو؟ تمہارے کپڑے تو اس درخت کے نیچے ہیں۔''

عرب کے مشائخ میں سے کسی نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی درویش کو تکلیف دی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دھمکی لکھی اور لکھا:

''تم نہیں جانتے کہ تم سورۃ نحل کے اول اور سورۃ ص کے آخر میں ہو یعنی **اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ** (اللہ کا حکم آپہنچا ہے اب تم اسے جلدی نہ چاہو) اور **لتعلمن نباء بعد حین** (اور تم لوگ اس کی خبر کچھ بعد ضرور جان لوگے) تو یہ شخص چند دن بعد مر گیا۔

شیخ محمد بن موسیٰ النہاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 747 ہجری میں ہوئی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 54:

شیخ محمد بن محمد وفا السکندری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن محمد وفا رحمۃ اللہ علیہ سکندری الاصل ہیں، پھر مغربی پھر مصری اور پھر شاذلی ہیں۔ آپ بہت بڑے مشہور صوفی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی وفا رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا پٹکہ ابرازی رحمۃ اللہ علیہ زیور بنانے والے کو عطا کیا اور فرمایا:

''یہ تمہارے پاس امانت ہے تا کہ تم اس کو میرے لڑکے علی کو دے دو۔''

جن دنوں ان کے پاس یہ پٹکہ رہا، انہوں نے عمدہ عمدہ زیور بنائے یہاں تک کہ علی

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہو گئے اور انہوں نے وہ ان کو دے دیا تو پھر یہ کوئی زیور نہ بنا سکے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''ان کا لقب ''وفا'' اس وجہ سے ہوا ہے کہ دریائے نیل ٹھہر گیا تھا اور زیادہ ہونے کے وقت بڑھتا نہ تھا۔ اہل مصر نے وہاں سے کوچ کر جانے کا قصد کیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ دریا پر آئے اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھ جا!''

آپ کی یہ بات سن کر وہ اُسی دن ستر ہاتھ بڑھ گیا اور پورا ہو گیا تو لوگوں نے ان کا لقب ''وفا'' (پورے پورے) رکھ دیا۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی کتابیں تالیف فرما دی ہیں۔ حالانکہ بالکل امی اور سات سال کے تھے۔ ان کی وفات 760 ہجری میں ہوئی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 55:

شیخ امام محمد بن موسیٰ بن عجیل رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد بن موسیٰ بن عجیل رحمۃ اللہ علیہ فقیہ، عالم صالح اور صاحب کرامات و مکاشفات تھے۔ ان کے کشف و کرامت میں یہ بھی ہے کہ ایک ذی اقتدار شخص ان کا مرید تھا۔ اس کی بیوی مر گئی۔ وہ اس سے بہت محبت کیا کرتا تھا اس لیے بہت سخت رنج ہوا۔ وہ فقیہ محمد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا، اپنی حالت کی شکایت پیش کی اور عرض کیا:

''میری تمنا یہ ہے کہ اسے دیکھ لوں اور جان لوں کہ اس پر کیا گزری ہے۔؟''

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ نے عذر کیا، مگر اس نے نہ مانا اور عرض کیا:

''جب تک میری حاجت پوری نہ ہو گی میں نہیں جاؤں گا۔''

فقیہ کے ہاں اس آدمی کی قدر و منزلت بہت تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے تین دن کی مہلت مانگی۔ پھر اس کو ایک دن بلایا اور فرمایا:

''اس حجرہ میں اپنی بیوی کے پاس چلے جاؤ۔''

یہ اندر گیا تو اس کو اچھی حالت اور اچھے لباس میں پایا۔ حال پوچھا تو اس نے کہا:

"یہی بہتر حالت ہے۔"

اس کو بہت مسرت ہوئی اور خوش خوش ہشاش بشاش حضرت فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس باہر آ گیا اور جس قدر رنج و غم تھا اس سے سکون ہو گیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 760 ہجری میں ہوئی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 56:

شیخ محمد الشینی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد الشینی مجذوبانہ باتیں کرنے والوں میں سے ہیں۔ جو شخص ان کے ساتھ برائی سے پیش آتا تھا ہلاک ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امیر الکاشف کے یہاں کسی کی سفارش کی، اس نے قبول نہ کی اور کہا:

"اگر تم شیخ ہو تو مجھ پر کچھ پھونک کرو۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بسم اللہ پڑھی اور اس کے چہرہ پر پھونک دی تو اس کو نفخ رہنے لگا۔ وہ چلاتا پھرتا۔ اس نے عذر معذرت کی اور استغفار کیا تو شیخ نے اپنا ہاتھ اس کے پیٹ پر پھیر دیا تو نفخ جاتا رہا۔ اس وجہ سے وہ جب تک زندہ رہا شیخ کا مرید رہا۔ شیخ نے آٹھویں صدی میں وفات پائی۔

☆☆☆

فصل نمبر 57:

شیخ محمد بن علوی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن علوی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ علمائے عاملین کے امام اور اولیاء عارفین کے شیخ تھے۔

شیخ سنبل بن عبد اللہ چند بچوں کے ساتھ شہر سے باہر بیریوں سے گرے ہوئے بیر چن رہے

تھے۔ شیخ محمد بن علوی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دیکھا تو آواز دی اور ان کا کان ایسا مروڑا کہ اس میں تکلیف ہونے لگی۔ پھر فرمایا:

"یہ تمہارے مناسب نہیں، تم اس کام کی تیاری کرو جو تم سے مطلوب ہے۔"

شیخ فضل کہتے ہیں کہ اس بات نے میرے دل میں بہت اثر کیا اور میں نے تحصیل علوم میں کوشش شروع کر دی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے علم کا دروازہ کھول دیا۔

انہی شیخ فضل نے حضرت ممدوح سے وسوسہ کی شکایت کی تو شیخ نے فرمایا:

"اب نہ ہوگا تو وسوسہ آتا جاتا رہا۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خادموں میں سے کسی کی کوئی چیز چوری ہوگئی۔ سردی کا موسم تھا۔ وہ ان کے گھر آیا تو معلوم ہوا کہ شیخ حسب ضرورت فجر کے لیے علی الصبح جامع مسجد گئے ہوئے تھے۔ یہ ان کے پاس پہنچا تو اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اپنے گھر لوٹ کر جاؤ! چور نے تمہاری چیز لوٹا دی ہے۔"

واقعہ ایسا ہی نکلا جیسا انہوں نے فرمایا تھا۔

آپ کا ایک خادم راستہ میں کسی لق و دق جنگل میں جا پہنچا۔ جب اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو اس نے ان سے امداد چاہی اور چلایا۔ اس نے ایک شخص کو محسوس کیا جو کہہ رہا تھا:

"یہ رہا راستہ۔"

تو یہ راستہ پر پہنچ گیا۔

شیخ محمد بن علوی احمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 667 ہجری میں حضر موت میں ہوئی ہے اور زنبل کے مقبرہ میں دفن کیے گئے ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 58:

شیخ محمد بن ابراہیم بن دحمان رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن ابراہیم بن دحمان رحمۃ اللہ علیہ عالم باعمل، صالح، فاضل، حنفی اور صاحب

Marfat.com

کرامات تھے۔ آپ کا داماد حکومت میں ملازم تھا۔ بادشاہ نے اسے قید کر دیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نہ تو لوگوں سے واقف تھے نہ میل جول رکھتے تھے۔ اسی اثناء میں عید آ گئی اور وہ قید میں رہا۔ اس کی بیوی اور بچے رونے لگے۔ یہ ارکان دولت میں سے کسی سے واقف نہ تھے۔ بادشاہ کے دروازہ کی طرف چلے۔ اتفاق سے ان کے جانے کے وقت ہی بادشاہ بھی عید کے لیے نکل رہا تھا۔ سامنا ہوا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر کھول دیا اور گھوڑا بادشاہ کو لے کر کھڑا ہو گیا کہ ایک قدم بھی نہ چل سکا۔ لوگ دوسرا گھوڑا لائے، پھر تیسرا اور پھر چوتھا لائے مگر یہی حال رہا۔

بادشاہ نے لوگوں سے کہا:

"دیکھو! کیا بات ہے۔؟"

لوگوں نے دیکھا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ سر کھولے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا:

"یہ کیا حال ہے۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میرا داماد قید میں ہے۔"

بادشاہ نے اس کو رہا کر دیا تو فوراً گھوڑا چلنے لگا۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 769 ہجری میں ہوئی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 59:

شیخ محمد بن عبداللہ الصوفی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عبداللہ الصوفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن سے تصوف کی تکمیل کے بعد مصر آ رہے تھے، لوگ ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے، یہیں رہ پڑتے اور اہل وعیال کو چھوڑ بیٹھتے تھے۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ان عجیب باتوں میں سے جو ان کے لیے واقع ہوئی ہیں یہی ہے جس کو نجم بالسی نے بیان کیا ہے کہ ہم ان کے جنازہ پر حاضر تھے، جب ان کی قبر میں اتارا گیا، پھر وہ شخص جس نے ان کو لحد میں داخل کیا تھا نہایت حسین

وجمیل ہوگیا تھا۔تمام حاضرین اس کے دیکھنے میں اور شیخ کی اس کرامت سے تعجب میں از خود رفتہ ہوگئے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 773 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 60:

شیخ ابوعبداللہ محمد بن عمر بن محمد الزکوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عمر بن محمد الزکوی رحمۃ اللہ علیہ امام، عالم، فاضل اور صاحب اتقان وایقان تھے۔ علم و ادب اور خاص کر علم لغت کی سرکردگی ان پر ختم تھی۔خوش خلق، سلیم القلب اور خیر وصلاحیت سے مشہور تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو تم سے پڑھ لے گا جنت میں جائے گا۔"

اسی خواب کی وجہ سے ان سے بہت علماء نے علم حاصل کیا ہے جن میں سے الشیخ الشریف عبدالرحمٰن بن ابی الخیر فاریشی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

یہ فقیہ رحمۃ اللہ علیہ اخیر عمر میں مکہ مکرمہ رہنے لگے تھے۔

شیخ عبداللہ بن محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ان کو دستوں کا مرض ہوگیا۔خون آنے لگا اور دست کا مرض بہت زیادہ بڑھ گیا۔یہاں تک کہ دن رات میں ساٹھ ساٹھ مرتبہ اٹھتے تھے۔شیخ عبدالرحمٰن بن ابی الخیران کے والد ان کو شیخ محمد زکوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لائے کہ صحت کے لیے دعا فرمائیں، کیونکہ ان لوگوں کے یہاں مکہ مکرمہ میں آپ ہی مشہور بزرگ تھے۔آپ نے دعا کی اور ان سے فرمایا:

"اپنا پیٹ کھولو۔"

انہوں نے پیٹ کھول دیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنا پیٹ کھولا اور اس کو ان کے پیٹ سے ملایا اور چلے گئے۔اس کا اثر فوراً ہی ظاہر ہونے لگا کہ خون آنا کم ہوگیا اور وہ بہت جلد شفایاب ہوگئے۔

Marfat.com

شریف عبدالرحمٰن بن ابی الخیر فاریشی مکی کہتے ہیں کہ جب مجھ کوان شیخ الزکوی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمانا کہ جو تم سے پڑھ لے گا جنت میں داخل ہوگا، معلوم ہوا تو میں نے ان کے پاس پڑھنے کے لیے جانے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا، مگر شیخ خود ہی میرے موضع میں تشریف لے آئے اور میں نے وہیں پڑھ لیا۔

شیخ کی وفات 782 ہجری میں مکہ معظمہ میں ہوئی اور جنت المعلیٰ میں حضرت ام المومنین سیدۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قریب دفن کیے گئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 61:

شیخ ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عیسیٰ الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ زہد و عبادت اور کامل تقویٰ کے ساتھ ساتھ خارق عادات' کرامات اور سچے مکاشفات والے بزرگ تھے۔ ان پر ایک نور اور ہیبت تھی۔ ان کے دادا فقیہ احمد بن عمر زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میرے بیٹے عیسیٰ کے ایک لڑکا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا اس کی ابتداء میری انتہا جیسی ہوگی۔

شیخ محمد بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نوجوان لڑکا تھا، یہ لڑکا کچھ لوگوں کے ساتھ ایک مجمع میں تلوار کا کھیل کھیل رہا تھا جیسا کہ عام موضعات کے اہل عرب کی عادت ہے۔ اتفاق سے ایک شخص کی آنکھ میں تلوار لگی اور آنکھ نکل گئی۔ حضرت فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس شخص کو بلایا اور آنکھ کو اس کی جگہ لگا کر اس پر لعاب مبارک لگا دیا تو اس شخص کی آنکھ جیسی تھی ویسی ہی ہوگئی۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ مسجد جوان کی آبادی میں تھی بنائی تو اتفاق سے ایک شخص ایک اونچی جگہ سے گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ وہ شیخ کے پاس لایا گیا آپ نے اس کی گردن پر ہاتھ پھیرا اور لعاب مبارک لگا دیا تو اس کی گردن ٹھیک ہوگئی کہ گویا اس میں کچھ ہوا ہی نہیں اور اسی وقت سب کے ساتھ کھڑا ہو کر تعمیر کرنے لگا۔

Marfat.com

اسی مسجد کی تعمیر کے زمانہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جو کرامت بہت مشہور تھی وہ یہ تھی کہ آپ غیب سے خرچ کرتے ہیں اور یہ اس لیے کہ آپ کے پاس ظاہر میں نہ کوئی مال تھا، نہ تجارت، نہ زراعت اور نہ ان کے علاوہ کوئی اور سلسلہ، بلکہ آپ فقیر محض تھے اور اس کے باوجود ایک بہت وسیع عمارت بنادی اور اس میں بہت مال خرچ کر ڈالا۔

بارش کے باب میں جب لوگ شیخ کے پاس جاتے تو فوراً پانی آجاتا اور حق تعالیٰ اسی وقت ان پر بارش نازل فرمادیتا تھا۔

الملک المجاہد کی ایک باندی جس کو ان کی والدہ نے شیخ کے پاس بھیجا تھا حاضر ہوئی اور اپنے آقا کی رہائی کے بارے میں شیخ کو کہا اور تقراراً کہتی رہی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''وہ ابھی ابھی رہا کر دیئے گئے۔''

اس نے اس وقت کی تاریخ یاد کرلی۔ جب رہائی کے بعد مجاہد گھر آگئے تو انہوں نے بتایا کہ ان کی رہائی اسی وقت ہوئی تھی جس وقت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی رہائی کی خبر دی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 787 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 62:

شیخ ابو عبداللہ محمد بن سعید بن معن القرضی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن سعید بن معن القرضی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ، عالم، صالح بزرگ اور صاحب خیر و برکت تھے۔ علم حدیث کا آپ رحمۃ اللہ علیہ پر غلبہ تھا اور آپ اسی سے مشہور تھے۔ علم حدیث میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں سے زیادہ مشہور کتاب المستصفی ہے جس کو آپ نے کتب سنن سے جمع کیا تھا اور اس میں بہت محنت کی تھی۔ یہ کتاب بہت بابرکت اور یمنی علماء میں بہت رائج ہے۔ روایت ہے کہ فقیہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے استقامت کی دعا فرمائی۔

Marfat.com

شریف ابوالحدید کہا کرتے تھے کہ شیخ یج سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ انہوں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''جس نے کتاب المصفی مصنفہ محمد بن سعید پوری پڑھ لی وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

☆☆☆

فصل نمبر 63:

شیخ محمد بن عمر بن محمد بن عبدالرحمٰن عباد حضری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عمر حضری رحمۃ اللہ علیہ بڑے شیخ، عارف کامل، کثیر العبادۃ، شدید المجاہدہ، صاحب کرامات اور اخبار شائعہ تھے۔ روایت کیا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر روز پینتیس ہزار تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سجدہ میں یہ دعا کی:

''رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین''

''الٰہی مجھ کو اکیلا نہ چھوڑ! اور تو سب سے اچھا وارث ہے۔''

اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک غیبی آواز سنی:

لااذرك فردا وانا خیر الوارثین

''میں تم کو اکیلا نہ چھوڑوں گا اور میں سب وارثوں سے بڑھ کر وارث ہوں۔''

☆☆☆

فصل نمبر 64:

شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المنسکی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عبداللہ المنسکی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگوں اور عظیم الشان زاہدوں میں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی تلاوت بہت زیادہ کیا کرتے تھے۔ ایک دن رات میں دس قرآن ختم کر لیتے تھے۔ ولایت کاملہ کے ساتھ ساتھ آپ فقیہ، عالم اور قاری بھی تھے۔

Marfat.com

شیخ عمر بن عثمان حکمی حج بیت اللہ کے لیے جاتے ہوئے شیخ محمد بن عبداللہ المنسکی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سے گزرے تو شیخ محمد بن عبداللہ المنسکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”میرا جی چاہتا ہے کہ میں اور تم قوم معاسجہ میں نکاح کرلیں۔ شاید! ان کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت نصیب ہو جائے۔“

شیخ حکمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”جب میں حج سے واپس آؤں گا تو اس بارے میں سوچوں گا۔“

جب شیخ حکمی رحمۃ اللہ علیہ حج سے واپس آئے اور شیخ محمد بن عبداللہ المنسکی رحمۃ اللہ علیہ کے موضع کے قریب پہنچے تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

”شیخ محمد ہم سے ایک ایسی بات چاہتے ہیں جس میں ہمیں مشغولی ہو جائے گی۔“

شیخ حکمی رحمۃ اللہ علیہ نے ارادہ کرلیا کہ شیخ محمد المنسکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہو کر نہ جائیں۔ اس لیے رات میں سفر کیا کہ ان کو علم نہ ہو، مگر راستہ بھول گئے اور رات بھر صبح تک ایک ہی مقام میں چکر کھاتے رہے، اس سے نکل نہ سکے تو شیخ عمر حکمی رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ یہ شیخ محمد المنسکی رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف ہے۔ شیخ حکمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

”آؤ! سب مل کر توبہ کریں۔“

پھر یہ سب شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضر ہوئے اور دونوں بزرگوں نے قبیلہ معاسجہ میں نکاح کرلیے اور ان کو برزہ نامی موضع میں لے گئے۔ شیخ حکمی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے وہاں سکونت رکھنے کا یہی سبب ہوا۔

امام شرجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ میں شیخ محمد المنسکی رحمۃ اللہ علیہ کی دو کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک تو شیخ عمر حکمی رحمۃ اللہ علیہ پر تصرف اور ان کو سفر سے روک دینا اور دوسرا یہ کشف کہ قبیلہ معاسجہ کی اصلاح و ہدایت اس طرح ہوگی۔ قبیلہ معاسجہ عرب لوگوں کی ایک جماعت تھی جن پر جہالت اور بداوت غالب تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بزرگوں کے ذریعہ ان کو ہدایت دی۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 65:

شیخ ابو عبداللہ محمد بن مبارک برکانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن مبارک برکانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ مشائخ اور صاحب منصب لوگوں میں تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فقیہ کبیر احمد بن موسیٰ خیل رحمۃ اللہ علیہ کی طرح یمن سے مکہ مکرمہ تک قافلہ کو لے کر جایا کرتے تھے۔عرب وغیرہ میں کوئی شخص قافلہ سے برائی کے ساتھ پیش نہیں آسکتا تھا۔جو برائی سے پیش آتا تھا بہت جلد اس پر کوئی نہ کوئی آفت آجاتی تھی۔

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ متوسلین کی ایک جماعت اور بہت سے لوگوں کے گروہ کے ساتھ حدود یمن میں ایک شہر سے دوسرے شہر کو سفر فرمارہے تھے کہ اتفاقاً ڈاکوؤں کی ایک ٹولی آپڑی اور سب لوگوں کو جن میں آپ کے متوسلین بھی تھے لوٹ لیا۔سب لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا اور ماجرا عرض کیا۔شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”شاید!ان لوگوں نے تم کو پہچانا نہیں۔“

عرض کیا:

”جی نہیں ہم کو پہچان بھی لیا تھا اور مذاق اڑانے کے طریقہ پر یہ بھی کہا تھا کہ تم لوگ درویش ہو۔ہم تمہارا تبرک لیتے ہیں۔“

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”میں مبارک کا بیٹا ہوں۔بہت لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہم کو لوٹتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ ہم ہی ان کو لوٹ لیتے ہیں۔“

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر تک گردن جھکا کر بیٹھے رہے تو وہ سب ڈاکو جنہوں نے ان کو لوٹا تھا حاضر ہو گئے،جو کچھ لے گئے تھے سب لوٹا دیا اور شیخ سے معذرت کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات موضع حفر میں ہوئی ہے اور وہیں آپ کی قبر ہے۔اس شہر والے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 66:

شیخ محمد بن عبداللہ الطواسی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عبداللہ الطواسی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اولیاء میں سے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

''میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک معمول ہے اور علامت ہے جس سے میں اپنی حالت معلوم کر لیتا ہوں۔وہ یہ ہے کہ جب میں کسی حاجت پر متوجہ ہوتا ہوں اگر اس میں خیر واصلاح ہوتی ہے تو میں ایک سبز رنگ کے چھوٹے سے پرندے کو اپنے اوپر اور چاروں طرف دیکھتا ہوں اور جب تک وہ ضرورت پوری نہیں ہو لیتی وہ ایسے ہی رہتا ہے اور جب وہ حاجت خیر وصلاح والی نہیں ہوتی تو میں اس پرندے کو نہیں دیکھتا اس لیے چھوڑ دیتا ہوں۔''

راوی کہتے ہیں:

''پھر آپ نے مجھے وہ پرندہ بھی دکھلایا، جبکہ وہ ایک نیک ضرورت میں کوشش فرما رہے تھے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 67:

شیخ ابو عبداللہ محمد بن عمر النہاری الیمنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عمر النہار سید حسینی ہیں اور اپنے زمانہ میں علم وعمل میں یکتا تھے۔عجیب وغریب کشف وکرامات والے تھے۔اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب کوئی اجنبی شخص حاضر ہوتا تو آپ اس کے اور اس کے باپ اور شہر وغیرہ کے نام سے پکارتے تھے۔

ایک جماعت نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا قصد کیا۔جب آپ کے شہر کے قریب پہنچے تو ایک شخص نے وہاں ایک پتھر کے نیچے اپنے کپڑے رکھ دیئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا:

''جب میں شیخ کے سامنے پہنچوں گا تو عرض کروں گا کہ میرے پاس کپڑا

نہیں۔امید ہے کہ آپ مجھے کپڑا دے دیں گے۔"

جب یہ لوگ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس شخص نے شیخ سے درخواست کی۔شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میاں کیوں جھوٹ بولتے ہو؟ تمہارے کپڑے سابلہ مقام میں پتھر کے نیچے ہیں۔

پھر ایک درویش سے فرمایا:

"تم سابلہ جاؤ اور راستہ سے ذرا داہنی جانب چلو تو وہاں ایک پتھر ہوگا۔اس کے نیچے سے اس شخص کے کپڑے لے آؤ۔"

درویش گیا اور جس پتہ پر شیخ نے بتایا تھا اس پتہ سے وہ کپڑے لے آیا۔

شیخ سہیل بزنی نے الملک المجاہد بادشاہ سے وادی سہام کے خراج کا کچھ مقررہ مقدار پر ٹھیکہ لے لیا۔اس میں ان پر چالیس ہزار کے بقدر ٹھیکہ لوٹا نارہ گیا۔وہ بادشاہ کے ڈر سے بھاگ کھڑے ہوئے، شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی پناہ چاہی۔

یہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے ملنے والوں میں سے تھے۔بادشاہ نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط میں لکھا:

"اے نہاری! ہمارے ملازموں کو چھوڑ دو! ان کے واسطے ہمارے ہی در پر شفقت ورحمت ہے۔"

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب لکھا:

"اگر تم ہمارا پیالہ چھوڑ دو گے تو ہم تمہارا طشت چھوڑ دیں گے اور جو دوسروں کا جو لوٹا دے گا لوگ اس کو گیہوں لوٹا دیں گے اور ذلیل وہ ہے جس پر مقابل غالب آجائے۔

☆☆☆

فصل نمبر 68:

شیخ ابو عبداللہ محمد بن ظفر شمیری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن ظفر شمیری رحمۃ اللہ علیہ بڑے شیخ، عارف مربی اور صاحب کرامات وعلامات

Marfat.com

تھے۔ شروع زمانہ میں بہت ریاضت کرتے اور خلوت میں رہا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عجیب کرامت یہ نقل کی جاتی ہے کہ آپ کی بیوی بہت نیک تھیں اور آپ نے ان کے علاوہ اور کوئی نکاح نہیں کیا تھا۔ دونوں میں آپس میں بہت محبت تھی۔ دونوں نے ساتھ حج کیا اور مکہ مکرمہ میں سات سال تک ساتھ رہے اور آپس میں یہ عہد کیا کہ دونوں میں سے جو پہلے مرجائے گا دوسرا اس کے بعد اور نکاح نہ کرے گا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پہلے ہوگئی تو آپ کے انتقال کے بعد معزز لوگوں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی کو پیغامات بھیجے، مگر انہوں نے وفائے عہد کے لیے نکاح کرنا پسند نہ کیا۔ اتفاق سے شیخ مبارز بن غانم نے جو شیخ کے مرید تھے، ان کے گھر والوں کو پیام دیا۔ ان لوگوں نے اس وجہ سے کہ شیخ کے بعد یہی بزرگ مشہور تھے، قبول کرلیا۔

شیخ کی بیوی اس وقت شیخ کی قبر پر ہی رہا کرتی تھیں۔ یہ لوگ اور شیخ مبارزین قبر پر آئے اور مجاوروں سے کہا کہ دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرلو یا تو ہم تمہارا نکاح کردیں اور تم یہیں رہو اور یا تم کو اپنے شہر لے چلیں۔ ان کے گھر کے لوگ بڑے گھرانہ کے اور صاحب قوت لوگ تھے۔ یہ آل سعید نام سے معروف تھے۔ شیخ کی بیوی نے شیخ کے مزار پر رہ سکنے کی طمع میں نکاح کرنا اختیار کرلیا تو ان لوگوں نے وہیں ان کا نکاح کردیا۔ جب زفاف کا دن آیا اور یہ اس کی تیاری کرنے لگیں تو یہ تیاری میں مصروف تھیں کہ دفعۃً ان کو نیند کا جھونکا آیا۔ آنکھ کھلی تو بہت پریشان اور روتی تھیں۔ ان کے پاس شیخ مرحوم کا ایک کپڑا تھا جس کو وہ پہنا کرتے تھے اور دفن کے وقت ان کی وصیت کے موافق وہ ان کے ہمراہ دفن کیا گیا تھا۔ یہ روتی جاتی تھیں اور اس کپڑے کو بوسے دیتی جاتی تھیں۔ یہ کہہ رہی تھیں:

"اول اللہ تعالیٰ سے معذرت کرتی ہوں اور پھر اے ابن ظفر! تم سے کہ مجھ پر زبردستی کی جارہی ہے۔"

جب ان کی گریہ وزاری بہت بڑھ گئی تو ان کے گھر والوں نے اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا:

"کیا تم پہچانتے نہیں کہ یہ کپڑا محمد بن ظفر کا ہے جو ان کے ساتھ دفن کیا گیا تھا۔"

انہوں نے کہا:

''ہاں! ہاں!! ہم پہچانتے ہیں۔''

انہوں نے کہا:

''ان میں اور مجھ میں معاہدہ تھا کہ ہم میں سے جو پہلے مر جائے گا دوسرا اس کے بعد نکاح نہیں کرے گا۔ جب تم لوگوں نے مجھے مجبور کیا تو مجھے شرم آئی کہ میں تم سے یہ واقعہ ذکر کروں۔ اس وقت ذرا میری آنکھ لگ گئی تو میں نے ان کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: ''اے فلاں! کیا معاہدہ والے کے ساتھ ایسا ہی کیا جاتا ہے۔؟ میں نے ان سے معذرت کی کہ تم لوگوں نے مجھے مجبور کیا۔ اس پر انہوں نے فرمایا: ''اچھا تمہارا قصور نہیں ہے۔ بس تم اس کے متعلق ماں سے کہہ دینا۔'' انہوں نے اپنا یہ کپڑا بطور علامت کے تمہارے لیے بھیجا ہے تا کہ تم مجھ کو اس پر مجبور نہ کرو۔''

ان لوگوں نے وہ کپڑا شیخ مبارز بن غانم کو دکھایا اور سب حال سنایا۔

شیخ مبارز نے اسے دیکھا تو ان پر ایک حال طاری ہوا، ان کو طلاق دے دی اور فوراً وہاں سے اپنی رباط کو چلے گئے اور پھر اس کے بعد ان کی زندگی کچھ دن بھی نہ ہو سکی۔

شیخ ہی کی برکت سے ان کا شہر دشمنوں سے محفوظ ہے کہ جب کوئی شخص اس کے لئے برائی کا قصد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کر دیتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کی مٹی سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 69:

شیخ محمد ابو المواہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد ابو المواہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عارفین اور آئمہ وعلمائے عاملین میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت زیارت کیا کرتے تھے گویا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہی نہ ہوتے اور گویا ایسے تھے کہ بیداری

Marfat.com

میں دیکھ رہے ہیں۔

انہوں نے اپنے یہ خواب ایک کتاب میں جمع کیے ہیں۔ میں نے اول سے آخر تک اس کا مطالعہ کیا تو میں نے اس کو ان بزرگ کی زبردست کرامت سمجھا۔ یہاں تک کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے اور کسی معاملہ میں عرض ومعروض کرتے۔ پھر دوبارہ خواب میں زیارت کرتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسی حدیث کو جو پہلے خواب میں فرمائی ہوتی تھی مکمل فرما دیتے تھے۔ بعض نے نقل کیا ہے کہ شیخ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے الحزب الفردانیہ بیداری میں پڑھی ہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ شیخ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بکثرت کرتے تھے اور فرماتے تھے:

> ''میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ لوگ میرے خواب میں آپ کی زیارت کرنے کو جھوٹ کہتے ہیں۔''
>
> حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
>
> ''اللہ کی عزت وعظمت کی قسم! جو ان کو قبول نہ کرے گا یا ان کے باب میں تم کو جھوٹا کہے گا وہ یہودی، نصرانی یا مجوسی (آتش پرست) ہو کر مرے گا۔''

☆☆☆

فصل نمبر 70:

شیخ محمد الخضرمی مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد الخضرمی مجذوب رحمۃ اللہ علیہ چلانے والے اور عجیب وغریب حالات وکرامات ومناقب والے تھے۔ کبھی کبھی چلاتے ہوئے عجیب عجیب علوم ومعارف پر کلام کر جاتے اور کبھی کبھی استغراق کی حالت میں زین واصامان کے اکابر کی شان پر ایسی گفتگو فرماتے کہ اس کے سننے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ابدال میں سے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔

Marfat.com

ایک بار ڈاکوؤں نے ان کے کپڑے چھین لینے کا ارادہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ہاتھوں کو ان کے پہلوؤں میں گاڑ دیا۔

ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی اور شہد پیش کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تناول فرما کر یہ فرمایا:

''شہد کو محفوظ رکھو کہ میں لوٹ آؤں۔''

پھر تھوڑی دیر غائب رہ کر لوٹ آئے اور فرمایا:

''ہم نے اسدود میں متبولی رحمۃ اللہ علیہ پر نماز پڑھی اور ان کو دفن کر دیا ہے۔''

آپ نے پھر باقی شہد تناول فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 907 ہجری میں ہوئی ہے اور بھنسا کے ٹیلے پر دفن کئے گئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 71:

شیخ محمد بن داؤد منزلاوی رحمۃ اللہ علیہ

جب عشاء کے بعد شیخ محمد بن داؤد منزلاوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کوئی مہمان آتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کوئی چیز اس کے سامنے رکھنے کو نہ ہوتی تو آپ آگ پر ہانڈی چڑھاتے تھے اور اس میں پانی ڈال کر آگ جلا دیتے تھے۔ پھر کبھی تو اس میں لوگ دودھ اور چاول دیکھتے، کبھی میٹھے چاول، کبھی گوشت اور شوربا اور کبھی کبھی مرغ کا گوشت۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات تسنمیہ شہر میں ہوئی اور اپنی خانقاہ کے پاس دفن ہوئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 72:

شیخ محمد الجلجولی ابو العون الغزی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو العون الغزی رحمۃ اللہ علیہ امام کبیر اور قطب مشہور ہیں۔ اصل میں غزہ کے رہنے والے تھے۔ پھر فلسطین کے علاقہ میں مقام جلجولیا میں سکونت پذیر ہو گئے۔ پھر آخر عمر میں

Marfat.com

رملہ منتقل ہو گئے اور تا وفات وہیں قیام فرما رہے۔ شیخ امام علامہ ولی اللہ اور شیخ شہاب الدین رملی مشہور با بن ارسلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے ہی مستفید ہوئے ہیں۔

شیخ شمس الدین اور شیخ نور الدین دونوں شیخ محمد العزی جلجولی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شیخ نور الدین نے شیخ ابوالعون پر اپنا اہل علم ہونا ظاہر نہ کیا۔ شیخ ابوالعون نے ان سے فرمایا:

"جس کو اللہ تعالیٰ کوئی فضیلت عطا فرمائے اس کے لیے نامناسب ہے کہ وہ اسے چھپائے۔"

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لیے ایک فرش جو سامنے رکھا تھا بچھایا اور اس پر ان کو بٹھایا۔

شیخ شمس الدین کہتے ہیں کہ شیخ نور الدین نے آپ سے شیخ کمال بن ابی شریف کے متعلق جو ابن ارسلان کی شاگردی کی وجہ سے ان کے ہم استاد تھا سوال کیا۔ شیخ نے فرمایا:

"میں نے عرش پر لکھا دیکھا ہے کہ محمد بن ابی شریف اولیاء اللہ کے محبین میں سے ہیں۔"

ابن الحنبلی کہتے ہیں کہ مجھ سے شیخ عفیف الدین غزی حلبی نے بیان کیا ہے کہ وہ شیخ ابوالعون کے مکان پر گئے تو وہاں کچھ بزرگ درویشوں کی ایک جماعت کو بھی دیکھا اور کچھ فسادی لوگوں کو بھی دیکھا جو بعض ضرورتوں میں شیخ کی حمایت حاصل کرنے کے لیے حاضر تھے۔ ان کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ان لوگوں کو گھر میں رہنے دینے پر ذرا گرانی ہوئی۔ اتنے میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ آ گئے اور فرمانے لگے:

"شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں کسی نے عمدہ اور ردی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ عمدہ ہمارے واسطے ہیں اور ہم ردی کے واسطے۔"

یہ شیخ کا کشف تھا۔

ابن الحنبلی ہی کہتے ہیں مجھے یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ دمشق کے ایک ولی نے شیخ ابوالعون کا حال اور شروع شروع کی کیفیت معلوم کرنا چاہی تو اس نے ایک مرید کو بھیجا اور

اس کو یہ نہیں بتایا کہ کسی وجہ سے اس کو بھیجا جا رہا ہے۔ بس یہ فرمایا کہ سید ابوالعون کی زیارت کراؤ اور کہہ دینا کہ آپ کے بھائی فلاں شخص نے سلام کہا ہے اور دیکھنا کہ سب سے پہلے کھانے کی کیا چیز تمہارے سامنے رکھتے ہیں۔ پھر جب لوٹ آؤ تو مجھے بتانا۔ مرید شیخ ابوالعون کے یہاں حاضر ہوئے تو شیخ نے سب سے پہلے جو کھانے کی چیز ان کے آگے رکھی قلقاس کی کھیر تھی۔ جب وہ زیارت سے فارغ ہو کر اپنے شیخ کے یہاں واپس جانے لگے تو شیخ ابالعون نے فرمایا:

"جب تمہارے شیخ سب سے پہلی کھانے کی چیز کے بارے میں پوچھیں جو تم نے ہمارے یہاں کھائی ہے تو کہہ دینا قلقاس۔"

حلب والوں کی ایک عورت عورتوں کے مجمع میں حمام سے نکلی تو وزیر حلب کے گروہ کے ایک فوجی نے اسے اٹھالیا اور کسی رنڈی کے یہاں لے جانے لگا۔ لوگ اس عورت کو اس سے نہ چھڑا سکے۔ اچانک ایک شخص قاسم بن زبزل آگیا۔ یہ بہت بہادر اور رعب دار کا آدمی تھا۔ اس نے اس فوجی کو مارا تاکہ اس سے عورت کو چھڑا لے۔ اتفاق سے وہ مر گیا تو یہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ پھر اگلے روز صبح کو شہر میں آیا اور حمام میں داخل ہوا۔ وزیر حلب کو اطلاع ملی تو اس نے ایک جماعت اس کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجی۔ وہ لوگ حمام پر آپہنچے تو اس نے حمام والے سے کہا:

"مجھ کو میرا پاجامہ اور خنجر دے دو۔"

پھر یہ حمام سے نکل پڑا اور وہ لوگ الگ الگ ہو گئے۔ یہ بھاگ گیا اور وہاں سے ایک باغ میں پہنچا اور شیخ ابوالعون کے وسیلہ سے دعا کی۔ اس نے شیخ کو پہلے دیکھا تھا اور ان کا معتقد تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے بچا لیا۔

یہ ساحل کی راہ سے چلتا رہا حتیٰ کہ جلجولیا پہنچ گیا تو شیخ ابوالعون رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے دامن کی پناہ لی۔ شیخ نے دعا دی اور کشف سے وہ تمام ماجرا بتا دیا۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خط وزیر دمشق قاصوہ سیاوی کو اور ایک خط وزیر حلب کو لکھا اور قاسم بن زبزل سے فرمایا:

"جاؤ! لوگوں کو پانی پلایا کرو اور یہ رعب وداب کی حرکتیں چھوڑ دو۔"

انہوں نے عرض کیا:

''بہت اچھا۔''

پھر قاسم بن زبزل نے عرض کیا:

''حضرت! مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ کی سفارش قبول نہ کرے اور مجھے قتل کردے۔''

اس وقت مجلس میں شیخ نعمت صفدی بھی تھے۔ انہوں نے ہاتھ بڑھایا اور فرمایا:

''اگر اس نے تجھے کچھ کہا تو میں اپنے ہاتھ سے ان کی آنکھ نکال لوں گا۔''

شیخ ابو العون نے شیخ نعمت کے ہاتھ کو اس سے پہلے کہ وہ اسے پورا اٹھائیں پکڑ لیا اور فرمایا:

''اگر میں پورا ہاتھ اٹھانے دیتا تو یہ اس کی آنکھ نکال دیتے۔''

پھر قاسم شیخ ابو العون کا خط لے کر دمشق وزیر یحیاوی صاحب کے پاس پہنچا۔ انہوں نے اس کی خاطر کی، شیخ کے اعزاز کی وجہ سے اس کو ایک سو درہم عطا کئے اور وزیر حلب کو ایک خط لکھ دیا کہ شیخ کی وجہ سے وہ بھی خاطر کرے اور معاف کردے۔ تو وزیر حلب نے بھی اس کی خاطر کی اور معاف کردیا۔

شیخ موسیٰ کناوی کہتے ہیں کہ شیخ ابو العون کی وفات 910 ہجری میں ہوئی ہے اور شہر رملہ کے اندرونی جانب دفن ہوئے۔

شیخ ابو العون رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں میں سے تھے جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے بے انتہا کرامتیں ظاہر فرمائی ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شمار کرنے والا ہر روز کی مجلس میں کرامتیں شمار کرتا تو پچاس سے زیادہ شمار کرلیتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ صحیح صحیح اور بہت زیادہ کشف اور درویشوں کی تربیت اور خلق خدا کے فائدے سے ہوا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مصر و شام کے بادشاہوں میں تصرف کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ کوئی بادشاہ آپ کی سفارش رد نہ کرسکتا تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 73:

شیخ محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ امام اور اکابر عارفین میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ترکوں کی اولاد میں سے ہیں اور مغربی اس وجہ سے مشہور ہوئے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک مغربی شخص سے نکاح کر لیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طریقت حضرت ابوالعباس سری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شمس الدین حنفی مصری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات الوسطیٰ" میں بیان کیا ہے کہ میں ان سے ایک دفعہ ملا ہوں۔ لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ صاحب قطبیت میں تین سال رہے ہیں اور عالم غیب سے بہت زیادہ خرچ کیا کرتے تھے۔ ایسا بہت ہوتا تھا کہ کوئی مقروض حاضر ہوتا اور درخواست کرتا کہ حضرت قرض کی ادائیگی میں میری اعانت فرمایئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے:

"اس بوریئے کا کنارہ اٹھاؤ اور جو کچھ اس کے نیچے ہے لے لو۔"

تو اکثر وہ مقروض بوریئے کے نیچے اپنے قرض سے زیادہ پاتا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے:

"قرض ادا کر دو اور باقی کو اپنے خرچ میں لاؤ۔"

مصر کے تمام علماء علوم عقلیہ اور روحیہ میں آپ کے معتقد تھے اور آپ سے ان علوم کا استفادہ کرتے تھے جو کبھی ان کے سننے میں بھی نہیں آئے۔ علامہ حمصی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ آپ قاہرہ کے پل سفقر پر قیام رکھتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 911 ہجری میں ہوئی ہے اور باب القارفہ کے قریب مدفون ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 74:

شیخ محمد بن زرعہ مصری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن زرعہ مصری رحمۃ اللہ علیہ صاحب احوال و مکاشافات ہیں اور جو کچھ انسان کے

Marfat.com

دل میں ہوتا تھا اس کو بیان فرما دیتے تھے۔ تین روز بولا کرتے تھے اور تین روز خاموش رہتے تھے۔

814 ہجری میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی اور اپنے گھر کے جالیوں والے حجرہ میں جس میں بیٹھا کرتے تھے مدفون ہوئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 75:

شیخ محمد بن عبدالرحمٰن الاسقع باعلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عبدالرحمٰن الاسقع باعلوی رحمۃ اللہ علیہ علم اور ولایت میں اپنے زمانہ کے امام تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد محمد بن علی خورد نے کتاب العزر میں نقل کیا ہے کہ آپ کے خدام میں سے ایک شخص کے گھر سے اس کا کل مال اپنا بھی جو دوسروں کی امانت تھا وہ بھی سب چوری ہو گیا۔ وہ خادم اس واقعہ سے بہت زیادہ دلگیر ہوا اور اپنے شیخ سے آ کر عرض کیا۔ شیخ نے فرمایا:

"حیلہ نامی گھاٹی میں جاؤ! تم وہاں بریمات کے نیچے تمام چوری کا مال پاؤ گے۔"

بریمات چند پتھر تھے جو اس گھاٹی میں مشہور تھے۔ یہ خادم وہاں گیا اور تمام مال پا لیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 918 ہجری میں ہوئی اور مقبرہ زنبل میں مدفون ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا:

"کیا حال ہے۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر"

"ایک عمدہ مقام میں ہوں قدرت والے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کے پاس۔"

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 76:

شیخ محمد صدر الدین البکری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد صدر الدین البکری رحمۃ اللہ علیہ امام، بزرگ عالم، عامل، متقی اور زاہد ہیں۔ حضرت ابراہیم مقبولی رحمۃ اللہ علیہ سے طریق حاصل کیا ہے۔ بہت خاموش بزرگ تھے، سوائے جواب کے خود کوئی بات نہ کرتے تھے۔ غلبہ خشوع کی وجہ سے دن رات میں کبھی آسمان کی طرف نظر نہ اٹھاتے تھے۔ ان کی والدہ کا بیان ہے کہ جب یہ ان کے پیٹ میں تھے تو انہوں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک کتاب عنایت فرمائی۔ کہتی ہیں کہ میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ نیک لڑکا ہوگا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب حج کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو لوگوں نے سنا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب عطا فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات مدینہ منورہ میں 918 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 77:

شیخ محمد ابو فاطمہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد ابو فاطمہ عجلونی دمشق کے رہنے والے شیخ و مجذوب ہیں۔ غزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ موسیٰ کناوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کا لکھا ہوا پڑھا ہے کہ سید نجدہ حسینی حسنی اور ان کے بیٹے دونوں حرجلہ میں تھے اور وہاں سے دمشق کو لوٹ رہے تھے۔ جب غوطہ کے نشیب میں پہنچے تو انہوں نے شیخ محمد عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور سید نجدہ ان کو پہچانتے تھے۔ انہوں نے ان کے پیچھے گھوڑا دوڑایا اور پاس پہنچے۔ سلام کیا اور پوچھا:

"آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔؟"

انہوں نے فرمایا:

Marfat.com

"بغداد سے۔"

انہوں نے پوچھا:

"کیا آپ کو شیخ خلیل عجلونی مجذوب کے متعلق کچھ معلوم ہے۔؟"

انہوں نے فرمایا:

"ہاں! ان کو بغداد میں رند بنادیا ہے۔"

سید نجدہ کہتے ہیں کہ میں اپنے لڑکے کی طرف متوجہ ہوا جو میرے پیچھے تھا تو شیخ محمد عجلونی رحمۃ اللہ علیہ غائب ہوگئے اور نہ معلوم کیسے چلے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 920 ہجری کے بعد ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 78:

شیخ محمد شمس الدین ویروطی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد شمس الدین ویروطی رحمۃ اللہ علیہ، امام، عالم، فقیہ، واعظ اور ولی تھے۔ یہ اچانک لوگوں کی نظروں سے غائب بھی ہوجاتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک جماعت میں بیٹھے باتیں کررہے تھے اور ان کی نظروں سے مخفی ہوگئے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ لوگ بغیر ان کے بیٹھے تھے اور پھر یہ درمیان میں پائے گئے۔

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کشتی کی طرف جس میں چور تھے اشارہ کیا تو وہ رک گئی۔ پھر اشارہ کیا تو چلنے لگی اور سب چوروں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کرلی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اہلیہ سے کہہ دیا تھا کہ ان کا لڑکا حمزہ توپ سے شہید کیا جائے گا اور اس کا سر ہوا میں اڑے گا۔ پھر ایسا ہی ہوا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ اس مرض میں مرجائیں گے۔ انہوں نے پوچھا:

"بیٹا! تم کو یہ کیسے معلوم ہوا۔؟"

شیخ نے عرض کیا:

Marfat.com

"مجھ کو خضر علیہ السلام نے بتا دیا ہے۔"

پھر 921 ہجری میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا اور دمیاط میں اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے شیخ کے صاحبزادہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ان کو ان کی والدہ نے بتایا ہے کہ انہوں نے شیخ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا:

"منکر ونکیر کے ساتھ کیسا معاملہ رہا۔؟"

شیخ نے فرمایا:

"انہوں نے بہت نفیس گفتگو کی اور میں نے بھی عمدہ جوابات دیئے۔"

☆☆☆

فصل نمبر 79:

شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مقامات عالیہ اور زبردست معرفت والے اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ آپ کی بہت بڑی بڑی کرامتیں ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے تقریباً پانچ سو آدمیوں کو چھ پیالہ آٹے سے شکم سیر کر دیا۔

واقعہ یوں ہے کہ ان کے آس پاس کے شہروں کے درویش لوگ اس تعداد میں جمع ہو کر بے خبری میں ان کے شہر آ گئے تھے، کیونکہ شروع شروع داڑھی نکلنے کے وقت انہوں نے وہاں کے رواج کے موافق کچھ کھانا پکوایا تھا تو اپنی والدہ صاحبہ سے کہا:

"میری یہ کپڑا لیجئے، اس کونڈے پر ڈھک دیجئے اور روٹی پکانا شروع کر دیجئے۔"

انہوں نے روٹی پکانا شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ کوٹھڑی اور حجرہ اور آدھا گھر روٹیوں سے بھر گیا۔ تب آپ نے ان سے کہا کہ اب کونڈا کھول دیجئے۔ کونڈا کھولا تو اس میں آٹا نہ رہا تھا۔ پھر فرمایا:

"خدا کی قسم! اگر میں چاہتا تو حق تعالیٰ کی مدد سے اس آٹے سے سارے شہر کو

Marfat.com

روٹیوں سے بھر دیتا۔''

ایک اپاہج سکندریہ کی جامع مسجد میں رہتا تھا۔ جو شخص اس کو تنگ کرتا وہ کہہ دیتا:

''اے جوؤں جاؤ! فلاں شخص کے پاس چلی جاؤ۔''

جس وقت وہ یہ جملہ کہتا تو اسی وقت اس تنگ کرنے والے کے تمام کپڑے جوؤں سے بھر جاتے تھے اور وہ ہلاکت کو پہنچ جاتا تھا۔

یہ قصہ شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا تو آپ نے فرمایا:

''مجھے اس کے پاس لے چلو۔!''

لوگ لے گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا:

''تو نے اللہ کے راستہ میں سے سوائے جوؤں کے اور کچھ نہیں سیکھا۔؟''

پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر ہوا میں پھینک دیا، وہ نظروں سے غائب ہو گیا اور کسی کو معلوم نہیں ہوا کہ شیخ نے اس کو کہاں پھینکا ہے۔

شیخ ملتمدی نے بیان کیا ہے کہ شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن ایک قاصد کو محلہ میں حضرت ابوالعباس کے پاس عشاء کے بعد بھیجا اور فرمایا:

''صبح کی اذان سے پہلے پہلے تم میرے پاس آجانا۔''

یہ گیا اور لوٹ آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تم کس راستہ گئے تھے۔؟''

اس نے عرض کیا:

''میرے دل میں تو دریا کا خیال بھی نہیں آیا اور نہ مجھے اس کا علم ہوا۔''

پھر شیخ نے آہستہ سے حاضرین سے فرمایا:

''اس کی ہمت و عزم کی وجہ سے دریا طے کر دیا گیا تھا اس لیے اس کو راستہ میں ملا ہی نہیں۔''

شیخ امین الدین امام عمری فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں ابوالعباس عمری اور سید محمد بن عنان کے ساتھ تھا۔ گرمی سخت ہو رہی تھی۔ یہ دونوں راستہ سے ایک طرف ہوئے، دو پتھروں پر بیٹھ گئے اور گرمی کی وجہ سے ان پر ایک چادر بچھائی۔ سید ابوالعباس کو پیاس بہت

Marfat.com

معلوم ہوئی مگر پانی کہیں نہ تھا تو سید محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طشت لے کر زمین سے پانی کا بھر دیا اور سید ابوالعباس کو دے دیا، مگر سید ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں پیا اور یہ کہا:

''اے شیخ! ظہور ظہور کو قطع کر دیتا ہے۔ (کسی کرامت کا ظاہر ہو جانا آئندہ کرامات کے ظہور کے سلسلہ کو منقطع کر دیتا ہے۔)''

انہوں نے فرمایا:

''خدا کی قسم! اگر اس کے ظاہر ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس کو چشمہ بنا کر چھوڑتا کہ قیامت تک اس سے انسان اور جانور سیراب ہوتے رہتے۔''

خواص میں کرامت کا ظہور آئندہ ظہور کو منقطع نہیں کرتا، عوام میں ظہور قطع کرتا ہے۔

شیخ بدرالدین مشتوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عبدالقادر شطوطی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ آسمان کے درجہ درجہ سے واقف ہیں۔

شیخ محمد بن عنان کے داماد شیخ شمس الدین طنجی نے بیان کیا ہے کہ شیخ ایک جہاز میں دمیاطہ کی طرف جا رہے تھے۔ ایک شخص بہت کھانے والا بھی اس جہاز میں تھا۔ لوگوں نے شیخ سے عرض کیا:

''اس نے آج رات، بہت بڑی مچھلی اور ایک زنبیل کھجوروں کی کھائی ہے۔''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بلایا اور فرمایا:

''بیٹھ جاؤ۔!''

پھر ایک روٹی کے دو ٹکڑے کر کے فرمایا:

''کھاؤ۔! اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لو۔''

اس آدھی روٹی میں اس کا پیٹ بھر گیا اور پھر مرتے دم تک ہمیشہ کے لیے اس کی خوراک بھی آدھی روٹی رہی۔ وہ آدھی روٹی سے زیادہ نہیں کھا سکا۔ جہاز کے لوگوں نے شیخ کو دعائیں دیں کہ آپ نے ہم پر بہت تخفیف کر دی۔

شیخ امین الدین اور امام غمری نے بیان کیا ہے کہ ایک قبر میں ایک شخص غروب سے صبح تک چلایا کرتا تھا۔ لوگوں نے شیخ محمد بن عنان سے عرض کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مقبرہ تشریف لے

Marfat.com

گئے، سورہ تبارک الذی پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت کی دعا کی۔ اس رات کے بعد سے کسی نے اس کی آواز نہیں سنی۔

لوگ کہا کرتے تھے:

''شیخ نے اس کی سفارش فرمادی۔''

شیخ علی الخواص فرماتے تھے کہ میں شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابراہیم متولی کے ہی ذریعہ واقف ہوا ہوں۔ میں عنیطہ میں انجیر بیچا کرتا تھا۔ ایک دن میں برکتہ الحاج میں ان کے پاس تھا کہ میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ میرے بعد میرا کام ستر آدمیوں پر تقسیم کردیا جائے گا، مگر وہ اسے انجام نہ دے سکیں گے۔

شیخ یوسف کردی نے عرض کیا:

''حضرت! آپ کے بعد حجرہ شریفہ کی خدمت کون کرے گا۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ایک شخص ہے، محمد بن عنان جو عنقریب شرقی بلاد میں ظاہر ہوگا۔''

یہی حضرت علی الخواص کہتے ہیں کہ مجھ سے شمس الدین لاذقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ میں ایک دن حضرت محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں اس وقت وضو نماز کے وسوسوں کی وجہ سے سخت ضیق میں تھا۔ میں نے شیخ سے اس کی شکایت کی تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ہمیں تحقیق ہے کہ مالکیہ کو طہارت وغیرہ میں وسوسے نہیں ہوا کرتے۔''

تو ان کی برکت سے محض اتنا فرمانے سے ہی میرے ہاں وسوسوں کا وجود نہ رہا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی ایسے مریض کے پاس آتے جو شدت ضعف کی وجہ سے موت کے قریب پہنچ چکا ہوا ہوتا تو آپ اس کا مرض اپنے اوپر لے لیتے تھے۔ مریض اٹھ کھڑا ہوتا تھا اور شیخ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا مریض ہو کر سو جاتے تھے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سید علی کے واقعہ میں تو میں موجود تھا۔ شیخ فوراً اٹھے جامع ازہر کے وضو خانہ میں گئے۔ وضو کیا اور سو گئے۔ امام شعرانی شیخ علی البلبی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ شیخ محمد بن عنان ایک بار ان کے پاس آئے تو ان کو ایسا بیمار پایا کہ

Marfat.com

ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تھے۔ پھر شیخ محمد تو ان کی جگہ پر لیٹ گئے اور شیخ علی تندرست ہو کر فوراً ایسے کھڑے ہو گئے۔ گویا ان کو کوئی مرض ہی نہیں تھا۔ پھر شیخ محمد بن عنان چالیس روز تک بیمار رہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ شروع شروع میں حضرت عمرو بن العاص کی جامع مسجد کی چھت پر تین سال تک رہے ہیں اور سوائے نماز جمعہ اور شیخ عارف باللہ سید یحییٰ منادی رحمۃ اللہ علیہ کے درس کے اور کسی وقت نہیں اترتے تھے۔

میں نے خود ان کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص کی جامع مسجد کے قیام کے زمانہ میں دنیا میرے لیے مسخر کر دی گئی تھی۔ ہر شب میرے لیے ایک برتن میں کھانا اور دو روٹیاں لائی جاتی تھیں، لیکن نہ میں نے کبھی لانے والے سے بات کی، نہ اس نے مجھ سے بات کی، ہاں میں اس کو پہچانتا تھا کہ یہ دنیا ہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب سونے کے لیے پاؤں پھیلانے چاہے تو جس گوشہ کی طرف پھیلانا چاہتا تھا اس طرف اولیاء اللہ میں سے کسی نہ کسی ولی کو پاتا تھا۔ اس گوشہ کی طرف جو باب البحر کی جانب سیدی محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تھا پاؤں پھیلانے چاہے تو ان کو بالکل ہی آپ کی قبر کی سیدھ میں پایا۔ آخر میں بیٹھا بیٹھا سونے لگا تو وہ تشریف لائے اور میرا پاؤں پکڑ کر اپنی طرف کے گوشہ کی جانب پھیلا دیئے اور فرمایا:

"میری طرف کے گوشہ بساط احمدی کی طرف پاؤں پھیلا۔"

جب میں بیدار ہوا تو ان کے ہاتھ کی نرمی میرے پاؤں میں محسوس ہو رہی تھی۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب عوزی نے شریف برکات والی حجاز کو گرفتار کرنا چاہا اور شریف نے اس کی جانب سے غداری کو معلوم کر لیا تو وہ شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عصر کے بعد کا وقت تھا اور ہم سب شیخ کے سامنے بیٹھے تھے۔ شیخ اس کے لیے اٹھے اور معانقہ کیا۔ شریف نے عرض کیا:

"میں یہ چاہتا ہوں کہ اس وقت بھاگ نکلوں۔ اگر آپ کا باطن میرے ساتھ ہو تو عوزی مجھے نہ پکڑ سکے۔ حتیٰ کہ میں ان بلاد سے نکل جاؤں۔ برکتہ الحاج

Marfat.com

کے قریب اونٹنیاں میرے انتظار میں ہیں۔"

شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ حجرہ میں تشریف لے گئے اور شریف صاحب انتظار کرنے لگے۔ شیخ دیر تک نہ نکلے اور وقت تنگ ہونے لگا تو اس نے مجھ سے اور شیخ حسن حدیدی خادم حضرت والا سے کہا:

"شیخ سے میرے لیے جلدی عرض کرو۔"

ہم نے حجرہ کا دروازہ کھولا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں نہ پایا تو دروازہ پھر بند کر دیا۔ کچھ دیر بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ حجرہ سے باہر تشریف لائے تو آنکھیں خون کی طرح سرخ تھیں اور شریف صاحب سے فرمایا:

"سوار ہو جا! تم تک کوئی نہیں پہنچے گا۔"

عوزی کو دو دن کے بعد ان کی خبر ہوئی جبکہ یہ بلاد حجاز میں پہنچ چکے تھے۔ ان کی تلاش میں اس نے کچھ لوگوں کو بھیجا بھی مگر وہ ان کو نہ پا سکے۔

ارباب حکومت میں سے کسی نے کھانے کی تیاری کے وقت پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے آٹھ گھڑے شہد بھیجا۔ وہ سب کے سب زمین پر گر کر ٹوٹ گئے اور شہد خریدنے کا وقت نہ رہا۔ آپ دریائے نیل کی طرف تشریف لے چلے اور فرمایا:

"گھڑے ساتھ لے آؤ!"

گھڑوں کو اس کے پانی سے بھر دیا تو لوگوں نے ان میں شہد پایا اور اس سے کھانا تیار کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو حکام کے شہد سے بچا لیا۔"

شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ایک سو دس سال کی عمر میں 922 ہجری میں ہوئی اور مقسم کی جامع مسجد میں باب البحر کے قریب دفن ہوئے۔ نماز جنازہ میں بڑے بڑے امام وقت اور سلطان طومان بابی بھی شریک تھے۔ سلطان نے شیخ کا پیر کھولا، اس پر اپنے رخسار ملتا رہا اور یہ دن بھی مصر میں بڑے ہجوم کا دن تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 80:

شیخ محمد بہاؤالدین مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بہاؤالدین مجذوب رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف ولی اور متقی تھے۔ جو کہتے تھے اس کے خلاف نہ ہوتا تھا۔ جب کوئی بات بیان کی ہے وہ ویسی ہی ہوئی ہے اور جب کسی حاکم کے لیے فرماتے کہ ہم نے تم کو معزول کر دیا ہے تو وہ اسی دن یا اسی ہفتہ معزول ہو جاتا تھا۔ یا یہ فرماتے کہ ہم نے تم کو حاکم مقرر کر دیا ہے تو قریب ہی زمانہ میں وہ مقرر ہو جاتا تھا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ ایک ولیمہ میں شریک تھا۔ آپ نے ایک پانی والا گھڑا اٹھایا اور چھت کی طرف پھینک دیا۔

ایک عالم وہاں موجود تھے، وہ کہنے لگے:

"وہ گھڑا توڑ دیا۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"تم جھوٹ بولتے ہو۔!"

اور گھڑا صحیح سالم زمین پر آ گیا۔ یہ عالم چند سال بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تو فرمایا:

"جھوٹے گواہ کو جس نے بلا علم شہادت دی تھی کہ گھڑا ٹوٹ گیا اہلاً وسہلاً۔!"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 922 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 81:

شیخ محمد روتجل رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد روتجل رحمۃ اللہ علیہ مجذوب تھے۔ مصر میں ننگے رہتے تھے۔ ایک بھٹیارے کی بھٹی میں سویا کرتے تھے۔ اس میں انگارے ہوتے تھے مگر آپ کو جلاتے نہ تھے۔ شعراوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ شیخ الاسلام شہاب الدین رملی سے نقل کیا ہے کہ مجھ کو جو کچھ علم اور افتاء حاصل ہوا ہے اس کی اصل شیخ محمد روتجل رحمۃ اللہ علیہ کی دعا ہے۔ وہ میرے پاس میرے گھر

Marfat.com

دوپہر کے وقت تشریف لائے، سرہانے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

''تم پر علم فتح یاب ہوگا۔''

اور چلے گئے۔

جب سلطان سلیم بن عثمان کا لشکر مصر میں داخل ہوا تو یہ کہتے پھرتے تھے:

''رو تجل کا کیا گناہ ہے کہ لوگ اس کی گردن کاٹتے ہیں۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ کی (تربت کی) جالیوں کے پاس گئے، وہاں کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

''رو تجل کا کیا قصور ہے کہ لوگ اس کا سر کاٹتے ہیں۔؟''

پھر جامع مسجد سے باب البحر کی طرف سے باہر نکلے تو بولاق کے راستہ میں لشکر نے آپ کا سر قلم کر دیا۔

یہ واقعہ 923ہجری میں ہوا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ مقبرہ جزیرہ میں مدفون ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 82:

شیخ محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ امام، عارف، صوفی اور حنفی المسلک تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ دمشق میں قیام رکھتے تھے۔خواجہ محمد قاسم سے نقل ہے کہ میں مولانا اسمٰعیل شیروانی کی خدمت میں جو خواجہ عبیداللہ کے خاص لوگوں میں سے تھے، حاضر ہوا تو آپ نے مجھے مطالعہ کتب کی ترغیب دی۔میں نے وقت نہ ملنے کا عذر پیش کیا۔پھر شیخ محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''شاید! تم مولانا اسمٰعیل کے پاس گئے تھے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''جی ہاں!''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''وہ تم کو مطالعہ کتب کی ترغیب دیتے تھے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''جی ہاں!''

انہوں نے فرمایا:

''تم ان کی بات کی طرف التفات نہ کرو۔ میں نے اپنے چچا صاحب کے پاس قرآن شریف سورت والعادیات تک پڑھا تھا اور اب تک مجھے اس علم کی جس کے بارے میں مولانا محمد اسمٰعیل کہتے ہیں حاجت نہیں ہوئی اور میں ان کے احوال کو نہیں پہچانتا۔ کبھی تو ان کو اعلیٰ علیین میں دیکھتا ہوں اور کبھی اسفل السافلین۔''

خواجہ محمد قاسم کہتے ہیں کہ پھر میں مولانا اسماعیل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا:

''شاید! تم شیخ محمد بدخشی کے پاس گئے تھے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''جی ہاں!''

انہوں نے فرمایا:

''کیا مطالعہ سے منع کرتے تھے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''جی ہاں!''

انہوں نے فرمایا:

''مطالعہ میں تم کو فائدہ بہت پہنچے گا۔ تمہارے جد اعلیٰ خواجہ عبداللہ آخر میں تفسیر بیضاوی کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ شیخ محمد بدخشی کے ساتھ میرا حال عجیب ہے۔ جب میں ان کی صحبت پسند کرتا ہوں تو ان کی نظر میں اعلیٰ علیین میں دکھائی دیتا ہوں اور جب ترک صحبت چاہتا ہوں تو ان کو اسفل السافلین میں دکھائی دیتا ہوں۔''

مولانا اسمٰعیل شیروانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد بدخشی دونوں نے خواجہ محمد قاسم کو خیر خواہانہ نصیحت کی اور اس راستہ کی راہنمائی فرمائی جس میں ان پر معرفت کی راہیں کھولی گئی تھیں۔ مولانا اسمٰعیل صاحب نے طریق مطالعہ عادت اہل علم کی ہدایت کی اور شیخ بدخشی نے حق تعالیٰ کی طرف بالکلیہ متوجہ ہونے اور اسباب میں سے ہر سبب سے قطع نظر کر لینے کی ہدایت فرمائی۔ اس قصہ نے دونوں کے کمال کشف کو کھول کر رکھ دیا۔

شیخ محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات دمشق میں 923 ہجری میں ہوئی اور مقام سفح میں شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی پائنتی مدفون ہوئے ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 83:

شیخ محمد فرفور رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد فرفور رحمۃ اللہ علیہ مجذوب اور چیخنے چلانے والے تھے۔ آپ لیموں فروخت کیا کرتے تھے۔ ایک لیموں ایک پیسہ کو دیا کرتے تھے۔ جس کسی کو کوئی بیماری ہوتی اور وہ ان کے لیموں سے کچھ کھالیتا تھا تو اچھا ہو جاتا تھا۔ ان کے ایک بھائی جامع ازہر کے دروازہ پر سبزی فروخت کیا کرتے تھے جو اس کا ایک پتہ کھالیتا تھا شفایاب ہو جاتا تھا۔

خاص لوگوں میں سے ایک شخص نے شراب پی لی تھی۔ اس کے گلے میں ایک غدود ہو گیا اور بڑھ گیا حتی کہ سارے حلق کو بند کر دیا۔ خواص نے اس سے کہا کہ ان شیخ کی سبزی کا ایک پتہ جو جامع ازہر کے دروازہ میں بیچتے ہیں، لے کر کھالو۔ اس نے لے کر کھایا تو فوراً ہی وہ غدود گر پڑا اور وہ اچھا ہو گیا۔ شیخ محمد فرفور رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 924 ہجری میں ہوا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 84:

شیخ محمد الخراسانی النجم رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد الخراسانی النجم رحمۃ اللہ علیہ عالم باعمل، بے تکلف لطیفہ، سنج واعظہ اور سخت سخت دلوں

Marfat.com

کو موم کر دینے والے تھے۔ آپ کی خرقہ پوشی کی سند شیخ نجم الدین الکبری رحمۃ اللہ علیہ مقیم حلب سے ملتی ہے۔

شیخ جلال الدین نصیبی رحمۃ اللہ علیہ شیخ محمد الخراسانی النجم رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گئے تو دل میں یہ خیال کیا کہ اگر شیخ بزرگ ہیں تو آج ہم کو نان، دودھ اور شہد کھلا دیں گے اور دو باتیں پوچھیں گے۔ پھر شیخ نے ایسا ہی کیا جو ان کے دل میں تھا۔

شیخ جبرائیل کردی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ محمد الخراسانی النجم رحمۃ اللہ علیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر داخل ہوئے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے معانقہ کیا۔ انہوں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا:

"حضرت جو کچھ آپ کی غیبت مجھ سے صادر ہوئی ہے مجھے معاف فرما دیجئے۔ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں ایک غار میں ہوں۔ آپ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: "منہ کھول!" میں نے منہ کھولا اور آپ نے میرے منہ میں کوئی ایسی چیز ڈال دی جس کو نہ میں نگل سکا نہ اگل سکا تو آپ نے فرمایا: "تم نے میری غیبت کی ہے۔" حضور! میں نے توبہ کی۔ پھر جب توبہ کر لی تو وہ چیز جو آپ نے میرے حلق میں ڈال دی تھی ایسی ہوگئی کہ گویا شکر ہے، میں نے اس کو نگل لیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حیرانی سے نکال دیا۔"

حضرت شیخ محمد الخراسانی النجم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں معاف فرما دیا۔

ابن الجلیل رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الشیوخ موفق بن ابی ذر سے نقل کیا ہے کہ میں ایک دن بین النوم والیقظہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک پرندہ میرے مکان پر آ ٹھہرا اور دیر تک لوٹ پوٹ ہوتا رہا۔ میں گھبرا کر جاگ گیا، مگر پھر کپڑا سر کے اوپر کو کھینچ لیا تو ایک غیبی آواز آئی کہ یہ شیخ خراسانی کی روح ہے۔ اس کے بعد چند ہی دن گزرے تھے کہ شیخ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ذوالحجہ 925 ہجری میں ہوگئی کہ آپ کے دفن کے دن بہت مجمع تھا اور قبر مبارک پر شہر حلب کے باب الفرج کے باہر عمارت بنا دی گئی ہے جس کو امیر یونس عادل نے بنوایا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 85:

شیخ محمد الشربینی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد الشربینی رحمۃ اللہ علیہ ولی، صاحب کشف، بڑے امام اور اولیاء کبار میں سے تھے۔ مشرقی نواح مصر کے درویشوں کی ایک جماعت کے شیخ اور صاحب حالات و مکاشفات تھے۔ تمام اطراف زمین پر ایسے کلام فرماتے تھے کہ گویا آپ کی پرورش وہیں ہوئی ہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب شیخ الشربینی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے احمد بہت کمزور ہو گئے، موت کے قریب پہنچ گئے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کے لیے آ گئے تو آپ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے کہا:

"اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ اور اس سے رجوع کرو، کیونکہ اب یہ معاملہ منسوخ ہو گیا ہے۔"

حضرت عزرائیل علیہ السلام واپس ہو گئے اور میاں احمد تندرست ہو گئے اور اس کے بعد تیس سال تک زندہ رہے۔

آپ کو جس چیز کی گھر کے لیے ضرورت ہوتی ہوا میں ہاتھ کر کے لے لیتے اور گھر والوں کو دے دیتے تھے۔

ان کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی، کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی، کچھ بلاد ہند میں اور کچھ بلاد تکرور میں تھی۔ آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے تھے۔ ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے ہیں اور انہی متفرق صورتوں اور مختلف شکلوں میں آتے جاتے رہنے کی وجہ سے کسی عالم نے ان پر ترک جمعہ کا اعتراض کیا تھا تو پھر ان کو مکہ مکرمہ میں جمعہ پڑھتے دیکھا۔

آپ کے صاحبزادہ احمد فرماتے ہیں کہ آپ اپنی لاٹھی کو فرماتے کہ ایک بہادر انسان کی صورت میں ہو جاؤ تو وہ فوراً اس صورت میں ہو جاتی اور آپ اس کو اپنے کاموں میں بھیج دیتے تھے اور پھر وہ لاٹھی کی لاٹھی بن جاتی۔

Marfat.com

سید محمد بن ابی الحمائل کہتے ہیں کہ ایک طالب علم میرے یہاں سے شیخ شربینی کے یہاں بھاگ گیا۔ پھر جب وہ آیا تو میں نے پوچھا:

''کہاں تھا۔؟''

اس نے کہا:

''شربینی صاحب کے یہاں۔''

میں نے کہا:

''میں اس وقت تک تجھ کو مارتا رہوں گا جب تک تیرے چلانے پر شربینی صاحب نہ آجائیں۔''

میں اس کو مارنے کے لیے آگے بڑھا تو شربینی صاحب اس کے سر پر کھڑے تھے اور فرمارہے تھے:

''میں سفارش کرتا ہوں۔''

عجیب اتفاق تھا کہ جب میں نے اس شاگرد کو چھوڑ دیا تو شیخ بھی غائب ہوگئے۔

شیخ محمد الشربینی رحمۃ اللہ علیہ جب دریا عبور کرنا چاہتے اور ملاح کہتا:

''کرایہ لائیے۔!''

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے:

''اے درویش! ہم کو تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہی عبور کرادے۔''

تو وہ اس طرف پہنچادیتا تھا۔ ایک روز اس نے انکار کردیا اور کہا:

''تمہارے اس ظلم نے تو ہمیں تنگ کردیا ہے۔''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''سبحان اللہ!''

پھر اپنے لوٹے کو جھکایا اور دریا کا تمام پانی اس میں لے لیا۔ یہاں تک کہ کشتی زمین پر کھڑی ہوگئی۔ ملاح نے توبہ کی اور معافی چاہی تو آپ نے لوٹا الٹا کردیا اور تمام پانی جیسے تھا لوٹ آیا۔

جب آپ کے گھر کے لیے یا مہمانوں کے لیے شہد، دودھ اور شیر وغیرہ کی ضرورت

Marfat.com

ہوتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ خادم کو فرماتے:

"یہ لوٹے لے جاؤ اور دریا کے پانی سے بھر لاؤ۔"

وہ لوٹے پانی سے بھر لاتا تو اس میں شہد اور دودھ وغیرہ جس کی ضرورت ہوتی وہی پاتے۔

مکہ مکرمہ کا ایک خطیب آپ پر اعتراض کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ ممبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا کہ اس کو حدث ہو گیا یا یہ یاد آ گیا کہ احتلام ہوا تھا اور اس نے غسل نہیں کیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ گویا آپ بتانا چاہتے تھے کہ تو نے غسل نہیں کیا۔ وہ خطیب گیا، غسل کیا اور اعتراضات سے باز آ گیا۔

شیخ الشربینی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عثمان بادشاہ کے فاتحانہ مصر میں داخل ہونے کی خبر دو سال پہلے دے دی تھی اور فرمایا کرتے تھے:

"تم پر داڑھی منڈے چڑھ کر آ گئے۔"

مگر لوگ بنی جراکہ (جن کی حکومت اس وقت تھی) کے انتظامات واستحکامات کی وجہ سے آپ پر ہنسا کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں بار بار کہا کرتے تھے:

"8 صفر 927 کو اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ انتقال کرے گا جو شخص اس کے غسل کا کچھ پانی لے لے گا اور اپنے پاس شیشی میں رکھے گا اور برص والے، کوڑھ، اندھے اور بیمار کو لگا دے گا مرض اور اندھے پن سے شفاء ہو جائے گی۔

جس روز ان کی وفات ہوئی اس روز لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے آپ خود اپنے کو ہی مراد لیتے تھے۔ آپ کے غسل کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرا حالانکہ لوگوں نے تقریباً چار مٹکے آپ کے اوپر بہائے۔

اس وقت یہ کہا جاتا تھا کہ غیبی لوگ آپ کے غسل کا پانی لے جاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات جیسا کہ آپ نے خبر دے دی تھی 8 صفر 927 ہجری میں ہوئی ہے اور شربین کی خانقاہ میں دفن ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 86:

شیخ محمد بن عبدالرحیم المنیر البعلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب شیخ محمد بن عبدالرحیم المنیر رحمۃ اللہ علیہ کا نزع کا عالم شروع ہوا میں نے بھائی ابوالعباس حریثی اور بھائی ابوالعباس غمزی رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع کی۔ سب نے کہا:

"ہم بھی ان کی عیادت کے لیے چلیں گے۔"

یہ طے ہوا کہ فجر کے بعد جو کچھ دیر پہلے پہنچ جائے وہ باب النصریہ پر انتظار کرے۔ میں پہنچا تو بتایا گیا:

"ایک جماعت یہاں ٹھہری تھی کچھ دیر انتظار کر کے خانقاہ کے راستہ پر چل دی۔"

مجھے خیال ہوا کہ یہ شیخ ابوالعباس غمزی ہوں گے۔ میں ان کے پیچھے چل دیا۔ راہ میں ایک درویش کہ جس کی وضع قطع اہل یمن کی سی تھی ملا۔ اس نے پوچھا:

"کہاں کا قصد ہے۔؟"

میں نے کہا:

"منیر صاحب کا!"

اس نے کہا:

"میرا بھی ارادہ ہے۔"

میرا گدھا لنگڑا تھا، سردی کا زمانہ تھا اور چھوٹا سا دن تھا۔ سورج بلند ہوا تو ہم حضرت شیخ محمد المنیر صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ میں حاضر ہوا تو شیخ کو نزع میں پایا۔ تین روز سے بات بھی نہیں کر سکے تھے۔ آپ نے فرمایا:

"کون ہو۔؟"

میں نے عرض کیا:

"عبدالوہاب۔"

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''بھائی! تم نے مصر سے آنے کی تکلیف اٹھائی ہے۔''

میں نے عرض کیا:

''جی ہاں۔!''

پھر میرے لیے کئی دعائیں کیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی:

''میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دنیا و آخرت میں تمہارے ساتھ بہترین ستاری فرمائے۔''

ظہر کے بعد میں نے رخصت کی اجازت لی اور عصر کے بعد تک خانقاہ میں حاضر ہو گیا۔

پھر ابو العباس آئے اور یہ خیال کیا کہ میں اب تک شیخ کے پاس نہیں گیا ہوں۔ انہوں نے فرمایا:

''چلو!''

میں نے عرض کیا:

''میں تو شیخ کے پاس سے ہو آیا ہوں اور علامت یہ ہے کہ ان کے سر کے نیچے سرخ رنگ کا تکیہ ہے۔''

یہ حضرت شیخ ہی کی کرامت تھی کہ میں بہت جلد واپس پہنچ گیا ورنہ مصر سے اس قدر دور کی مسافت کو طے کرنے میں دن بھر لگ جاتا ہے۔

جو شخص حضرت محمد بن عبد الرحیم المنیر رحمۃ اللہ علیہ کو ستاتا تھا بہت جلد ہلاک ہو جاتا تھا۔

شیخ محمد بن عبد الرحیم المنیر رحمۃ اللہ علیہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الروضہ کو حفظ کیا کرتے تھے۔ اپنی خانقاہ سے قاہرہ روز آتے اور ابن امام الکاملیہ کے درس میں حاضر ہوتے اور باوجود بہت زیادہ مسافت کے اسی روز اپنی خانقاہ میں واپس بھی پہنچ جاتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چھیاسٹھ حج کیے ہیں اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں اس خوف سے کہ ان پاک مقامات پر پاخانہ کی ضرورت نہ واقع ہو صرف تین کھجوریں کھاتے تھے۔

Marfat.com

شیخ یونس کہتے ہیں کہ مجھ سے شیخ منیر کی صاحبزادی نے نقل کیا ہے (اور یہ بہت صادق البیان تھیں) کہ ان کے والد نے شیخ عارف سید محمد بن عراق کے پاس جو حجاز میں تھے اپنے وطن بعل کا ایک تھان کپڑے کا لپٹا ہوا بھیجا، جب ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا:

''لا الہ الا اللہ! شیخ شمس الدین نے ہمارے لیے کفن بھیجا ہے۔''

پھر آپ نے خشک کھجور کے چند بڑے بڑے دانے ان کو بھیجے۔ جب وہ شیخ شمس الدین کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھ کر بہت تعجب کیا اور فرمایا:

''اس تعداد میں ہماری عمر کے سال باقی رہ گئے۔''

پھر 931 ہجری میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی۔

☆☆☆

فصل نمبر 87:

شیخ محمد السروری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد السروری رحمۃ اللہ علیہ مشہور بہ ابن ابی الحمائل عارفین کے استاد اور اولیاء کاملین کے امام تھے۔ محمد السروری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ فارسکو کی جامع مسجد کے منارہ میں تھا کہ کچھ ہوا میں آنے والے درویشوں کی ایک جماعت گزری تو مجھے بھی اڑنے کی دعوت دی۔ میں بھی ان کے ساتھ اڑنے لگا۔ مجھے اپنے حال پر تعجب پیدا ہوا تو میں دمیاط کے دریا میں گر پڑا۔ اگر میں خشکی سے قریب نہ ہوتا تو غرق ہو گیا ہوتا۔ وہ سب چلے گئے اور مجھے چھوڑ گئے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجلس ذکر میں جب شیخ السروری رحمۃ اللہ علیہ پر سخت حال کا غلبہ ہوتا تھا تو وہ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ دیواروں پر لاتیں مارنے لگتے تھے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ یوسف الحریثی نے بیان کیا ہے کہ میں نے خود شیخ محمد السروری کو دیکھا ہے کہ فارسکو کی جامع مسجد میں ان پر ایک حالت طاری ہوئی تو آپ نے پانی کا بھرا ہوا مٹکا جس میں تقریباً تین قطار پانی تھا ایک ہاتھ پر اٹھا لیا اور مسجد میں لیے لیے پھرتے تھے۔

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالی ہمت اور ہوا میں اڑنے والے تھے۔ایک شہر سے دوسرے شہر میں اڑ کر چلے جاتے تھے۔شب میں ان پر حال کا غلبہ ہوتا تو غیر عربی، عجمی، ہندوستانی اور دیگر کئی زبانوں میں تکلم فرماتے اور کبھی ساری رات قاق قاق کہتے رہتے اور کچھ ایسے لوگوں سے جو نظر نہیں آتے تھے باتیں کیا کرتے تھے۔غلبہ حال کے وقت جو کچھ کہہ دیتے تھے ایسے ہی ہو جاتا تھا۔مصر میں تشریف لائے زاویۃ الحمرا اور پھر زاویہ ابراہیم المواہبی میں سکونت رکھی اور وہیں انتقال فرمایا۔

ایک حاکم نے اصرار کر کے آپ کو بلایا اور اپنی جگہ بٹھایا۔آپ نے چھت بند کی طرف دیکھا تو فرمایا:

"یہ چھت بند ہماری خانقاہ کے مناسب ہے۔"

اس وقت تک خانقاہ تعمیر نہیں کرائی تھی۔ جب تعمیر کرائی اور کسی کو چھت بند خریدنے کے لیے بھیجا تو اس نے بازار میں وہی چھت بند بکتے پایا اور وہ خرید لایا۔وہی چھت بند اب تک ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

"جب درویش پر حال کا غلبہ ہوتا اور پھر فرو ہو جاتا ہے تو جس وقت وہ فرو ہو جاتا ہے اس کی حالت شیر کی سی ہو جاتی ہے۔وہ ہر شے کو پھاڑ کھانے کو دوڑتا ہے حتی کہ بیوی بچوں تک کو (یعنی اس حالت کے لطف کے جاتے رہنے سے اس کے ہوش و حواس بحال نہیں رہتے۔)

ایک شہر والوں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے خربوزوں کے کھیت میں چوہوں کی کثرت کی شکایت کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اس کے نشیب میں یہ ندا دے دو کہ محمد بن ابی الحمائل کا حکم ہے کہ تم لوٹ جاؤ۔"

جب انہوں نے یہ ندا دی تو اس کھیت میں ایک بھی چوہا نہ رہا۔ان کے شہر والوں نے سنا تو اس کی وجہ پوچھی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اصل اجازت ہے وہ نہیں ہوئی (یعنی کوئی ذرہ بغیر حق تعالیٰ کی اجازت کے حرکت نہیں کر سکتا) یہ چوہے بھی اجازت سے کرتے تھے جو کچھ کرتے تھے میں نے دعا کی اور وہ اجازت نہ رہی تو یہ باز آ گئے۔"

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہوا میں اڑتے تھے اور پانی کے مٹکے اٹھا لیتے تھے۔ پانی کے اوپر ایسے چلے جاتے تھے کہ نظروں سے غائب ہو جاتے تھے۔ پھر دونوں ہاتھ خون سے تر بتر کیے ہوئے واپس آتے اور فرماتے:

"ہم ایک شخص کے لیے گئے تھے جس کو دریائے شور میں گرفتار کر رکھا تھا۔ ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور کافروں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات مصر میں 923 ہجری میں ہوئی ہے اور اپنی خانقاہ میں دونوں شہر پناہوں کے درمیان دفن ہوئے ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 88:

شیخ محمد الشناوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد الشناوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عارفین اور کامل و مکمل مرشدین میں سے تھے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میلہ کو جو حجاج بن یوسف کے شہروں میں ہوتا تھا باطل کر دیا، کیونکہ اس میں ایک بڑی مخلوق مر جاتی تھی۔ اس لیے کہ حجاج بڑا دشمن اور ظالم تھا۔ ان شہروں پر مسلط تھا، سلطنت کی باگ دوڑ اور میلہ کے تمام لشکر اس کے ہاتھ میں تھے۔ اس پر کسی کا رعب نہیں تھا، تمام شہروں سے لوگوں کو زبردستی لے لیتا تھا کہ وہ پیاس سے مر جائیں۔

شیخ شناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فقراء و مساکین پر ترس کھا کر اس کا مقابلہ کیا۔ حجاج کے دل پر ان کا اثر ہوا اور اسے خیال ہو گیا کہ شیخ ان شہروں میں اس کا جو کچھ معمول ہے اس کو باطل کر دیں گے تو اس نے ایک کھانا زہر ملا کر تیار کرایا اور شیخ اور ان کی جماعت کے سامنے پیش کیا۔ جب سب لوگ کھانا کھانے بیٹھ گئے تو وہ کھانا شیخ کی برکت سے کیڑے ہی کیڑے بن گیا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب میں نے سیدی محمد بن ابی حمائل رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں محمد الشناوی رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت کیا تو آپ نے فرمایا:

Marfat.com

''یہ آخری ملاقات نہیں ہے۔ایک مرتبہ ملاقات اور ضرور ہوگی۔''

جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو مجھ کو رویاء سے علم ہوا کہ میرے دل میں ایک وارد نے وارد کیا اور کہا:

''محلہ روح کو چلو۔''

میں اپنے دل کو اس خیال پر عمل کرنے سے روک نہ سکا۔آخر شیخ کے اس فرمانے کی تصدیق کے لیے ایک مرتبہ اور ملاقات ضرور ہوگی۔چل دیا۔میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نزع کی حالت شروع ہو چکی تھی۔آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا:

''میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی توجہ اور عنایت سے پلک جھپکنے کی مقدار بھی خالی نہ چھوڑے اور اپنے سامنے تمہارے ستاری فرمائے۔''

پھر اسی رات آپ کی وفات ہوگئی۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المتن میں فرمایا ہے کہ شیخ محمد النشاوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چند مہمان پچاس شخص کے قریب ریف سے آگئے۔پھر اس کو جامع ازہر کے آس پاس کے لوگوں نے سن لیا تو وہ بھی آگئے۔یہاں تک کہ آپ کے شیخ شیخ محمد السروری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ بھر گئی۔پھر گلیوں میں لوگوں کے لیے بوریئے بچھائے گئے اور گلیاں بھی پر ہوگئیں۔آپ نے اپنے شیخ کے خادم سے فرمایا:

''تمہارے پاس کچھ کھانا بھی ہے۔؟''

اس نے عرض کیا:

''میرا اور میری بیوی کا کھانا ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تم اس کو جب تک میں نہ جاؤں پیالہ میں نہ نکالنا۔''

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی چادر اس برتن پر ڈھک دی جس میں کھانا تھا اور چمچے سے نکالنا شروع کیا۔حتیٰ کہ تمام حاضرین خانقاہ اور تمام باہر کے لوگوں کو وہ کھانا کافی ہوگیا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔

شیخ محمد الشناوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ عقیدت تھی اور ان

سے نسبت نامہ حاصل تھی۔ یہ بارہا ان سے گفتگو کیا کرتے تھے اور وہ قبر کے اندر سے جواب دیا کرتے تھے۔

طبقات وسطی میں ہے کہ میں نے ایک مرتبہ سنا کہ شیخ محمد الشناوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی مصر کی ضرورت میں مشورہ کر رہے تھے اور شیخ احمد نے قبر کے اندر سے جواب دیا:

"سفر کر جاؤ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 932 ہجری میں ہوئی اور محلہ روح میں اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 89:

شیخ محمد بہاؤ الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ بخاری تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ اعظم اور بڑے بڑے آئمہ وصوفیہ کے پیشرو تھے۔ طریقت کو شیخ محمد السماسی رحمۃ اللہ علیہ سے اور پھر سید امیر کلال سے حاصل کیا ہے۔ 717 ہجری میں بخارا سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر قصر العارفان آبادی میں تولد ہوئے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دن میں اور محمد زاہد جنگل گئے اور یہ سچے عاشق تھے۔ ہمارے ساتھ کھدالیں تھیں۔ ہم بھی ان کی شغل کر رہے تھے کہ ہم پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ جس نے مجبور کر دیا کہ ہم کھدالیں پھینک دیں اور معرفت کی باتوں کا تذکرہ کریں۔

اسی گفتگو میں سلسلہ کلام بزرگی پر پہنچا تو میں نے کہا:

"اس کی انتہا اس درجے ہوتی ہے کہ اگر مقام بندگی والا کسی کو یہ کہہ بیٹھے کہ مرجا تو وہ فوراً مر جائے۔"

پھر یہ ہوا کہ میں نے ان سے کہہ دیا:

"تم مرجاؤ۔"

وہ اسی وقت مر گئے اور چاشت کے وقت نصف النہار تک مردہ ہی رہے۔ گرمی کا

Marfat.com

وقت تھا، اس لیے میں گھبرا گیا اور بہت حیران ہوا۔ میں قریب ہی ایک سایہ کی جگہ پہنچ گیا اور سخت حیرت میں رہا۔ پھر ان کے پاس لوٹ کر آیا تو ان میں گرمی کی زیادتی سے تغیر بھی ہو چلا تھا۔ پھر تو اور بھی پریشانی بڑھی۔ اسی وقت میرے دل میں یہ القاء کیا گیا کہ ان سے کہو:

"اے محمد! زندہ ہو جاؤ۔"

میں نے تین مرتبہ ان کو یہ کہا تو ان میں تھوڑی حیات سرایت کرنے لگی اور میں ان کو دیکھتا رہا یہاں تک کہ یہ پہلی سی حالت پر لوٹ آئے۔

میں سید کلاں کی خدمت میں حاضر ہوا تو سب قصہ عرض کیا۔ جب میں نے عرض کیا کہ وہ مر گئے اور میں اس کی وجہ سے حیران ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"بیٹا! تم نے ان سے کیوں نہ کہہ دیا کہ زندہ ہو جاؤ۔"

میں نے عرض کیا:

"جب مجھے اس کا الہام کیا گیا تو میں نے یہ کہہ دیا اور وہ زندہ ہو گئے۔"

شیخ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نواسے شیخ حسن عطاء کو جبکہ وہ بچے ہی تھے دیکھا کہ ایک بچھڑے پر سوار ہیں اور چاروں طرف اور بچے ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"قریب ہے کہ یہ سوار ہوگا اور بادشاہ اور امراء اس کے آگے آگے ہوں گے۔"

پھر ایسا ہی ہوا جیسا فرمایا تھا کہ یہ بالغ ہونے کے بعد خراسان آ گئے۔ وہاں کے بادشاہ مرزا شاہ رخ سے باغ زاغاں میں ملاقات ہوئی۔ بادشاہ نے ان کی باگ پکڑی اور آگے آگے چلا یہاں تک کہ خچر کی شوخی جاتی رہی۔ پھر شیخ حسن پیدل ہوئے اور اپنے راستہ پر بخارا کو چلے گئے۔

شیخ بہاؤ الدین نقشبند کے متوسلین میں سے کسی سے روایت ہے کہ آپ شہر مرو میں تھے اور میں خدمت میں حاضر تھا۔ مجھے اپنے گھر والوں کے دیکھنے کا اشتیاق ہوا جو بخارا میں تھے اور خبر یہ پہنچی تھی کہ میرے بھائی شمس الدین کا انتقال ہو گیا ہے۔ مجھے اجازت لینے کی جرأت نہ ہوئی تو میں نے امیر حسین سے جو اس وقت شیخ کے ساتھ تھے استدعا کی کہ مجھے اجازت لے دیں۔ شیخ ایک روز جمعہ کی نماز کے لیے تشریف لے گئے تو واپسی میں امیر

صاحب نے میرے بھائی کے انتقال کا ذکر کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یہ کیسی خبر ہے؟ وہ تو زندہ ہے اور یہ اس کی خوشبو پھیل رہی ہے، بلکہ میں اس کی خوشبو کو بہت قریب پاتا ہوں۔"

ان کی باتیں ابھی ختم بھی نہ ہوئی تھیں کہ میرے بھائی بخارا سے آگئے۔ وہ آئے اور شیخ کو سلام کیا تو شیخ نے فرمایا:

"امیر حسین! یہ ہے شمس الدین!"

تو حاضرین پر ایک زبردست حال طاری ہو گیا۔

شیخ علاؤالدین عطار کہتے ہیں کہ حضرت بہاؤالدین نقشبند بخارا میں تھے اور آپ کے ایک مرید کے عزیز مولانا عارف خوارزم میں تھے۔ حضرت ایک دن اپنے متوسلین سے صفت بصر پر گفتگو فرما رہے تھے۔ اثنائے کلام میں فرمایا:

"مولانا عارف اس وقت خوارزم سے سرائے کی طرف چلے ہیں اور سرائے کی راستہ میں فلاں جگہ تک پہنچ گئے ہیں۔ مولانا عارف کے دل میں یہ خیال آرہا ہے کہ وہ سرائے نہ جائیں اور وہ خوارزم کی طرف لوٹ گئے۔"

حاضرین نے اس واقعہ کو بقید تاریخ لکھ لیا۔ پھر ایک مدت کے بعد مولانا عارف خوارزم بخارا آئے تو جو کچھ شیخ قدس اللہ سرہ نے فرمایا تھا ان کو سنایا۔ انہوں نے کہا:

"بعینہٖ یہی بات مجھے پیش آئی تھی۔"

سب کو اس بات سے بہت زیادہ تعجب ہوا۔

شیخ عبداللہ خوجندی کہتے ہیں کہ شیخ قدس اللہ سرہ کی خدمت میں آنے کا سبب یہ ہوا کہ اس سے کئی سال پہلے میں خوجند میں ہی تھا کہ دل میں عشق کی آگ لگ چکی تھی۔ میرا قرار سلب کر دیا تھا۔ میں متوسلین میں داخل ہونے کا سخت پیاسا تھا۔ آخر خوجند سے حیران و پریشان نکل کھڑا ہوا کہ ترمذ پہنچا اور انتہائی بے قراری کی حالت میں عارف کبیر ابو محمد علی الحکیم الترمذی قدس سرہ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔

پھر نہر جیحون کے کنارے پر مسجد میں گیا اور وہاں سو گیا تو خواب میں دو رعب وداب والے بزرگوں کو دیکھا۔ ان میں سے ایک صاحب نے مجھ سے فرمایا:

Marfat.com

"تم ہم کو پہچانتے ہو۔؟ میں تو محمد بن علی الترمذی ہوں اور یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔تم خود کو مشقت میں نہ ڈالو! بے قرار نہ ہو! کیونکہ ابھی اس کام کا جس کا تم ارادہ کر رہے ہو وقت نہیں آیا، لیکن اس درجہ پر 12 سال کے بعد بخارا میں شیخ بہاء الدین شاہ نقشبند کے ہاتھ پر جو اس وقت قطب زمانہ ہیں مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔"

پھر مجھے افاقہ ہوا تو وہ سوزش سکون پا گئی اور میں خوجند لوٹ آیا۔پھر ایک دن میں بازار میں جا رہا تھا کہ دو تر کی شخص مسجد میں داخل ہوتے ہوئے ملے۔میں بھی ان کے پیچھے پیچھے پہنچ گیا۔وہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔میں نے ان کی باتوں پر کان لگایا تو سنا کہ وہ اس طریق کے حالات پر گفتگو کر رہے ہیں۔میرے دل میں ان کی طرف میلان پیدا ہوا۔میں جلدی سے اٹھا اور ان کے لیے کھانا لے کر آیا۔ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا:

"اس شخص میں عشق کی سوزش معلوم ہوتی ہے۔مناسب یہ ہے کہ ہمارے بادشاہ شیخ اسحاق کے صاحبزادے کی خدمت میں رہے۔"

جب میں نے سنا تو ان سے ان شیخ کے حالات پوچھے۔انہوں نے کہا:

"یہ نواحی خوجند ہی میں ہیں۔"

میں اسی وقت ان کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے بہت ہی زیادہ مہربانی فرمائی۔ان کے ایک لڑکے نے جس پر خلوص و شرافت کے آثار تھے، میرے متعلق کہا کہ یہ مرید تو صاحب انکسار ہے، مناسب ہے کہ جناب اس کو انتخاب فرمالیں اور داخل سلسلہ کرلیں۔شیخ رو پڑے اور فرمایا:

"بیٹا یہ تو شیخ بہاء الدین کی اولاد میں ہے۔میرا اس پر کوئی حکم نہیں چلتا۔"

اس کے بعد میں خوجند لوٹ آیا اور اس اشارہ کے ظہور کے زمانے کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ ہی مدت گزری ہوگی کہ میں نے اپنے دل کو دیکھا کہ بخارا کی جانب کھینچا جا رہا ہے اور مجھے اس کی قدرت نہ رہی کہ ایک منٹ کی بھی دیر کرسکوں تو میں نے بخارا کی طرف سفر شروع کر دیا۔

جب میں وہاں پہنچ گیا تو سیدھا شیخ قدس اللہ سرہ کی بارگاہ کا ارادہ کیا۔آپ کے دیدار

Marfat.com

سے مشرف ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”عبداللہ خوجندی! تم نے دیکھ لیا ہے کہ بارہ سال کی مدت کے پورا ہونے میں تین دن باقی رہے ہیں۔؟“

مجھ پر اس اشارہ سے ایک عجیب حالت طاری ہوگئی اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کی صبح سعادت افق دل میں طلوع کر آئی۔ حاضرین اس اشارہ کو نہ سمجھ سکے تو مجھ سے پوچھا۔ جب میں نے ان لوگوں کو اس کی حقیقت کا ذائقہ چکھایا تو کیف و سرور سے پھولے نہ سمائے۔ پھر شیخ مجھ پر پوری پوری عنایت سے متوجہ ہوئے اور خدمت میں قبول فرمالیا۔

شیخ علاؤ الدین نے بیان کیا ہے کہ میں ابر والے دن میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”کیا ظہر کا وقت آگیا۔“

میں نے عرض کیا:

”نہیں۔“

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”آسمان کی طرف دیکھو!“

میں نے دیکھا تو کوئی حجاب نہ پایا اور آسمان کے تمام فرشتوں کو ظہر کی نماز میں مشغول دیکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”تم کیا کہتے ہو کیا ظہر کا وقت آگیا۔؟“

میں اس حرکت پر جو مجھ سے صادر ہوگئی تھی، شرمندہ ہوا، استغفار کیا اور ایک مدت تک اس حالت میں رہا کہ اپنے دل میں اس کی وجہ سے بہت بڑا بار محسوس کرتا رہا۔

شیخ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ شیخ تاج الدین صاحب جو بارگاہ بہائیہ کے متوسلین میں تھے، جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان کو کسی ضرورت سے قصر العارفان سے بخارا بھیجتے ہیں تو یہ ذرا سی دیر میں لوٹ آیا کرتے تھے اور یہ اس لیے کہ جب یہ مریدین کی نظر سے غائب ہوتے تو ہوا میں اڑنے لگتے تھے۔ ایک دن شیخ نے مجھے کسی کام سے بخارا بھیجا۔ میں بھی اسی طرح گیا۔ راستہ میں شیخ کو دیکھا اور شیخ نے مجھے اس حالت پر دیکھ لیا۔ مجھ سے

Marfat.com

اس حال کو سلب کر لیا۔ اس کے بعد پھر میں ایسا کر لینے پر کبھی قادر نہیں ہو سکا۔

شیخ خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کے بڑے خاص لوگوں میں تھے، بیان کیا ہے کہ میں نے ایک روز شیخ کی زیارت کا ارادہ کیا تو حضرت اقدس کو باغ میں حوض کے کنارے کھڑا ہوا ایک شخص سے جس کو میں جانتا نہ تھا باتیں کرتے پایا۔ جب میں نے سلام عرض کیا تو یہ شخص باغ کے کسی گوشہ میں چلا گیا۔ حضرت قدس اللہ سرہ نے مجھ سے دوبار فرمایا:

"یہ خضر علیہ السلام تھے۔"

مگر میں کچھ نہیں بولا، خاموش رہا اور حق تعالیٰ کی مدد سے میں نے اپنے دل میں ان کی جانب ظاہری و باطنی کوئی میلان نہیں پایا۔ پھر دو یا تین دن بعد میں نے ان کو خانقاہ کے باغ میں دیکھا کہ حضرت قدس اللہ سرہ کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں اور دو ماہ بعد بخارا کے ایک بازار میں خود مجھ سے بھی ملاقات ہوگئی تو تبسم فرمایا۔ میں نے سلام کیا تو آپ نے معانقہ کیا، خوش طبعی کی باتیں کیں اور میرے حالات پوچھے۔ جب میں قصر العارفان لوٹ آیا اور حضرت شیخ کے آستانہ پر حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا:

"تم بخارا کے بازار میں خضر علیہ السلام سے مل کر آئے ہو۔"

ایک عالم نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ عراق تک سفر کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم سمنان پہنچے تو سنا کہ یہاں شیخ کے مخلصین میں سے ایک بزرگ ہیں جن کا اسم شریف سید محمود ہے۔ ہم لوگ ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور ان سے حضرت شیخ کے سلسلہ میں داخل ہونے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا:

"میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہایت خوبصورت مکان میں تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ایک بارعب شخص تھے۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یا ان بزرگ کی خدمت میں ادب و تواضع کے ساتھ عرض کیا کہ میں آپ کی صحبت سے مشرف نہیں ہو سکا اور آپ کے زمانہ اور آپ کی صحبت کی برکتوں کے وقت حاضر نہ تھا، اس لیے یہ سعادت مجھے

حاصل نہیں ہو سکی تو میں کیا کروں۔؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میری برکت اور میرے دیکھنے کی فضیلت حاصل کرلو تو شیخ بہاء الدین کی پیروی اپنے لیے ضروری کرلو۔'' پھر ان بزرگ کی طرف اشارہ فرمایا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ میں نے شیخ کو اس سے پہلے کبھی دیکھا نہ تھا۔ جب ہوش میں آیا تو میں نے ان بزرگ کا نام اور ان کا حلیہ ایک کتاب کی پشت پر لکھ لیا۔

پھر ایک مدت کے بعد میں ایک بزاز کی دکان پر بیٹھا تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس پر بہت نور اور ہیبت و رعب تھا۔ وہ آیا اور دکان پر بیٹھ گیا۔ جب میں نے ان کا چہرہ مبارک دیکھا تو مجھے وہ حلیہ یاد آ گیا اور مجھ پر ایک زبردست حالت طاری ہوگئی۔ جب وہ حالت رفع ہوئی تو میں نے درخواست کی کہ میرے گھر کو بھی مشرف فرمائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمالیا اور کھڑے ہوگئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ آگے آگے تشریف لے چل رہے تھے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے۔ آپ نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا اور سیدھے میرے مکان پر تشریف لے آئے۔ یہ سب سے پہلی کرامت ہے جو میں نے آپ کی کرامتوں میں دیکھی۔ کیونکہ آپ نے میرا گھر بالکل نہیں دیکھا تھا۔

جب گھر کے اندر تشریف لے آئے تو خاص میرے حجرہ میں تشریف لے گئے، جس میں میرا کتب خانہ تھا۔ آپ نے دست مبارک بڑھایا اور ان میں سے ایک کتاب نکال کر مجھے دی اور فرمایا: ''تم نے اس کی پشت پر کیا لکھا ہے۔؟'' یہ وہی کتاب تھی جس کی پشت پر میں نے وہ خواب اور اس کی تاریخ لکھ رکھی تھی۔ اس کو سات سال ہوگئے تھے۔ مجھ پر اس کی اطلاع سے ایک حالت پہلی حالت سے بھی زبردست طاری ہوگئی۔ جب مجھ سے وہ حالت جو میں محسوس کر رہا تھا رفع ہوگئی تو حضرت نے بہت مہربانی سے باتیں فرمائیں اور اس کو کہ میں سلسلہ میں داخل ہو جاؤں قبول فرمالیا اور خدمت آستانہ کی سعادت سے مشرف فرمادیا۔''

Marfat.com

آپ کے متوسلین میں سے ایک صاحب کہتے ہیں کہ شیخ قدس سرہ ایک روز میرے یہاں تشریف لائے تو مجھے اس وجہ سے کہ اس وقت میرے یہاں آٹا بھی نہ تھا، بہت زیادہ شرمندگی ہوا۔ پھر میں آٹے کا ایک تھیلہ لے آیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"تم اسی آٹا میں سے پکاتے رہنا اور کسی کو اس کے کم زیادہ ہونے کی خبر نہ کرنا۔"

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے پاس دس ماہ قیام فرمایا۔ شیخ کی زیارت کے لیے مریدین واحباب گھر پر آتے رہتے تھے اور ہم ان کے واسطے اسی آٹے میں سے پکاتے رہتے تھے۔ یہ سب تھا مگر آٹا بدستور تھا۔ پھر اس کے بعد میں نے اپنی بیوی کو یہ بتادیا اور شیخ کے حکم کے خلاف کر بیٹھا تو برکت جاتی رہی اور آٹا بہت ہی جلد ختم ہوگیا۔ میرے لیے آپ کے کمال ولایت اور زبردست بزرگی کی قوی عقیدت کا سب سے بڑا سبب یہ تھا۔

شیخ محمد زاہد کہتے ہیں کہ میں زمانہ سلوک میں شیخ قدس اللہ سرہ کے پاس بیٹھا تھا۔ موسم فصل ربیع کا تھا۔ میرے دل میں خربوزہ کی خواہش ہوئی تو میں نے شیخ سے فرمائش کی۔ قریب میں ایک جاری پانی تھا۔ آپ نے فرمایا:

"اس پانی پر جاؤ۔!"

میں گیا تو وہاں ایک خربوزہ اسی وقت کا ساٹوٹا ہوا پایا۔ مجھے اس سے حضرت اقدس کا نہایت کامل اعتقاد ہوگیا۔

آپ کے متوسلین میں سے ایک مرید کہتے ہیں:

"جب میں شیخ قدس سرہ کی صحبت سے مشرف ہوا تو شیخ شادی جو حضرت کے متوسلین میں سے خاص تھے، مجھے نصیحت کیا کرتے، تہذیب دیتے اور اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ جن جن باتوں کا انہوں نے مجھے حکم دیا تھا ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص اس طرف پاؤں نہ پھیلائے جس طرف شیخ ہوں۔ میں ایک روز شیخ کی زیارت کے لیے سخت گرمی کے وقت غزبوت سے قصر العارفان پہنچا۔ راستہ میں ایک درخت کے سایہ کی پناہ لی اور لیٹ گیا۔ ایک جانور آیا اور میرے پیر میں دو دفعہ کاٹا۔ مجھے اس سے بہت ہی سخت

تکلیف ہوئی تو اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر لیٹ گیا تو اس نے پھر تیسری مرتبہ ایسا کاٹا کہ میں بیٹھ گیا اور دیر تک اس کی وجہ سوچتا رہا۔ آخر شیخ شادی کی نصیحت یاد آئی اور دیکھا کہ میں نے قصر العارفان کے کنارہ کی طرف پیر پھیلا لیے تھے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت اسی جگہ تھے تو معلوم ہو گیا کہ یہ میری اس حرکت پر تنبیہ ہے۔''

شیخ علاؤ الدین نے بیان کیا ہے کہ حضرت شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے امیر حسین کو حکم دیا کہ بہت سی لکڑیاں جمع کر لو۔ یہ موسم سرما تھا۔ ارشاد کی تعمیل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اگلے دن بہت برف گرائی۔ ایسے کہ چالیس مرتبہ برف گری۔ پھر شیخ نے اسی وقت خوارزم کا سفر اختیار کیا۔ شیخ شادی بھی آپ کی خدمت میں تھے۔ جب نہر حرام پر پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو حکم دیا کہ پانی کے اوپر چلے جائیں۔ مگر شیخ شادی کو ڈر معلوم ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی دفعہ فرمایا، مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی طرف بہت تیز نظر سے دیکھا جس سے وہ دیر تک بے ہوش وحواس رہے۔ جب ہوش بجا ہوئے تو پانی پر قدم رکھا اور چلنے لگے۔ پیچھے پیچھے شیخ بھی تشریف لے چلے۔ جب نہر عبور فرما گئے تو فرمایا:

''دیکھنا کیا تمہارے موزہ کا کوئی حصہ بھیگا ہے۔؟''

دیکھا تو اس میں حق تعالیٰ کے فضل وقدرت سے تری بھی نہ پائی۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں سے ایک صاحب نے بیان کیا ہے کہ حضرت قدس اللہ سرہ سے میری محبت اور حاضری خدمت کا سبب یہ ہوا تھا کہ میں بخارا کے بازار میں اپنی دکان پر تھا، آپ تشریف لائے، دکان پر بیٹھ گئے اور حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اوصاف بیان کرنے شروع فرمائے۔ یہاں تک کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ان کے ان اوصاف میں سے جو ذکر کیے گئے ہیں یہ بھی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ''اگر میرے کپڑے کا کنارہ کسی کو چھو جائے تو وہ میرا محبت کرنے والا اور شیدائی ہو جائے اور پیچھے پیچھے ہو لے۔'' لیکن میں (بہاؤ الدین نقشبند) یہ کہتا ہوں کہ اگر میں اپنی آستین کو حرکت دے دوں تو تمام اہل بخارا چھوٹے بڑے سب کو ایسا کر دوں کہ میرے شیدا ہوں، میری محبت میں سرگشتہ ہو جائیں، گھر

Marfat.com

اور دو کانیں چھوڑ بیٹھیں اور میرے پیچھے ہو لیں۔"

یہ بات کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دست مبارک آستین پر رکھا۔ اس وقت میری نظر آپ کی آستین پر پڑ گئی تو مجھ پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ میرے ہوش وحواس جاتے رہے اور بہت وقت تک میں اسی حالت میں رہا۔ جب افاقہ ہوا تو ان کی محبت کی سلطنت مجھ پر قابو پا چکی تھی۔ آخر گھر اور دکان کو چھوڑ کر ان کی خدمت میں آ پڑا۔

متوسلین ہی میں سے ایک صاحب سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی:

"حضور! میرے لیے دعا فرما دیں کہ میرے ہاں لڑکا ہو۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی اور آپ کی دعا سے برکت سے میرے یہاں لڑکا تولد ہو گیا۔ مگر پھر مر گیا۔ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا:

"تم نے تو ہم سے یہ درخواست کی تھی کہ تمہارے لڑکا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرما دیا اور پھر اسے لے لیا، لیکن ہمیں امید ہے کہ درویشوں کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ تم کو دو لڑکے دے گا جن کی عمر دراز ہوگی۔"

پھر میرے یہاں دو لڑکے پیدا ہوئے۔ پھر ان میں سے ایک بیمار ہوا تو میں نے حضرت شیخ سے عرض کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"وہ میرا بچہ ہے۔ تم کو اس کی کیا فکر۔ وہ بہت مرتبہ بیمار ہوگا اور پھر تندرست ہو جائے گا۔"

پھر ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت قدس سرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

شیخ عارف ویکرانی سے جو حضرت سید امیر کلال قدس سرہ کے بڑے خلفاء میں سے ہیں، روایت ہے کہ ہم ایک دن شیخ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے قصر العارفان گئے۔ جب بخارا کو واپس آئے تو ہمارے ساتھ وہاں کے درویشوں کی ایک جماعت تھی۔ ان میں سے ایک شخص نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کچھ کہنا چاہا۔ ہم نے اس کو روک دیا اور اس سے کہا:

"تم ان کو پہچانتے ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی شان میں بے ادبی اور

Marfat.com

بدگمانی کرو۔"

مگر وہ باز نہ آیا تو اسی وقت ایک بھرن آئی، اس کے منہ میں گھس گئی اور کاٹ لیا۔ اس کو اس قدر تکلیف ہوئی کہ صبر نہ کر سکا۔ میں نے کہا:

"یہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بے ادبی کی وجہ سے ہے۔"

وہ بہت رویا، پھر توبہ کی، حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو اسی وقت اچھا ہو گیا۔

صحرائے قبچاق کے لشکر نے بخارا شہر کا محاصرہ کر لیا اور ایک مدت تک محاصرہ قائم رہا تو اہل شہر پر بڑی مصیبت ہو گئی اور بہت مخلوق ہلاک ہو گئی۔ وہاں کے امیر نے حضرت شیخ قدس اللہ سرہ کی خدمت میں اپنے چند خاص لوگوں کو اس پیغام کے ساتھ بھیجا:

"حضرت! ہم تو دشمنوں کے مقابلہ سے بالکل ہی عاجز آ چکے ہیں، ہماری تمام تدبیریں خاک میں مل چکی ہیں اور تمام ذرائع ختم ہو گئے ہیں۔ اب ہمارے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہیں کہ ہم ان ظالموں سے پناہ لے سکیں، سوائے آپ کے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے بیقراری کے ساتھ دعا فرمائیں کہ مسلمانوں کو ان کے ہاتھوں سے نجات دے۔ یہی وقت امداد اور دستگیری کا ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ہم آج رات دعا کریں گے اور دیکھیں رب العزت جل جلالہ کیا کرتا ہے۔"

جب صبح صادق ہو گئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کو اطلاع دی کہ مجھ کو چھ روز کے بعد مصیبت کے دور ہو جانے کی بشارت دی گئی ہے۔ ان لوگوں نے امیر کو اس کی بشارت دے دی اور تمام اہل بخارا اس سے بہت خوش ہوئے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ چھ روز کے بعد دشمن کے لشکر نے شہر سے محاصرہ اٹھا لیا اور سب کے سب چلے گئے۔

شیخ شادی کہتے ہیں کہ جب مجھ کو شیخ بہاؤ الدین قدس اللہ سرہ کی محبت کی سعادت نصیب ہو گئی تو مجھ پر خرچ کرنا اور ایثار کرنا سہل ہو گئے۔ میرے پاس ایک دن سو اشرفیاں جمع ہو گئیں۔ میرے گھر کے لوگ ان کو جمع رکھنے کے باب میں مجھ سے کہنے آئے اور میں نے یقین کے ضعف کی وجہ سے ان کی موافقت کر لی۔ پھر میں بخارا گیا اور کمبخت کا موزا وغیرہ خریدا۔ پھر حضرت اقدس کی زیارت کے لیے قصر العارفان پہنچا۔ جب آپ کے

سامنے حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"تم بخارا کیوں گئے تھے۔؟"

میں نے عرض کیا:

"وہاں ایک کام پیش آ گیا تھا۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یہ کمبخت کا موزہ مجھے دو اور باقی جو جو کچھ خرید کر لائے ہو وہ بھی دو۔"

میں نے جلدی سے سب حاضر کر دیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ان سو اشرفیوں میں سے جس قدر باقی ہے وہ بھی حاضر کرو۔"

میں وہ بھی لے آیا تو پھر میری طرف دیکھا اور فرمایا:

"اگر میں چاہوں تو تمہارے اس پہاڑ کو اللہ تعالیٰ کی قوت وقدرت کے طفیل سونا بنا دوں، لیکن ہم لوگوں کو اس عالم فنا میں ایسی ایسی چیزوں کی طرف التفات ہی نہ کرنا چاہیے، حالانکہ تم جانتے ہو کہ جو تمہارے لیے ہے اس میں سے کچھ بھی کم نہ کیا جائے گا۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم ایسی باتوں کی طرف پھر عود نہ کرنا۔"

مولانا محمد مسکین جو آپ کے متوسلین میں سے بڑے شخص تھے کہتے ہیں کہ بخارا میں ایک بزرگ کا انتقال ہو گیا تو حضرت شیخ قدس اللہ سرہ ان کے گھر والوں کو صبر کی تلقین کے لیے تشریف لے گئے۔ ان لوگوں نے خود بھی اور ان کے متعلقین نے بھی بہت رنج وغم اور جزع فزع ظاہر کیا اور ایسے افعال بھی کر گزرے جن کو سب حاضرین نے ناگوار سمجھا۔ لوگوں نے روکا اور طعن بھی کیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جب میری موت آئے گی تو میں درویشوں کو بتا دوں گا کہ کیسے مرتے ہیں۔؟"

آپ کی یہ بات میرے دماغ میں محفوظ رہی حتی کہ شیخ آخری مرض میں بیمار ہوئے تو خانقاہ تشریف لائے اور خلوت خانہ میں داخل ہو گئے۔ متوسلین آپ کے پاس آتے رہے اور بیٹھتے رہے۔ آپ ہر ایک کو اس کے مناسب وصیت فرماتے رہے۔ پھر دعا کے لیے ہاتھ

Marfat.com

اٹھائے، دعا کی اور ہاتھ منہ پر پھیر لیے۔ بس پھر وصال ہو گیا۔

شیخ علی داماد جو حضرت شیخ بہاؤ الدین قدس سرہ کے خدام ہیں کہتے ہیں کہ شیخ نے مجھے اپنی قبر شریف کے کھودنے کا حکم دیا۔ جب میں نے اسے پورا کر لیا تو دل میں یہ وسوسہ آیا:

''آپ کے بعد آپ کی جماعت میں جانشین کون ہوگا۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا:

''اب تک وہی بات ہے جو ہم نے حجاز کے راستہ میں کہی تھی کہ جو میری پیروی کرنا چاہتا ہے وہ محمد پارسا کی پیروی کرے۔''

اس سے دوسرے روز آپ انتقال کر گئے۔

شیخ علاؤ الدین عطار کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت الشیخ بہاؤ الدین قدس اللہ سرہ کی نزع کی حالت میں سورۂ یٰسین پڑھ رہے تھے۔ جب نصف پر پہنچے تو انوار بلند ہونے لگے۔ ہم سب کلمہ طیبہ میں مشغول ہو گئے اور شیخ قدس اللہ سرہ رحلت فرما گئے۔ وفات شب دو شنبہ 3 ربیع الاول 791 ہجری میں ہوئی ہے اور اپنے باغ میں اسی جگہ جہاں حکم فرمایا تھا دفن کیے گئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 90

شیخ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل المکدش رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن اسماعیل المکدش رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ صاحب احوال ظاہر و کرامات فاخرہ تھے۔

ایک شخص کسی اور شہر سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آیا، اس کو راستہ میں ڈاکو مل گئے، انہوں نے اس کے کپڑے اور جو کچھ درہم اس کے پاس تھے چھین لیے۔ یہ فقیہ محمد المکدش رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا، سب قصہ عرض کیا اور کہا:

''میں اس وقت تک آپ کا کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک آپ میرا حق واپس نہ کرا دیں گے۔''

Marfat.com

شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کو لے کر اپنے دادا شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر گئے اور عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کسی ضرورت میں کوئی آپ کے سر ہو جاتا تو آپ اپنے دادا صاحب کی قبر پر آ جاتے تا کہ اپنی کرامت دوسرے کی معرفت ظاہر کر دیں اور اپنا حال چھپا رکھیں۔

ہم لوگ کچھ دیر قبر کے پاس بیٹھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تم قبر کے پیچھے کیا دیکھتے ہو۔؟''

میں اٹھا کہ دیکھوں تو میرے کپڑے اور ان میں وہ درہم سب موجود ہیں۔ کوئی چیز کم نہ ہوئی تھی۔

شیخ احمد صوفی کہتے ہیں کہ ایک روز میں اور شیخ محمد المکدش جنگل میں تھے۔ میں نے عرض کیا:

''حضرت! کیا اولیاء کے یہاں کوئی حالت خطور (ایک قدم میں طویل میلوں کی مسافت طے کر جانا) سے بھی زیادہ خاص ہے۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ہاں تحشیر (جگہ بدلنے کے طریقہ پر حرکت کر کے طویل ترین مسافت قطع کر دینا)''

میں نے عرض کیا:

''یہ کس طرح ہوتا ہے۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اس طرح۔''

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جگہ سے حرکت کی تو ہم کسی ایسے ملک میں تھے جسے ہم پہچانتے نہیں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا:

''احمد! ہم جہاں ہیں اور اس جگہ میں جہاں ہم تھے، دو مہینے کے سفر کا فاصلہ ہے۔''

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ حرکت کی تو ہم اسی اپنی جگہ پر تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 778 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 91:

شیخ محمد بن ابراہیم الکروی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن ابراہیم الکروی رحمۃ اللہ علیہ بیت المقدس کے پھر قاہرہ اور پھر مکہ معظمہ کے باشندہ رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شافعی المسلک اور بڑے عارف تھے۔ رات بھر لیٹتے نہ تھے۔ تہجد پڑھتے اور ساری رات عبادت کیا کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پورے ایک ہفتہ تک کا روزہ بلا درمیان میں افطار کیے بلاتکلف رکھا تھا۔

انہوں نے ایک بار شب کا کھانا والدین کے ساتھ کھایا تو صبح سے کھانے کی خواہش نہ ہوئی۔ ایک ہفتہ تک ایسے ہی رہے اور ایک وضو پر چار روز تک رہے۔

مصر سے دمیاط تک ایک ہی وضو کے ساتھ سفر کیا۔ دمیاط میں کسی نے دعوت کی تو ایک لقمہ تناول کیا۔ پھر وہاں سے رملہ تک کچھ نہیں کھایا۔ پھر رملہ کے بعد سے بیت المقدس تک کچھ نہیں کھایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 811 ہجری میں انتقال فرمایا۔

☆☆☆

فصل نمبر 92:

شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ یحییٰ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عبداللہ یحییٰ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ قروضہ کے رہنے والے ہیں جو سحول کا نواحی گاؤں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فقیہ، عالم اور عارف تھے۔ عبادات و مجاہدات ان پر غالب تھے۔

انہوں نے اپنے اس گاؤں میں ایک خانقاہ بنوائی۔ جب معماروں نے پیڑین باندھیں تو ایک پیڑ اس کی اونچائی تک نہ پہنچی۔ یہ لوگ چھوڑ کر بیٹھ گئے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

Marfat.com

''کیوں چھوڑ بیٹھے۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''وہاں تک نہیں پہنچتی۔''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''پھر باندھو! انشاء اللہ! پہنچ جائے گی۔!''

پھر باندھی تو پہنچ گئی۔

شیخ اور آپ کی جماعت اسی خانقاہ میں اعتکافات اور ذکر وتلاوت کیا کرتے تھے۔

کسی شخص نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا:

''اے امیر المومنین! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم (رہنے سہنے میں) کیسے تھے۔؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جیسے یہ قروضہ والے اور ان کے ساتھی ہیں۔''

☆☆☆

فصل نمبر 93:

شیخ ابوعبداللہ محمد بن عثمان نزیلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عثمان نزیلی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ، عالم اور علم وتقویٰ میں مشہور تھے۔ ایک پہاڑ معروف بہ نظار میں بودوباش رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کوئی بڑا حاکم زبردست لشکر لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شہر کو لوٹنے کے لیے پہنچا۔ یہ شخص زیدی فرقہ کا تھا، لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل ہونے پر مجبور کرتا تھا، اس نے تمام شہروں میں فساد برپا کر رکھا تھا اور بہت سے شہروں کو لوٹ لیا تھا۔

یہ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے شہر کے قریب پہنچا تو شیخ نے لوگوں پر رحم کرنے اور ان کو رعایا بنا لینے کو کہا، مگر اس نے شیخ کے خط کی طرف التفات بھی نہ کیا اور قاصد سے کہہ دیا:

Marfat.com

"میں نہ ان کی سفارش مانتا ہوں، نہ ان کی میرے دل میں کوئی وقعت ہے۔"

یہ شیخ کو بہت شاق گزرا اور آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ کہا اور آپ کے وسیلہ سے نجات چاہی۔ پھر جب وہ شخص شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے آ گیا تو سب اہل شہر نکلے اور اس سے جنگ کی تو شیخ اور اس کے ساتھیوں نے اس کو شکست فاش دے دی۔ حالانکہ اس کے ساتھ بہت بڑا لشکر تھا اور یہ اہل شہر چند نفر تھے۔

ایک نیک آدمی نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے منہ کو بوسہ دے رہے ہیں۔

شیخ خود فرمایا کرتے تھے:

"میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ مجھ میں سے کھانے' عورت اور نیند کی خواہش زائل فرما دے۔"

آپ کے متوسلین نے تحقیق کی تو واقعی یہ خواہشیں آپ میں سے زائل ہو چکی تھیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 94:

شیخ محمد بن عبداللہ دِھنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ یمن کے ایک قبیلہ دِہنہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے دِہنی کہلاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑی شان والے صوفی ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ ہم پر سخت قحط واقع ہوا۔ سب گھر والے ہلاکت کے کنارہ پر پہنچ گئے تو ہم ایک تاجر کے پاس گئے اور اس سے کچھ قرض مانگا۔ اس نے انکار کر دیا۔ مجھے ایک حدیث یاد آ گئی جو میں نے سنی تھی کہ حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ طلوع صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان ایک ساعت ہے جو ساعات جنت کے مشابہ ہے، اس میں دعا رد نہیں کی جاتی۔ میں نے بچوں اور گھر والوں سے کہا:

"سب لوگ اس ساعت میں دعا میں لگ جاؤ۔"

ہم سب نے سات دن تک دعا کی۔ ساتویں روز میں ایک دیوار کے قریب غسل کرنے گیا تو دیوار کے شگاف میں سے بہت سی اشرفیاں چمک رہی تھیں۔ میں نے اپنا منہ ڈھانپ لیا اور عرض کیا:

''اے پروردگار! میں یہ نہیں چاہتا۔ میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں جس سے فاقہ نہ رہے۔''

پھر جو اس تھیلی کا منہ کھولا تو اشرفیاں چھپ گئی تھیں۔ اس کے بعد وہ تاجر ہمارے یہاں آیا، ایک ہزار درہم لایا اور کہنے لگا:

''میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کو ایک ہزار قرض دے دو۔''

فقیہ احمد بن موسیٰ عجیل کہتے ہیں:

''میں نے یہ حدیث تلاش کی تو اربعین اجریہ میں ملی۔''

☆☆☆

فصل نمبر 95:

شیخ محمد بن علی بن یوسف الاشکل یمنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن علی بن یوسف الاشکل یمنی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اولیاء اور صوفیہ صافیہ میں سے ہیں۔ روایت ہے کہ ان کے والد ماجد جناب علی رحمۃ اللہ علیہ نے ابلیس لعنۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ اس نے ان سے کہا:

''اے فقیہ! تمہارے بیٹے محمد پر میرا قابو نہیں ہے، بلکہ میں اس مجلس میں بھی نہیں جا سکتا جہاں وہ ہوں۔''

ایک مرتبہ فصل خریف میں بارش کو بہت دیر ہوگئی تو لوگ شیخ محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''نہ خریف میں، نہ سردی میں، مگر ربیع میں ایک بارش ہوگی اور کچھ تھوڑی سی برف پڑے گی۔''

Marfat.com

پھر ایسا ہوا جیسا فرمایا تھا۔
محمد بن اسمٰعیل المکدش نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے:
"میں نے اولیاء میں فقیہ محمد بن علی الاشکل رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔"
شیخ ابوبکر المکدش کہتے ہیں کہ میں نے فقیہ محمد بن علی الاشکل رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا:
"میرا جی چاہتا ہے کہ آپ مجھے کوئی کرامت دکھادیں۔"
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"دیکھو!"
میں نے دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی اٹھا کر رکھی تھی۔ایک میں سے آگ بھڑک رہی تھی اور دوسری میں سے پانی چل رہا تھا۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"ابوبکر! کرامت دیکھ لی۔؟"
میں نے عرض کیا:
"جی ہاں!!"
پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انگلیاں بند کرلیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 96:

شیخ محمد بن عمر مشہور بہ صاحب المصنف رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہا کابر علماء، آئمہ، علماء سادات یا علویہ میں سے ہیں۔جب آپ کے نواح کے بادشاہ نے بعض تاجروں پر ٹیکس مقرر کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سفارش فرمائی۔ اس نے قبول نہ کی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"یہ کل قتل ہو جائے گا۔!!"
پھر ایسا ہی ہوا جیسا فرمایا تھا اور اس کے سر کو گلیوں اور پہاڑوں میں گشت کرایا گیا۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خادم اندھیری رات میں چراغ لایا۔ چراغ گل ہوگیا اور وہ راستہ نہ

Marfat.com

دیکھ سکا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں پھونک ماردی تو پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 822 ہجری میں ہوئی ہے۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نزع کا وقت ہوا تو غیب سے اس آیت کی تلاوت کی آواز سنی گئی:

"یبشرھم ربھم برحمة منه ورضوان وجنات"

"ان کو ان کا پروردگار اپنی طرف سے بڑی رحمت، بڑی رضا اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے ان میں دائمی نعمت ہوگی۔ ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔"

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روح نکلی تو تمام مکان نور سے اس قدر جگمگا اٹھا کہ چراغ کی روشنی ماند پڑ گئی۔

آپ کے مرید محمد بن حسن جمل اللیل نے نماز جنازہ پڑھائی، قبر میں اتارا اور ان کو یہ کہتے سنا:

"یاساعة العون یا ابالحسن"

"اے نصرت حق کی گھڑی! اے حل مشکلات!

یہ ایسا کلمہ ہے جو عرب میں مسرت کے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔

محمد بن ابی بکر بالفضل کہتے ہیں کہ آپ کو جب قبر میں اتارا گیا تو آپ نے کہا:

"سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمدللہ رب العلمین"

"اے میرے پروردگار! اے عزت کے مالک! میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں ان تمام امور سے جن کو کفار بیان کرتے ہیں اور تمام جہانوں کے پروردگار اللہ تعالیٰ کے ہی لیے سب تعریف ہے۔"

آپ مقبرہ زنبل میں حضر موت کی آبادیوں میں حسدیم مقام میں دفن کیے گئے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 97:

شیخ محمد بن علی بن محمد دویمہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن علی بن محمد دویمہ رحمۃ اللہ علیہ اکابر علماء اور بڑے عارفین واولیاء میں سے ہیں۔ ایک حاکم نے ایک دفعہ ان کے ایک مرید کو بلاوجہ کچھ کہہ سن دیا تھا تو اس کو کئی قسم کے امراض لاحق ہو گئے اور نیند حرام ہو گئی۔ آخر وہ ان کے پاس آیا اور ان کے ہاتھ پر اپنے فعل سے توبہ کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دست مبارک اس پر پھیر دیا تو اس کی تمام شکایات جاتی رہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 824 ہجری میں ہوا۔

☆☆☆

فصل نمبر 98:

شیخ محمد بن عبداللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عبداللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ اکابر علماء اور بڑے اولیاء میں تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حج سے واپس ہوئے تو شحر نامی بندرگاہ کے لوگوں نے ایک زبردست ہجوم سے ان کا استقبال کیا اور سلام کے لیے ٹوٹ پڑے۔ جمعہ کا دن تھا۔ عرض کیا گیا:

''اگر آپ جمعہ کے لیے تشریف لے گئے تو عوام جوق در جوق آپ کے پیچھے ہوں گے اور دست وپابوسی پر ہجوم کریں گے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں جاؤں گا اور لوگ مجھے دیکھ ہی نہ سکیں گے۔''

غرض آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے، جمعہ پڑھا مگر سوائے چند خاص مریدوں کے اور کسی نے آپ کو نہ دیکھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بچی اونٹ کی کمر پر سے ایک پتھریلی جگہ گر پڑی۔ آپ شحر میں تھے۔ وہیں کسی شخص نے دیکھا کہ گویا آپ کسی شے کو ہاتھوں سے سنبھال رہے ہیں۔ آپ سے سوال کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

Marfat.com

"میری بچی علویہ گرگئی تھی۔میں نے اس کو ہاتھوں میں سنبھال لیا۔"

بعد میں اس کا گرنا اسی وقت نکلا اور اس کو کوئی گزند نہیں پہنچی۔

بچی نے بیان کیا ہے:

"جب میں گری میرے حواس جاتے رہے تھے۔مگر میں نے اپنے والد صاحب کو دیکھا کہ مجھے اٹھالیا اور زمین پر رکھ دیا۔"

شیخ رحمۃ اللہ علیہ ظفار میں تھے۔حضر موت کے لوگوں نے فصل خریف کے آجانے کی وجہ سے وہاں کا سفر کیا تو ایک شخص رہ گیا۔اس نے کوشش کی کہ کوئی اس کو قافلہ تک پہنچادے مگر کوئی نہ ملا۔وہ بہت پریشان ہوا۔آخر وہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور اپنے حال کی روداد عرض کی اور یہ کہ اگر قافلہ سے پیچھے رہ گیا تو اس کی تمام مصلحتیں فوت ہوجائیں گی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو قافلہ تک پہنچ جانے کی بشارت دی۔

اس درمیان میں آپ کے پاس دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے۔آپ نے ان میں صلح کرائی اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ اس شخص کو سوار کر کے قافلہ تک پہنچا آؤ۔ظفار اور حضر موت کے درمیان ایک ایسا خوفناک جنگل تھا جس میں ہو کر گزرنا قافلہ ہی کا کام تھا۔وہ شخص اس کو لے گیا اور قافلہ میں پہنچا دیا۔

ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ مع اپنے گھر والوں کے سفر کر رہے تھے۔پانی ختم ہوگیا۔پانی کا مقام دور تھا۔اہل وعیال پیاس سے بیتاب ہوگئے۔شتربان نے کہا:

"مجھے یہاں کہیں پانی معلوم نہیں ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مشکیزہ لیا اور کچھ دیر کے لیے غائب ہوگئے اور پھر پانی سے بھرا ہوا مشکیزہ لے آئے۔

وفات کے بعد آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا:

"اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

"مجھے وہ وہ نعمتیں عطا فرمائیں جن کی کوئی نہایت نہیں اور نہ کبھی میرے دل میں ان کا خیال تک گزرا۔"

Marfat.com

عرض کیا گیا:

''یہ آپ کو کس صلہ میں عطا ہوئیں۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کثرت ذکر اللہ کے صلہ میں۔''

☆☆☆

فصل نمبر 99:

شیخ محمد بن عبدالرحمٰن اسقاف رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عبدالرحمٰن اسقاف رحمۃ اللہ علیہ باہلوی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے اماموں میں سے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکاشفات بہت ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ مقام تریم علاقہ حضر موت میں رہتے ہوئے کعبہ مکرمہ کو دیکھ لیتے تھے۔

ایک شخص ایک دفعہ حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نکلوا دیا۔ وہ پھر لوٹ آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر نکلوا دیا۔ اس شخص سے پوچھا گیا تو اس نے کہا:

''میں حالت جنابت میں تھا۔''

ایک عورت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی۔ آپ نے تھوڑا سا کھایا، قے کر دی اور فرمایا:

''یہ چوری کا ہے۔''

عورت سے پوچھا گیا تو اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں نے اپنے خاوند کے مال میں سے اس کی چوری کی تھی۔

بیان کیا گیا ہے کہ تریم کے حکمران نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا:

''آئندہ کیا واقعہ پیش آنے والا ہے۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اپنی کوٹھور کو غلہ سے پر کر لو! ورنہ! چمڑے تک کھا ڈالو گے۔''

مگر اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات کی طرف التفات نہ کیا۔ کچھ دن ہی گزرے تھے کہ

Marfat.com

ایک دشمن آپڑا اور اس نے تریم کا محاصرہ کرلیا۔ یہاں تک کہ چمڑا تک کھانا پڑا۔

☆☆☆

فصل نمبر 100:

شیخ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مقام نقعہ، حضرموت کے رہنے والے ہونے کی وجہ سے نقعی کہلاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے اولیاء صالحین اور بڑے پایہ کے بزرگوں میں سے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لیموں کا درخت لگا رکھا تھا۔ آپ اس پر سے ایک ہزار لیموں توڑا کرتے اور ان کی قیمت کو جن لوگوں کی خورد و نوش آپ کے ذمہ تھی ان پر خرچ کیا کرتے تھے اور لوگ ان کو بہت گراں خریدا کرتے تھے۔

ایک بار یہ واقعہ پیش آیا کہ کچھ لوگ رات کو آئے اور لیموں توڑ لیے۔ جب لوٹنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا کہ ان کو راستہ نظر نہ آیا۔ یہاں تک کہ حضرت والا آپہنچے۔ ان لوگوں نے معذرت کی، استغفار اور توبہ کی تو ان سے عہد لیا کہ پھر ایسی حرکت نہ کریں گے۔ انہوں نے عہد کیا اور لوٹ گئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 101:

شیخ محمد بن حسن باعلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن حسن باعلوی رحمۃ اللہ علیہ عباد اللہ الصالحین اور اولیاء عارفین میں سے ہیں۔ جنت لقب سے مشہور ہیں، کیونکہ جنت کی دعائیں بہت کیا کرتے تھے۔ محمد الشاطری کے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ ایک روز محمد شاطری ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ رو رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا:

"آپ کیوں رو رہے ہیں۔؟"

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میرے دادا عبداللہ بن ہارون کا انتقال ہو گیا ہے، جو کہ فلاں علاقے میں رہتے ہیں۔''

پھر تحقیق سے ان کا انتقال اسی تاریخ میں معلوم ہوا۔

☆☆☆

فصل نمبر 102:

شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد کامل ترین ولی اور بزرگ تھے۔ ان سے کشف و کرامات بہت ظاہر ہوئے ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ جبل عرفات پر حاجیوں کے ساتھ دیکھے جاتے تھے اور بقر عید کے دن صبح کو بیت المقدس میں ہوتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 832 ہجری میں ہوا اور باب الرحمت میں دفن ہوئے ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 103:

شیخ شمس الدین محمد بن علی الحسینی البخاری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شمس الدین الحسینی البخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب ہیئت کے عالم اور عارف باللہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ زاہد، متورع اور زبردست جذبہ کے بزرگ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف میں قدم راسخ حاصل تھا۔ بخارہ میں ولادت ہوئی اسی لیے بخاری کہلائے۔

جب امیر تیمور نے شہر بروسا پر چڑھائی کی اور تاتاریوں نے شہر میں فساد برپا کیا تو لوگ ان کی خدمت میں فریاد لے کر آئے اور ظالموں کے دفیعہ کے لیے گریہ وزاری کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اس کے لشکر میں جاؤ اور تلاش کرو۔ ایک خستہ حال شخص ہے جو جانوروں کے نعل بناتا ہے۔''

Marfat.com

اور پھر اس کی ہیئت وشکل بیان کی اور فرمایا:

"جب تم اس کو پالو تو میرا سلام کہو اور میری طرف سے پیام دو کہ وہ اب یہاں سے چلے جانے کی فرمائش کرتا ہے۔"

لوگوں نے اس کو تلاش کیا۔جیسا جیسا حضرت نے بتایا تھا اسے ویسا ہی پایا اور اس کو حضرت والا کا پیام پہنچادیا۔اس نے کہا:

"میں بسر وچشم تعمیل کروں گا اور انشاء اللہ! کل ہم لوگ یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔"

اگلے روز امیر تیمور مع اپنے لشکر کے وہاں سے کوچ کر گیا اور اس طرح کہ اگلوں نے پچھلوں کا انتظار بھی نہیں کیا۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات شہر بروسا میں 833 ہجری میں ہوئی ہے۔وہیں مدفون ہوئے ہیں اور آپ کی قبر مشہور ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 104:

شیخ محمد بن حسن المعلم باعلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن حسن المعلم باعلوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کرامات اکابر اولیاء میں سے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ شہر تریم کے علاقہ حضر موت میں 850 ہجری میں تولد ہوئے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدعاء تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متوسلین کی ایک جماعت کے لیے دینی ودنیوی امور کی دعا فرمائی جن کو ان لوگوں نے حاصل کر لیا۔

سید عبداللہ ابن علوی بن محمد رحمۃ اللہ علیہ عبادات اور ریاضات میں بہت مجاہدے کیا کرتے اور فتوحات غیبیہ کا انتظار رکھتے تھے۔محمد بن حسن المعلم باعلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا:

"آخیر عمر میں حق تعالیٰ تم کو فتوحات غیبیہ سے نوازے گا۔"

پھر ایسا ہی ہوا جیسا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

ایک چور نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کھجور کے درختوں پر سے کچھ پھل چوری کر لیا تو اس کے

Marfat.com

بدن میں زخم ہو گئے اور اس قدر تکلیف کہ نیند حرام کر دی۔ صبح ہوئی وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں معذرت کے لیے حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"فلاں صاحب کی قبر پر جاؤ اور اس قبر کی مٹی اپنے زخم پر لگا لو۔"

اس نے ایسا کیا تو اچھا ہو گیا۔

مشہور ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو شیطان نے کچھ اذیت دینا چاہی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے اپنے کاموں میں خدمت لی۔ یہاں تک کہ اس نے کھجور کے درخت لگائے اور ان کو پانی سے سینچا۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اہل برزخ کے حالات کی بھی اطلاع رہتی تھی اور یہ ان میں کی ایک جماعت سے ملتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات شہر تریم کے علاقہ حضرت موت میں 854 ہجری میں ہوئی اور مقبرہ زنبیل میں دفن ہوئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 105:

شیخ محمد شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ مصری وشاذلی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مصر کے جلیل القدر مشائخ، سادات، عارفین طریق کے ارکان، اوتادوں کے صدر، اکابر آئمہ اور زبردست علماء میں سے ہیں۔ منجملہ ان بزرگوں کے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عالم وجود میں ظاہر فرما کر عالم تکوین میں تصرف عطا فرمایا۔ مغیبات سے گویا کیا۔ خرق عادات، قلب ماہیات دیا اور ان کے ہاتھوں پر عجائب کو ظاہر کیا۔ لوگوں نے ان کے حالات میں مستقل تالیفیں کی ہیں۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سیدی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ مع اپنی جماعت کے مصر سے روضہ تک پانی پر چلتے ہوئے عبور کر جاتے تھے، بزرگ لوگوں کے دلوں کے خیالات پر گفتگو فرمایا کرتے اور ہر شخص سے اس کے حال کے موافق خطاب فرمایا کرتے تھے۔"

Marfat.com

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے عرض کیا:

"ہم کو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے پہنچا ہے کہ انہوں نے اپنے متوسلین کے لیے ایک دن سکوت کا مقرر فرمایا تھا۔ اس سے یہ غرض ہے کہ آپ ہمارے واسطے ایسا کردیں۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"انشاء اللہ! کل کریں گے۔"

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور بغیر آواز اور حروف کے سری طریقہ سے تکلم فرمایا۔ حاضرین میں سے ہر شخص نے اپنا حصہ لیا اور ہر ایک کہنے لگا کہ میرے دل میں یہ یہ القاء فرمادیا اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ٹھیک کہتے ہو اور ہر شخص کو نصیحت حاصل ہوتی تھی۔

جب منکرین میں سے کوئی شخص اس مقررہ دن میں حاضر ہوتا تو بے قرار ہو جاتا' کپڑے پھاڑنے لگتا، زمین پر لوٹنے لگتا اور کہتا:

"خدا کی قسم! یہ معمولی نہیں ہیں۔"

اور آپ کے سلسلے میں داخل ہو جاتا تھا۔

شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ قیمتی اور فاخرہ لباس پہنتے تھے۔ ایک شخص نے جس کو اولیاء کے حالات کی شناخت نہیں تھی (غائبانہ) اعتراض کیا اور کہا:

"یہ بعید ہے کہ اولیاء اللہ ایسا لباس پہنیں جو بادشاہوں کے قابل ہے۔ اگر شیخ ولی ہیں تو مجھ کو یہ ہبہ دے دیں، تاکہ میں اس کو فروخت کر کے اپنے اہل وعیال پر خرچ کروں۔"

جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس مقررہ وقت سے فارغ ہوئے تو اس لباس کو اتار دیا اور فرمایا:

"یہ فلاں شخص کو دے دو کہ اس کو فروخت کر کے اپنے اہل وعیال پر خرچ کر لے۔"

اس شخص نے وہ لے لیا، فروخت کر دیا اور کہنے لگا:

"اللہ واسطے میری امداد ہوئی ہے۔"

پھر جب وہ آدمی دوسری بار آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ شیخ کے جسم مبارک پر وہی لباس ہے جو وہ بیچ کر آیا تھا۔ ہوا یوں کہ محبین میں سے کسی صاحب نے وہ لباس خرید لیا اور کہا کہ یہ تو شیخ ہی کے لائق ہے اور ہدیہ کر دیا۔

شیخ ابوالعباس سرسی کہتے ہیں کہ جب شیخ محمد شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ سے فارغ ہو کر نکلے تو بازار میں بیٹھ کر کتابیں فروخت کرنے لگے۔ کوئی بزرگ ان پر گزرے تو فرمایا:

''محمد! تم دنیا کے لیے نہیں پیدا کیے گئے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ دکان سے اتر کھڑے ہوئے، جو کچھ نقد اور کتابیں تھیں چھوڑ دیں اور پھر کبھی ان کے متعلق پوچھا بھی نہیں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خلوت پسند ہوئی۔ سات سال خلوت میں رہے اور خلوت خانہ سے جو زمین کے نیچے تھا باہر نہ آئے۔ خلوت خانہ میں جب داخل ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر چودہ سال کی تھی۔ جب میں (شیخ ابوالعباس) ان کے پاس آتا اور یہ خلوت میں ہوتے تو دروازہ پر کھڑا ہو جاتا تھا اور اگر فرماتے: ''آجاؤ!'' تو اندر آتا اور اگر خاموش رہتے تو لوٹ جاتا۔ ایک دن میں بلا اجازت اندر چلا گیا تو میری نظر ایک بڑے زبردست شیر پر پڑی، میں بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو میں نے بلا اجازت داخل ہونے سے استغفار کیا۔

ابوالعباس کہتے ہیں کہ یہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ خلوت خانہ سے اس وقت تک باہر نہیں آئے جب تک ہاتف نے تین بار یہ نہیں کہہ دیا:

''محمد! نکلو اور لوگوں کو فائدہ پہنچاؤ۔''

اور تیسری بار کہا:

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھ لیا کہ دوری کے بعد پھر بے تکلفی ہے۔

شیخ محمد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں اٹھا اور حجرہ کی طرف نکل آیا تو حوض پر ایک جماعت کو وضو کرتے دیکھا۔ کسی کے سر پر زرد عمامہ ہے، کسی کے سر پر نیلا' کسی کا چہرہ بندر کا کسی کا مور کا اور کسی کا چاند سا ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کے انجاموں پر مطلع فرمایا ہے۔ میں پچھلے پاؤں لوٹ گیا اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا (دعا کی کہ یہ کشف زائل ہو جائے) حق تعالیٰ

Marfat.com

نے جو لوگوں کے حالات مجھ پر منکشف فرما دیئے تھے مستور کر دیئے اور میں بھی اور لوگوں کی طرح ہو گیا۔

شیخ کے خلوت خانہ میں ایک توت کا درخت بویا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے دل میں آیا کہ اس سے باتیں کروں۔ میں نے اس سے کہا:

''اے توت! کوئی بات بیان کر۔''

اس نے بلند آواز سے کہا:

''لوگوں نے مجھے بویا پھر پانی دیا۔ جب پانی دیا تو میں جڑ پکڑ گیا۔ جب پکڑ گیا تو شاخ دار ہو گیا۔ جب شاخیں آ گئیں تو پتے نکل آئے۔ جب پتے نکل آئے تو پھل دار ہو گیا۔ جب پھل آ گیا تو لوگوں کو کھلانے لگا۔''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'' اس کی بات میرے سلوک کا درس ہو گئی اور جو کچھ توت نے کہا تھا الحمدللہ! مجھے حاصل ہو گیا (خلوت میں بیٹھے ذکر و شغل کیا، آثار و انوار پیدا ہوئے، تجلیات ہوئیں، نسبت کی تکمیل ہوئی اور رسوخ ہوا تو پھر خدمت خلق ہونی چاہیے، اس لیے خدمت خلق کا وقت آ گیا اور بحمد للہ سب امور کی تکمیل ہو گئی)۔''

سید علی بن وفا رحمۃ اللہ علیہ ایک دن ایک ولیمہ میں تھے۔ لوگوں نے کہا:

''ولیمہ کی تکمیل جب ہو گی کہ شیخ محمد شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائیں۔

صاحب ولیمہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ تشریف فرما ہو گئے اور فرمایا:

''یہاں مشائخ میں سے کون کون ہیں۔؟''

صاحب ولیمہ نے عرض کیا:

''سید علی بن وفا اور ان کی جماعت ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جاؤ اور ان سے میرے حاضر ہونے کی اجازت لو، کیونکہ فقراء کا ادب یہ ہے کہ جب وہاں کوئی بڑا شخص ہوتا ہے تو بغیر اس کی اجازت کے نہیں آتے۔''

Marfat.com

سید علی بن وفا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اجازت دے دی، ان کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور اپنے پاس بٹھایا۔ باہم گفتگو ہونے لگی۔ میں نے ان سے کہا:

"تم اس شخص کے باب میں کیا کہتے ہو جس کے ہاتھ میں عالم وجود کی چکی ہو کہ جس طرح چاہے اسے گھمائے۔؟"

شیخ محمد شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"آپ اس شخص کے باب میں کیا کہتے ہیں کہ جو اس چکی پر ہاتھ رکھ دے اور اس کو گھومنے سے روک دے۔؟"

سید علی بن وفا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"خدا کی قسم! ہم اس کو تمہارے لیے چھوڑ دیں گے اور اس سے چلے جائیں گے۔"

شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سید علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت سے کہا:

"تم لوگ اپنے شیخ کو رخصت کر لو، کیونکہ وہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی طرف انتقال کر جائیں گے۔"

پھر واقعہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ انہوں نے فرمایا تھا۔ شیخ محمد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے رات میں ایک ہاتف کو کہتے سنا:

"محمد! ہم نے تم کو اس کا بھی حاکم بنا دیا جو علی بن وفا کے قبضہ میں تھا اور یہ اس پر اور زیادہ ہے جو تمہارے قبضہ میں تھا۔"

شیخ محمد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ ان کی وفات کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ میں نے فقراء میں سے ایک شخص کو بھیجا کہ محلہ عبدالباسط میں سید علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکان دریافت کرے۔ اس نے وہاں ایک رونے والے کو پایا جس نے کہا:

"ان کی وفات ہو گئی ہے۔!"

شیخ شمس الدین بن کتیلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلی شہرت جس سے شیخ محمد شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہو گئے یہ تھی کہ شاہ فرج بن برقوق لوگوں پر تیر چلا رہا تھا اور شیخ ان کو روک دیتے تھے۔ اس نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے آدمی بھیجا اور سخت و سست کہا اور کہا:

Marfat.com

"ملک میرا ہے۔!"

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"نہ میرا، نہ تمہارا، ملک اللہ واحد وقہار کا ہے۔!"

پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ بددل ہو کر کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد بادشاہ کی آنتوں میں ورم ہو گیا اور قریب ہلاکت ہو گیا۔ طبیبوں سے دوڑ دھوپ کرائی۔ سب عاجز ہوئے تو خواص میں سے کسی دانشمند نے کہا:

"یہ حضرت شیخ کی بددلی کی وجہ سے ہے۔"

بادشاہ نے کہا:

"ان کی خدمت میں کسی کو بھیجو کہ ان کا دل خوش کرے۔"

امراءِ درباران کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو مصر سے باہر مطریہ کے نواح میں پایا۔ بادشاہ کے یاد کرنے کی اطلاع پیش کی، مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ملنا منظور نہ فرمایا۔ لوگ ان کے اور بادشاہ کے درمیان بیانات پہنچاتے رہے حتیٰ کہ آپ کو رحم آ گیا اور بادشاہ کے واسطے ایک روٹی زیتون کے تیل میں مالیدہ کی ہوئی بھیج دی اور ان لوگوں سے فرمایا:

"بادشاہ سے کہہ دو کہ یہ کھالے اچھا ہو جائے گا۔ پھر بے ادبی نہ کرنا، ورنہ تمہاری گوشمالی کی جائے گی۔"

ایک بار شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امیر ہسیق نے روپوں کا ایک ڈھیر بھیجا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کرسی پر بیٹھے تھے، اس میں سے مٹھیاں بھر بھر کر لوگوں کی طرف پھینکنے لگے اور اسے قاصد کے سامنے ختم کر دیا۔ گویا اس کو دکھلا دیا کہ فقراء اس سے مستغنی ہیں اور یہ کہ اگر یہ لوگ دنیا سے محبت کرتے ہوتے تو تمام لوگوں سے بڑھ کر ان کو یہ درجہ حاصل نہ ہوتا۔ جب امیر کو یہ واقعہ پہنچا، وہ حاضر ہوا اور دست بوسی کی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اس کنوئیں پر جاؤ اور یہ حوض پانی سے بھرو۔ اس کا ثواب قیامت تک تمہارے نامہ اعمال میں درج ہوگا۔"

امیر نے اچکن وغیرہ اتار دی اور ڈول بھرا تو بہت بھاری تھا۔ بڑی مشقت سے اوپر

Marfat.com

تک لایا تو اشرفیوں سے لبریز پایا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ماجرا عرض کیا تو آپ رحمۃ اللہ نے فرمایا:

''اس کو کنوئیں میں الٹ دو اور پھر بھرو۔''

اس نے دوبارہ سہ بار بھرا تو ایسے ہی ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کنوئیں سے کہہ دو کہ ہم کو تو پانی ہی کی ضرورت ہے۔''

تب ان امیر کی نظر میں وہ مال حقیر ہوا جو انہوں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔

فقراء نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے وضو کے لیے ہضمی نالی کی درخواست کی۔ آپ نے اپنی لکڑی زمین میں گاڑی اور فرمایا:

''یہ ہضم نالی ہے۔''

تو اس میں اب تک وضو کا پانی اتر جاتا ہے اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں جاتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مالکی قاضی امتحان کے لیے آئے۔ لوگوں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا:

''یہ قاضی صاحب امتحان کے لیے آرہے ہیں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اگر وہ مجھ سے کچھ پوچھ سکا تو میں سجادۂ فقراء پر بیٹھنا چھوڑ دوں گا۔''

جب قاضی صاحب آئے تو پوچھنے لگے:

''آپ کیا فرماتے ہیں اس میں..............''

اور خاموش ہو گئے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جی؟''

غرض کئی دفعہ ایسے ہی کہا اور آگے کچھ نہ کہہ سکے۔ پھر قاضی صاحب نے عرض کیا کہ میں ایک سوال کرنا چاہتا تھا مگر اب بھول گیا۔ پھر استغفار کی اور عہد کیا کہ فقراء پر انکار و اعتراض نہ کیا کریں گے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت یہ تھی کہ جب آپ قاہرہ میں سے کسی مرید کو جو ریف کے

منتہاء پر ہوتا پکارتے تھے تو وہ جواب دیتا تھا۔ پھر اگر فرماتے:

"آؤ!"

تو وہ آجاتا تھا۔ یا فرماتے تھے یہ کرو تو وہ کر لیتا تھا۔

ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غربی علاقہ کے قطور کے شہروں میں سے کسی شہر میں ابوطاقہ کو آواز دی۔ اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز سن لی اور قاہرہ حاضر ہو گیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہوا میں اڑنے والے بزرگ حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کو ادب سکھاتے تھے اور وہ پھر ہوا میں اڑ جاتے تھے۔ لوگ ان کو ہوا میں اڑتا اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو جاتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ دریائی لوگوں سے بھی ملاقات کرتے تھے۔ کپڑوں سمیت سمندر میں گھس جاتے تھے۔ بہت دیر تک وہاں رہتے اور نکل آتے تھے، مگر کپڑے نہ بھیگتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے امام کو یہ واقعہ پیش آیا کہ جب وہ نماز کو چلے تو راستہ میں ایک حسین عورت نظر پڑی۔ انہوں نے اسے دیکھ لیا۔ جب خانقاہ پہنچے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ پھر جب دوسری نماز کا وقت آیا، پھر دوسرے شخص کو فرما دیا۔ پانچ نمازوں تک ایسا ہی کیا۔ جب ان کو متنبہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی بدنگاہی پر مطلع فرما دیا ہے تو انہوں نے استغفار کیا اور توبہ کی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔؟"

ایک بار مصر میں ایک بزرگ جو اولیاء میں سے تھے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل کئے بغیر داخل ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حالات سلب کر لیے۔ انہوں نے استغفار کیا اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس معذرت کے لئے آئے۔ تب شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حالات واپس فرمائے اور یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ ان کے پاس ایک توسا تھا جس وقت جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی وہ اس میں ہاتھ ڈالتے اور وہی چیز اس میں سے نکال لیا کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات مختلف حالتیں بدل لیتے تھے۔ یہاں تک کہ کبھی اتنے بڑھتے کہ سارے حجرہ کو اپنے اعضاء سے پر کر دیتے تھے اور کبھی چھوٹے ہوتے ہوتے اپنی اصلی حالت پر آجاتے۔ لوگوں کو اس حالت کا علم ہوا تو آپ نے وہ روشندان جو حجرہ میں تھا

Marfat.com

،بند کردیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب کسی سے بگڑتے تھے تو اس کو بالکل تباہ کر ڈالتے تھے، اگرچہ وہ کسی بڑے سے بڑے ولی اللہ سے وابستہ ہوتا۔ اس پر جو بلا نازل ہوتی اسے کوئی دفع نہیں کرسکتا۔ جیسے ابن تمار وغیرہ کا واقعہ ہوا کہ انہوں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو کسی سفارش کے قصہ میں برا کہا اور یہ ایک شیخ سے وابستہ تھا جو بڑے اولیاء میں سے تھے اور بسطامی کہلاتے تھے۔ شیخ محمد شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ہم نے ابن التمار کو تباہ کر ڈالا۔ چاہے اس کے ساتھ ایک ہزار بسطامی کیوں نہ ہوں۔''

بادشاہ نے آدمی بھیجے اور ابن التمار کا گھر گرادیا۔

ایک امیر نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ برائی کا قصہ کیا کہ آپ کے سامنے ایک زہریلے برتن میں کھانا رکھا اور پیش کردیا۔ آپ کے برتن میں کسی کو ساتھ کھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آپ نے اس میں سے کچھ تھوڑا سا تناول کیا۔ پھر اُٹھ کر خانقاہ تشریف لے گئے۔ برتن مل جل گئے۔ اس امیر کے دو لڑکے آئے، انہوں نے شیخ والے برتن کو صاف کیا۔ یہ تو دونوں مر گئے اور شیخ کو زہر نے کچھ نقصان نہ پہنچایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک امیر کے پاس جس کو ٹکر باز کہا جاتا تھا ایک سفارش کی۔ اس امیر کا یہ حال تھا کہ جو شخص اس سے ٹکر لیتا تھا یہ اس کا سر توڑ دیتا تھا اور شاہ ملک الاشرف برسبائی کے دربار میں غلاموں سے ٹکر لیتا تھا۔ اس نے قصد سے یہ کہا:

''اپنے شیخ سے کہہ دینا کہ خانقاہ میں بیٹھے رہیں اور مجھ سے مڈبھیڑ نہ کریں۔ ورنہ! میں ایسے ٹکر لگاؤں گا کہ ان کا سر توڑ دوں گا۔''

قاصد نے آکر شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کردیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب رات ہوئی تو اس امیر نے سر کھولا اور دیواروں میں ٹکریں مارتا مارتا مر گیا۔ بادشاہ کو خبر پہنچی تو کہنے لگا:

''اس کو شیخ محمد شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے قتل کر ڈالا۔''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک نیک باندی تھی اس کا نام برکت تھا۔ آپ نے اس کو آزاد

Marfat.com

کر دیا، آزادی نامہ لکھ کر دے دیا اور فرمایا:

''اس کی کسی کو خبر نہ کرنا۔''

اس نے گھر والوں کو اس کی خبر کر دی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جا! اور فلاں جگہ بیٹھ جا۔!''

وہ نہ سمجھی کہ شیخ کا مقصد کیا ہے۔ اس لیے گئی اور بیٹھ گئی۔ جب وہاں سے اٹھنا چاہا تو پھر اٹھ کھڑی ہوئی مگر چل پھر نہ سکی۔ پھر اس نے دوسرے لوگوں سے کہا:

''تم شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے چلنے پھرنے کی اجازت لے دو۔''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اس نے صرف اٹھ کھڑے ہونے کی درخواست کی تھی اور تیر جب کمان سے نکل جاتا ہے پھر نہیں لوٹتا۔''

پھر وہ مرنے تک اپاہج ہی رہی۔

آپ جنوں کو حنفی مذہب کا درس دیا کرتے تھے۔ ایک روز کسی کام کی وجہ سے مشغولی ہو گئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے داماد سید عمر کو بھیج دیا۔ اس دن سید عمر نے ان کو شیخ کے گھر میں پڑھایا۔ یہ سید عمر کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک جن عورت نے شادی کرنا چاہی۔ میں نے سید محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ہمارے مذہب میں یہ جائز نہیں ہے۔''

جب میں اس کے ساتھ زمین کے نیچے گیا تو اس نے اپنے بادشاہ کے سامنے یہ قصہ پیش کیا۔ بادشاہ نے کہا:

''جو سید محمد نے کہا ہے میں اس پر اعتراض نہیں کر سکتا۔''

پھر بادشاہ نے وزیر سے کہا:

''شیخ کے داماد سے اس ہاتھ سے مصافحہ کرو جس ہاتھ سے تم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا تھا تا کہ پھر یہ اس ہاتھ سے سید محمد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کر لیں اور ان کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصافحہ کے وقت کے درمیان آٹھ سو سال کا فاصلہ ہو جائے۔''

بادشاہ نے پھر اس جن عورت سے کہا:

''ان کو اسی جگہ پہنچا آؤ جہاں سے لائی ہو۔''

ابن البارزی نے ایک دن دیکھ لیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے پر سوار ہیں اور امراء کی ایک جماعت جلو میں ہے۔ اس نے اس پر انکار کیا اور کہا:

''یہ اولیاء کا طریقہ نہیں۔!''

ناظر خاص نے اس سے کہا:

''اعتراض نہ کرو! کیونکہ اولیاء کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔''

ابن البارزی نے کہا:

''میں ضرور کسی کو بھیج کر یہ کہلاؤں گا۔''

جب قاصد حاضر ہوا اور حضرت کو یہ پیام پہنچایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اپنے آقا سے کہہ دینا کہ تم ہمیشہ کے لیے معزول کر دیئے گئے۔''

شاہ مؤید باللہ نے اس کے پاس قاصد بھیجا اور فرمان دیا کہ تم اپنے گھر بیٹھو اور پھر وہ معزول ہی رہا یہاں تک کہ اسی بادشاہ نے اس کو قتل کر دیا۔

ابن کتیلہ نے محلہ کے اکابر میں سے کسی کے پاس سفارش بھیجی تھی۔ اس نے جواب دیا:

''اگر ابن کتیلا فقراء میں سے ہیں تو حکام سے سروکار نہ رکھیں اور اگر ابن کتیلہ باز نہ آئے تو میں ان کے پیٹ کی آنتیں کاٹ ڈالوں گا۔''

ابن کتیلہ کو اس سے رنج ہوا اور کہلا بھیجا:

''میں شیخ محمد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کروں گا۔''

اس نے کہا:

''ان کے بھی پیٹ کی آنتیں کٹ جائیں گی۔''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے فقراء کی ایک جماعت کو بھیجا اور فرمایا:

''جب محلہ میں پہنچیں تو اس ظالم کے گھر پر بھی گزریں اور ذکر کی آواز بلند کریں۔''

Marfat.com

ان صاحبان نے ایسا ہی کیا تو اس شخص کو قے ہونے لگی اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلنے لگیں اور آخر مر گیا۔

آپ خربوزہ کا کچھ حصہ لیتے، اسے کاٹتے اور اس سے کئی طباق بھر دیتے تھے اور ہر طباق میں دوسرے سے مختلف ہوتا تھا۔ سبز خربوزہ میں زرد قاشیں کاٹ لیتے تھے۔ دیکھنے والوں کی عقلیں حیران رہ جاتی تھیں۔

ابن کتیلہ کہتے ہیں کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب نماز پڑھتے تھے تو ان کی داہنی جانب چار روحانی اور چار جسمانی (اجسام) نماز پڑھتے تھے، جن کو سوائے شیخ اور چند خواص کے اور کوئی نہیں دیکھتا تھا۔

نیل کے دریائی آدمی آپ کی زیارت کے لیے روضہ میں آپ کے مکان پر آیا کرتے تھے اور لوگ ان کو دیکھتے تھے۔ آپ کی صاحبزادی ام الحاس کہتی ہیں کہ ایک بار یہ لوگ زیارت کو آئے، سبز چادریں اور نہایت پاکیزہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے مغرب کی نماز آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پڑھی اور کپڑوں سمیت دریا میں گھس گئے۔ میں نے عرض کیا:

"حضرت! پانی میں ان کے کپڑے نہیں بھیگتے۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور فرمایا:

"یہ لوگ دریا ہی میں رہنے والے ہیں۔"

ایک مرتبہ ایک شخص آدھی رات کو آیا اور رقاعہ کے گھروں کے پاس کھڑا ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"کون ہے۔؟"

اس نے عرض کیا:

"چور۔!"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"کیا چوری نہیں کرتے اور اپنے کام میں نہیں لگتے۔؟"

اس نے عرض کیا:

"میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں اور میں نے رات میں آپ سے باتیں کیں (

Marfat.com

عشاء کے بعد باتیں کرنے کو منع فرماتا ہے میں نے بعد عشاء رات میں آپ سے بات کر کے آپ کا حرج کیا اور جس ممانعت کا ارتکاب کیا ہے اس کی معافی چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔)"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"آ جاؤ اور ڈرو مت۔"

پھر اس نے توبہ کی اور اس کی توبہ بہت اچھی تو یہ رہی تا وفات شیخ کی خانقاہ میں رہا۔

ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے متوسلین میں سے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ قاہرہ کے گلی کوچوں میں اور بازاروں میں بلند آواز سے ندا دو:

"اے مسلمانو! تم کو شیخ محمد حنفی حکم دیتے ہیں کہ پانچوں اور خصوصاً عصر کی نماز کی پابندی کیا کرو۔"

آپ کا یہ اعلان تمام شہروں میں مشہور ہو گیا کہ شیخ نے اس کا حکم دیا ہے۔ سننے والوں میں سے کسی نے منادی کرنے والے پر اعتراض کیا:

"یہ شیخ حنفی کا حکم نہیں ہے یہ تو حق تعالیٰ جل شانہ کا حکم ہے۔"

وہ درویش شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں واپس آیا اور واقعہ عرض کیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے۔ تیسرے روز منادی کرنے والا اعلان کے لیے گیا تو جب اس دکان پر پہنچا جہاں ان لوگوں کا مجمع رہتا تھا تو ایک شخص نے کہا:

"ایک شیخ! اے حنفی! اللہ کے لیے رحم کرو۔ جس شخص نے اس روز وہ اعتراض کیا تھا آج رات مر گیا۔"

منادی والا شیخ کی خدمت میں واپس آیا اور اس کی اطلاع دی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جو کچھ میں نے کہا ہے اب کسی سے مت کہنا۔ (وہ اعلان اب نہ کرنا)۔"

ایک مرتبہ ایک درویش حاضر خدمت ہوا۔ اس نے آپ کا لباس وہ دیکھا جو بادشاہوں کے مناسب حال تھا۔ عرض کیا:

"حضرت! آپ کا جو طریقہ ہے آپ نے کس سے حاصل کیا ہے؟ اولیاء کی

Marfat.com

شان تو ژولیدہ حالی اور موٹا، پھٹا اور سخت لباس پہننا ہے۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"تمہارا اس سے مقصود کیا ہے۔؟"

اس نے عرض کیا:

"آپ یہ لباس جو بدن مبارک پر ہے اتار دیں اور یہ جبہ (جو میرے پاس ہے) پہن لیں۔ پھر ہم دونوں قرافہ چلیں۔"

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمالیا اور دونوں چل دیئے۔ راہ میں ایک امیر نے شیخ کو دیکھا، پہچان لیا، وہ گھوڑے سے اتر پڑا اور جو خود لباس پہنے ہوئے تھا اتار کر پیش کیا اور شیخ کو خدا کی قسم دی کہ اسے قبول فرمالیں۔ پھر وہ اور اس کے خدام شیخ کے ساتھ ہوئے اور خانقاہ تک پہنچا گئے۔ تب شیخ نے ان درویش سے فرمایا:

"بیٹا! دیکھا ہم میں کیا چیز (ہم کیا ہیں) کہ اپنی رائے سے کوئی لباس اختیار کریں۔ جب ایسا منظور ہے تو ایسا ہی پہنیں گے۔ ہماری کیا مجال ہے کہ ہم اس سے انکار کریں اور اس کو اختیار کریں۔؟ جو منظور ہوگا تو اسی پر راضی ہیں۔ انکار اور خودرائی گستاخی ہے۔ اگر تم بزرگوں کی اولاد میں نہ ہوتے تمہارے لیے یہ اچھا نہ ہوتا۔"

ان درویش نے توبہ کی استغفار کیا اور پھر تا وفات شیخ کی خدمت میں رہے۔

جب کوئی شخص کچھ مال شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے چھپاتا تو وہ جاتا رہتا تھا اور صرف وہ باقی رہ جاتا تھا جس کا ان کے سامنے اعتراف کر لیتا تھا (اگر کوئی مال اس کے پاس ہوتا تھا اور وہ ان سے چھپا کر ان سے کچھ مانگتا تو وہ مال جاتا رہتا تھا)۔

شیخ جب قرمغہ (قبرستان) کی زیارت کو تشریف لے جاتے تو اہل قبور کو سلام کرتے اور اہل قبور ایسی آواز سے جواب دیتے تھے کہ ساتھ کے لوگ سن لیتے تھے۔

جب مقاصد صعید کے درویش لوگ آئے جن میں فرغل بن احمد بھی تھے اور یہ لوگ مقام صعیہ کے امیر ابن عمر کی سفارش کے لیے آئے تھے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ان لوگوں کا کام انجام نہ پائے گا، کیونکہ یہ لوگ بے ادبی کے طریقہ پر آئے

Marfat.com

ہیں اور اس شہر کے منتظم سے اجازت نہیں لی۔"

پھر بات ایسے ہی ہوئی جیسے فرمائی تھی۔ جب یہ لوگ فرغل صاحب کو لے کر بادشاہ کے یہاں پہنچے تو انہوں نے بادشاہ سے کہا:

"آپ ہی اس شہر کے ذمہ دار ہیں۔"

اس نے ان کو چونکہ یہ مجذوب تھے کوئی جواب نہ دیا۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب کسی شریر گھوڑے پر ہاتھ رکھ دیتے تھے تو وہ شرارت سے باز آ جاتا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام بار بار شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کی داہنی جانب بیٹھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوتے تو کھڑے ہوتے جاتے اور حجرہ میں جاتے تو حجرہ کے دروازہ تک پہنچاتے تھے۔ آپ کی وفات 847 ہجری میں ہوئی ہے۔ آپ کی قبر برکتوں میں مشہور ہے اور لوگ زیارت کے لیے آتے ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 106:

شیخ محمد بن حسن اخمیمی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن حسن بڑے عارفین میں سے ہیں۔ آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی عطا فرمائی جس میں سے کچھ تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھا لی اور کچھ اپنی برابر میں رکھ لی۔ جب بیدار ہوئے تو روٹی برابر میں موجود پائی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

"حق تعالیٰ نے مجھے تمام چیزوں کے ذکر کی حقیقتیں بتا دیں۔ یہاں تک کہ میں نے درختوں اور پتھروں کو مختلف الاذکار میں دیکھا ہے۔"

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 107:

شیخ محمد بن عیسیٰ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عیسیٰ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ بڑے ولی اور کشف وکرامات والے شیخ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لڑکا اہل دیہات کے معمول کے موافق ایک دعوت میں لوگوں کے ساتھ تلوار کھیل رہا تھا۔ اتفاق سے تلوار ایک شخص کی آنکھ میں لگ گئی اور آنکھ نکل پڑی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی آنکھ، آنکھ کی جگہ پر رکھ کر لعاب لگا دیا تو ویسی ہی ہو گئی جیسی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد بنائی تو ایک معمار گردن کے بل گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ لوگ اس کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لعاب مبارک لگا دیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور پھر زندہ رہا۔

جب لوگ بارش کے باب میں آپ کے سر ہو جاتے تھے تو فوراً بارش ہو جاتی تھی۔

فصل نمبر 108:

شیخ محمد بن عمر بن احمد شیخ شمس الدین الواسطی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عمر واسطی الاصل ہیں، پھر عمری محلی ہو گئے۔ آپ شافعی ہیں، بڑے امام، مشہور صوفی، اکابر ادباء، صاحب تالیفات نافعہ وکرامات عالیہ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ قندیلوں کو گل کر کے سوتے تھے۔ پھر ان کو اشارہ کرتے تو سب روشن ہو جاتیں۔

احمد نخال آپ کے پاس آئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سات آنکھیں دیکھیں۔ ان کو غش آ گیا۔ جب ہوش میں آئے تو شیخ نے فرمایا:

"جب آدمی کامل ہو جاتا ہے تو دنیا کی اقلیموں کی تعداد کے موافق اس کی سات آنکھیں ہو جاتی ہیں۔"

آپ کی وفات شعبان 849 ہجری میں ہوئی اور مقام محلہ میں اپنی مسجد میں دفن ہوئے۔

Marfat.com

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب سلمان چقمق نے ابن عمر امیر مصر کے پیچھے پولیس کا دستہ بھیجا اور وہ اس کو بیڑیاں پہنا کر لانے لگے تو ایک گدھے باندھنے والی محل نامی عورت کے گدھے نے جو مقام صعید میں ان بزرگ محمد الواسطی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں سے تھا، ٹھوکر کھائی۔ اس نے کہا:

''اے محمد! حضرت غمری (میری دستگیری کیجئے)''

ابن عمر نے سنا تو پوچھا:

''یہ کون بزرگ ہیں۔؟''

اس نے جواب دیا:

''میرے شیخ ہیں۔''

ابن عمر نے کہا:

''پھر دوسرا میں ہوں کہ ان کی دستگیری چاہتا ہوں۔ اے حضرت محمد غمری مجھ پر توجہ فرمایئے۔''

شیخ نے محلہ میں اس کی آواز سن لی۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کرنے والے شیخ شہاب الدین نخال کہتے ہیں کہ شیخ نے تین گدھے طلب فرمائے اور فرمایا:

''سوار ہولو۔!''

ہم شیخ کے ہمراہ سوار ہولیے اور قاہرہ چل دیے۔ شیخ بادشاہ کے محل کے نیچے جا کر بیٹھ گئے اور خوب غور سے دیکھنے لگے۔ لوگ ابن عمر کو بیڑیاں پہنائے قلعہ کی طرف لے جا رہے تھے۔ آپ نے ابن النخال سے فرمایا:

''تم اس شخص کے پیچھے پیچھے جاؤ! جب تم بادشاہ کو دیکھو کہ وہ ناراض ہونے لگے اور اس کے قتل کا حکم دے دے تو تم شہادت کی انگلی کو انگوٹھے کے اوپر رکھ کر اس پر حملہ کر دو تو جس قدر لوگ اس مجمع میں ہوں گے سب کے سانس رکنے اور گلے گھٹنے لگیں گے یہاں تک کہ بادشاہ کا بھی۔''

ابن النخال اس کے پیچھے پیچھے ہوئے۔ جب بادشاہ ناراض ہوا تو انہوں نے جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا کیا۔ بادشاہ چلایا:

Marfat.com

"چھوڑ دو! چھوڑ دو اور اس کو انعام دو۔!"

پھر اس کی تمام جماعت نے زعفران لگائی، ابن النخال چلے آئے اور شیخ سے عرض کیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اب سوار ہو جاؤ! یہاں سے چلو کہ اب حاجت پوری ہو چکی۔"

وہاں ایسا کوئی نہ تھا جو ابن عمر کو یہ واقعہ اور شیخ کی تشریف آوری بتاتا۔ غرض شیخ محلہ میں لوٹ آئے اور فرمایا:

"معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اس لیے تم میں سے کسی کو اس کی اجازت نہیں ہے کہ میری زندگی میں اس واقعہ کو کسی سے کہہ دے۔"

شیخ محمد بن عمر الواسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ احمد زاہد کسی کو اس وقت تک سجادہ پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے تھے جب تک اس سے کرامت ظاہر نہ ہو جاتی تھی اور میری کرامت یہ تھی کہ میں ایک دفعہ روشنی گل کر کے سویا تھا پھر میں نے قندیلوں کو اشارہ کیا تو سب کے سب روشن ہو گئے۔

ایک دفعہ چوروں نے ان کے قتل کی متفقہ سازش کی، کیونکہ یہ اکثر ان کو منع کرتے رہتے تھے۔ ایک رات وہ سب آئے اور خانقاہ کا دروازہ توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنی جماعت سے فرمایا:

"سوائے میرے اور کوئی باہر نہ جائے۔"

پھر جب آپ کی نظر ان چوروں پر پڑی تو سب نے توبہ کی اور ہتھیار ڈال دیئے۔

شیخ زکریا نے بیان کیا ہے:

"ایک مرتبہ میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے میں اچانک بلا اجازت جا پہنچا تو ان کو حجرہ کی چھت کے قریب خلاء میں دوزانو بیٹھے دیکھا۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 850 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 109:

شیخ محمد بن صدقہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن صدقہ رحمۃ اللہ علیہ مجذوب، چیخنے چلانے والے، ولی اور صاحب کشف تھے۔ کمال الدین آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے دن قاضی القضاۃ ابن حجر کے مکان پر ان کے برسر عہدہ ہونے کے زمانہ میں آئے اور یہ معزول ہونے سے کچھ پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ لوگوں کے درمیان درگاہ میں بیٹھے اور سب دروازے بند کرادیئے اور جس قدر خادم تھے سب کو باہر نکال دیا۔ قاضی القضاۃ گھر سے باہر آئے اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔ انہوں نے ان سے کچھ مانگا تو انہوں نے جیب سے ایک اشرفی نکال کر دے دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اور!"

تو انہوں نے ایک اور دے دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اور!"

تو انہوں نے اور دے دی۔ یہاں تک کہ چھ یا سات ہو گئیں اور ان کی جیب میں اس وقت یہی تھیں۔ جب سب ان کے ہاتھ میں آ گئیں، تو انہوں نے ان کو اپنی ہتھیلی میں گھمایا اور پہرہ دار کے بچے کو دے دیں۔ پھر اس سے زور دے کر واپس لیں اور زور زور سے چیخیں مارتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی صاحب کو یہ کہہ کر لوٹا دیں:

"ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ۔"

اور بار بار چیختے اور یہ ہی کہتے رہے۔ یہاں تک کہ قاضی صاحب کا رنگ فق ہو گیا اور ان کے چیخنے سے کانپنے لگے۔ آپ یہی کہتے رہے:

"ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ۔"

وہ اٹھ گئے اور گھر میں چلے گئے۔ پھر اس کے بعد فوراً ہی معزول کر دیئے گئے اور اس واقعہ کے بعد اتنے ہی دن زندہ رہے جتنی وہ اشرفیاں تھیں جو انہوں نے لوٹا کر دیں۔ چھ یا سات نہ کم نہ زیادہ۔

Marfat.com

ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی حاجت کا سوال کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یہ پچاس اشرفیوں پر موقوف ہے۔"

اس شخص نے وہ اشرفیاں ان کے پاس بھجوادیں۔ جب قاصد اشرفیاں لے کر ان کے پاس پہنچا تو یہ باب الکاعلیہ پر بیٹھے تھے۔ اس کے پہنچتے ہی حکم دیا کہ فلاں عورت کو جو سڑک پر جارہی ہے اور تم اس کو پہچانتے بھی نہیں ہو، دے آؤ۔ اس نے دے دیں۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس عورت کا لڑکا اس قدر روپیہ کے عوض میں نہ کم نہ زیادہ قید میں تھا۔ ایسے شخص کے پاس قید تھا جس سے رحم کی کوئی توقع نہ تھی اور اس کے ہلاک ہونے کا اندیشہ تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات مصر میں 854 ہجری میں ہوئی ہے اور قرافہ کبریٰ میں شیخ ابوالعباس خراز کی قبر کے برابر دفن ہوئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 110:

شیخ محمد بن احمد فرغل رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن احمد فرغل رحمۃ اللہ علیہ صعیہ کے رہنے والے بڑے اولیاء اور بے مثال اصفیا میں سے ہیں۔ ایک عورت کو "مین" نامی پھل کا اشتیاق تھا اور وہ مصر میں نہیں ملتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چوبدار سے فرمایا:

"خیر! اس حجرہ میں جاؤ! حجرہ کے اندر تم ایک درخت پاؤ گے۔ اس پر سے اس کو پانچ مین پھل توڑ کر لادو۔"

وہ گیا تو واقعی مین پھل کا درخت پایا اور اس سے پانچ توڑ لایا۔ پھر جو اس کے بعد حجرہ میں گیا تو وہاں درخت نہ تھا۔

ایک دن شیخ الاسلام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مصر میں ان کے پاس سے گزرے جبکہ وہ قاضی عمر کی اولاد کی سفارش کے لیے آئے تھے۔ ان پر انکار کے طریقہ پر اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا اور ان کو ولی بناتا تو ان کو علم دیتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"قاضی! ٹھہر جاؤ۔!"

Marfat.com

وہ ٹھہر گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو پکڑا اور لگے مارنے ان کے منہ پر چپت مارتے جاتے تھے اور کہتے تھے:

"ہاں! مجھے بنایا ہے اور تجھے علم بھی دیا ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک پادری آیا اور زرد رنگ کے خربوزہ کا اشتیاق ظاہر کیا۔ موسم اس کا نہ تھا، مگر آپ نے لا دیا اور فرمایا:

"اپنے پروردگار کی عزت کی قسم! کوہ قاف کے نیچے سے مل سکا ہے۔"

خمیر چوبدار کی لڑکی کو ایک ناکو نگل گیا تو وہ روتا پیٹتا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اس جگہ جہاں اس نے لڑکی کو نگل لیا ہے، جاؤ اور بلند آواز سے کہو:

"اے ناکو! آ اور فرغل سے جوابدہی کر۔"

جب اس نے یہ کلمات کہے تو ناکو سمندر سے نکلا۔ وہ ایک جہاز کی طرح جا رہا تھا۔ مخلوق اس کے آگے سے داہنے بائیں کو دتی جاتی تھی۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کے دروازہ پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوہار کو حکم دیا کہ اس کے سب دانت اکھاڑ دے اور ناکو کو لڑکی اگل دینے کا حکم دیا۔ اس نے لڑکی کو اگل دیا تو وہ زندہ تھی مگر بے ہوش۔ پھر ناکو سے کہا:

"جب تک زندہ رہے ان کے شہر کے کسی آدمی کو نہ نگلے۔"

ناکو اس طرح لوٹ کر گیا کہ اس کے آنسو بہہ رہے تھے اور سمندر میں جا پڑا۔

قاضیوں میں سے ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تکذیب کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو گونگا ہونے کی بددعا دی تو وہ وفات تک گونگا ہی رہا۔

ایک نصرانی عورت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی معتقد تھی جو بلاد فرنگ میں ہی رہتی تھی اس نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لڑکے کو صحت دے دی تو وہ شیخ فرغل صاحب کے لیے ایک فرش بنائے گی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ یہاں فرمایا کرتے تھے کہ لو اب ان لوگوں نے فرش کی اون کات لی۔ لو اب ان لوگوں نے کتی ہوئی اون کو کیلوں پر لپیٹ لیا۔ لو اب انہوں نے بننا شروع کر دیا۔ لو اب اس کو روانہ کر دیا۔ لو اب اس کو جہاز میں رکھ دیا۔ لو اب فلاں جگہ تک پہنچ گئے۔ پھر فلاں جگہ تک پہنچ گئے۔ پھر ایک روز فرمایا:

Marfat.com

''کوئی جائے اور وہ فرش لے لے، کیونکہ وہ اب دروازے تک پہنچ گیا ہے۔''

اور سب باتیں ایسی ہی نکلیں۔

بچپن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بنی صمیت کے خرمن کا ایک سبز خوشہ لیا، خرمن کے اوپر ڈال دیا اور جلا دیا۔ لوگوں نے شور مچایا کہ اس مجنون نے خرمن کو جلا دیا۔ ان کو پکڑا اور مارا تو انہوں نے کہا:

''میں نے آگے سے کہہ دیا تھا کہ تو میرے خوشہ کو ہی جلانا اور بس اب تم لوگ دیکھ لو۔''

دیکھا تو سوائے خوشہ کے اور کچھ نہ جلا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے کہا:

''تم اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دو۔''

اس نے جواب دیا:

''اس کا مہر تمہارے لیے بہت زیادہ ہوگا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کیا مہر چاہتے ہو۔؟''

اس نے کہا:

''چار سو اشرفیاں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''فلاں صراف عورت کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ فرغل نے کہا ہے کہ ایک تھیلی اشرفیوں کی اور ایک روپوں کی بھر دو۔''

یہ آدمی پیغام لے کر اس عورت کے پاس گیا تو اس نے دو تھیلیاں بھر کر دے دیں۔ اس کے بعد سے وہ شخص اور اس کی اولاد تا وفات شیخ کی برکت سے خوشحال رہے۔

ابن الزرازیری آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ہم نے تم کو فلاں مقام سے فلاں تک کا والی بنا دیا۔''

بادشاہ نے اس کو صعید کے چار صوبوں کا والی مقرر کر دیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مصر میں کسی حاکم کے پاس ایک غلام کی سفارش میں اپنا قاصد بھیجا۔

اس نے جواب دیا:

"شیخ سے کہہ دینا کہ تم تو بے وقوف ہو۔!"

قاصد شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوٹ آیا اور ماجرا عرض کر دیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زمین پر اس طرح انگلی ماری جیسے کوئی کھودتا ہو۔ اس کے بعد خبر ملی کہ بادشاہ اس حاکم پر ناراض ہوا اور اس کے گھر کے منہدم کرنے کا حکم دے دیا۔ جو اس وقت سے آج تک ویران چلا آتا ہے اور طولون کی جامع مسجد کے پہلو میں ہے۔ پھر اس کے بعد اس حاکم کی گردن ماردی گئی۔

بادشاہ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا:

"مجھے کچھ معلوم نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر مجبور فرما دیا تھا۔"

ایک درویش شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا قرآن شریف پڑھ رہا تھا اس نے کوئی غلطی کی۔

آپ نے فرمایا:

"میاں! تم نے غلط پڑھا ہے۔"

اس نے عرض کیا:

"حضرت! آپ تو حافظ نہیں۔ آپ نے یہ کیسے معلوم کر لیا۔؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میں ایک مسلسل نور دیکھ رہا تھا جو آسمان کی طرف چڑھ رہا تھا وہ منقطع ہو گیا اور اگلا صفحہ حصہ پچھلے حصے سے متصل نہیں رہا تو میں نے سمجھ لیا کہ تم نے غلط پڑھا ہے۔"

☆☆☆

فصل نمبر 111:

شیخ محمد بن علی باعلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن علی باعلوی علم و عمل و ولایت کے آئمہ میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وادی کے اوپر کے حصہ میں عبادت کیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین حاضر ہوتے تو

Marfat.com

نیچے بغیر بارش و بادل کے سیلاب جاری پاتے۔
شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے:
"پی لو! غسل کرلو! مگر کسی کو خبر نہ کرنا۔"
ایک شخص کو یہ واقعہ پیش آیا کہ اس نے سیلاب میں کسی وقت غسل کیا تو اس میں زعفران کی خوشبو معلوم ہوئی اور اپنے کپڑوں پر زعفران کا رنگ پالیا جو اس کے کپڑوں سے ایک مدت مدید کے بعد زائل ہوا۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 263 ہجری میں ہوئی اور اپنے جد اعلیٰ محمد بن عبد الرحمٰن باعلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب مقبرہ زنبل میں دفن ہوئے ہیں۔

فصل نمبر 112:

شیخ محمد بن سلیمان الجزوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن سلیمان الجزوی سملالی، سید، حسینی، شاذلی، دلائل الخیرات والے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عبادت کے لیے حجرہ میں چودہ سال تک رہے۔ پھر لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے باہر نکلے اور مریدوں کی تربیت شروع فرمائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بہت بڑی مخلوق نے توبہ کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آفاق عالم میں شہرت حاصل کر گیا۔ آپ سے بڑے بڑے خرق عادات اور بڑی بڑی کرامتیں اور بڑے عظیم الشان فضائل ظاہر ہوئے ہیں۔
آپ کے پاس بارہ ہزار سے زائد مرید جمع تھے۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ستتر سال بعد بلادِ سوس میں آپ کی قبر میں سے نعش مبارک کو مراکش نقل کیا گیا تو آپ کو ایسا ہی پایا جیسے دفن کیے گئے تھے۔ آپ کے حالات میں زمین نے کوئی اثر اور طول زمانہ نے کوئی تغیر پیدا نہیں کیا تھا۔ سر اور داڑھی کے بالوں میں خط بنوانے کا نشان ایسا ہی تازہ تھا جیسا انتقال کے وقت، کیونکہ انتقال کے روز آپ نے خط بنوایا تھا۔ کسی شخص نے ان کے چہرہ پر انگلی رکھ کر چلائی تو اس کے نیچے سے خون ہٹ گیا۔ جب انگلی اٹھائی تو خون لوٹ آیا جیسے زندہ آدمی میں ہوتا ہے۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مراکش میں ہے۔ قبر پر بہت عظمت ہے۔ لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ

Marfat.com

بندھے رہتے ہیں اور قبر پر دلائل الخیرات بکثرت پڑھتے ہیں۔ یہ پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھتے رہنے کی وجہ سے ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 879 ہجری میں ہوئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک دفعہ نماز کا جو وقت آیا تو آپ کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے کنوئیں سے پانی نکالیں۔ یہ اسی فکر میں تھے کہ ایک بچی نے ایک بالاخانہ سے دیکھا اور پوچھا:

''آپ کون ہیں۔؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا حال بیان فرمایا تو اس نے کہا:

''آپ تو وہ ہیں کہ آپ کی نیکی کے تذکرے بیان کئے جاتے ہیں اور پھر بھی آپ حیران ہیں کہ کنوئیں سے کس طرح پانی نکال لیں؟''

اور بچی نے اس نے کنوئیں میں تھوک دیا تو کنوئیں کا پانی زمین کے اوپر ابل پڑا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے وضو سے فارغ ہونے کے بعد اس سے فرمایا:

''تم کو خدا کی قسم! یہ بتاؤ کہ تم نے یہ مرتبہ کیسے حاصل کیا۔؟''

اس نے عرض کیا:

''اس اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کثرت سے درود شریف پڑھنے سے جو چٹیل میدان میں چلتے تھے تو وحشی جانور آپ کے دامن کی پناہ لیتے تھے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کھائی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درود شریف کے باب میں ایک کتاب تصنیف کریں گے۔ تب آپ نے دلائل الخیرات تصنیف فرمائی جو کہ پوری دنیائے اسلام میں درود شریف کی مشہور ترین کتاب ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 113:

شیخ محمد بن احمد بن عبدالدائم الاشمونی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن احمد الاشمونی رحمۃ اللہ علیہ مشہور ولی ہیں۔ آپ نے اپنے ماموں صاحب سے

Marfat.com

علوم کی تحصیل کی اور آپ سے علی مرغی اور ابن ابی حائل وغیرہ اکابر نے تحصیل کی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا:

''میں آپ کو کیمیا سکھلاؤں گا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''حجرہ میں جاؤ اور عمل کرو اور مجھے دکھاؤ۔ اگر مجھے پسند آ گیا تو سیکھ لوں گا۔''

یہ شخص حجرہ میں داخل ہو گیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت کے حاضرین سے فرمایا:

''جب یہ نکلے گا تو اس کی داڑھی اور چہرہ جلا ہوا ہو گا۔''

پھر وہاں دیا سلائی بھڑک گئی اور اس کی داڑھی اور چہرہ جلا ڈالا اور یہ اسی حال میں باہر آیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ہمیں ایسی چیز کی ضرورت نہیں جو داڑھی اور چہرہ کو پھونک ڈالے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 881 ہجری میں ہوئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 114:

شیخ ابوعبداللہ محمد بن عباس شعمی یمنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعبداللہ محمد بن عباس شعمی یمنی رحمۃ اللہ علیہ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت دیکھا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک سال میں نے حج کیا تو حجر اسود کے پاس یہ دعا مانگی:

''حق تعالیٰ! مجھے قاضی اور مفتی ہونے سے بچا۔''

جب میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان پہنچا تو خواب میں لوگوں کا ایک مجمع دیکھا۔ میں قریب پہنچا کہ سبب معلوم کروں تو مجمع کے درمیان میں ایک شخص کو دیکھا جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ میں نے حاضرین میں سے کسی سے پوچھا:

''یہ کون بزرگ ہیں۔؟''

اس نے جواب دیا:

Marfat.com

''یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

میں نے دیکھا کہ ایک شخص مسئلہ پوچھ رہا ہے جو ایک ورق میں ہے اور اس نے وہ ورق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کتاب المہذب کا ایک جز ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس جز کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور کبھی مسئلہ کو۔

مجھے اس سے تعجب ہوا اور آنکھ کھل گئی تو اس کے بعد سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی بنا پر مفتی ہونا ناگوار نہیں رہا۔ البتہ! قاضی ہونا ناگوار رہا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجھے اس سے نجات مل رہی۔

میں ایک مرتبہ اپنے دل میں سوچتا تھا کہ اگر میرے پاس مال ہو تو میں عبادت و مناجات میں سے یہ یہ کام کروں تو دفعتاً میں نے ایک قاری کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا:

''ولو بسط اللہ الرزق بعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر مایشاء''

''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں پر رزق کی کشائش کرتا تو وہ اس کے ملک میں سرکشی کرنے لگتے ہیں، لیکن وہ اندازہ پر جس قدر چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔''

میں وہاں سے اٹھا اور تلاش کیا کہ کوئی تلاوت کر رہا ہے تو کوئی نہ ملا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے نصیحت تھی۔

☆☆☆

فصل نمبر 115:

شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المقری الیمنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المقری الیمنی رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب احوال بزرگوں میں سے ہیں۔ یہ تصوف میں شیخ عیسیٰ بن حجاج کے مرید تھے۔ یہ شروع شروع میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، مدت تک خدمت میں رہے اور ان سے دعا کرائی کہ اللہ تعالیٰ ان پر علم کے دروازے کھول دے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ پہاڑوں پر چلے گئے اور وہاں ایک مدت

تک علم میں مشغول رہے۔ جب وہاں سے اترے تو شیخ عیسیٰ وفات پا چکے تھے۔ اس لیے یہ شیخ احمد بن مرہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جب شیخ احمد نے ان کے کمال اور اہلیت کو محسوس فرما لیا تو ان کو شیخ بنا دینے کا ارادہ کیا۔

خواب میں شیخ عیسیٰ بن حجاج کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں:

''اے شیخ احمد! یہ مقری میرا بیٹا ہے۔ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے (میرا مرید ہے) ان سے کہہ دو! میرے لڑکے شیخ محمد کے پاس جائیں۔ وہ ان کو شیخ بنا دیں گے۔ ان کا ہاتھ میرا ہی ہاتھ ہے۔''

شیخ احمد نے ان کو اس کی اطلاع کر دی تو یہ شیخ محمد شیخ عیسیٰ کے بیٹے کے پاس حاضر ہو گئے، انہوں نے ان کو شیخ بنا دیا اور مقری صاحب ان سے عمر میں بڑے تھے۔ دونوں بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے۔ جب شیخ محمد پسر شیخ عیسیٰ کا انتقال ہوا مقری صاحب نے ارادہ کیا کہ ان کے بیٹے ابوبکر کو ان کا جانشین بنا دیں۔

اس روز ان کے پاس ایک بزرگ عراق کے رہنے والے تھے جو اپنے آپ کو یہ کہتے تھے کہ وہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہیں۔ ان صاحب نے کہا کہ شیخ ابوبکر کو جانشین میں ہی بناؤں گا۔ میں ہی اس کا حقدار ہوں۔ میں ان کے دادا شیخ عیسیٰ کا مرید ہوں اور ہم سب شیخ عبدالقادر پر مل جاتے ہیں اور یہ کہا کہ ایک زبردست آگ تیار کی جائے اور پھر کہا کہ اگر تم میرے ساتھ اس آگ میں داخل ہو گئے اور تم نے وہ وہ کام کر لیے جو میں کروں گا تو تم ان کو جانشین بنا سکتے ہو۔ ورنہ نہیں اور پھر آگ کے اندر گھس گئے اور اس میں گھومنے لگے اور آگ کو ہاتھ میں اٹھا اٹھا کر سر پر ڈالنے لگے اور آگ ان کو کچھ نقصان نہ دیتی تھی اور نہ اس سے ان کے کپڑے جلے۔

شیخ مقری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گدڑی اتاری، اپنے درویشوں میں سے ایک درویش کو دی اور فرمایا:

''تم بھی ان کے ساتھ آگ میں چلے جاؤ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں کر دکھاؤ۔''

یہ درویش بھی آگ میں داخل ہو گئے اور جو جو وہ کرتے تھے یہ بھی کرنے لگے، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ جب ان عراقی بزرگ نے دیکھا تو پھر انہوں نے شیخ ابوبکر کو جانشین

Marfat.com

بنانے میں شیخ مقبری کی مخالفت نہ کی۔

☆☆☆

فصل نمبر 116:

شیخ ابوعبداللہ محمد بن مہنا القرشی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن مہنا القرشی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ عظیم الشان مشہور بزرگ ہیں اور صلاح ،تقویٰ وولایت کاملہ میں معروف ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف وکرامت ہیں۔

یہ صاحب خطوہ تھے کہ ایک قدم میں صدہا میلوں کی مسافت قطع کر لیتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ وادی مور کی نواح میں قازہ مقام کی مسجد کا ارادہ کیا اور تقریباً ایک سو درویش آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے ہمراہ تھے۔ وہاں انہوں نے اوران کے رفقاء نے چالیس روز کا اعتکاف کیا، روزے رکھے،شب بیداریاں کیں اور وہ وظائف ادا کیے۔ پھر وہاں سے ساحل کی طرف چلے اور ساتھیوں میں سے صرف دو درویش شیخ علی شنبی اور ایک اور صاحب ہمراہ ہوئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دریا میں ایک گروہ دیکھا آپ نے درویشوں سے فرمایا:

"وہاں جاؤ! اور جو لوگ اس میں ہیں ان سے کہو کہ جو چیز تمہارے پاس ہے لاؤ!"

یہ دونوں ان لوگوں کے پاس پہنچے اور ان سے یہ پیام کہہ دیا تو انہوں نے کہا:

"ہمارے پاس جو لوگ اس مسجد میں ہیں ان کے لیے کچھ نذر ہے۔"

پھر ان کو پانچ سو عشاری اشرفیاں دیں۔ یہ دونوں وہ اشرفیاں لے کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر شیخ زبید تشریف لے گئے اور ان اشرفیوں کے دراہم بنا کر سب کے سب اپنے رفقاء اور دوسرے فقراء پر تقسیم کر دیئے۔ پھر قرشیہ تشریف لے گئے اور وہاں شیخ علی الشنبی کو خلیفہ بنا کر وہاں کے قیام کا حکم دیا۔اس لیے شیخ علی نے تاوفات وہاں قیام کیا اور اب تک ان کی اولاد وہیں رہتی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 117:

شیخ محمد السماسی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد السماسی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندیہ طریقہ کے مشائخ میں سے بڑے شیخ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ محمد بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ظہور کی خبر ان کی ولادت سے پہلے دیدی۔

جب یہ ان کے وطن قصر العارفان سے گزرتے تو ساتھیوں سے فرماتے:

"میں اس زمین سے ایک عارف کی بو محسوس کرتا ہوں۔"

یہاں تک کہ ایک بار گزرے تو فرمایا:

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ خوشبو اب زیادہ ہوگئی ہے۔"

اور یہ واقعہ ان کی ولادت سے تین روز بعد کا ہے۔ کچھ ہی دیر ہوئی کہ شاہ بہاء الدین کے دادا ان کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے آئے۔ دیکھا تو فرمایا:

"یہ میرا بیٹا ہے!"

پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

"یہ ہے وہ عارف جس کی طرف میں تم کو بار بار اشارہ کیا کرتا تھا کہ میں اس آبادی سے اس کی خوشبو محسوس کرتا ہوں اور یہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ساری مخلوق کا مقتداء ہوگا۔"

پھر بہاؤ الدین نقشبند کے دادا سید امیر کلال کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"یہ میرا بیٹا ہے! اس کی تربیت میں کوئی کمی نہ رکھنا اور اگر تم نے کوئی کمی باقی رکھی تو تم مجھ کو کبھی اپنے سے راضی نہ پاؤ گے۔"

سید صاحب نے سروقد کھڑے ہو کر عرض کیا:

"میں نے بسر و چشم اس خدمت کو قبول کیا اور انشاء اللہ تعالیٰ! ان کی تربیت میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔"

ایک بار شیخ اپنی جماعت کے ساتھ سید امیر کلال کے اکھاڑے پر گزرے۔ سید صاحب زور کرنے میں مشغول تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے قریب کھڑے ہو گئے تو ساتھیوں

Marfat.com

میں سے کسی کے دل میں خیال آیا کہ شیخ ایسی بدعت والوں کے پاس کیوں کھڑے ہیں۔؟
شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ وسوسہ مکشوف ہو گیا تو فوراً ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''ان لوگوں میں ایک شخص ایسا ہے کہ اس کی برکت وصحبت سے بہت لوگوں کو نفع پہنچے گا اور بڑے بڑے مدارج حاصل ہوں گے۔ میں اس کو شکار کرنا چاہتا ہوں۔''

دفعتہً سید امیر کلال کی نظر حضرت شیخ محمد السماسی پر پڑی۔ نظر کا پڑنا تھا کہ ہاتھوں سے دل نکل گیا۔ شیخ واپس ہوئے تو سید امیر کلال بھی پیچھے پیچھے ہو لیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر آگئے اور ان کو بھی اندر بلا لیا۔ پھر ذکر کی تلقین فرمائی، طریقہ عالیہ کے اصول سکھائے اور فرمایا:

''اب تم میرے بیٹے ہو۔''

پھر سید امیر کلال بیس سال تک آپ کی صحبت میں ذکر وفکر اور عبادات میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ وہ آپ کے خلیفہ اعظم بن گئے۔

☆☆☆

فصل نمبر 118:

شیخ محمد الجواد بن علی الرضا رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد الجواد بن علی الرضا رحمۃ اللہ علیہ بڑے اماموں میں سے ہیں، امت کے چشم و چراغ ہیں اور سادات اہل بیت میں سے ہیں۔ ان کا تذکرہ علامہ شبراوی نے اتحاف بحب الاشراف میں کیا ہے۔

خلیفہ مامون الرشید عباسی نے اپنی لڑکی ام فضل سے ان کی شادی کر دی تھی۔ پھر جب یہ بغداد سے مدینہ منورہ تشریف لے چلے تو پہنچانے کے لیے بہت سے لوگ ہمراہ ہوئے جب کوفہ کے دروازہ پر جہاں حضرت مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر ہے پہنچ گئے تو غروب آفتاب کا وقت تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہیں اتر پڑے اور ایک پرانی سی مسجد میں جو وہاں بنی ہوئی تھی مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے گئے۔

اس مسجد کے صحن میں ایک بیری کا درخت تھا جس پر کبھی پھل نہیں آیا تھا۔ آپ نے لوٹا

Marfat.com

منگایا اور اس درخت کی جڑ میں وضو کیا پھر اٹھے اور مغرب کی نماز پڑھائی۔ پہلی رکعت میں الحمد اور اذا جاء نصر اللہ والفتح پڑھی اور دوسری رکعت میں الحمد اور قل ھو اللہ احد۔ پھر فارغ ہونے کے بعد تھوڑی سی دیر بیٹھے اور ذکر کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور چار رکعت نفل پڑھے اور دو سجدے شکر ادا کیے۔ پھر لوگوں کو رخصت کر دیا اور خود لوٹ آئے۔

صبح ہوئی تو رات رات میں بیری کا درخت نہایت عمدہ پھل لے آیا۔ لوگوں نے دیکھا تو بہت تعجب کیا اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہوئی کہ اس درخت کے بیروں میں گٹھلی نہ تھی۔ یہ آپ کی بڑی زبردست اور کھلی ہوئی کرامت ہے۔ آپ کی وفات آخر ذیقعد 220 ہجری میں ہوئی ہے اور عمر شریف پچیس سال اور ایک ماہ۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کے آباؤ اجداد و اولاد سے راضی ہوں اور ہم سب کو ان کی برکتوں سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

فصل نمبر 119:

شیخ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد پارسا بخاری ہیں۔ شاہ نقشبند کے خلیفہ، نقشبندیہ طریقہ کے ایک امام اور حضرات محققین صوفیہ میں سے ہیں۔

حضرت شیخ امام محمد بن محمد شمس الدین الجزری امام القرآن ماوراء النہر کے محدثین کی اسنادوں کی تصحیح کے لیے سمرقند تشریف لائے۔ کسی شریر حاسد نے ان سے کہہ دیا:

”شیخ محمد پارسا ایسی حدیثیں بیان کیا کرتے ہیں جن کی سند کو کوئی نہیں پہچانتا۔ اگر آپ ان کو درست کر دیں گے تو بڑا کار ثواب ہوگا۔“

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ سے ان کے آجانے کی فرمائش کی۔ یہ پہنچ گئے تو ایک زبردست جلسہ منعقد کیا جو اس وقت کے شیخ الاسلام شیخ عصام الدین مشہور نحوی اور دوسرے علماء پر مشتمل تھا اور آپ سے ایک حدیث کے متعلق سوال کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے معہ سند کے سنادی۔ امام جزری نے فرمایا:

”اس حدیث کے صحیح ہونے میں تو شک نہیں، لیکن یہ سند میرے نزدیک ثابت نہیں۔

Marfat.com

اس واقعہ سے ان کے حاسدین بہت خوش ہوئے۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی دوسری سند بیان فرمائی۔ امام جزری رحمۃ اللہ علیہ نے پھر وہی پہلا جواب دیا تو شیخ نے سمجھ لیا کہ وہ جو سند بھی نقل کریں گے جزری رحمۃ اللہ علیہ اس کو قبول نہ کریں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ملا عصام کی طرف خطاب کیا اور فرمایا:

"کیا فلاں سند تمہارے نزدیک صحیح ہے اور اس کی اسنادیں قابل اعتماد ہیں۔؟"

ملا عصام نے کہا:

"جی ہاں؟ یہ کتاب محدثین کے یہاں معتبر ہے اور ان کی اسنادوں میں کسی نے کلام نہیں کیا۔ اگر آپ کی سند اس کے اندر ہوگی تو ہم کو کوئی اعتراض نہ رہے گا۔"

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یہ سند تمہارے کتب خانے میں فلاں جگہ اور فلاں کتاب کے نیچے ہے۔ اس کا حجم اتنا ہے اور جلد ایسی ہے اور یہ حدیث جس کو میں نے اس وقت بیان کیا ہے اسی سند سے اس میں فلاں صفحہ پر موجود ہے تلاش کر لو۔"

ملا عصام خود متردد تھے کہ ان کے کتب خانہ میں یہ کتاب موجود بھی ہے یا نہیں؟ جب کتاب حاضر کی گئی تو یہ حدیث اسی سند سے اس میں مل گئی۔

تمام حاضرین کو بہت ہی تعجب ہوا۔ خصوصاً ملا عصام الدین صاحب کو کیونکہ شیخ نہ کبھی ان کے گھر آئے تھے نہ ان کی کتابیں دیکھی تھیں۔ سب لوگ شرمندہ ہو گئے۔ یہ خبر بادشاہ کو بھی پہنچی تو بادشاہ کو آپ کو تکلیف دینے پر بہت ندامت ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت اور علماء کے اعتقاد اور زبان بندی کا سبب یہ واقع ہوا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات مدینہ منورہ میں 822 ہجری میں ہوئی اور جنت البقیع میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ کے قریب مدفون ہوئے۔

☆☆☆

اختتام

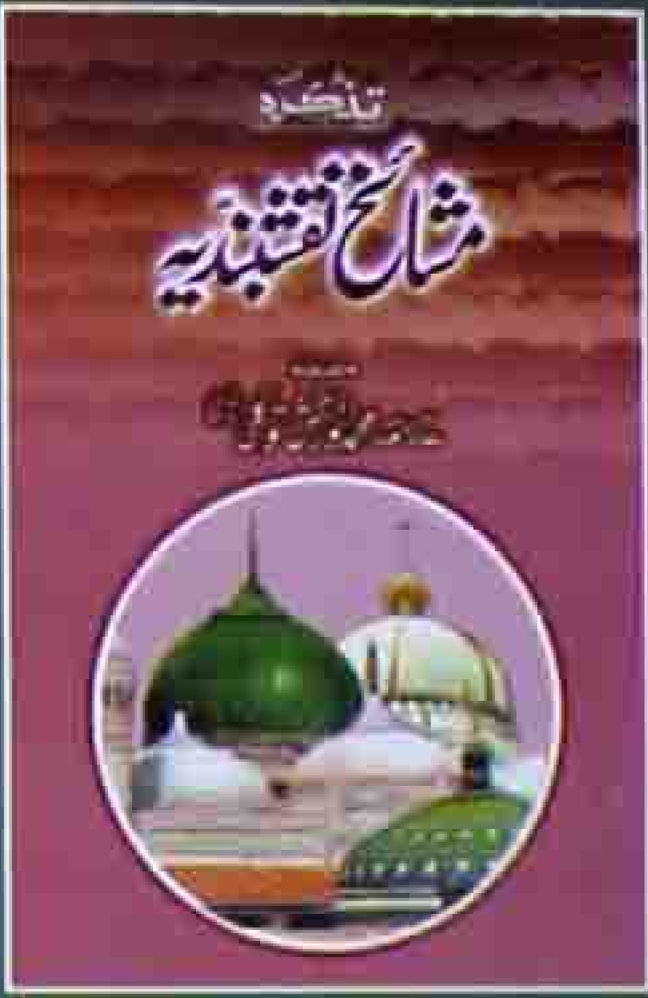

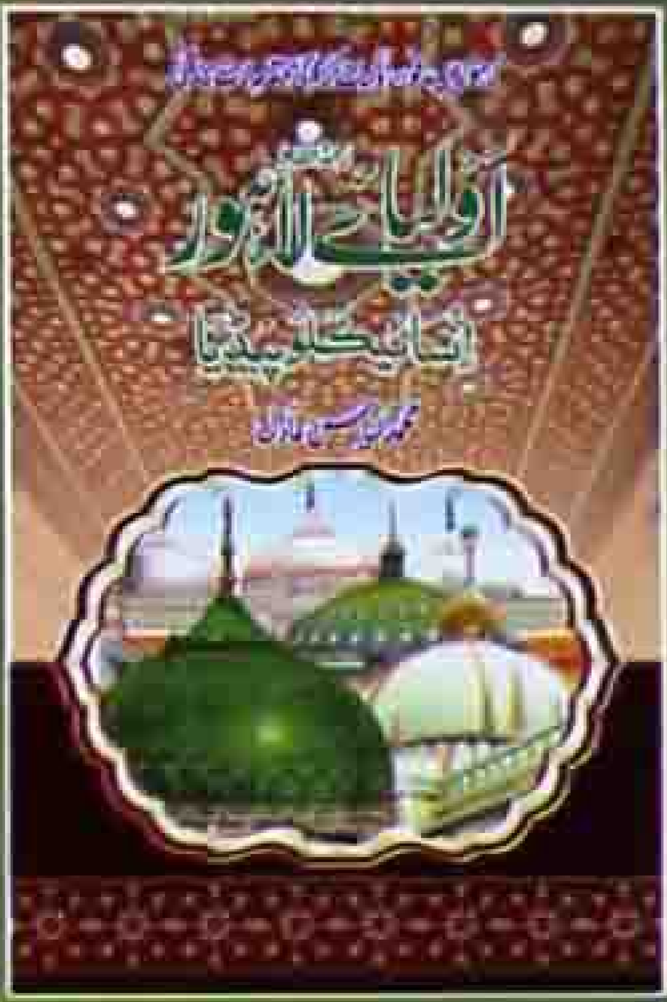

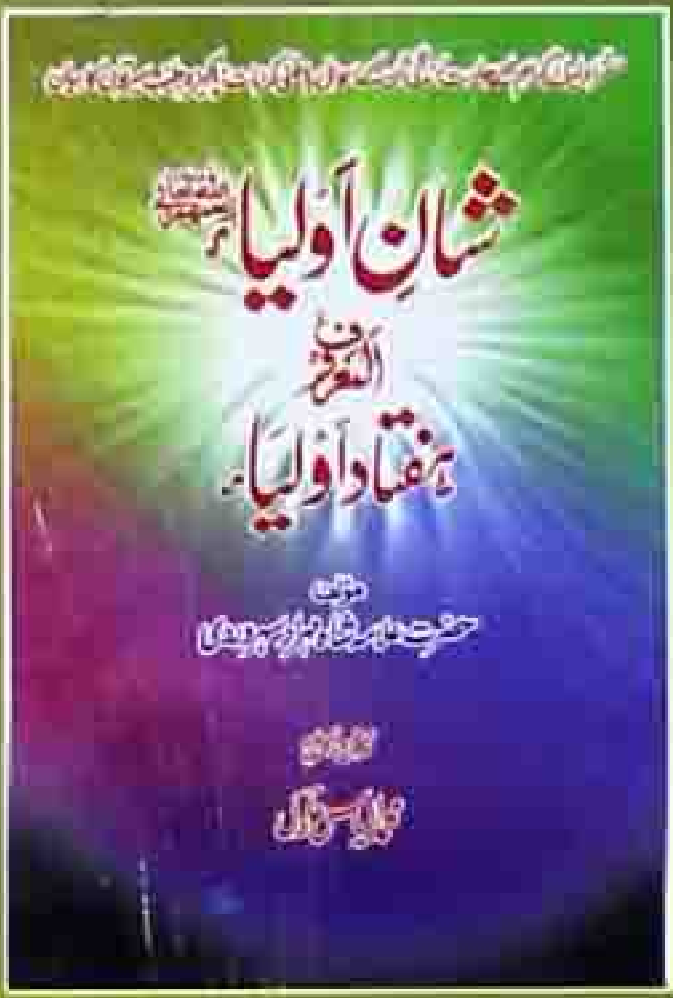

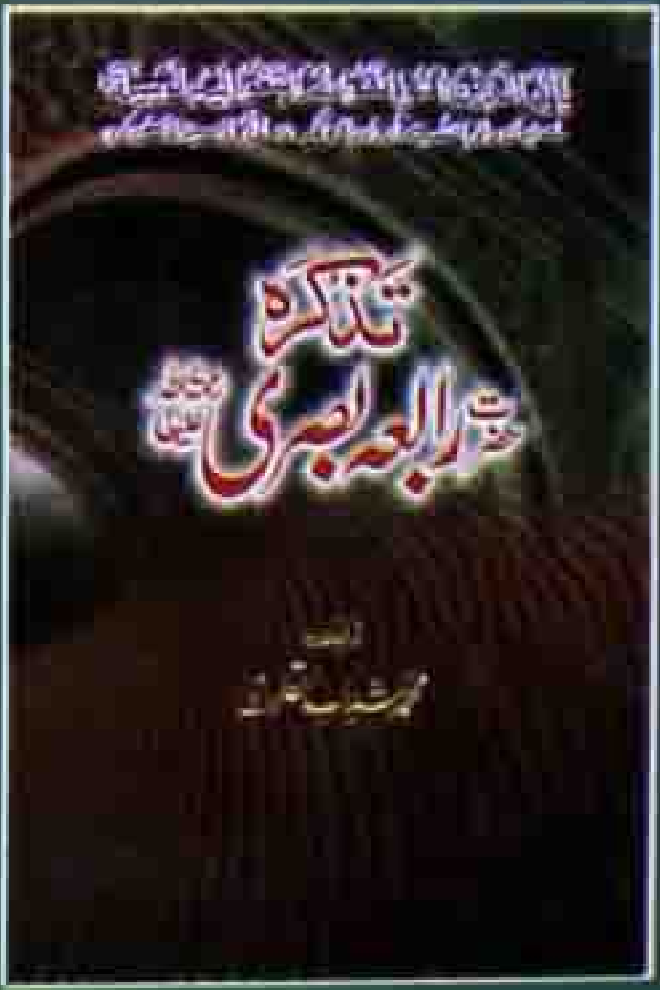

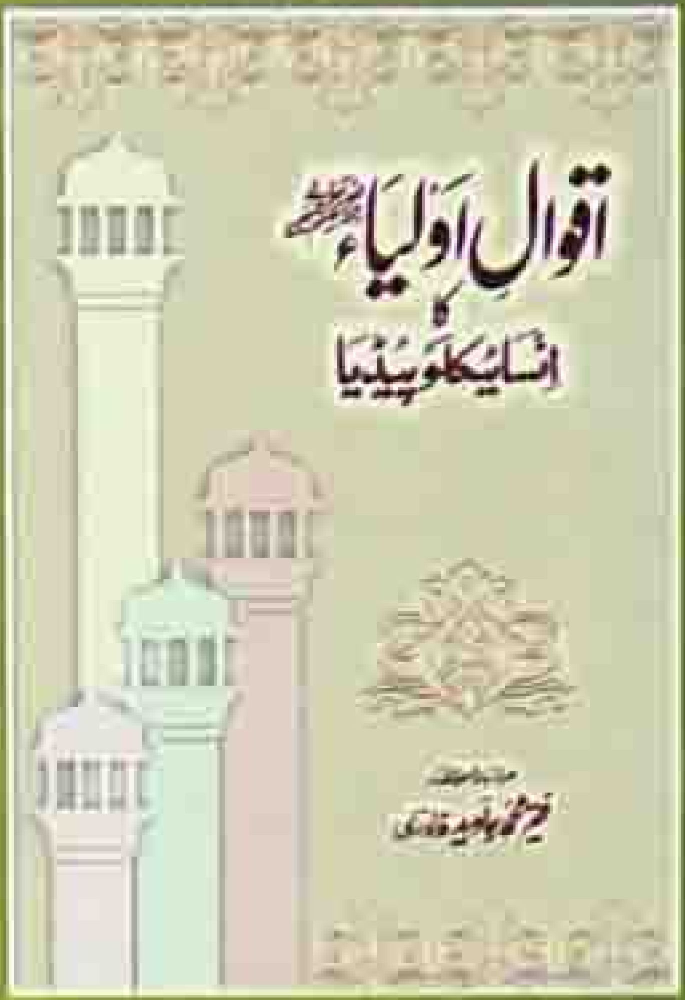

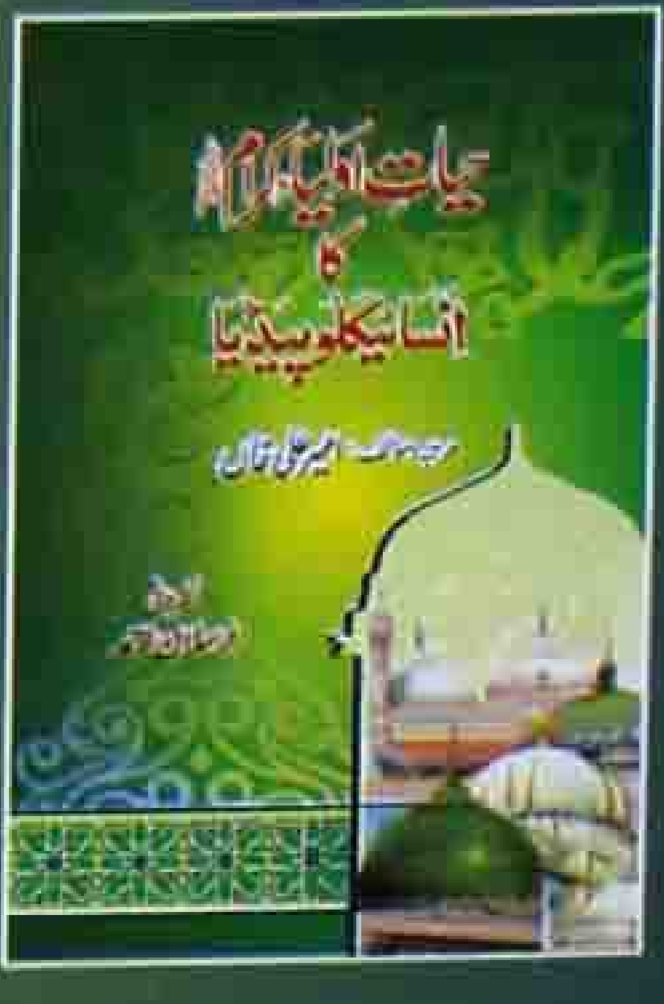

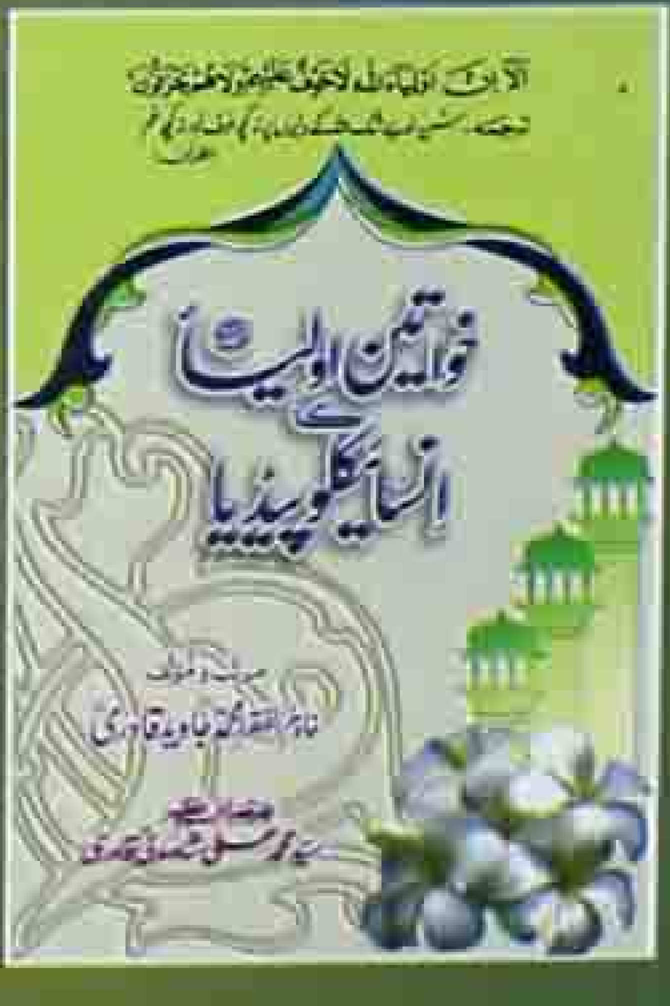

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور